لجنہ اماء اللہ جرمنی کا ترجمان

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مُردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

(سورۃ البقرۃ: آیت نمبر 155)

شہداء نمبر

شمارہ نمبر 2/2010ء

قوم کے ظلم سے تنگ آ کر مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

شہادت کی حقیقت

لوگوں نے شہید کے معنی صرف یہی سمجھ رکھے ہیں کہ کسی کافر غیر مُسلم کے ساتھ جنگ کی اور اس میں مارے گئے، تو بس شہید ہو گئے۔ اگر اتنے ہی معنے شہید کے لئے جاویں، تو پھر مخالفوں کو بہت بڑی گنجائش اعتراض کی رہتی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں اور آریوں نے اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے پھیلنے والا مذہب قرار دیا ہے، اگرچہ ان لوگوں کی سخت نادانی ہے کہ وہ بُدوں دریافت کئے اصل منشا کے اعتراض کر دیتے ہیں۔ مگر ہم کو ان مولویوں پر بھی افسوس ہے، جنہوں نے قرآن شریف کے حقائق کو پیش نہیں کیا اور خیالی اور فرضی تفسیریں اور مصنوعی قصّے بیان کر کے اسلام کے پاک اور خوشنما چہرہ پر ایک پردہ ڈال دیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ جو خود اسلام کا محافظ اور ناصر ہے وہ اب چاہتا ہے کہ اسلام کا پاک اور درخشاں چہرہ دکھایا جاوے، چنانچہ یہ سلسلہ جو اس نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الٰہی نصرت کا وقت آ پہنچا اور اسلام کی عزت اور جلال کے دن آ گئے، کیونکہ خدا تعالیٰ کی تائیدیں اور نُصرتیں جو ہمارے شاملِ حال ہیں، یہ آج کسی مذہب کے پیرو کو نصیب نہیں اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کیا کوئی اہلِ مذہب ہے جو اِسلام کے سوا اپنے مذہب کی حقانیّت پر تائیدی اور سماوی نشان پیش کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے یہ سِلسلہ جو قائم کیا ہے۔ یہ اُس کی حفاظت کے وعدہ کے موافق ہے جو اس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۱۰) میں کیا ہے۔

میرا مطلب یہ تھا کہ شہید کے معنی صرف یہی نہیں کہ غیر مُسلم کے ساتھ جنگ کر کے مَر جانے والا شہید ہوتا ہے۔ ان معنوں نے ہی اسلام کو بدنام کیا اور اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر سرحدی نادان مسلمان بے گناہ انگریزوں کو قتل کرنے میں ثواب سمجھتے ہیں، چنانچہ آئے دن ایسی وارداتیں سننے میں آتی ہیں۔ پچھلے دنوں کسی سرحدی نے لاہور میں ایک میم کو قتل کر دیا تھا۔ ان احمقوں کو اتنا معلوم نہیں کہ یہ شہادت نہیں بلکہ قتلِ بے گناہ ہے۔ اسلام کا یہ منشاء نہیں ہے کہ وُہ فتنہ و فساد برپا کرے بلکہ اسلام کا مفہوم ہی صلح اور آشتی کو چاہتا ہے۔ اسلامی جنگوں پر اعتراض کرنے والے اگر یہ دیکھ لیتے کہ ان میں کیسے احکام جاری ہوتے تھے تو وہ حیران رہ جاتے۔ بچّوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ جزیہ دینے والوں کو چھوڑ دیا جاتا تھا اور ان جنگوں کی بنا دفاعی اصُول پر تھی۔ ہمارے نزدیک جو جاہل پٹھان اس طرح پر بے گناہ انگریزوں پر جا پڑتے ہیں اور اُن کو قتل کرتے ہیں وہ ہرگز شہادت کا درجہ نہیں حاصل کرتے بلکہ وہ قاتل ہیں اور اُن کے ساتھ قاتلوں کا سا سلوک ہونا چاہیے۔

تو شہید کے معنی یہ ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ ایک خاص قسم کی استقامت مومن کو عطا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر مصیبت اور تکلیف کو ایک لذّت کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:۶،۷) میں مُنعم علیہ گروہ میں سے شہیدوں کا گروہ بھی ہے اور اس سے یہی مراد ہے کہ استقامت عطا ہو، جو جان تک دے دینے میں بھی قدم کو ہلنے نہ دے۔

﴿از ملفوظات جلد اوّل، صفحہ 518، 519﴾

خدیجہ

شہداء نمبر

لجنہ اماء اللہ جرمنی کا ترجمان

شمارہ نمبر 2/2010ء

فہرست مضامین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ O (البقرۃ:154)

ترجمہ:۔اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔(اللہ سے) صبر اور صلوۃ کے ساتھ مدد مانگو۔یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یعنی مومنوں پر جب کوئی مشکل وقت آتا ہے تو وہ پہلے سے زیادہ خدا کی طرف جھکتے اور آہ وفغاں کرتے ہیں۔

ایسا ہی وقت جماعت احمدیہ پر 28 مئی 2010ء کو آیا۔جب لاہور پاکستان کی دو مساجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہوئے نہتے،معصوم،پرامن مومنوں کو مسلح دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔بیک وقت کئی دہشت گرد دونوں مساجد میں فائرنگ کرتے ہوئے داخل ہوئے۔اندھا دھند فائرنگ کے علاوہ انہوں نے ہینڈ گرینیڈ بھی پھینکے اور خودکش حملے بھی کئے۔جس سے چھیاسی احمدی شہید اور سو سے زائد زخمی ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اَھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ:۔اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔(نور الیقین ۲۹ اسوۂ انسان کامل ص 129)

اس موقع پر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انتہائی غمزدہ ہونے کے باوجود کامل ضبط اور صبر کا شاندار نمونہ دکھاتے ہوئے جماعت کو بھی صبر وضبط اور دعاؤں کی تلقین فرمائی۔اور جماعت نے اسکی مکمل فرمانبرداری کی۔الحمدللہ۔

اس وقت دنیا کے ہر خطے میں رہنے والے تمام احمدی ایک جسم کی طرح لاہور کی جماعت کے دکھ درد میں شریک تھے۔اور اب بھی ہیں۔مگر ہم اپنی فریاد اپنے پیارے خدا کے آگے کرتے ہیں۔جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے:۔

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج ‏ ‏ شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی نعمت عطا کی ہے۔اور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس نازک وقت میں اپنی بیش بہا دعاؤں،محبتوں اور شاندار حکمت عملی سے جماعت کو سنبھالا۔

حضور اقدس نے ہر شہید کے گھر فون کر کے ان کو دعاؤں اور تسلیوں سے نوازا،حوصلہ دیا اور انکا حال احوال معلوم کیا۔حضور اقدس کی ہدایات کی روشنی میں جماعت پاکستان نے شہداء کی تدفین کی اور زخمیوں کی دیکھ بھال اور انکی ہر طرح کی ضرورت کا خیال رکھا۔انکے عزیزوں کی مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔الحمدللہ۔

ایسے وقت میں ہم جرمنی میں رہنے والی لجنہ بھی اپنے پیارے امام حضور اقدس ایدہ اللہ،اپنے شہید بھائیوں اور بیٹوں کے لئے دعائیں کرتی رہیں۔ان کے جو رشتہ دار یہاں تھے ان سے تعزیت کرتی رہیں۔ہم اپنے شہید بھائیوں،بیٹوں اور باپوں کو کسی طرح خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے تھے۔

اس غرض سے مدیرہ خدیجہ جرمن سیکشن محترمہ عطیہ نور احمد بش صاحبہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم رسالہ خدیجہ کا شہداء نمبر شائع کریں۔

عاجزہ نے اس تجویز کو پسند اور منظور کیا۔شعبہ اشاعت کو اس سلسلے میں ہدایات دیں۔یہ تجویز اور منظوری جلسہ سالانہ جرمنی 2010ء کے بعد عمل میں آئی۔لہٰذا اس کا کام جولائی 2010ء کے تیسرے ہفتے میں شروع ہوا تھا۔جب ہم نے حضور اقدس کی خدمت میں دعا کی غرض سے درخواست کی کہ ہم رسالہ خدیجہ کا شہداء نمبر شائع کرنا چاہتے ہیں تو حضور اقدس نے انتہائی شفقت ومحبت سے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور بیش قیمت دعاؤں سے نوازا جس سے ہم میں ایک نیا ولولہ،عزم اور طاقت پیدا ہوگئی اور ہمارے کام میں تیزی آ گئی۔میں بجا طور پر یہ سمجھتی ہوں کہ مواد خدیجہ جو شعبہ اشاعت نے صرف ڈیڑھ دو ماہ میں اکٹھا کیا اور لکھا اور تیار کیا یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل واحسان ہے اور حضور اقدس کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی کا ثمر ہے الحمدللہ۔ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور حضور اقدس کے انتہائی مشکور ہیں۔

مکرم امام مبارک احمد تنویر صاحب انچارج شعبہ تصنیف نے تمام مواد کی چیکنگ کی،غلطیوں کی نشاندہی کی،اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کی اور اپنی

قیمتی ہدایات سے نوازا۔ نیز مکرم راشد نواز صاحب نے رسالے کے لے آؤٹ کے سلسلے میں بعض معاملات میں ہماری مدد کی ۔اور محترمہ امۃ الجمیل غزالہ صاحبہ نے بھی پروف ریڈنگ میں ہماری مدد کی ۔خدا تعالیٰ ان کو بہترین جزا دے۔آمین۔

نیشنل سیکریٹری اشاعت لجنہ ڈاکٹر امۃ الرقیب ناصرہ صاحبہ، مدیرہ اردو سیکشن خدیجہ محترمہ اختر درانی صاحبہ، آڈیٹوریل بورڈ اردو سیکشن، سیدہ منورہ صاحبہ، عائشہ ماہم صاحبہ، عتیقہ چیمہ صاحبہ اور ریحانہ بشریٰ صاحبہ نے جرمنی کے تمام ریجنز میں فون کر کے لجنہ کو یہ پیغام دیا کہ شہداء کے جو عزیز رشتہ دار ہیں وہ ان شہداء کے حالات لکھ کر بھجوائیں۔ مختلف ریجنز کے دورہ جات کے دوران نیشنل سیکریٹری اشاعت صاحبہ اور مدیرہ اختر درانی صاحبہ نے لوگوں تک یہ پیغام خود بھی پہنچایا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ جرمنی نے کافی مضامین بھجوائے۔ مضامین کی ٹائپنگ، انکو ٹھیک کرنے اور پروف ریڈنگ کے کام میں سیکریٹری اشاعت صاحبہ، مدیرہ اردو سیکشن اور اردو آڈیٹوریل بورڈ کے علاوہ، امۃ الرفیق ناصرہ صاحبہ، بشریٰ ولید صاحبہ، نرگس قریشی صاحبہ، نرگس ظفر صاحبہ، عتیقہ چیمہ صاحبہ، سندس انعم صاحبہ، عاصمہ اکرام صاحبہ، طاہرہ نورین صاحبہ، عقیلہ بشارت صاحبہ اور فائزہ طاہر صاحبہ، زینت حمید صاحبہ، فرح شیخ صاحبہ، عقیلہ عمران صاحبہ، انیلہ احمد صاحبہ، شازیہ خان صاحبہ، قدسیہ شیخ صاحبہ، شازیہ طاہر صاحبہ، شازیہ فاروق صاحبہ، عظمیٰ یعقوب صاحبہ، فرح گردیزی صاحبہ، شارفہ شاہد صاحبہ اور کاشفہ شاہد صاحبہ اور فائزہ انعام صاحبہ نے مدد کی۔ لے آؤٹ، گرافکس اور ٹائٹل صبیحہ محمود صاحبہ نے انتہائی محنت سے تیار کیا اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء دے آمین۔اس کے علاوہ رسالے کی تیاری کے بعض معاملات میں شاہدہ سلام صاحبہ مریم احمد صاحبہ، صبیحہ احمد صاحبہ، زوباریہ احمد صاحبہ نے ہماری مدد کی ہے۔

اس دوران عاجزہ وقتاً فوقتاً شعبہ اشاعت کو ہدایات دیتی رہی۔ جو مواد ہمارے پاس آیا وہ انتہائی دلگداز، خوبصورت اور حیرت انگیز ہے۔اس کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ ہر شہید کس قدر خوبیوں کا مالک انسان تھا۔ وہ سچ مچ خدا تعالیٰ کے موتی تھے اور ستاروں کی طرح تھے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ جب لجنہ اس کو ٹائپ کر رہی ہوتی تو ساتھ ہی فرط جذبات سے رو رہی ہوتی تھیں۔ نیشنل سیکریٹری اشاعت صاحبہ نے بتایا کہ اس مواد کو جمع کرنے، پڑھنے اور لکھنے سے ان میں اور انکی ٹیم میں کئی اچھی تبدیلیاں پیدا ہوئیں مثلاً دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہوئی۔ اور شہداء سے عقیدت و محبت پیدا ہوئی۔ الحمدللہ۔

جرمن سیکشن کی مدیرہ عطیہ نور احمد ہش صاحبہ انکی ٹیم، صبا بنگوی صاحبہ، حامدہ سوسن صاحبہ، انیتا ناصرہ سلطانہ صاحبہ، فاطمہ عقیل صاحبہ، نبیلہ احمد صاحبہ، عامرہ عارف صاحبہ، عالیہ ورک صاحبہ، زوباریہ احمد صاحبہ، سعدیہ ہش صاحبہ، زاہدہ سیٹھی صاحبہ، شافی خان صاحبہ، ثوبیہ قیصر صاحبہ، خولہ مریم ہش صاحبہ نے انتہائی محنت سے اردو مواد کا جرمن ترجمہ کیا۔ پروف ریڈنگ کی انہیں ٹھیک کیا اور لے آؤٹ وغیرہ بنایا۔

اس کے علاوہ ہم یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ جب سے یہ دنیا بنی ہے جو بھی شہید ہوئے ہیں چاہے وہ پہلا انسان ہو جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے جس کو اس کے بھائی نے شہید کیا تھا، وہ امام حسین علیہ السلام ہوں، صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہید ہوں، یا سانحہ لاہور کے شہید ہوں۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ ان سب کے درجات بلند فرماتا رہے ان کی نسلوں کو بھی اپنے فضل اور برکت عطا فرماتا رہے، اور ہمیں ان کی نیکیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں ہمیشہ اس رسالے کے دور رس بابرکت نتائج عطا ہوں۔

خدا تعالیٰ پیارے آقا کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ خاندان مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا رہے۔ ہمیشہ ہر احمدی کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اس رسالے کے سلسلے میں تمام کام کرنے والوں کو خدا تعالیٰ بے شمار برکتیں عطا فرمائے اور ان کی نسلوں کو ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے اور اپنے بے شمار فضلوں کا وارث بنائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

امۃ الحئی احمد

نیشنل صدر لجنہ جرمنی

آیت باری تعالیٰ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ لا فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ لا وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لا اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(سورة آل عمران ۱۷۰/۱۷۱)

ترجمہ :۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو ہر گز مردے گمان نہ کر بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں (اور) انہیں ان کے ربّ کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔ بہت خوش ہیں اس پر جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اور وہ خوشخبریاں پاتے ہیں اپنے پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر بھی کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہونگے۔

(ترجمہ از:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ نمبر 114)

حدیث نبوی ﷺ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ: يَا جَابِرُ! مَا لِيْ اَرَاكَ مُنْكَسِرًا ؟ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُسْتُشْهِدَ اَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا قَالَ: اَلَا اُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهٖ اَبَاكَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ مَا كَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ وَاَحْيَا اَبَاكَ فَكَلَّمَهٗ كِفَاحًا فَقَالَ يَا عَبْدِيْ! تَمَنَّ عَلَيَّ اُعْطِكَ ، قَالَ: يَا رَبِّ! تُحْيِيْنِيْ فَاُقْتَلَ فِيْكَ ثَانِيَةً ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ اَنَّهُمْ لَا يُرْجَعُوْنَ۔

(ترمذی ابواب التفسیر۔ تفسیر سورۃ آل عمران۔ بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر ۳۲۰)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے حضور علیہ السلام نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے جابر آج میں تمہیں پریشان اور اُداس کیوں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا حضور میرے والد شہید ہوگئے ہیں اور کافی قرض اور بال بچے چھوڑ گئے ہیں۔ حضور فرمانے لگے کیا میں تمہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں کہ کس طرح تمہارے والد کی اللہ تعالیٰ کے حضور پذیرائی ہوئی۔ میں نے عرض کیا ہاں حضور ضرور سنائیں اس پر آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر کسی سے گفتگو کی ہے تو ہمیشہ پردہ کے پیچھے سے کی ہے لیکن تمہارے باپ کو زندہ کیا اور اس سے آمنے سامنے گفتگو کی اور فرمایا میرے بندے مجھ سے جو مانگنا ہے مانگ۔ میں تجھے دونگا تو تمہارے والد نے جواباً عرض کیا اے میرے ربّ میں چاہتا ہوں کہ تو زندہ کر کے مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تا کہ تیری خاطر دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ میں یہ قانون نافذ کر چکا ہوں کہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں نہیں لوٹاؤں گا۔

ارشاد حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام

’’شہید اصل میں وہ شخص ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے استقامت اور سکینت کی قوت پاتا ہے۔ اور کوئی زلزلہ اور حادثہ اس کو متغیر نہیں کر سکتا۔ وہ مصیبتوں اور مشکلات میں سینہ سپر رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر محض خدا تعالیٰ کے لئے اس کو جان بھی دینی پڑے تو فوق العادت استقلال اس کو ملتا ہے اور وہ بدوں کسی قسم کا رنج یا حسرت محسوس کئے اپنا سر رکھ دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ بار بار مجھے زندگی ملے اور بار بار اس کو اللہ کی راہ میں دوں۔ ایک ایسی لذت اور سرور اس کی روح میں ہوتا ہے کہ ہر تلوار جو اس کے بدن پر پڑتی ہے اور ہر ضرب جو اس کو پیس ڈالے، اس کو پہنچتی ہے۔ وہ اس کو ایک نئی زندگی نئی مسرت اور تازگی عطا کرتی ہے۔ یہ ہیں شہید کے معنی۔
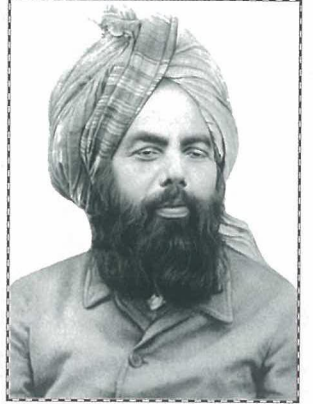
پھر یہ لفظ شہد سے بھی نکلا ہے۔ عبادت شاقہ جو لوگ برداشت کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں ہر ایک تلخی اور

کدورت کو جھیلتے ہیں اور جھیلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ شہد کی طرح ایک شیرینی اور حلاوت پاتے ہیں۔ اور جیسے شہد فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (النحل:۷۰) کا مصداق ہے۔ یہ لوگ بھی ایک تریاق ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت میں آنے والے بہت سے امراض سے نجات پا جاتے ہیں۔ اور پھر شہید اس درجہ اور مقام کا نام بھی ہے جہاں انسان اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے یا کم از کم خدا کو دیکھتا ہوا یقین کرتا ہے۔ اس کا نام احسان بھی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول ص:۔416,415 مطبوعہ 1984ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے بہت سے قتل تو ہوں گے مگر وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ تم یہ نہ سمجھنا کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مریں گے وہ مُردہ ہو گئے بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ o بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ اللہ کی راہ میں جو مارا جاوے اسے احیاء کہتے ہیں اور تین طرح سے وہ زندہ ہوتے ہیں جن کو ایک جاہل بھی سمجھ سکتا ہے اور متوسط درجہ کے آدمی بھی اور ایک مومن بھی سمجھ سکتا ہے۔

گویا ان کی حیات قائم رہتی ہے۔ اسے تو ایک مومن سمجھ سکتا ہے۔ دوسری بات کہ متوسط درجہ کا عرب سمجھ سکتا ہے کہ اہلِ عرب کا محاورہ ہے کہ جس کا بدلہ لیا جاوے اُسے وہ مردہ نہیں کہتے بلکہ زندہ کہتے ہیں۔ شہید کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو تم میں سے مَرے گا اس کا بدلہ لیا جاوے گا۔ تیسری بات کہ ایک جاہل بھی سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ جب میدان ہاتھ آوے اور فتح ہو جاوے تو پھر مُردوں اور مقتولوں کو مُردہ اور مقتول نہیں سمجھتے اور نہ ان کا رنج و غم ہوتا ہے۔ میرا اپنا اعتقاد ہے کہ شہید کو ایک چیونٹی کے برابر بھی درد محسوس نہیں ہوتا اور میں نے اس کی نظیریں خود دیکھی ہوئی ہیں۔‘‘

(البدر 20 مارچ 1903ء صفحہ 69 از حقائق الفرقان حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

’’خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ایک مومن کے ساتھی جب تک زندہ رہتے ہیں اور دین کی خدمات سرانجام دیتے ہیں مرنے والے کو اس حیثیت سے جس میں وہ مرا ثواب ملتا رہتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دیا ہے کہ ایسے موقعہ پر جو شہادت پا جائیں ان کو زندہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہید کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ بہت جلد اعلیٰ مدارج حاصل کر لیتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ تھوڑی خدمت کے بدلہ میں اسے اعلیٰ مدارج حاصل ہو جاتے ہیں بلکہ اس لئے کہ تھوڑے دن خدمت کر کے وہ اسی راہ میں جان دے دیتا ہے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو اس کے نیک اعمال کا تسلسل جاری رہتا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے منشاء کے ماتحت اسے توڑا اور اسے شہادت دے دی تا کہ بعد کے آنے والے زندہ رہیں۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والوں کے اعمال جاری رہتے ہیں۔ وہ جن کے ساتھ زندگی میں مل کر کام

کرتے تھے ان کے اعمال جس قدر ثواب کے مستحق ہوں گے اسی قدر ثواب شہادت پانے والوں کو بھی ملے گا۔ یعنی جس درجہ اور جس درجہ کی قربانی کرنے والا کوئی شہید ہوگا۔ اسی درجہ کے مطابق اسے انعام ملیں گے اور موت اس سے اس کو محروم نہیں کر سکے گی۔ دیکھو بعض صحابہؓ ایسے تھے کہ انہیں اسلام لائے دو چار ہی دن گزرے تھے کہ لڑائی میں شہادت پا گئے۔ کیا ان کے اعمال ختم ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں' بلکہ ان کو اس وقت تک وسعت دی جائے گی جب تک کہ ان کے ساتھ کے صحابہؓ زندہ ہیں۔ غرض دین کی راہ میں قربانی بہترین چیز ہے اور جنہیں یہ حاصل ہو ان کی قدر دوسروں کی نسبت بہت زیادہ ہونی چاہئے۔ قرآن کریم نے ایسا ہی کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ دعا کیا کرتے تھے کہ مجھے شہادت حاصل ہو اور مدینہ میں ہی ہو آخر انہیں حاصل ہو گئی اور مدینہ میں ہی حاصل ہوئی۔ مگر تعجب ہے ان جیسے انسان نے یہ دعا کس طرح کی۔ مدینہ میں انہیں شہادت ملنے کے یہ معنی تھے کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرے اور وہ اس قدر غلبہ پالے کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو قتل کر دے مگر باوجود اس کے حضرت عمرؓ شہادت کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا درجہ ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ اس کی تمنا کیا کرتے تھے۔ یہ روح اور یہ ولولہ ہر احمدی کو اور خاص کر ہر احمدی نوجوان کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے اور ایک ایک طالب علم کے ذہن نشین یہ بات کر دینی چاہئے کہ اصل چیز جس کا قائم رہنا ضروری ہے وہ اسلام اور احمدیت ہے۔ ہر احمدی قصر احمدیت کی اینٹ ہے اور اگر کسی وقت کسی اینٹ کو اس لئے توڑ کر پھینکنا پڑے کہ قصر احمدیت کے لئے یہی مفید ہے تو اسے اپنی انتہائی خوش قسمتی سمجھنا چاہئے۔ دیکھو اینٹ جب تک مکان کی دیوار میں لگی رہے صرف اینٹ ہے لیکن مکان میں اگر کسی جگہ سوراخ ہو جائے جس میں سے پانی اندر آنے لگے اور اس وقت ایک اینٹ نکال کر اسے پیسا جائے اور اس طرح مسالہ بنا کر سوراخ کو بند کر دیا جائے تو وہ اینٹ مکان بن جائے گی اسی طرح جو شخص قوم کے لئے فنا ہو جاتا ہے وہ ثابت کر دیتا ہے کہ اس نے قوم کے لئے قربانی کی اور جو قوم کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے وہ خود نہیں رہتا بلکہ قوم بن جاتا ہے۔ یہ ہے وہ روح جو ہر احمدی نوجوان کے دل میں پیدا کرنی چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ جن میں یہ روح پیدا ہو جاتی ہے وہ معمولی انسان نہیں رہتے ان کے چہروں سے' ان کی باتوں سے اور ان کے اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ انسان نہیں بلکہ مجسم موت ہیں۔ بدر کے موقع پر جب کفار نے اسلامی لشکر کا جائزہ لینے کے لئے آدمی بھیجے تو انہوں نے آکر کہا کہ سواریوں پر ہمیں آدمی نظر نہیں آتے بلکہ موتیں نظر آتی ہیں۔ ان سے نہیں لڑنا چاہئے ورنہ ہماری خیر نہیں۔ جب نوجوانوں میں ہمیں یہ روح نظر آ جائے گی اور ہم دیکھیں گے کہ وہ اسلام کے لئے قربان ہونے کے منتظر بیٹھے ہیں اور پر تولے ہوئے اس بات کے منتظر ہیں کہ کفر کی چڑیا آئے اور وہ اس پر جھپٹ پڑیں۔ اس دن ہم سمجھیں گے کہ تحریک جدید کا بورڈنگ بنانے کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو گیا''۔

(تقریر فرمودہ ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء۔ الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

''مومن کو اللہ تعالیٰ ابتلاء میں ڈالتا ہے ایک تو اس کا یہ امتحان لیتا ہے کہ جو تربیت خدا تعالیٰ کے نبی اور مامور کے ذریعہ سے اس کی کی گئی ہے وہ تربیت اس نے حاصل کی یا نہیں۔ دوسرے دُنیا کو یہ بتانا ہوتا ہے کہ دیکھو میرے بندے میری خاطر دنیا کا ہر ظلم سہنے کے لئے تیار ہیں لیکن مجھ سے بے وفائی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کا یہ نظارہ دنیا کو دکھانا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب عذاب کی شکل میں اس کا حکم نازل ہوتا ہے تو اُس وقت مومن بھی اور کافر بھی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک نہیں کہتے اور اُس کے مامورین اور اُس کے انبیاء کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف پیراؤں میں یہ مضمون قرآن کریم میں بیان کیا اور ہمارے سامنے رکھا ہے۔ ماننے والوں کو خدا نے حکم دیا ہے کہ جلدی نہ کرنا اور جو تمہیں دکھ پہنچانے والے تم پر ظلم کرنے والے، تمہیں ہلاک کرنے کی تدابیر کرنے والے، تمہیں بے عزت کرنے والے، تمہیں حقیر سمجھنے والے ہیں اُن کے لئے دعائیں کرو۔ اُن کے لئے یہ دعا کرو کہ وہ عظیم نعمت جو اللہ تعالیٰ کے پیار کی شکل میں تم نے دیکھی اور اس سے مخالف محروم رہے اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی یہ سامان پیدا کرے۔

ہماری جماعت اس وقت مہدی اور مسیح علیہ السلام کی جماعت ہے اور وہ احمدی جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمیں دُکھ نہیں دیئے جائیں گے ہم پر مصیبتیں نازل نہیں کی جائیں گی اور آرام کے ساتھ ہم آخری غلبہ کو حاصل کر لیں گے وہ غلطی خوردہ ہے اُس نے اُس سنّت کو نہیں پہچانا جو آدمؑ سے لے کر آج تک انسان نے خدا تعالیٰ کی سنت پائی۔ ہمارا کام ہے دعائیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کام ہے کہ جس وقت وہ مناسب سمجھے اُس وقت وہ اپنے عزیز ہونے کا اپنے قہّار ہونے کا جلوہ دکھائے اور کچھ کو ہلاک کر دے اور بہتوں کی ہدایت کے سامان پیدا کر دے''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 24 مئی 1974ء از خطبات ناصر جلد پنجم)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

''دیکھو! تم نے خوب سوچ سمجھ کر اور کامل معرفت اور یقین کے ساتھ اپنے لئے راستی کی وہ راہ اختیار کی ہے جس پر صالحیت کی منزل کے بعد ایک شہادت کی منزل بھی آتی ہے اسے خوف و ہراس کی منزل نہ بناؤ، یہ تو ایک اعلیٰ وارفع انعام کی منزل ہے جس پر پہنچنے کے لئے لاکھوں ترستے ہوئے مر گئے اور لاکھوں ترستے رہیں گے۔ خالدؓ بن ولید کا وقت یاد کرو جب بستر مرگ پر روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی اور ایک عیادت کرنے والے نے تعجب سے پوچھا کہ اے اللہ کی تلوار! تو جو میدان جہاد کی ان کڑی اور مہیب منزلوں میں بھی بے خوف اور بے نیام رہا جہاں

بڑے بڑے دلاوروں کے پتے پانی ہوتے تھے آج تو موت سے اتنا خوفزدہ کیوں ہے؟ تجھے یہ بزدلی زیب نہیں دیتی۔خالدؓ نے اسے جواب دیا کہ نہیں نہیں خالد بن ولید موت سے خائف نہیں ہے بلکہ اس غم سے نڈھال ہے کہ راہ خدا میں شہادت کی سعادت نہ پا سکا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ذکر خالد بن ولید جلداول صفحہ 415 نمبر 2201۔اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد2 صفحہ 100 ذکر خالد بن ولید نمبر 1399)

دیکھو یہ وہی خالدؓ تھا جو ہر میدان جہاد میں یہ تمنا لے کر گیا کہ کاش میں بھی ان خوش نصیبوں میں داخل ہو جاؤں جو اللہ کی راہ میں شہید کئے جاتے ہیں، یہ تمنا لئے ہوئے وہ ہر خطرہ کے بھنور میں کود پڑا، ہر اس گھمبیر مقام پر پہنچا جہاں سرتن سے جدا کئے جا رہے تھے اور گردنیں کاٹی جا رہی تھیں اور سینے برمائے جا رہے تھے اور اعضائے بدن کے ٹکڑے کئے جا رہے تھے لیکن ہر ایسے مقام سے وہ غازی بن کر لوٹا اور شہادت کا جام نہ پی سکا۔پس بستر مرگ پر اس سوال کرنے والے کو خالدؓ نے اپنے بدن کے وہ داغ دکھائے جو میدان جہاد میں کھائے جانے والے زخموں نے پیچھے چھوڑے تھے۔اپنے بدن سے کپڑا اٹھایا اور اپنا پیٹ دکھایا اور اپنی چھاتی دکھائی اور اپنے بازو ننگے کئے اور کندھوں کے جوڑ تک اپنے داغ داغ بدن کا ماجرا اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا اور کہا کہ ”دیکھو اور یہ دیکھو اور یہ دیکھو اور یہ دیکھو اور اے دیکھنے والو مجھے بتاؤ کہ کیا ایک انچ بھی ایسی جگہ تمہیں دکھائی دیتی ہے جہاں اللہ کی راہ میں خالدؓ نے زخم نہ کھائے ہوں لیکن وائے حسرت اور وائے حسرت کہ خالدؓ شہید نہ ہو سکا۔یہ غم جو آج مجھے کھائے جا رہا ہے ان زخموں کے دکھ سے کہیں زیادہ جاں سوز ہے جو شوق شہادت میں میں نے کھائے تھے“۔پس اے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دروازے سے راہ سلوک میں داخل ہونے والو! تمہاری زندگی کے سفر میں لازماً صالحیت سے بالاتر مقام بھی آئیں گے۔خوب یاد رکھو! کہ یہ خوف و ہراس اور نقصان وزیاں کا راستہ نہیں بلکہ لامتناہی انعامات کا ایک پہاڑی راستہ ہے جس کے انعام کی ہر منزل پہلی سے بلند تر ہے پس خوشی اور مسرت اور عزم اور یقین کے ساتھ آگے بڑھو“۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اگست 1983ء از خطبات طاہر جلد2 صفحہ نمبر 422-421)

سانحہ لاہور کے حوالے سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایمان افروز ارشاد

”ایک بندہ تو خدا تعالیٰ کے آگے ہی اپنا سب کچھ پیش کرتا ہے، جو اللہ کا حقیقی بندہ ہے، عبد رحمان ہے، جزع فزع کی بجائے، شور شرابے اور جلوس کی بجائے، قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے، جب صبر اور دعاؤں میں اپنے جذبات کو ڈھالتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کا حقدار ٹھہرتا ہے......پس صبر اور دعائیں کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ نے خوشیوں کی خبریں سنائی ہیں۔اپنی رضا کی جنت کا وارث بننے کی خبریں سنائی ہیں۔اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو بھی جنت کی بشارت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے۔ایسے لوگوں کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول بن جاتی ہیں۔جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی انہی خوبیوں کا ذکر کیا ہے کہ جو لوگ ابتلاؤں میں استقامت دکھاتے ہیں فرشتے ان کے لئے تسلی کا سامان کرتے ہیں۔جب مومنین ہر طرف سے ابتلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں جانوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔اموال کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔عزتوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ہر طرف سے بعض دفعہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مدد کے دروازے ہی بند ہو گئے ہیں اس وقت جب مومنین بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ کو سمجھتے ہوئے استقامت دکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاتے ہیں۔ایک دم ایسی فتح وظفر اور نصرت کی خبریں ملتی ہیں، اس کے دروازے کھلتے ہیں کہ جن کا خیال بھی ایک مومن کو نہیں آ سکتا۔ایسے ایسے عجائب اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے کہ جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔پس استقامت شرط ہے اور مبارک ہیں لاہور کے احمدی جنہوں نے یہ استقامت دکھائی، جانے والوں نے بھی اور پیچھے رہنے والوں نے بھی۔پس یقیناً اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے اپنے وعدے پورے کرے گا۔اور دلوں کی تسکین کے لئے جو وعدے ہیں، جو ہمیں نظر آ رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہونے کا ہی نشان ہے......

آج ہمارے شہداء کی خاک سے بھی یقیناً یہ خوشبو آ رہی ہے جو ہمارے دماغوں کو معطر کر رہی ہے۔ان کی استقامت ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جس استقامت اور صبر کا دامن تم نے پکڑا ہے، اسے کبھی نہ چھوڑنا۔یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے، ابتلاء کا لمبا ہونا تمہارے پائے استقلال کو ہلا نہ دے۔کہیں کوئی ناشکری کا کلمہ تمہارے منہ سے نہ نکل جائے ان شہداء کے بارے میں تو بعض خوابیں بھی بعض لوگوں نے بڑی اچھی دیکھی ہیں۔خوش خوش جنت میں پھر رہے ہیں۔بلکہ ان پر تمغے سجائے جا رہے ہیں۔دنیاوی تمغے تو لمبی خدمات کے بعد ملتے ہیں یہاں تو نوجوانوں کو بھی نوجوانی میں ہی خدمات پر تمغے مل رہے ہیں۔

پس ہمارا رونا اور ہمارا غم خدا تعالیٰ کے حضور ہے اور اس میں ہمیں کبھی کمی نہیں ہونے دینی چاہئے۔آپ لاہور کے وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا تھا کہ ”لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں“۔(الہام 13 دسمبر 1900ء) اور ”لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں“۔(الہام 13 دسمبر 1900ء) پس یہ آپ لوگوں کا اعزاز ہے جسے آپ لوگوں نے قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔خدا تعالیٰ کی رضا کو صبر اور دعا سے حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔اور پھر اس تعلق میں بہت سی خوشخبریاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو بتائی ہیں۔پس خوش قسمت ہیں آپ جن کے شہر کے نام کے ساتھ خوشخبریاں وہاں کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک مسیح کے ذریعہ دی ہیں“۔ (روزنامہ الفضل 13 جولائی 2010ء از روزنامہ الفضل 21 جولائی 2010ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر
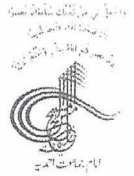
لندن

2-9-10

مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔الحمدللہ کہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کو شہدائے لاہور کے حوالہ سے خدیجہ کا خصوصی شمارہ شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور اسے قارئین کے لئے مفید اور ازدیادِ علم و عرفان کا باعث بنائے۔اللہ تعالیٰ آپ کا اور جملہ کارکنات کا حامی و ناصر ہو اور سب کو خدمت کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار
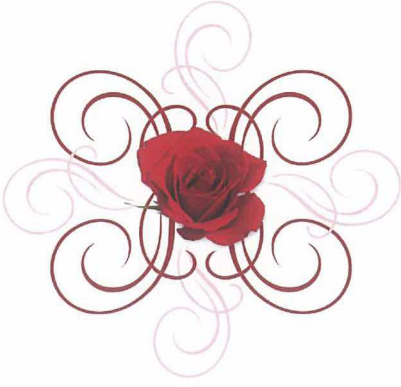
خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

لندن

4 / 07 / 10

عزیز ممبرات لجنہ اماء اللہ جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے لاہور کے اندوہناک اور ظالمانہ سانحہ پر تعزیتی خط موصول ہوا ہے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْـہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ تو ساری جماعت کا سانجھا دکھ ہے۔ ہر احمدی دل خون کے آنسو رو رہا ہے لیکن ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں اور اپنے غم و ھم اسی کے حضور پیش کرتے ہوئے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ جلد تمام مفسدین کی پکڑ فرمائے اور مظلوموں کے خون کے ایک ایک قطرے کا ان سے حساب لے۔ اللہ اپنے فضل سے ابتلاؤں پر ہر احمدی کو ثباتِ قدم عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمام شہدا کی قربانی قبول فرمائے۔ ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور ان کی آئندہ نسلوں کو بھی ہمیشہ اخلاص و وفا کے بلند مقامات پر فائز فرماتا رہے۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

’’شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن‘‘

آنحضرت ﷺ اوّل الشُّہدا ھیں

ازافاضات بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

’’آیت وَادْ خُلِیْ جَنَّتِیْ صاف بتلا رہی ہے کہ مومن کو مرنے کے بعد ایک جسم ملتا ہے۔اسی وجہ سے تمام ائمہ اور اکابر متصوفین اِس بات کے قائل ہیں کہ مومن جو طیّب اور مطہّر ہوتے ہیں وہ بمجرّد فوت ہونے کے ایک پاک اور نُورانی جسم پاتے ہیں۔جس کے ذریعہ سے وہ نَعماءِ جنت سے لذّت اُٹھاتے ہیں۔اور بہشت کو صرف شہیدوں کے لئے مخصوص کرنا ایک ظلم ہے۔بلکہ ایک کُفر ہے۔کیا کوئی سچّا مومن یہ گستاخی کا کلمہ زبان پر لاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تو ابھی تک بہشت سے باہر ہیں جن کے رَوضہ کے نیچے بہشت ہے۔مگر وہ لوگ جنہوں نے آپؐ کے ذریعہ سے ایمان اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا وہ شہید ہونے کی وجہ سے بہشت میں داخل ہیں اور بہشتی میوے کھا رہے ہیں۔بلکہ حق یہ ہے کہ جس نے خُدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا وہ شہید ہو چکا۔پس اس صورت میں ہمارے نبی ﷺ اوّل الشُّہداء ہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۱۴) شانِ خاتم الانبیاء (شہادتِ صحابہؓ کے آئینہ میں)

شائع کردہ:۔مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان پنجاب (بھارت) نرگس ظفر ستی ریڈ ھئٹ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:۔

حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے کہ انہیں شہادت نصیب ہو۔آپؓ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کی۔اس کا محرک جو واقعہ بنا وہ تاریخ میں یوں درج ہے۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایک بار حضرت مغیرہؓ کا غلام فیروز ابولؤلؤ آیا اور کہا کہ میرا مالک مجھ سے بہت زیادہ کام لیتا ہے اور پیسے بھی کم دیتا ہے۔آپ انہیں حکم دیں کہ کام کم لیا کریں۔ آپؓ نے جب کام کی تفصیل سنی تو فرمایا کہ پھر تو زیادہ کام نہیں ہے تُو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اپنے مالک کے ساتھ اچھا سلوک کر۔اس غلام کو اِس بات پر بہت غصہ آیا کہ حضرت عمرؓ دوسروں کے ساتھ اِنصاف کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اِنصاف نہیں کیا۔فیروز بہت بُرا اور کینہ پرور آدمی تھا۔اُس نے آپؓ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تا کہ اپنا بدلہ لے سکے اور اِس کام کے لئے ایک تیز قسم کا خنجر بنانا شروع کر دیا۔

ایک صبح آپؓ نماز فجر کے لئے تشریف لائے تو فیروز موقع دیکھ کر پہلی صف میں کھڑا ہو چکا تھا۔ابھی آپ نے نیت باندھی ہی تھی کہ اس نے آگے بڑھ کر آپ کے جسم پر چھ حملے کئے جس سے آپ زمین پر گر پڑے آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیا جنہوں نے باقی نماز پڑھائی۔فیروز کو کسی شخص نے پکڑ لیا تھا۔اس نے یہ سوچ کر کہ اب مسلمان مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔خودکشی کر لی۔

نماز کے بعد لوگ حضرت عمرؓ کو گھر لے آئے اور علاج شروع کر دیا لیکن زخم اتنے گہرے تھے کہ جانبر ہونا ممکن نہ تھا آپ کو جب ہوش آیا تو آپؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا کہ مجھ پر حملہ کس نے کیا ہے؟ جب آپؓ کو بتایا کہ مغیرہؓ کے غلام فیروز نے تو فرمایا کہ۔الحمد للہ! مجھے مارنے والا کوئی مسلمان نہیں۔ پھر آپؓ نے فرمایا ابن عباس جاؤ اور لوگوں سے پوچھو یہ ان کے مشورے سے تو نہیں ہوا۔لوگوں نے کہا خدا کی قسم ہمیں پتہ نہیں اور ایسا کام ہمارے مشورے اور مرضی سے کس طرح ہو سکتا تھا۔حضرت ابن عباسؓ نے واپس آکر عرض کی! یا امیر المومنین لوگوں کو تو اتنا صدمہ ہے جیسے ان کے بچے مر گئے ہوں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو بلایا اور فرمایا۔کہ حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر سلام کہتا ہے دیکھو امیر المومنین نہ کہنا بلکہ کہنا کہ عمرؓ بن خطاب کی خواہش ہے کہ آپ انہیں ان کے دو دوستوں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ والی جگہ پر دفن ہونے کی اجازت دیں۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔آپ نے سلام عرض کیا اور حضرت عمرؓ کی خواہش بتائی۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ مجھ سے زیادہ حضرت عمرؓ کا حق ہے کہ وہ یہاں پر دفن ہوں۔حملے کے چوتھے دن خدا سے بہت زیادہ پیار کرنے والے۔لوگوں کے لئے دل میں محبت رکھنے والے۔اسلام اور قرآن کے یہ سچے عاشق سیدنا حضرت امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ دس سال چھ ماہ کی خلافت کے بعد وفات پا گئے۔(اور آپؓ کی شہادت کا درجہ پانے کی خواہش اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔) (از سوانح حضرت عمرؓ تصنیف مکرم فرید احمد صاحب 73 صفحہ تا 76)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

اسی طرح اسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ جیسے رقیق القلب انسان کی جرأت و بہادری کے علاوہ توکل علی اللہ کی عظیم الشان مثال بھی ہے۔تاریخ سے ثابت ہے کہ جب باغیوں نے مدینہ پر قبضہ کر لیا تو وہ نماز سے پہلے تمام مسجد میں پھیل جاتے اور اہل مدینہ کو ایک دوسرے سے جدا جدا رکھتے تا کہ وہ اکٹھے ہو کر ان کا مقابلہ نہ کر سکیں مگر باوجود اس شورش اور فتنہ انگیزی اور فساد کے حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے کے لئے اکیلے مسجد میں تشریف لاتے اور ذرا بھی خوف محسوس نہ کرتے اور اسوقت تک برابر آتے رہے جب تک لوگوں نے آپ کو منع نہ کر دیا۔جب فتنہ بہت بڑھ گیا اور حضرت عثمانؓ کے گھر پر مفسدوں نے حملہ کر دیا۔تو بجائے اس کے کہ آپؓ صحابہؓ کا اپنے مکان کے گرد پہرہ لگواتے آپؓ نے انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ آپؓ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔

پھر جبکہ آخر میں دشمنوں نے دیوار پھاند کر آپؓ پر حملہ کیا تو کس دلیری سے آپؓ نے مقابلہ کیا۔بغیر ڈر اور خوف کے اظہار کے آپؓ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے۔یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ کا ایک بیٹا محمد بن ابی بکرؓ جو ابن حنفیہ کہلاتا ہے (اللہ اس پر رحم کرے) آگے بڑھا اور اس نے حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ کر اُسے زور سے جھٹکا

دیا۔حضرت عثمانؓ نے اُس کی طرف آنکھ اٹھائی اور فرمایا میرے بھائی کے بیٹے! اگر تیرا باپ اس وقت ہوتا تو تجھے کبھی ایسا کرنے نہ دیتا۔یہ سن کر اس کا جسم کانپ گیا اور وہ شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گیا۔اس کے بعد ایک اَور شخص آگے بڑھا اور اُس نے ایک لوہے کی سیخ حضرت عثمانؓ کے سر پر ماری اور پھر آپ کے سامنے جو قرآن کریم پڑا ہوا تھا اُسے اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے الگ پھینک دیا۔وہ ہٹا تو ایک اَور شخص آگے آگیا اور اُس نے تلوار سے آپؓ پر حملہ کیا جس سے آپؓ کا ہاتھ کٹ گیا۔پھر اس نے دوسرا وار کیا مگر آپؓ کی بیوی حضرت نائلہؓ درمیان میں آگئیں جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔اِس کے بعد اُس نے ایک اَور وار کیا جس سے آپؓ زخمی ہو کر گر گئے۔مگر پھر اس نے خیال کر کے کہ ابھی آپؓ کی جان نہیں نکلی ایسی حالت میں جبکہ زخموں کی شدت سے آپؓ بے ہوش ہو چکے تھے آپ کا گلا پکڑ کر گھونٹنا شروع کر دیا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ آپؓ شہید نہیں ہو گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون (از تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 379 تا 380) خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را۔ (محترمہ زینت حمید صاحبہ Ginsheim-2)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

منافقین نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے یہ سمجھا تھا کہ اب ہم مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر ان کی طاقت کو کمزور کر دیں گے اور آہستہ آہستہ اسلام کو ہی ختم کر دیں گے۔حضرت علیؓ منافقوں کی یہ چال سمجھتے تھے اس لئے آپ نے لڑائی ختم کر کے اور مختلف گروہوں میں صُلح کرا کر جہاں امن وامان قائم کیا وہاں اگرچہ پوری طرح حالات پر قابو نہ پا سکے۔مگر پھر بھی بڑی حد تک منافقوں کی سازشوں کو ناکام اور بے اثر بنا دیا۔منافقوں نے جب یہ دیکھا کہ حضرت علیؓ ان کی شرارتوں سے واقف ہو گئے ہیں اور انہوں نے مسلمان باغیوں سے بھی جو ان کی چال میں آگئے تھے صلح کر لی ہے تو وہ اس بات سے ڈر گئے کہ اب سارے مسلمان ہماری چال سمجھ جائیں گے۔

بحث ومباحثہ کے بعد بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ جب تک تین آدمی علیؓ، معاویہؓ اور عمروؓ بن العاص صفحہءِ ہستی پر موجود ہیں ہمیں کامیابی نہیں ہوسکتی چنانچہ تین آدمی ان تینوں کو شہید کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔عبدالرحمٰن بن ملجم نے کہا میں علیؓ کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں۔اس طرح نزال نے معاویہؓ اور عبداللہ نے عمروؓ بن العاص کے قتل کا بیڑا اُٹھایا اور تینوں اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔کوفہ پہنچ کر ابن ملجم کے ارادہ کو قطام نامی ایک خارجی عورت نے اور زیادہ مستحکم کر دیا اور اس مہم میں کامیاب ہونے کے بعد اس سے شادی کا وعدہ کیا اور حضرت علیؓ کا خون اس کا مہر قرار دیا۔

غرض رمضان 40 ہجری میں تینوں نے ایک ہی روز صبح کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص اتفاقی طور پر بچ گئے۔حضرت معاویہؓ پر وار صحیح نہ ہوا۔حضرت عمروؓ بن العاص اس دن امامت کے لئے نہیں آئے تھے ایک اَور شخص ان کا قائم مقام ہوا تھا، وہ حضرت عمروؓ بن العاص کے دھوکا میں مارا گیا۔حضرت علیؓ کا پیمانہء حیات لبریز ہو چکا تھا۔آپؓ مسجد میں تشریف لائے اور ابن ملجم کو جو مسجد میں آکر سو رہا تھا جگایا۔جب آپ نے نماز شروع کی سجدہ میں گئے تو اسی حالت میں شقی ابن ملجم نے تلوار کا نہایت کاری وار کیا سر پر زخم آیا اور ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ (طبری صفحہ 2457،2458)

حضرت علیؓ اتنے سخت زخمی ہوئے تھے کہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی اس لئے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو بلا کر نصائح کیں اور محمد بن حنفیہ کیساتھ لطف ومدارت کی تاکید کی۔کسی نے عرض کی امیر المومنین! آپ کے بعد ہم لوگ امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔فرمایا: اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔تم لوگ خود اس کو طے کرو۔اس کے بعد مختلف وصیتیں کیں۔قاتل کے متعلق فرمایا کہ معمولی طور پر قصاص لینا۔ (طبری صفحہ 2461)

تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی اس لئے نہایت تیزی کیساتھ اس کا اثر تمام جسم میں سرایت کر گیا اور اسی روز یعنی 20 رمضان 40 ہجری کی رات کو یہ فضل وکمال اور رشد وہدایت اور خلافت راشدہ کا ستارہ غروب ہو گیا حضرت امام حسنؓ نے خود اپنے ہاتھ سے تجہیز وتکفین کی۔نماز جنازہ میں چار تکبیروں کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں اور عزی نام کوفہ کے ایک قبرستان میں سپرد خاک کیا۔ (طبری جزء 3 صفحہ 160) (حضرت علی رضی اللہ عنہ/تصنیف مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب (صفحہ 13 تا 15)

ایک عظیم قربانی

حسینؓ ابن علیؓ تیری عظمتوں کو سلام	یزیدیت کے مقابل پہ جرأتوں کو سلام
قیام حق کے لئے ایک عظیم قربانی	ترے عمل کی بلندی و وسعتوں کو سلام
شبیہ سرورؐ کونین پیکر اوصاف	ترے جمال ترے صبر، قناعتوں کو سلام
زمین پہ سجدہ ترا عرش پر شمار ہوا	تری جبین مقدس کی رفعتوں کو سلام
ترے لہو نے کیا کربلا کو ارض حرم	ہر ایک ذرے میں مستور جنتوں کو سلام
تری یہ جنگ عداوت نہ تھی محبت تھی	نبیؐ کے دین سے تیری محبتوں کو سلام

(از نظم مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب/ الفضل انٹرنیشنل 18 جنوری 2008ء تا 24 جنوری 2008ء ص۔4)

حضرت امام حسین علیہ السلام

حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا۔بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہء حسنہ ہے۔تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے،

"میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ یزید ایک ناپاک طبع، دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا۔اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہ تھے۔مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے (قالت الاعراب امنا۔قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا) الحجرات۔15۔مومن وہ

لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے اعمال پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بد نصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ اور اس امام کی تقویٰ الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس سے ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے۔ اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر ان کی قدر وہی جو ان میں سے ہے۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔

اللہ اللہ وہ حسینؓ ابن علیؓ جس کے لئے   کربلا کی حشر سامانی تھی جنت کی

(الفضل انٹرنیشنل 18 جنوری 2008ء مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 544.546 ص ا)

آنحضرت ﷺ انسانی قدروں کو پامال کرنے والی تمام بدعادات اور روایات کو ختم کرنے کیلئے آئے تھے

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاہر مطہر تھے اور بلاشبہ سرداران بہشت میں سے ہیں

اس مہینہ میں کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھیں، یہ واقعہ کربلا پر جذبات کا بہترین اظہار ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 10 دسمبر 2010ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

حضور انور نے خطبہ کے آغاز میں حضرت مصلح موعودؓ کے ایک شعر کے حوالے سے جو یہ ہے،

وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں   یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

فرمایا کہ اس میں واقعہ کربلا کی طرف اشارہ ہے اور اس دردناک واقعہ کی حقیقت کا صحیح ادراک وہی کر سکتا ہے جو ظلموں کی چکی میں پیسا جا رہا ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ مظلوم قتل کے نتیجے میں یہ اعزاز پاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت امام حسینؓ اور حضرت امام حسنؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے اور پھر فرمایا کہ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو میرے ان نواسوں سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا اور اسی طرح ناپسندیدگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے گا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ آپؓ کے قاتل یقیناً اللہ تعالیٰ کا غضب پانے والے ہوئے۔ آنحضرت ﷺ انسانی قدروں کو قائم کرنے کے لئے آئے تھے۔ آنحضرتؐ تو ان تمام بدعادات اور روایات کو ختم کرنے آئے تھے جن سے انسانی قدریں پامال ہوتی ہیں۔ آپؐ نے تو کفار سے بھی عفو اور نرمی کا سلوک فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں دشمنوں کے لئے انصاف اور حد اعتدال میں رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح نعشوں کی بے حرمتی کی گئی، اس طرح شاید کوئی خبیث ترین دشمن ہی کر سکتا ہو نہ کہ ایک کلمہ پڑھنے والا اور اپنے آپ کو اس رسول ﷺ سے منسوب کرنے والا جس نے انسانی قدروں کے قائم رکھنے کی اپنے ماننے والوں کو بڑی سختی سے تلقین فرمائی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ حضرت امام حسینؓ اور آپؓ کے ساتھیوں نے ایک صحیح مقصد کے لئے جانیں قربان کر دیں۔ آپؓ حکومت نہیں چاہتے تھے بلکہ آپؓ حق کو قائم کرنا چاہتے تھے اور وہ آپؓ نے کر دیا۔ پس کامیاب حضرت امام حسینؓ ہوئے نہ کہ یزید۔ حضرت امام حسینؓ کی قربانی ہمیں بہت سے سبق دیتی ہے۔ حق کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے دنیا میں حق قائم کیا اور پھیلا دیا۔ ہمیں بھی دعاؤں کے ذریعے سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہنا چاہئے کہ وہ ہمیں ہمیشہ صراط مستقیم پر چلائے رکھے۔ محرم کا مہینہ ہمیں یہ بھی سبق دیتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی آل پر ہمیشہ درود بھیجتے رہیں۔ زمانے کے امام کے مقصد کے حصول میں درود شریف، دعاؤں اور اپنی حالتوں میں پاک تبدیلی پیدا کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور یزیدی صفت لوگوں کے سامنے استقامت دکھاتے ہوئے ہمیشہ ڈٹے رہیں۔ استقامت کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی ملتی ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا اور صبر کا ارشاد فرمایا۔ اس مہینے میں کثرت سے درود شریف پڑھیں۔ یہ سب سے بہترین اظہار ہے، جذبات کا جو کربلا کے واقعہ پر ہو سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ پر بھیجا گیا یہ درود آپؐ کی جسمانی اور روحانی اولاد کی تسکین کا باعث بھی بنتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ درود ہماری ذات کے لئے بھی برکتوں کا موجب بننے والا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت امام حسینؓ کے مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ، ''ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا تھا اور ظالم تھا۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی آل کی محبت کی ہمیشہ توفیق عطا فرماتا رہے۔ حضور انور نے خطبہ کے آخر پر مہدی ٹاپانی صاحب آف زمبابوے، مکرم الحاج ابوبکر گائی صاحب آف گیمبیا اور مکرمہ عزت النساء اہلیہ مکرم ابو احمد بھونیا صاحب مرحوم بنگلہ دیش جو کہ مکرم فیروز عالم صاحب انچارج بنگلہ ڈیسک کی والدہ ہیں کی وفات پر ان کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

تعارف ”تذکرۃ الشہادتین“

یہ تعارف روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ 1984ء میں درج ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ کتاب 1903ء کی تصنیف ہے۔اس کے دو حصے ہیں۔حصہ اردو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ رئیس اعظم خوست افغانستان اور ان کے شاگرد رشید حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحبؓ کی شہادت کے واقعات پر مشتمل ہے۔حصہ عربی تین رسائل پر مشتمل ہے۔ پہلا رسالہ ”الوقت وقت الدعاء لا وقت الملاحم وقتل الاعداء“ دوسرا رسالہ ”ذکر حقیقۃ الوحی وذرائع حصولہ“ اور تیسرا رسالہ ”علامات المقربین“ کے نام سے شامل ہے۔

تذکرۃ الشہادتین کا بنیادی موضوع جماعت کے پہلے دو شہداء حضرت میاں عبدالرحمٰن وحضرت صاحبزادہ عبداللطیف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعات قبولِ احمدیت وحالات واقعہ شہادت ہے۔ شہادت کے یہ دونوں واقعات حضور علیہ السلام کے الہامات مندرجہ براہین احمدیہ شاتان تذبحان کل من علیھا فان کے مطابق ظہور میں آئے۔اس لحاظ سے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بہت بڑا نشان ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس ضمن میں ان تمام دلائل کی تفصیل بھی بیان فرمائی ہے جو حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ کی قبول احمدیت کا باعث بنے۔خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی سولہ خصوصیات میں اپنی مشابہت کا تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔

شہادت کے دلگداز واقعات بیان فرمانے کے بعد حضور علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نصیحت فرماتے ہوئے اخروی زندگی کی تیاری کرنے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔اور ساتھ ہی ان عقائد کا اختصار کے ساتھ ذکر ہے جو جماعت احمدیہ کا امتیازی نشان ہیں۔

حضور علیہ السلام نے جہاں اپنی صداقت کے بہت سے دلائل بیان فرمائے ہیں وہاں قرآنی دلیل فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ الآیہ کی پیروی میں بڑی تحدی کے ساتھ فرمایا:۔

”تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے؟ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ دلیل ہے۔ (ص 64 جلد ہذا)

پھر حضور علیہ السلام سلسلہ احمدیہ کے روشن مستقبل کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ”اے تمام لوگو سن رکھو! یہ اسکی پیشگوئی ہے جس نے زمین وآسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر انکو غلبہ بخشے گا۔وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔“ (ص 66)

”تذکرۃ الشہادتین“ کا عربی حصہ تین رسائل پر مشتمل ہے۔

1۔ الوقت وقت الدعاء لا وقت الملاحم وقتل الاعداء

اس رسالہ میں حضور علیہ السلام نے اس امر کو پیش فرمایا ہے کہ اسلام کی اشاعت تلوار کی محتاج نہیں۔خاص طور پر اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے لئے دعا کو آسمانی حربہ قرار دیا ہے۔اور انبیاء کی پیشگوئیاں بھی ہیں کہ مسیح موعودؑ دعا سے فتح پائے گا اور اس کے ہتھیار براہین ودلائل ہونگے۔حضور علیہ السلام نے اسکی تائید میں یہ امر بھی پیش فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا منشاء یہی ہوتا کہ اس زمانہ میں مسلمان مذہبی لڑائیاں کریں تو وہ اسلحہ سازی اور حربی فنی علوم میں مسلمانوں کو باقی اقوام پر برتری بخشتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”انّھا ملحمۃ سلاحھا قلم الحدید لا السیف والمدیٰ “(صفحہ 88)

کہ شیطان سے اس آخری جنگ کا ہتھیار تلوار نہیں بلکہ قلم ہے۔

حضور علیہ السلام نے اس رسالہ میں اپنے دعویٰ مسیح موعود اور دعویٰ نبوت کو بھی پیش فرمایا ہے دعویٰ نبوت کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے ایک خاص اعتراض کا ذکر فرمایا ہے۔یہ سوال حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ نے بھی دریافت فرمایا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ امتِ محمدیہ میں سوائے مسیح موعود کے خلفائے راشدین وغیرہم کو نبی کا نام نہیں دیا گیا؟

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خلفاء کو نبی کا نام نہ دیئے جانے کی وجہ یہ تھی کہ ختم نبوت کی حقیقت لوگوں پر مشتبہ نہ ہو جائے۔لیکن جب ایک زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر گذر گیا۔تو اللہ تعالیٰ نے سلسلہ محمدیہ کو سلسلہ موسویہ سے تشبیہ تام دینے کی خاطر مسیح موعود کو نبی نام دے کر مبعوث فرمایا۔(صفحہ نمبر 87 جلد ہذا)

2۔دوسرا رسالہ ”**ذکر حقیقۃ الوحی وذرائع حصولہ**“ کے نام سے مختصر سا رسالہ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے وحی کی حقیقت اور اس کے حصول کے ذرائع بیان فرماتے ہوئے ان صفات کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے جو صاحبِ وحی و الہام میں پائی جانی ضروری ہیں۔

3۔تیسرا رسالہ ”**علامات المقربین**“ بھی دراصل دوسرے رسالہ کا تسلسل ہی ہے اس میں حضور علیہ السلام نے مقربین بارگاہِ الٰہی کی جملہ صفات کو نہایت فصیح وبلیغ عربی میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔حضور نے اس رسالہ میں بھی مسیح موعودؑ اور ذوالقرنین ہونے کا دعویٰ پیش فرمایا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر الف تا د۔مطبوعہ 1984ء)

حضرت مسیح موعودؑ ملفوظات جلد ششم صفحہ نمبر 255.256 مطبوعہ 1984ء میں فرماتے ہیں

کہ ”صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی قربانی کا واقعہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے۔اس نے دنیا اور اسکے تعلقات کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔اگرچہ اس کو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن اس تھوڑی مدت میں جو وہ یہاں رہا اس نے عظیم الشان فائدہ اٹھایا۔اس کو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے کہ اس کا مرتبہ و

منصب بدستور قائم رہے گا مگر اس نے اس عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ پرواہ نہیں کی ان کو ہیچ سمجھا۔ یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شئے کو جو انسان کو ہوتی ہے اس نے مقدم نہیں کیا۔ بلکہ دین کو مقدم کیا جس کا اس نے خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ اس پاک نمونہ پر غور کرو کیونکہ اس کی شہادت یہی نہیں کہ اعلیٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہے۔ جو اور بھی ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوتا ہے......"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پھر فرماتے ہیں کہ

"ان شہیدوں کے مارے جانے سے غم مت کرو۔ انکی شہادت میں حکمت الٰہی ہے......صاحبزادہ صاحب کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے......لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہونگے۔ اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبد الرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا۔ اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ سنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہیں دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا۔ اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اسکا شکار ہو گئے۔ اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہان سے رخصت ہوئے۔ مگر ابھی کیا ہے یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی۔

ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا۔ کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔ اے کابل کی زمیں تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔

ایک جدید کرامت مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم کی

جب میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تو میرا ارادہ تھا کہ قبل اسکے جو 16 اکتوبر 1903ء کو بمقام گورداسپور ایک مقدمہ پر جاؤں جو ایک مخالف کی طرف سے فوجداری میں میرے پر دائر ہے۔ یہ رسالہ تالیف کر لوں اور اس کو ساتھ لے جاؤں۔ تو ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے درد گردہ سخت پیدا ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کام نا تمام رہ گیا صرف دو چار دن ہیں۔ اگر میں اسی طرح درد گردہ میں مبتلا رہا جو ایک مہلک بیماری ہے۔ تو یہ تالیف نہیں ہو سکے گا۔ تب خدا تعالیٰ نے مجھے دعا کی طرف توجہ دلائی۔ میں نے رات کے وقت میں جبکہ تین گھنٹے کے قریب بارہ بجے کے بعد رات گذر چکی تھی اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ اب میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ سو میں نے اسی دردناک حالت میں صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف کے تصور سے دعا کی۔ کہ یا الٰہی اس مرحوم کیلئے میں اسکو لکھنا چاہتا تھا۔ تو ساتھ ہی مجھے غنودگی ہوئی اور الہام ہوا۔ سلام قولاً من ربّ رحیم۔ یعنی سلامتی اور عافیت ہے۔ یہ خدائے رحیم کا کلام ہے۔ پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا۔ اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک ضروری امر اپنی جماعت کی توجہ کے لئے

اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں۔ یہاں تک کہ بعض کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے۔ لیکن جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبد اللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف کی روح رکھتے ہوں۔ اور انکی روحانیت کا ایک نیا پودا ہوں۔ جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو میں نے یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی۔

(تذکرۃ الشہادتین / روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 73 تا 76 مطبوعہ 1984ء)

مرسلہ محترمہ زینت حمید صاحبہ حلقہ Ginsheim

اتمام حجت کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نشان کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہر گز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنیوالی ہے

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنیوالی ہے

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اک دن ندامت آنیوالی ہے

خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
سنو اے منکرو اب یہ کرامت آنیوالی ہے

خدا ظاہر کرے گا اک نشاں پر رعب و پر ہیبت
دلوں میں اس نشاں سے استقامت آنیوالی ہے

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے

از درثمین۔ نظم نمبر 34۔ ص 94

”میں بھی خدا کی راہ میں تیری طرح مروں گی“!

مکرم ومحترم چوہدری محمد اشرف صاحب شہید

تقسیم ہندوستان کے وقت 1947ء میں حضرت اقدس مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی عظیم قربانی کر کے خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں احمدی اور غیر احمدی مسلمانوں کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت فرمائی تھی۔

قادیان میں آپ نے اپنے پیارے بیٹے حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ) کو نگران مقرر فرمایا۔ تو انہوں نے بھی اپنی جان پر کھیل کر غیر از جماعت لوگوں کو سکھوں کے حملے سے بچا کر نکالا تھا یہ ایک الگ وسیع داستان ہے۔

اس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے ساری جماعت کے فوجیوں کو تحریک فرمائی تھی کہ وہ یہاں قادیان میں آئیں اور مہاجرین کی مدد کریں۔

اصل میں گورداسپور کا پورا ضلع ہندوستان میں آ گیا تھا۔ جس میں قادیان اور اس کے ارد گرد کے سارے گاؤں شامل تھے۔ جہاں بٹوارے کی ضد میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہو رہا تھا۔ ان خدام میں سے ایک عظیم نام ایک مجاہد شہیدِ احمدیت مکرم چوہدری محمد اشرف صاحب ابن محمد خان صاحب مرحوم کا ہے۔ میرے ابا چوہدری محمد اشرف صاحب شہید گجرات پاکستان کے ایک گاؤں اگووال میں پیدا ہوئے۔ اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ دو بہنیں بھی تھیں۔ اپنے گاؤں کے بڑے گھرانے سے تھے۔ پچاس بیگھے زمین، بڑی حویلی اور اپنے کنویں کے مالک تھے۔ گاؤں میں اکثر بیٹوں کو بہت ترجیح دیتے ہیں۔ اکلوتا ہونے کے سبب کان کو چھید کر ان کو سونے کی بالی پہنا دی تھی۔ جو آپ نے بیعت کرنے کے بعد فوراً اتار دی۔ میرے والد بہت چھوٹے تھے کہ ماں کا سایہ اٹھ گیا شاید سترہ، اٹھارہ برس کے ہوئے تو والد بھی چل بسے۔

گاؤں میں صرف ایک احمدی گھرانہ تھا۔ ان کا نام عبدالقیوم صاحب تھا۔ ابا کی شہادت کے بعد بھی جب ہم گرمیوں کی چھٹیوں میں گاؤں جاتے تو ان کے گھر ضرور جاتے تھے وہ بہت محبت وشفقت سے ملتے اور ہمیں ہمارے ابا کی صفات بتاتے کہ اشرف صاحب نہایت مخلص، ایمان دار، حیادار، محنتی اور محبت کرنے والے نوجوان تھے۔ میرے ابا کو احمدیت کا تعارف بھی ان کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اور تعارف ہونے کے بعد انہوں نے قادیان جا کر بیعت کی۔ الحمد للہ۔ اور اپنے آپ کو خلیفہ وقت کی اجازت سے وقف کر دیا۔ میرے ابا بہت قابل اور ذہین طالب علم تھے۔ گجرات کے زمیندارہ کالج میں قابل طلباء کی لسٹ میں ابھی بھی میرے ابا کا نام کنداں ہے۔ اس وقت کے بی۔ اے تھے۔ اور امی بتاتی تھیں کہ انہیں پڑھائی کا بہت شوق تھا، بہت کورس کئے، کئی زبانیں بھی سیکھی تھیں۔ مثلاً جرمن اور انگلش پر عبور حاصل تھا۔

وقف کر لینے کے بعد علم نہ ہونے کی وجہ سے فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے بلا کر فرمایا ”اشرف صاحب جو وقف ہوتا ہے وہ دنیا کے اور کوئی کام نہیں کر سکتا۔ وہ تو دین کا خادم ہوتا ہے“۔ امی بتاتی ہیں کہ اس بات کا تمہارے ابا کو اتنا غم تھا کہ وہ اکثر رو پڑتے تھے کہ ”میں نے کیا کیا؟ خلیفہ وقت کو میرے سے تکلیف پہنچی ہے خدا کرے کہ اس کا مداوا کر سکوں“۔ ہر وقت یہی تلاش تھی۔ پھر جب 1947ء کی برصغیر ہندو پاک کی تقسیم ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ جماعت کی طرف سے فرقان فوج جائے گی۔ جو ہمارے فوج میں نوجوان ہیں وہ جماعت کی طرف سے جائیں گے۔ بس پھر کیا تھا۔ آپ اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے فرقان فورس میں شامل ہو گئے۔

آپ کی اطاعت:۔

احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے ساری برادری اور گاؤں والے اُن کے دشمن ہو گئے۔ میری امی نے بیان کیا تھا کہ میرے والد فرشتہ صفت انسان تھے۔ اُن کا بے حد خیال رکھنے اور محبت کرنے والے تھے۔ وہ بتاتی ہیں کہ، ”برصغیر کی تقسیم کی وجہ سے حالات خراب تھے تو ایک دن آپ فوج سے استعفیٰ دے کر قادیان آ گئے۔ جب انہوں نے فوج سے استعفیٰ دیا تو افسران نے کہا کہ ”اشرف صاحب ہم آپ کے بیوی بچوں کو کوئی پینشن وغیرہ نہیں دیں گے“۔ آپ نے جواب دیا کہ ”انکے لئے اللہ اور میری جماعت ہی سب کچھ ہے“۔

یہ ستمبر 1947ء کا ذکر ہے۔ ایک دن قادیان کے ایک گاؤں کی خبر حضرت مصلح موعودؓ کو ملی کہ اگلے دن سکھوں نے اُس پہ حملہ کرنا ہے۔ تو حضورؓ نے چند نوجوان خدام جن میں مکرم صوبیدار عبد المنان صاحب، مکرم عبدالحمید صاحب کو فوری وہاں بھجوا دیا۔ صبح میں نے ناشتہ بنایا۔ ابھی آپ نے لقمہ توڑا ہی تھا کہ دروازہ کھٹکا۔ آپ دیکھنے گئے۔ واپس آئے۔ کہا کہ مجھے حضرت مصلح موعودؓ نے بلوایا ہے۔ میں ابھی واپس آ کر ناشتہ کرتا ہوں۔ وہیں سے چلے گئے۔ میں ناشتہ رکھے انتظار کرتی رہی۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے مکرم صوبیدار عبد المنان صاحب اور مکرم عبدالحمید صاحب کے ساتھ ستھیالی گاؤں میں بھجوایا تھا“۔

آپ کی شہادت:۔

اس وقت گاؤں میں بہت سخت خطرہ تھا اس لئے میرے ابا حضورؓ کے حکم کے مطابق حضورؓ سے ملاقات کر کے دفتر سے ہی اپنے ساتھی خدام کے ساتھ فوراً استھیالی گاؤں چلے گئے۔ وہاں مسلح سکھ سارے گاؤں کو گھیر چکے تھے اور قتل عام کے لئے تیار تھے۔ ہمارے خدام نے جاتے ہی سکھوں کو وارننگ دی کہ یہاں سے چلے جائیں اور گاؤں والوں کو قتل نہ کریں۔ لیکن سکھ آگے بڑھنے لگے۔ پھر خدام نے کچھ فائر کئے، جس سے کچھ لوگ مرنے لگے۔ اس طرح باقی جتھے میں بھگدڑ مچ گئی اور کئی ہزار لوگ اور ان کے گھر بچ گئے۔ خدام نے سمجھا کہ تمام سکھ چلے گئے ہیں اور میدان خالی دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنے مورچوں سے باہر نکل آئے۔ کہ ایک سکھ جو درخت کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا، نے اِن پہ اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ ایک گولی مکرم حمید صاحب کی ٹانگ میں لگی، جس کی وجہ سے وہ گھسٹ گھسٹ کر کھیتوں میں چھپ گئے اور مکرم عبد المنان صاحب کے جبڑے میں سے ایک گولی گزرتے ہوئے میرے ابا جان مکرم اشرف صاحب کی شہ رگ میں لگ گئی۔ ابا جان کلمہ کا ورد کر رہے تھے۔ عبد المنان صاحب کا بیان ہے کہ ان کی آواز بلند ہوئی اور پھر

وہ نیچے گر گئے۔ اتنے میں مکرم منان صاحب بھی بے ہوش ہو گئے۔ باقیوں کو خدا تعالیٰ نے بچا لیا۔ مگر جب منان صاحب کو ہوش آیا تو دیکھا کہ محترم اشرف صاحب جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 28 سال تھی اور میری امی کی عمر 21 سال تھی۔

(Partition) بٹوارے کے وقت ہم رتن باغ میں رہتے تھے اور مکرم حمید صاحب ہمارے ساتھ والے گھر میں رہتے تھے۔ ٹانگ میں پلستر لگا ہوا تھا۔ ہمارے باہر کے صحن میں چارپائی پر بیٹھتے اور ہمارے ہمسائیوں کے بیٹے مکرم عبدالرشید ارشد صاحب مربی سلسلہ اور مکرم عبدالقیوم شاد صاحب اُن کی خدمت کرتے تھے۔ اور وہ خداموں کو اس جتھے کا خطرناک واقعہ سناتے۔ یہ خدام خدا تعالیٰ کے وہ پیارے بندے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے عظیم گواہ ہیں۔

آپ کی سخاوت:۔

"میری امی بتایا کرتی تھیں کہ تمہارے ابا کسی کی تکلیف دیکھ نہ سکتے تھے۔ بہت بے چین ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ چھٹی پر آئے۔ میں نے پروگرام بنایا ہوا تھا کہ گھر کی فلاں فلاں چیزیں منگوانی ہیں۔ پھر گھر کا خرچہ بھی کرنا ہے۔ مگر شہید مرحوم میں اس قدر توکل الی اللہ تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ آپ تنخواہ لے کر آئے تھے۔ میں نے ابھی کھانا لگایا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ کوئی ضرورت مند تھا۔ اُس نے اپنی بیٹی کی شادی کے لئے مدد طلب کی۔ ابا نے ساری تنخواہ نکال کر اُس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ اندر آئے۔ ابا امی کو ہمیشہ پیار سے "پیاری" کہا کرتے تھے۔ امی نے پوچھا کہ یہ کون تھا۔ بتایا پیاری بیچارہ کوئی ضرورت مند تھا۔ میں نے اُس کو وہ ساری تنخواہ دے دی ہے۔ بے حد خوش تھے۔ کہنے لگے کہ ہمارا اللہ مالک ہے۔

ابھی دس منٹ گزرے، دوبارہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ابھی چند نوالے کھائے ہی تھے کہ پھر باہر دیکھنے گئے۔ واپس آئے تو آپ کے جسم پر قمیص نہ تھی۔ امی کے پوچھنے پر بتایا کہ کوئی بھلا آدمی تھا۔ اُس کو قمیص کی ضرورت تھی۔ میں نے اُسے قمیص دے دی ہے۔ امی کہتی ہیں جس طرح عورتوں کو کبھی غصہ آجاتا ہے۔ میں نے غصے سے کہا "کہ اب کوئی آئے تو اپنی باقی چیزیں بھی دے دینا"۔ کہنے لگے "پیاری فکر کیوں کرتی ہو؟ اللہ مالک ہے"۔

امی بتاتی ہیں کہ ابھی دوپہر ہوئی تھی کہ پھر دستک ہوئی۔ آپ باہر دیکھنے گئے۔ ڈاکیہ تھا۔ آپ نے کہیں فوج میں ڈیڑھ دو سال پہلے کوئی کام کیا ہوا تھا۔ وہ اجرت ابھی لینی تھی۔ ڈاکیہ رقم لئے کھڑا تھا۔ وہ رقم آٹھ سو تھی۔ خوشی خوشی اندر آئے اور بڑے پیار سے کہنے لگے۔ "دیکھو پیاری میں نے کوئی گھاٹے کا سودا کیا تھا؟"۔ اللہ نے دوگنی چوگنی رقم بھجوادی ہے۔ امی حیران تھیں۔ اس وقت یہ بہت بڑی رقم تھی جو اس دور میں لاکھوں کے برابر تھی۔

جماعت سے محبت:۔

جماعت سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ گھر اور گاؤں والے احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ اس لئے آپ بہت احتیاط برتتے تھے۔ ایک دفعہ ہم گاؤں گئے۔ ابا کے چچا زاد ہماری حویلی کی چھتیں اکھاڑ رہے تھے۔ ایک بڑا شہتیر نکالا۔ اس سے ایک چھوٹی کتاب نکل کر گر گئی۔ وہ در ثمین تھی۔ انہوں نے امی کو آوازیں دیں بھابی بھابی، دیکھو بھائی اشرف نے یہ کونسی کتاب یہاں اوپر چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ امی رونے لگیں کہ ابا کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب در ثمین سے کتنی محبت تھی۔ جلا دینے یا ضائع کر دینے کے ڈر سے ابا جان نے وہ کتاب اوپر چھپا کر رکھی ہوئی تھی۔

وہ لوگ اس قدر مخالف تھے کہ ابا کی چچی جان نے ابا کو دعوت میں روٹی میں زہر ملا کے دے دیا۔ ایک غیر از جماعت بزرگ نے کہا کہ اشرف صاحب یہ روٹی نہ کھانا۔ ابا نے کہا آپ بدظنی کیوں کرتے ہیں؟ آخر وہ میری چچی ہیں۔ ان بزرگ نے وہ روٹی چھین کر ایک کتے کو ڈال دی جو سامنے کھڑا تھا۔ وہ اسی وقت مر گیا۔ آپ ان باتوں سے دل برداشتہ ہو کر اپنی بہنوں کو لے کر قادیان چلے آئے۔

بیوی ،بچوں سے محبت:۔

ہم تین بہن بھائی ہیں۔ جب میرے ابا جان کی شہادت ہوئی تب میرے بڑے بھائی مکرم محمود احمد چار سال کے تھے۔ میں چھ ماہ کی تھی اور میری چھوٹی بہن عزیزہ طلعت ابا جان کی وفات کے تین ماہ بعد پیدا ہوئی تھی۔ امی جان نے ابا جان کے بعد ہمیں سینے سے لگا کر بہت محنت سے ہماری پرورش کی۔ امی بتاتی ہیں کہ ابا جان ہم بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ میرے بھائی پیدائشی طور پر تو بالکل نارمل تھے مگر چھوٹی عمر میں انہیں ٹائیفائڈ بخار ہوا۔ اس کے بعد وہ سننے اور بولنے سے معذور ہو گئے۔ وہ چار سال کے تھے کہ ابا ان کو کندھے پر بٹھا کر بازار لے جاتے۔ جس چیز کی طرف اشارہ کرتے وہی لے دیتے۔ بھائی کو آری اور ہتھوڑے وغیرہ خریدنے کا شوق تھا۔ وہ تھیلا بھر کر لے آتے۔

امی کہتیں یہ ذرا سا بچہ ان کو کیا کرے گا۔ کہتے میرا بچہ کھلونے تو مانگتا نہیں۔ جس سے خوش ہو میں وہی لے دیتا ہوں۔ مجھے اس کی خوشی بہت پیاری ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بھائی بڑے ہو کر مکینک بنے۔ بعض اوزار خود بنا لیتے ہیں۔ امی بتاتی تھیں کہ میں چونکہ چھوٹی تھی تو مجھے ابا جان گود میں بٹھا کر بہت خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھا کرتے۔ میں جب چھ ماہ کی تھی اور مختلف آوازیں نکالنا شروع کیں تھیں تو خوش ہو کر کہتے کہ دیکھو میری بیٹی بھی اسی طرح تلاوت کیا کرے گی۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ابا کی طرح اچھی تلاوت کی سعادت بخشی ہوئی ہے۔

امی سے بے حد محبت اور تعاون کرنے والے بہت نفیس پاک نفس انسان تھے۔ امی بتاتیں تھیں "گھر میں مالی تنگی آگئی۔ کام نہیں تھا۔ میں سلائی کرتی۔ تم دونوں چھوٹے تھے اور میری چھوٹی بہن "طلعت" پیدا ہونے والی تھی تو ابا کہتے تھے میں مشین چلاتا ہوں۔ (اسوقت ہاتھ سے چلانے والی مشین ہوتی تھی) اسی طرح کافی سلائی کر کے آمد ہو جاتی تھی۔ جیسا میرا خاوند تھا دنیا میں ایسا خاوند مشکل ہی سے ملے گا"۔ ان کے بعد میری امی نے ساری زندگی بیوگی ہی میں ہمیں پالتے ہوئے گزار دی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب ہم سب بہن بھائی صاحب اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان سیالکوٹ میں مجھے بطور حلقہ صدر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور یہاں جرمنی میں بھی مختلف شعبہ جات میں خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ۔

میرے ابا کی شہادت کے بعد کے حالات:۔

میری امی کی پرورش اور شادی حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے کی تھی۔ وہ ابا جان سے بہت خوش تھیں ان کا بڑی عزت سے نام لیتیں اور "چوہدری صاحب" کہہ کر پکارتیں۔ پھر ابا کی شہادت کے بعد بھی انہوں نے ہی میری امی کا اور ہمارا بہت خیال رکھا۔۔ اور آپ نے ہماری امی کی بہت دلجوئی فرمائی۔ ان کو کسی قسم کی کمی نہ آنے دی۔ میری امی نے بھی حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگمؓ صاحبہ کی خدمت کرنے کی بہت کوشش کی اور ان کا بہت خیال رکھا۔ اور بیگم صاحبہ میری امی پہ بہت اعتبار کرتی تھیں۔ یہ پیارے رب کا بڑا فضل ہے کہ آج تک ان کے سب بچے ہم سے بہت پیار کا سلوک کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ میری امی بیمار تھیں تو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے ہمارے ہمسائیوں کی بیٹی خالہ امتہ القیوم صاحبہ کو فرمایا "ہائے قیوم لیلیٰ بیمار ہے، مجھے اسکی بڑی فکر ہے۔ تم اس کی خبر لینے چلی جایا کرو"۔ انہوں نے عرض کیا آپا کا گھر میری اماں جی کے گھر کے ساتھ ہے۔ میری امی ان کا بہت خیال رکھتی ہیں۔ آپ نے بتایا کہ میں اسی دن آپا لیلیٰ کا پتہ کرنے گئی تھی۔ تو وہ کافی بہتر تھیں۔ میں نے اُن کو بتایا کہ حضرت بیگم صاحبہؓ کو آپکی فکر لگی ہوئی ہے۔

خدا تعالیٰ کا بڑا احسان یہ تھا کہ ہمیں اچھے ہمسائے ملے۔ ہمارے گھر کے ساتھ محترمہ اماں جی زوجہ حضرت میاں عبدالعزیزؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کا گھر تھا۔ ان کو میری امی، ماں کی طرح اماں جی کہا کرتیں تھیں۔ وہ امی کا اپنی بیٹی کی طرح خیال رکھتیں تھیں۔ انہوں نے باورچی خانے سے امی کے گھر میں کھڑکی رکھی ہوئی تھی۔ اکثر آواز دے کر امی کو گرم گرم کھانا پکڑاتیں۔ اماں جی نے اپنی وفات سے قبل اپنی بیٹی کو نصیحت کی کہ "تم لیلیٰ کا خیال رکھنا۔ جب اچھا کھانا پکے اس کو ضرور دیا کرنا کیونکہ وہ اپنے کھانے پینے کا خیال نہیں رکھتی"۔

میری درخواست

میں یہ باتیں اس لئے لکھ رہی ہوں کہ میں شہید کی بیٹی ہونے کے ناطے یہ درخواست تمام قارئین سے کرنا چاہتی ہوں کہ جو قومیں قربانی کرنے والوں کے پسماندگان کا خیال رکھتی ہیں اور ان کو سنبھال لیتی ہیں وہ قومیں ترقی کی اعلیٰ منازل طے کرتی ہیں اور ان کے افراد مذہب اور قوم کے لئے جانیں قربان کرنے سے نہیں ڈرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب وہ نہیں ہوں گے تو ان کے بیوی بچے در در کی ٹھوکریں نہیں کھائیں گے۔ یہ ٹھیک ہے کہ شہید کے بیوی بچوں کا خلیفۂ وقت کی طرف سے اور جماعت کی طرف سے بہت خیال رکھا جارہا ہے لیکن ان کے عزیز واقارب اور ان کے ہمسائیوں کا بھی یہ فرض ہے کہ ان کا بہت خیال رکھیں اور ان کو سنبھال لیں۔

میرے ابا کا ذکر:۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی کتاب "خونی روزنامچہ" میں آپ کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ کی قبر گاؤں کی مسجد کے محراب کے آگے ہے۔ اور اوپر گلاب کے بے شمار پودے لگے ہوئے ہیں۔ ہمارے خاندان کے ایک مخلص فرد نے تصویر کھینچ کر دی جو امی نے بڑے خوبصورت فریم میں اپنے خاوند کی یاد تازہ رکھنے کے لئے لگا کر رکھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے ابا جان شہید کو ہر ہر دن رحمتیں نازل فرماتا جائے اب میری والدہ صاحبہ بھی وفات پا چکی ہیں اور وہ میرے ابا کی شہادت کے بعد تقریباً پچاس سال زندہ رہیں۔ میں ان کے لئے بھی دعا کی درخواست کرتی ہوں جنہوں نے اپنی ساری زندگی پیارے خاوند کے نام پر اللہ کی رضا میں گزار دی۔ خدا کرے کہ انہیں ابا جان کی رفاقت نصیب ہوئی ہو۔ آمین۔ میری چھوٹی بہن عزیزہ طلعت کو سپاہ صحابہ کی تنظیم کے ایک شقی القلب انسان نے اس کی کوٹھی میں داخل ہو کر چھری کے پے در پے وار کر کے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری بہن ایک لمبا عرصہ سے جھنگ میں ایک سوشل آفیسر کے طور پر کام کر رہی تھی۔ وہ بے حد بہادر تھی اور اس نے ہمیشہ اس شہر کے لوگوں کی بے تحاشہ خدمت کی۔ خدا تعالیٰ اس کے درجات بلند کرے۔ وہ بھی ابا جان کے پاس چلی گئی۔ یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اگلی نسلوں کو ہمارے شہید والد صاحب کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ امی جان نے ابا جان کی یاد میں جو درد بھری پیاری نظم تحریر کی ہے وہ ذیل میں کچھ اس طرح ہے:۔

پُر غم ہے یہ کہانی، پُر درد داستاں ہے
دکھڑا کسے سناؤں کون اپنا راز داں ہے
بچوں کی شمع ہستی بے نور ہو رہی ہے
ماں کی حیات فانی کافور ہو رہی ہے
اس سرزمین میں میرا سرتاج سو رہا ہے
میرا سہاگ یارب بے وقت لُٹ گیا ہے
حق تجھ پر مہرباں ہو دل سے دعا کروں گی
میں بھی خدا کی راہ میں تیری طرح مروں گی

محترمہ مسرت بخاری صاحبہ (Frankfurt Nordwest Stadt 1)

"صحابہؓ رسول کی جاں نثاری"

جنگ احد میں ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ کے ارد گرد صرف بارہ آدمی رہ گئے اور ایک وقت ایسا تھا کہ آپؐ کے ساتھ صرف دو آدمی ہی رہ گئے۔ ان جان نثاروں میں حضرت ابو بکرؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن وقاص، ابو دجانہؓ انصاری، سعدؓ بن معاذ، اور طلحہؓ انصاری کے نام خاص طور پر مذکور ہوئے ہیں۔ ایک وقت جب قریش کے حملہ کی ایک غیر معمولی لہر اٹھی تو آپؐ نے فرمایا:۔ "کون ہے جو اس وقت اپنی جان خدا کے رستے میں نثار کر دے؟" ایک انصاری کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو وہ اور چھ اور انصاری صحابی دیوانہ وار آگے بڑھے اور ان میں سے ایک ایک نے آپؐ کے ارد گرد لڑتے ہوئے جان دے دی۔ اس پارٹی کے رئیس زیادؓ بن سکن تھے آنحضرت ﷺ نے اس دھاوے کے بعد حکم دیا کہ زیادؓ کو اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے اور انہیں آنحضرت ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ اُس وقت زیادؓ میں کچھ کچھ جان تھی، مگر وہ دم توڑ رہے تھے۔ اس حالت میں انہوں نے بڑی کوشش کے ساتھ اپنا سر اٹھایا اور اپنا منہ آنحضرت ﷺ کے قدموں پر رکھ دیا۔ اور اسی حالت میں جان دے دی۔

ایک مسلمان خاتون جس کا نام ام عمارہؓ تھا۔ تلوار ہاتھ میں لے کر مارتی کاٹتی آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچی اس وقت عبداللہ بن قمئۃ آپؐ پر وار کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ مسلمان خاتون نے جھٹ آگے بڑھ کر وہ وار اپنے اوپر لے لیا اور پھر تلوار تول کر اس پر اپنا وار کیا، مگر وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے مرد تھا۔ اور یہ ایک کمزور عورت۔ اس لئے وار کاری نہ پڑا۔ اور ابن قمئۃ دڑاتا ہوا اور مسلمانوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے آیا اور صحابہؓ کے روکتے روکتے آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور پہنچتے ہی اس زور اور بے دردی کے ساتھ آپؐ کے چہرہ مبارک پر وار کیا کہ صحابہؓ کے دل دہل گئے۔ جاں نثار طلحہؓ نے لپک کر اپنے ننگے ہاتھ پر لیا، مگر ابن قمئۃ کی تلوار اُن کے ہاتھ کو قلم کرتی ہوئی آپؐ کے پہلو پر پڑی۔ زخم تو خدا کے فضل سے نہ آیا کیونکہ آپؐ نے اوپر تلے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور وار کا زور بھی طلحہؓ کی جاں نثاری سے کم ہو چکا تھا، مگر اس صدمہ سے آپؐ چکر کھا کر نیچے گرے اور ابن قمئۃ نے پھر خوشی کا نعرہ لگایا کہ میں نے محمد (ﷺ) کو مار لیا ہے۔

ابن قمئۃ تو آنحضرت ﷺ پر وار کر کے خوشی کا نعرہ لگاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا اور اپنے زعم میں یہ سمجھا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو مار لیا ہے، مگر جونہی کہ آنحضرت ﷺ گرے حضرت علیؓ اور طلحہؓ نے فوراً آپؐ کو اوپر اٹھا لیا اور یہ معلوم کر کے مسلمانوں کے پژمردہ چہرے خوشی سے تمتما اٹھے کہ آنحضرت ﷺ زندہ سلامت ہیں۔

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ نمبر 497-496 مصنف مرزا بشیر احمدؓ صاحب مرسلہ عتیقہ چیمہ صاحبہ فرینکفرٹ)

مناجات اور تبلیغِ حق

اے خدا اے کار ساز و عیب پوش و کردگار
اے میرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہوگیا زارو نزار

اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہوگیا ہے بے نشاں
اک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آئے بہار

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زارو نزار

اس جہاں کا کیا کوئی داور نہیں اور داد گر
پھر شریر النّفس ظالم کو کہاں جائے فرار

دشمنو! ہم اس کی رہ مر رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار

قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیر مکر
بن گئے شیطاں کے چیلے اور نسلِ ہونہار

پھر لگایا ناخنوں تک زور بن کر اک گروہ
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ ان کا سازوار

انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پر تمام
ان کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصّہ دار

﴿منتخب اشعار از درثمین۔ صفحہ 125۔ مطبوعہ 1996ء یوکے﴾

ایک نو احمدی خاتون رشیدہ بیگم اہلیہ قاری عاشق حسین صاحب ساکن سانگلہ ہل (ضلع شیخوپورہ) کی شہادت

یہ واقعہ ایک ایسی نو احمدی خاتون کی سے تعلق رکھتا ہے جو ۱۹۷۴ء کے پر آشوب حالات کے دوران احمدی ہوئیں اور پھر اپنے گھر میں پروردہ اپنے ہی ایک عزیز کے ہاتھوں شہادت کا جام نوش کر کے حیات جاودانی سے ہمکنار ہو گئیں۔ ہماری اس خوش نصیب بہن مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ کے میاں مکرم قاری عاشق حسین صاحب، ساکن سانگلہ ہل (ضلع شیخوپورہ) اپنی بعض رؤیاء کی بنا پر 1976ء میں احمدی ہوئے۔ یہ وہ ایام تھے، جب پاکستان کے اندر جماعت کے خلاف بھڑکائے جانے والے فسادات زوروں پر تھے۔ ان کے خلاف ہر طرف نفرت کی آگ سلگ رہی تھی۔ ان کے گھروں کو بے دریغ جلایا اور تباہ و برباد کیا جا رہا تھا۔ کرائے کے غنڈے نہتے اور معصوم احمدیوں کی جانوں سے کھیل رہے تھے۔ ان حالات میں احمدی ہونا گویا جانوں کو ہتھیلی پر رکھنے کے مترادف تھا۔ تاہم ایسے خوش نصیب بھی تھے، جنہوں نے یہ سب کچھ دیکھتے جاتے، جانتے اور بوجھتے ہوئے بھی حق کھل جانے پر احمدیت قبول کرنے سے دریغ نہ کیا۔ مکرم قاری عاشق حسین صاحب بھی انہی خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں۔ آپ اپنی اہلیہ صاحبہ کے قبول احمدیت کی روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جب مَیں نے احمدیت قبول کر لی تو گھر آ کر مَیں نے اپنی اہلیہ رشیدہ بیگم سے کہا کہ مَیں نے تو احمدیت کو حق سمجھ کر قبول کر لیا ہے، اگر تم بھی قبول کر لو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی لیکن اگر تمہیں انشراح صدر نہ ہو تو تم پر اس معاملہ میں قطعاً کوئی جبر نہیں۔ دین کے معاملہ میں تم ہر طرح آزاد ہو۔ رشیدہ بیگم نے یہ سب کچھ سننے کے بعد کہا "میں ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی، کچھ دن سوچ کر جواب دوں گی۔""

آگے فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد رشیدہ کے والد صاحب اور چچا صاحب اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ قاری صاحب تو کافر ہو گئے ہیں، اب تم ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ بہتر ہے، تم اپنے بچوں کو لے کر ہمارے پاس آ جاؤ۔ اسی طرح کی بہت سی باتیں انہوں نے کیں۔ رشیدہ بیگم پہلے تو ان کی یہ باتیں سنتی رہی۔ مگر جب انہوں نے اسے ساتھ جانے کیلئے کہا تو اس نے انہیں صاف کہہ دیا کہ

"اگر حافظ صاحب کافر ہو گئے ہیں تو آپ مجھے بھی کافر سمجھیں اور اگر وہ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے دوزخ میں گئے تو مَیں بھی ان کے ساتھ دوزخ میں جانے کیلئے تیار ہوں۔ آپ لوگوں کے ساتھ جانے پر مَیں بہر حال راضی نہیں۔"

رشیدہ بیگم کا یہ دوٹوک جواب سن کر وہ لوگ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ آگے فرماتے ہیں:

"رشیدہ کے والد اور چچا صاحب کے یوں خائب و خاسر چلے جانے کے بعد اب قریباً روزانہ غیر احمدیوں کے وفد اس کے پاس آنے لگے۔ وہ طرح طرح کی باتیں کر کے اسے احمدیت سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے۔ بعض ان میں سخت کلامی بھی کرتے۔ مگر وہ چپ کر کے یہ سب کچھ سنتی رہی۔ اس دوران جلسہ سالانہ کے دن آ گئے۔ چنانچہ میں اسے 1976ء کے جلسہ پر ربوہ لے گیا۔ جلسہ پر جب وہ احمدی خواتین سے ملی، ان کا محبت بھرا سلوک اس نے دیکھا تو اس کے دل نے محسوس کیا کہ یہ جماعت یقیناً خدا کی جماعت ہے، کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اس قسم کی محبت اور نیکی کی باتیں پیدا کر سکے۔ چنانچہ جلسہ سے واپس آ کر اس نے بلا توقف بیعت فارم پُر کیا اور باقاعدہ جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔"

مکرم حافظ صاحب فرماتے ہیں، احمدیت قبول کر لینے کے بعد رشیدہ پر تقویٰ اور تقرب الی اللہ کا ایک اَور ہی رنگ چڑھا۔ وہ صوم وصلوٰۃ کی تو پہلے ہی پابند تھیں۔ اب تہجد بھی باقاعدگی سے ادا کرنے لگیں۔ نوافل بھی پڑھنے شروع کر دئے جس کے نتیجہ میں انہیں سچی خوابیں آنے لگیں۔ اس کے ساتھ غربا کے ساتھ ان کا سلوک پہلے سے زیادہ مشفقانہ اور ہمدردانہ ہو گیا، جماعتی تحریکات میں بھی حصہ لینے لگ گئیں۔ غرض کہاں یہ کہ وہ ایک خاموش، گھریلو کام کاج کرنے والی عورت تھی، اور کہاں یہ نوبت آئی کہ وہ چلتی پھرتی اسلام اور احمدیت کی تصویر بن گئیں۔ آگے آپ ان کی شہادت کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک دن جبکہ رمضان شریف کی تیسری تاریخ تھی، 8/اگست 1978ء کا دن تھا، مَیں گھر دیر سے آیا تو مَیں نے دیکھا کہ رشیدہ جاگ رہی ہے۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگیں کہ 'حافظ صاحب! خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ لڑکا جو مَیں نے اپنے گھر میں خود پالا ہے، وہ مجھے قتل کر دے گا'۔ ہم نے عبداللہ نامی ایک لڑکا جو میرا بھتیجا تھا گھر میں اُس وقت سے رکھا ہوا تھا جب وہ نَو ماہ کا تھا۔ اب وہ بیس سال کا جوان ہو چکا تھا۔ مَیں نے رشیدہ کی یہ بات سن کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی اور کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ بچہ تمہارے اپنے ہاتھوں میں پلا ہے، اس سے ہرگز یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔ مگر رشیدہ بار بار یہی کہتی رہی کہ ہماری جانیں اب اس گھر میں محفوظ نہیں، بہتر ہوگا، ہم ربوہ چلے جائیں تا کہ اس لڑکے کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ مگر مَیں نے دعا، صدقہ اور خیرات کی تلقین کے ساتھ اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔"

مگر خدا کی بتائی ہوئی بات آخر پوری ہو کر رہی۔ وہی لڑکا جو مخالفوں کے اڈے چڑھ چکا تھا، اگلے ہی روز گھر آ گیا۔ یعنی 9 اگست 1978 کا دن تھا۔ اتفاق سے حافظ صاحب یا ان کا کوئی بیٹا گھر پر نہیں تھے۔ چنانچہ وہ آتے ہی اپنی پالنے والی ماں پر ٹوٹ پڑا اور اسے قتل کر کے چلا گیا۔ اس کی اندوہناک تفصیل جس طرح شہیدہ مرحومہ کے شوہر، مکرم حافظ قاری عاشق حسین صاحب، حال مقیم انگلستان، نے سنائی

اور بعد میں روزنامہ الفضل، ربوہ، مورخہ 31 دسمبر 1999ء میں شائع ہوئی، درج ذیل کی جاتی ہے۔ مکرم حافظ صاحب فرماتے ہیں:

''مَیں ایک دن امیر صاحب سانگلہ ہل اور بعض دیگر دوستوں کے ساتھ کسی احمدی کی وفات پر تعزیت کیلئے گیا ہوا تھا۔ وہی عبداللہ جو ایک سال قبل نقل مکانی کر کے شیخوپورہ چلا گیا تھا، گھر آیا۔ پہلے وہ ان بچیوں پر حملہ آور ہوا جو گھر میں پڑھنے کیلئے آئی ہوئی تھیں۔ جب رشیدہ بیگم انہیں بچانے کیلئے دوڑی تو وہ ظالم انہیں چھوڑ کر اپنی اس پالنے والی ماں کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور چاقو سے پے در پے وار کرنے اور کہنے لگا، 'تُم کافر ہو گئی ہو، مَیں تمہیں قتل کر کے چھوڑوں گا'۔ جب اسنے سمجھا کہ اس نے اپنا کام کر دیا ہے، تو وہ انہیں چھوڑ کر دوبارہ ان بچیوں کی طرف لپکا مگر وہ سب بھاگ کر جا چکی تھیں''

مکرم قاری صاحب، اس واقعہ کے آدھ گھنٹہ بعد گھر پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ رشیدہ بیگم اور زخمی بچیوں کو قریبی ہسپتال میں پہنچایا جا چکا ہے۔ مکرم امیر صاحب سانگلہ ہل نے صورت حال کی نزاکت دیکھ کر زخمیوں کو فوری طرف فیصل آباد سول ہسپتال لے جانے کا مشورہ دیا، جہاں احمدی سرجن مکرم ڈاکٹر ولی محمد صاحب کی بھرپور کوشش کے باوجود رشیدہ بیگم جانبر نہ ہو سکیں اور شہادت کا جام نوش فرما کر زندۂ جاوید ہو گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

(مکتوب نمبر 122۔ مورخہ 10رجنوری 2000ء) مرسلہ مکرم محترم فضل الٰہی انوری صاحب

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

کوفہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ سے فقہ اور حدیث کا علم سیکھا...... امام حمادؒ کے انتقال کے بعد لوگوں نے امام صاحب سے درخواست کی کہ آپ درس دیا کریں...... آپ اپنے استاد محترم امام حمادؒ کے سکول میں ہی درس دینے لگے......

امام ابوحنیفہؒ نے منصور کے خلاف محمد بن عبداللہ اور ابراہیم بن عبداللہ کا ساتھ اس لئے دیا کہ آپ نے سفاح کی حکومت کا زمانہ دیکھا پھر ابوجعفر منصور کے ظلم اور اس کی زیادتیوں کو دیکھا۔ آپ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ حکومت کے اہل نہیں ہیں۔

پھر ایسا ہوا کہ جب منصور نے محمد عبداللہ اور ابراہیم بن عبداللہ کو شکست دے دی تو پھر ان لوگوں کی طرف توجہ کی جنہوں نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ منصور کو علم تھا کہ امام صاحبؒ نے نہ صرف ان لوگوں کی حمایت کی بلکہ پیسہ سے بھی ان کی مدد کی ہے۔ منصور کوفہ آیا لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کوفہ میں امام صاحبؒ سے محبت اور عقیدت رکھنے والے لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اس لئے اس نے یہ چال چلی کہ امام صاحبؒ کو کوفہ سے بغداد بلایا جائے۔ پھر آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا جائے۔ جسے وہ ہرگز قبول نہ کریں گے پھر حاکم کے حکم کا انکار کرنے کی صورت میں انہیں آسانی کے ساتھ قید و بند میں ڈالا جا سکے گا۔

جب منصور نے اپنے منصوبہ کے تحت امام صاحبؒ کو بغداد بلوایا تو آپ ساری بات سمجھ گئے۔ آپ سمجھ گئے تھے کہ اب آزمائش کا وقت آگیا ہے۔ آپ نے لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کیں اور بغداد تشریف لے گئے۔ منصور نے انہیں قاضی کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے انکار کر دیا اور اس کی یہ وجوہات بیان کیں۔

1۔ میں عربی النسل نہیں ہوں۔ اس لئے اہل عرب کو میری حکومت پسند نہیں آئے گی۔

2۔ درباریوں کی تعظیم کرنا پڑے گی اور یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔

جب آپ کسی بھی صورت میں نہیں مانے تو منصور نے آپ کو جیل میں ڈلوا کر کوڑوں کی سزا کا حکم دیا۔

......خدا تعالیٰ کے ہر فعل میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ منصور یہ چاہتا تھا کہ میں امام صاحبؒ کو قید میں ڈال کر اتنی تکالیف دوں کہ وہ حق و صداقت کا راستہ چھوڑ کر میری مرضی پر چلنے لگیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ امام صاحبؒ کو قید و بند میں ڈالنے سے ان کی شہرت میں اور اضافہ ہو جائے گا اور لوگ پہلے سے بھی زیادہ ان کی عزت کرنے لگیں گے۔ امام صاحبؒ کی شہرت صرف کوفہ میں ہی نہیں تھی بلکہ بغداد میں بھی ایک علمی جماعت ایسی تھی جو آپ سے عقیدت رکھتی تھی۔ قید و بند کی حالت نے آپ کے اثر کو کم کرنے کی بجائے اور زیادہ کر دیا۔ لوگ قید خانے میں امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

......اب تو منصور بہت پریشان ہوا کہ یہ تو سب کام غلط ہوتا جا رہا ہے۔ میں تو انہیں اپنے راستے سے ہٹا رہا تھا اور یہ لوگوں کے دلوں میں اپنا راستہ بناتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ آخری تدبیر اس نے یہ کی کہ امام صاحبؒ کو شربت میں زہر ملا کر دے دیا۔ آپ کو پتہ چل گیا تھا کہ اس میں زہر ہے۔ آپ نے پینے سے انکار کر دیا تو زبردستی وہ زہر کا پیالہ آپ کو پلایا گیا۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ زہر نے اپنا اثر کرنا شروع کر دیا ہے تو آپ سجدہ میں گر گئے اور اسی حالت میں اپنی جان پیارے مولیٰ کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمارے حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا ہے کہ

''جسم مر سکتا ہے لیکن اعلیٰ مقصد کو لے کر اٹھنے والی روح نہیں مر سکتی۔''

﴿اقتباس از کتاب امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تصنیف محترمہ سعدیہ احمد صاحبہ شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان﴾

انہوں نے اپنے خون سے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" لکھا

مکرم ڈاکٹر انعام الرحمٰن انور صاحب شہید

میرے شوہر محترم ڈاکٹر انعام الرحمٰن انور صاحب 15 مارچ 1985ء شام 4 بجے سندھ پاکستان میں شہید ہوئے۔ صوبہ سندھ سکھر میں ایک قصبہ عبدو ہے۔ وہاں پر وہ ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر تھے۔ بوقت شہادت ان کی عمر 49 سال تھی۔ ڈاکٹر صاحب 14 جون 1936ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب کا نام مکرم عبدالرحمٰن انور صاحب ہے۔ والد صاحب ایک لمبا عرصہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے پرائیویٹ سیکریٹری رہے ہیں۔ میرے سسر میرے شوہر کی شہادت سے قبل وفات پا چکے تھے۔ میرے شوہر کے دادا جان کا نام مکرم محمد عبداللہ بوطالوی صاحبؓ ہے۔ جو کہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ جب ربوہ کی زمین خریدی گئی تو صدقے کے لئے ربوہ کی چاروں کونوں پر ایک ایک بکرہ ذبح کیا گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر حضرت عبد اللہ بوطالوی صاحبؓ نے ربوہ کے ایک کونے پر بکرہ ذبح کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی دادی جان بھی صحابیہؓ تھیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ دادا جان اور دادی جان دونوں موصی تھے۔

سکھر کے جس قصبے میں ہم رہتے تھے وہاں کوئی اور احمدی نہیں رہتا تھا۔ شہادت سے بہت عرصہ قبل ہی میرے شوہر کو دھمکی آمیز خط آنا شروع ہو چکے تھے کہ اس جگہ کو چھوڑ دو، ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔ ہمارے گھر کی دیوار پر کئی بار مخالف لوگ گالیاں اور دھمکیاں لکھ جاتے تھے۔ میری ساس صاحبہ نے ایک دفعہ گھبرا کر میرے شوہر کو کہا کہ "آپ یہ جگہ چھوڑ دیں۔" انہوں نے اپنے سینے پہ ہاتھ مار کے کہا کہ "اگر سندھ کی زمین میرا خون مانگتی ہے تو میں ہنس کر دوں گا۔ اور اگر میں یہ علاقہ چھوڑ دوں گا تو یہاں کوئی احمدی نہیں ہوگا۔ تو پھر یہاں احمدیت کیسے پھیلے گی؟"

ہمارے ملازم نے ایک دن ہمیں بتایا کہ "ہمارے قصبے کے مولویوں کے پاس ایک لسٹ ہے۔ جس میں انہوں نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جن کو انہوں نے قتل کرنا ہے۔ میں اس میں آپ کا نام پڑھ کہ آیا ہوں۔ آپ کو بہت خطرہ ہے۔" انہوں نے ہنس کر کہا "جو رات قبر میں آنی ہے وہ قبر میں ہی آئے گی جتنی میری زندگی ہے اتنا ہی میں زندہ رہوں گا۔"

ایک دن میرے شوہر اور میرا بیٹا سکوٹر پر جمعہ پڑھنے سکھر جا رہے تھے کہ راستے میں سڑک پر مخالفوں نے دو درختوں کے درمیان میں ایک موٹا سا رسہ باندھا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ تیزی سے سکوٹر پر جا رہے تھے۔ ان کو جھٹکا لگا اور وہ گرنے لگے۔ لیکن سنبھل گئے اور موٹر سائیکل کو بریک لگا لی۔ درختوں کے پیچھے سے تین لڑکے نکلے، جن کی عمریں 18،18 سال ہونگی۔ ان کے ہاتھ میں کلہاڑیاں اور پستول تھے۔ وہ ڈاکٹر صاحب کو مارنے کے لئے لپکے، ڈاکٹر صاحب نے ان کو للکار کر کہا کہ "آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ کیا آپ مجھے نہیں جانتے؟ میں یہاں کا ڈاکٹر ہوں۔" ان میں سے ایک لڑکا گھبرا کر کانپنے لگا اور باقی سب بھی گھبرا کر تھوڑا پیچھے ہٹ گئے۔ تو انہوں نے تیزی سے موٹر سائیکل وہاں سے نکالی اور چلے گئے۔ اس واقعہ کی ہم نے پولیس میں رپورٹ درج کروائی۔ جس پر پولیس نے ان لڑکوں کو پکڑا اور پھر چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ جب انہوں نے وہاں کے مقامی امیر صاحب اور مربی صاحب کو بتایا۔ تو انہوں نے کہا کہ "ہم آپ کو کچھ خادم دیتے ہیں جو آپ کا پہرہ دیں گے۔" میرے شوہر نے کہا کہ یہ تو بہت مشکل ہے کیونکہ میں ڈاکٹر ہوں مجھے تو ہر جگہ جانا ہوتا ہے۔" اس کے بعد وہ گھر آ گئے۔ پھر انہوں نے اپنے قصبے کے بڑے زمیندار سے پوچھا کہ، "کیا تمہارے علم میں ہے کہ مجھے قتل کرنے کی سازش ہو رہی ہے؟" اس نے کہا کہ، "میرے قصبے میں یہ نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ۔ لیکن قصبے سے باہر اگر کوئی خطرہ ہے تو مجھے معلوم نہیں۔"

اس واقعہ کے ڈیڑھ مہینے بعد ہم جمعہ پڑھنے سکھر گئے۔ جمعے سے واپسی پر میرے شوہر نے بازار میں موٹر سائیکل روکا اور کہا کہ، "دو احمدی احباب ملازمت سے ریٹائر ہو کر ربوہ جا رہے ہیں۔ جن کی میں دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ ہم یہاں سے کچھ سامان خرید لیتے ہیں۔" وہ مجھے ایک بیکری میں بٹھا کر گوشت خریدنے گئے۔ جانے سے پہلے انہوں نے وہاں سے ایک سٹول اٹھا کر میرے سامنے رکھا اور کہا کہ، "تم کھڑی کھڑی تھک جاؤ گی، اس پر بیٹھ جانا۔" اس کے بعد ان کو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی۔ میرا دل گھبرانے لگا اور پسینہ آنے لگا۔ اس وقت میرے پاس سے تین آدمی گزرے۔ وہ آپس میں باتیں کرتے جا رہے تھے کہ، "وہاں مارکیٹ میں عبدو کے کسی معزز ڈاکٹر کا قتل ہو گیا ہے۔ اس کی جیب میں پولیس کی ایف، آئی، آر بھی تھی۔" ایک دم میرے منہ سے نکلا کہ، "وہ میرے شوہر ہیں۔ مجھے وہاں لے چلو۔" وہ دوکان تھوڑی ہی دور تھی۔ وہ مجھے وہاں لے گئے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ زمین پر میرے شوہر خون میں لت پت گرے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو اٹھایا، ہلایا، آوازیں دیں۔ مگر شاید اس وقت تک وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ میں نے شور مچایا۔ صرف ایک آدمی میری مدد کو آیا۔ وہ ایک سبزی والا تھا۔ باقی سب لوگ اجنبی اور بے حس تھے۔ اس نے میرے شوہر کو پہچان لیا اور کہا کہ، "یہ تو عبدو کے ڈاکٹر ہیں۔ یہ تو بڑے اچھے انسان ہیں۔" اس نے مجھ سے پوچھا "آپ نے کہاں جانا ہے" میرے بتانے پر وہ رکشہ پر مجھے احمدیہ مسجد لے گیا۔ جو کہ بالکل قریب تھی۔
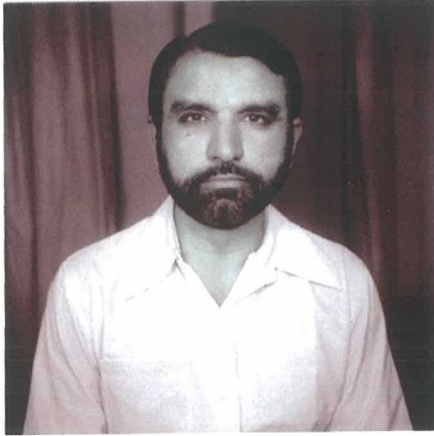
میں مربی صاحب کے سامنے اس حالت میں گئی کہ میرے ہاتھ پاؤں اور برقع پر جگہ جگہ میرے شوہر کا خون لگا ہوا تھا۔ مربی صاحب حیران پریشان ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ، "کیا ہوا ہے؟" صدمے سے میں بول نہیں سکی۔ میں نے اپنے

خون سے بھرے ہاتھ ان کے سامنے کر دئے۔ سبزی والے نے ان کو ساری بات بتائی۔ مربی صاحب مجھے اپنی بیوی کے حوالے کر کے بازار کی طرف بھاگے۔ پھر جماعت کے اور بھی بہت سارے لوگ اودھر چلے گئے۔ میرے شوہر کو ہسپتال لے جایا گیا۔ لیکن وہ شہید ہو چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب کی میت کو احمدیہ مشن ہاؤس سکھر میں لے آئے۔ ہفتہ کی رات کو ہم ربوہ پہنچے۔ اتوار کی صبح بعد از نماز فجر نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ پہلے شہداء کے قبرستان میں تدفین ہوئی اور پھر تین سال بعد بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

شہادت سے پہلے زخمی ہونے کی حالت میں انہوں نے اپنے خون سے سامنے والی دیوار پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھا اور قاتلوں کو کہا کہ ''اس کلمے کی وجہ سے تم مجھے مارتے ہو؟ یہ مجھے اتنا عزیز ہے کہ آج میں اسے اپنے خون سے لکھتا ہوں''۔ سارے بازار نے وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دیکھا۔ ان کی شہادت کے بعد ہم نے پولیس کے پاس جا کر ایف آئی آر بھی لکھائی۔ مگر قاتلوں میں سے کوئی بھی پکڑا نہیں گیا۔ ان کی شہادت پر سارے ملک کے اخباروں میں یہ خبر چھپی اور بہت سے غیر از جماعت لوگ بھی اخبار سے پڑھ کر تعزیت کے لئے آئے۔

جب میرے شوہر کی شہادت ہوئی تو میرا بیٹا عزیزم محمود الرحمٰن انور 14 سال کا تھا اور میری بیٹی عزیزہ امۃ النصیر انور 17 سال کی تھی۔ اپنے والد کی شہادت سے تین ماہ قبل اس کی شادی ہوئی تھی اور وہ میرے جیٹھ کے بیٹے عزیزم فضل الرحمٰن انور سے بیاہ کر ہمبرگ جرمنی گئی تھی۔ عزیزہ امۃ النصیر آجکل اپنی جماعت میں وقف نو کی سیکرٹری ہے۔ اس کے چار بچے جو عزیزم ابراہیم انور، عزیزہ امۃ البصیر انور، عزیزہ امۃ الحسیب انور اور عزیزہ طوبیٰ انور ہیں۔ میری دونواسیاں عزیزہ امۃ البصیر انور اور عزیزہ طوبیٰ انور وقف نو میں ہیں۔ میرے بیٹے کی بھی شادی ہو چکی ہے۔ بہو کا نام عزیزہ آصفہ انور ہے۔ اِن کے بھی ماشاء اللہ چار بچے عزیزم شعیب انور، عزیزم زوہیب انور، عزیزہ صبیحہ انور اور عزیزہ ملیحہ انور ہیں۔ میرا پوتا عزیزم شعیب انور بھی وقف نو ہے۔ میں الحمد للہ اپنے حلقے کی تعلیم و تربیت کی سیکرٹری ہوں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ سارے فضل خدا تعالیٰ نے ہم پر میرے شوہر کی شہادت کی برکت اور اپنے خاص رحم سے کئے ہیں۔

میرے شوہر پانچ وقت کے نمازی اور باقاعدگی سے تہجد ادا کرنے والے انسان تھے۔ ہماری ازدواجی زندگی 23 سال رہی۔ اس عرصے میں انہوں نے مجھے نہ کبھی ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا اور نہ کبھی اونچی آواز میں بات کی۔ ہمارے رشتہ دار کہتے تھے کہ ''ڈاکٹر صاحب نے اپنی بیوی کو بہت لاڈ لار کھا ہوا ہے''۔ شہادت سے کچھ دن قبل، ایک روز میرے شوہر مجھ سے کہنے لگے کہ ''تمہیں پتہ ہے کہ ہماری شادی کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟'' میں نے کہا کہ ''مجھے تو یاد نہیں''۔ انہوں نے کہا کہ ''23 سال ہو گئے ہیں۔'' میں نے کہا کہ ''اچھا! وقت اتنی تیزی سے گزر گیا؟'' خوشیوں کے زمانے جلدی گزر جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ''جیسے ہماری خوشگوار ازدواجی زندگی ہے۔ اللہ کرے کہ سب کی ویسی ہو''۔ شہادت سے قبل شائد ان کو محسوس ہو گیا تھا کہ ان کی زندگی اب کم ہے۔ ایک دن وہ کچھ سودا خرید کر لائے، اس کو انہوں نے موٹر سائیکل کے ساتھ رسی سے باندھا ہوا تھا۔ ہمارا ملازم اس کو کھولنے لگا تو انہوں نے اس کو کہا'' نہیں آج بیگم صاحبہ کھولیں گی''۔ میرے سے وہ رسی نہیں کھلی اور میں نے اس رسی کو قینچی سے کاٹ دیا وہ ہنس کر کہنے لگے ''ایک رسی تو تم سے کھلتی نہیں میرے بعد تم کیا کرو گی؟ میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ کہنے لگے، ''زندگی کا کیا پتہ؟ شہادت سے کچھ دن پہلے چاول خرید کر لائے اور کہا کہ ''پتہ نہیں یہ میرے نصیب میں ہیں کہ نہیں''۔ میں نے کہا'' آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں؟ مجھے بہت پریشانی ہوتی ہے اور خوف آتا ہے۔'' اس کے کچھ عرصہ بعد ان کی شہادت ہو گئی۔

میرے شوہر کی شہادت کے بعد میرے بیٹے کو بھی خطرہ تھا۔ جماعت نے اس کو پاکستان سے باہر بھجوا دیا۔ میں آٹھ سال اپنی ساس صاحبہ کے ساتھ رہی۔ میری ساس صاحبہ بہت اچھی خاتون تھیں۔ انہوں نے بہت صبر کے ساتھ بیٹے کی شہادت کا صدمہ برداشت کیا۔ وہ کسی کے سامنے نہیں روتی تھیں۔ لیکن رات کو تہجد پڑھتے ہوئے بہت روتی تھیں اور دوسروں کو بھی کہتیں کہ، ''کیوں روندے او؟ میرا بیٹا تے زندہ اے۔'' جب ان کی وفات ہو گئی تو میں بھی ملک سے باہر آ گئی۔

ڈاکٹر صاحب بہت پیار کرنے والے شوہر اور شفیق باپ تھے۔ وہ ہمیشہ ہماری بیٹی کو یہ کہتے تھے کہ ''تم میرا بیٹا ہو'' اور اس کی شادی ہو جانے کے بعد اس کو کہتے، ''میری پردیسن بیٹی'' اس کے علاوہ وہ اپنے اور میرے رشتہ داروں کے ساتھ بھی بہت حسن سلوک کرتے تھے۔ وہ اپنے بہن بھائیوں کے لئے مثالی بھائی تھے۔ غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے۔ شہادت کے بعد ان کی ڈائری سے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے 4 بوڑھے بے سہارا لوگوں کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ غریب لوگوں کو اپنے پاس سے مفت دوائیاں دیا کرتے تھے۔ چندہ ہمیشہ قبل از وقت ادا کرتے۔ نیز زائد ادائیگی بھی کیا کرتے تھے۔ ماشاء اللہ موصی تھے اور وصیت کے چندے کی بھی زائد ادائیگی تھی۔ بچوں کو جیب خرچ دیتے اور کہتے کہ ''اپنا چندہ خود ادا کرو تا کہ تمہیں چندہ ادا کرنے کی عادت پڑے۔'' وہ سکھر ضلع کے قائد بھی رہ چکے تھے۔
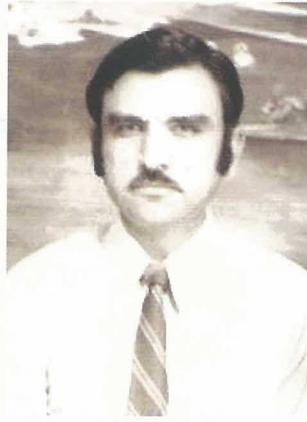
وہ صحیح معنوں میں ایک نافع الناس وجود تھے۔ ایک نافع الناس وجود ایک گھنے سایہ دار اور پھل دار درخت کی طرح ہوتا ہے۔ خدا ہماری قوم پر رحم کرے اور ان کو ہدایت دے جو ایسے نافع الناس وجودوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے سایہ دینے والے اور پھل دینے والے درخت کو خود اپنے ہاتھوں سے کاٹ ڈالتے ہیں۔ اور خود چلچلاتی دھوپ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ سب وہ احمدیت کی دشمنی میں کرتے ہیں، مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ درحقیقت خدا جو ارادہ کرتا ہے، اس کو پورا کر کے رہتا ہے۔ احمدیت جو حقیقی اسلام ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنے بندے سے جس کے غلبے کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور بالضرور غالب آئے گا۔

پتھر کی لکیر ہے یہ تقدیر، مٹا دیکھو گر ہمت ہے
یا ظلم مٹے گا دھرتی سے یا دھرتی خود مٹ جائے گی

محترمہ امۃ الحفیظ شوکت صاحبہ سوئٹزرلینڈ

مکرم وسیم احمد بٹ صاحب شہید

وہی فلک پر چمکتے ہیں بن کر شمس و قمر — جو در پہ یار کے عمریں گزار دیتے ہیں

میرا نام پروین بٹ ہے۔ میں اپنے شہید بھائی مکرم وسیم احمد بٹ صاحب کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ ہمارے دادا جی محترم غلام محمد بٹ صاحب نے یہ پودا لگایا اور پوتوں نے پھل کھایا۔ ہمارے دادا جی 1933ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔ وہ احمدیت کی شدید مخالفت کا زمانہ تھا۔ لیکن ہمارے دادا جی محترم غلام محمد بٹ صاحب اس مخالفت کی آندھیوں سے ٹکراتے رہے۔ اپنے ایمان کی پختگی کے لئے دشمن کے سامنے صداقت کے علمبردار بن کر نمودار ہوئے۔ کمال تو یہ ہے کہ وہ قادیان کے نواحی گاؤں میں رہتے تھے اور ان کے ہمسائے ہمیشہ مخالفت کی بھٹی گرم رکھتے تھے اور ادھر ہمارے دادا جی ہمیشہ سینہ سپر رہتے تھے۔

پیدائش مکرم وسیم احمد بٹ صاحب

میرے بھائی مکرم وسیم احمد بٹ صاحب 1970ء میں پیدا ہوئے۔ ہمارے والد صاحب کا نام مکرم محمد رمضان بٹ صاحب تھا اور ہم سمن آباد میں رہائش پذیر تھے۔ ہمارے کنبہ کے پندرہ افراد تھے۔ جو کہ آٹھ بیٹوں، تین بیٹیوں، میاں بیوی اور دادا، دادی پر مشتمل تھا۔ میرے بھائی کا ذاتی کام پاور لومز آپریٹ کرنے کا تھا۔ ہمارے والد مکرم محمد رمضان بٹ صاحب عرصہ ۲۶ سال بوجہ بیماری تقریباً فارغ ہی تھے۔

1953ء میں والد صاحب کی مخالفت شروع ہو گئی تھی۔ قادیان کے نواحی گاؤں میں جو خاندان ہمارا بہت زیادہ دشمن تھا وہ اتفاقاً پاکستان آنے کے بعد فیصل آباد میں اسی محلہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ جس میں ہم رہتے تھے۔

واقعہ شہادت 30 اگست 1994ء:

اس دن دوپہر کو سارے آسمان کو کالے بادلوں اور گلیوں بازاروں کو تیز و تند ہواؤں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور میرے شہید بھائی مکرم وسیم احمد بٹ صاحب کام سے دوپہر کو کھانے کے لئے گھر آ رہے تھے، تو راستے میں تین دشمنوں نے آپ پر فائرنگ کی۔ ایک گولی آپ کی کلائی اور ایک ٹانگ پر لگی۔ اسی اثنا میں انھوں نے آپ پر کلاشنکوف کا برسٹ بھی مارا۔ دوسری گولیوں کے علاوہ ایک گولی آپ کے دل پر لگی مگر آپ گرے نہیں اور گرتے گرتے ایک دشمن تک جا پہنچے اور اس کی گن چھین کر ابھی ایک فائر ہی کر پائے تھے کہ گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 24 سال تھی اور آپ غیر شادی شدہ تھے۔ اس حملہ میں میرے دوسرے بھائی مکرم محمد امین بٹ صاحب اور ہمارے دو چچازاد بھائی مکرم اختر کریم صاحب اور مکرم حفیظ احمد صاحب بھی شدید زخمی ہوئے اور بعد میں مکرم حفیظ احمد صاحب بھی شہید ہو گئے۔

بھائی مکرم وسیم صاحب بہت ہی کم گو تھے لیکن ایک بات عموماً کہتے تھے "پتہ نہیں کب بلاوا آ جائے"۔ یہ جملہ اکثر لواحقین عزیز و اقارب اور دوستوں نے دہراتے ہوئے سنا تھا۔ ان کی طبیعت میں ایک سنجیدہ اور اداس عنصر تھا۔ ان کی اپنے پیارے بزرگوں اور گھر والوں سے بہت محبت اور دوستی تھی۔ کام سے واپسی پر ہمیشہ پھل یا کھانے کی کوئی اور چیز ضرور لاتے۔ خالی ہاتھ کبھی نہیں آتے تھے۔ چھوٹے بہن بھائیوں سے پیار کے علاوہ بڑوں کی عزت و تکریم کا بھی خیال رکھتے تھے۔ آپ نماز باقاعدہ وقت پر اور سنوار کر پڑھتے تھے۔ تلاوت قرآن مجید بھی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ جہاں تک حقوق العباد کا تعلق ہے تو وہ جانتے تھے کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشاد کے مطابق غریبوں کا چارہ ساز ہونا بھی ایک عظمت کی دلیل ہے وہ ہمیشہ رحمدلی سے لوگوں سے پیش آتے ہمدردی میں اکثر اپنے نئے کپڑے بھی ان کو دے آتے۔ بعض اوقات وہ لباس بھی غریبوں میں بانٹ دیتے جو ان کے گھر والوں نے بڑے شوق سے ان کے لئے بنوایا ہوتا تھا۔

خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مختصر اور جامع الفاظ میں میرے بھائی مکرم وسیم احمد بٹ صاحب شہید کے واقع کا ذکر کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ "30 اگست 1994ء کو ایک مشتاق نامی آدمی اور اس کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کیا۔ مکرم وسیم احمد بٹ صاحب نے معمولی تعلیم حاصل کی اور پھر پاور لومز کا کام کرنے لگے۔ جماعت سے بہت لگاؤ رکھتے تھے۔ اور دعوت الی اللہ میں خوب حصہ لیتے تھے۔ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے تھے اور چندہ باقاعدہ دیتے تھے۔ غریب پرور تھے۔ مزاج بھی غریبانہ تھا۔ اسلئے دوسروں کی حاجت روائی میں پیش پیش ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ غیر از جماعت لوگوں نے بھی ان کے جنازہ میں ہر جگہ ساتھ ساتھ رہ کر یہ ثابت کر دیا کہ غریبوں کا دوست آج بھی زندہ ہے اور ان کی شہادت پر لوگ بلک بلک کر رو رہے تھے"۔ ان کے بارے میں اخبار میں اس طرح خبر شائع ہوئی تھی)

فیصل آباد بیورو رپورٹ:

انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت کے جج حسن علوی صاحب نے تھانہ فیکٹری ایریا کے دہرے قتل کے مشہور مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے دو ملزموں مشتاق احمد اور اشفاق احمد کو دو دو مرتبہ سزائے موت اور مجموعی طور پر 27 سال قید کی سزا کا حکم دیا۔ جبکہ اس مقدمے کے ایک اور ملزم اخلاق احمد کو 13 سال قید اور چار لاکھ پچاس ہزار روپے ادا کرنے کا حکم دیا۔ تین ملزموں فرید، طاہر اور ناصر کو شک کی بنا پر بری کر دیا گیا۔ اسی مقدمے کا ملزم آفتاب احمد مقدمے کی سماعت کے درمیان فوت ہو گیا تھا۔ یہ رپورٹ روزنامہ پاکستان، لاہور اخبار میں 27 اگست 1999ء کو چھپی تھی۔

محترم ایم طاہر بٹ صاحب انسپکٹر انصار اللہ لکھتے ہیں کہ "مکرم وسیم احمد بٹ صاحب سماجی اور بھلائی والے کاموں کی وجہ سے علاقہ میں نہایت مشہور تھے۔ آپ کی شہادت پر غیر احمدی دوکانداروں نے ہڑتال کی جلوس نکالے اور قاتلوں کو سخت سے سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ غیر از جماعت دوستوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ شہید کی نماز جنازہ 5 دفعہ ادا کی گئی۔ دو دفعہ جماعت احمدیہ نے اور دو دفعہ غیر از جماعت احباب نے اور ایک دفعہ نماز جنازہ غائب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے پڑھائی تھی۔ اور ہم سب کو اس طرح صبر کی توفیق ملی اور قربانی کرنے کا جذبہ مزید بڑھا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

مکرمہ پروین بٹ صاحبہ Worms

’’سندھ سے پنجاب تک دونوں طرف متوازی نشان دکھاؤں گا ،،

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!۔17یا18مارچ کی شب کو مجھے یہ الہام ہوا کہ’’ سندھ سے پنجاب تک دونوں طرف متوازی نشان دکھاؤں گا ،،
جس وقت یہ الہام ہورہا تھا میرے دل میں ساتھ ہی ڈالا جاتا تھا کہ متوازی کا لفظ دونوں طرف کے ساتھ لگتا ہے اور دونوں طرف سے مراد یا تو دریائے سندھ کے دونوں طرف ہیں اور یا ریل یا سڑک کے دونوں طرف ہیں جو کراچی اور پاکستان کے مشرقی علاقوں کو ملاتی ہے۔
اسی طرح میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ یہ نشان ہمارے لئے مبارک اور اچھے ہوں گے یہ ضروری نہیں کہ ہر مبارک چیز اپنی ساری شکل میں ہی خوش کن بھی ہو۔ بعض دفعہ انذاری نشان بھی خدائی سلسلوں کے لئے مبارک ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کی توجہ صداقت کے قبول کرنے کی طرف پھر جاتی ہے۔ بہرحال اس الہام سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسا بڑا نشان یا ایسے کئی نشان ظاہر ہوں گے جو کہ دریائے سندھ کے جنوبی علاقوں یا شمالی علاقوں یا ریل کے جنوبی علاقوں یا شمالی علاقوں میں عمومیت کے ساتھ وسیع اثر ڈالیں گے، جس کے یہ معنی بھی بنتے ہیں کہ شمالی اور جنوبی سندھ یا بلوچستان تک ان کا اثر جائے گا اور ادھر دریائے سندھ کے اس پار بھی اور اس پار بھی یعنی ڈیرہ غازی خان میانوالی کیمل پور اور صوبہ سرحد کے علاقوں تک بھی اس کا اثر جائے گا یا ان علاقوں میں سے اکثر حصوں پر ان کا اثر پڑے گا ’’دونوں طرف ،، سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ خدانخواستہ اس سے کسی طوفان کی طرف اشارہ نہ ہو کیونکہ بظاہر دونوں طرف ظاہر ہونے والا نشان دریا کی طغیانی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی۔ ہمیں بھی اس انتظار میں رہنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ جس صورت میں چاہئے نشان دکھلائے۔ ہاں یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ یہ نشان ہمارے لئے کئی رنگ میں مبارک ہوگا۔

﴿الفضل 29 ۔مارچ 1951ء صفحہ 3۔ نیز دیکھیں۔ الفضل 4 نومبر 1955 صفحہ 4﴾
﴿رؤیا و کشوف سیّدنا محمودؓ 1898ء،1960ء صفحہ 472,473﴾

جو خدا کو ہوئے پیارے......

حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک دور کے بعض شہداء احمدیت کا ذکر خیر از خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ۳۰ اپریل ۱۹۹۹ء

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ آیت ۱۵۵)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مُردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

آج میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور کی شہادتوں کا ذکر **حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید افغانستان** کے ذکر سے کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو لندن میں قیام کے دوران یہ دردناک اطلاع پہنچی کہ امیر امان اللہ خان شاہ افغانستان کے حکم سے کابل میں ایک احمدی مبلغ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو ۳۱ اگست کو چونتیس سال کی عمر میں محض احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

مولوی نعمت اللہ خان صاحب ولد ابن امان اللہ خان صاحب کابل کے قریبی گاؤں خوجہ تحصیل رخہ ضلع پنج شیر کے رہنے والے تھے۔ آپ افغانستان سے قادیان دینی تعلیم حاصل کرنے تشریف لائے تھے۔ اور مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ کہ ۱۹۱۹ء میں دوران تعلیم ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انہیں کابل کے احمدیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے روانہ کر دیا آپ اپنے فرائض تندہی سے ادا کر رہے تھے کہ ۱۹۲۳ء میں آپ کو اور دوسرے ایک احمدی کو قید کر لیا جولائی ۱۹۲۴ء میں مولوی صاحب کو حکام نے بلایا اور بیان لیا کہ کیا وہ احمدی ہیں؟ پہلے ان کو یہ صحیح بیان دینے پر کہ وہ احمدی ہیں رہا کر دیا پھر جلد ہی آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

یکم اگست ۱۹۲۴ء کو مولوی نعمت اللہ صاحب نے قید خانہ سے فضل کریم صاحب بھیروی مقیم کابل کو ایک مفصل خط لکھا......وہ اپنے خط میں جو فارسی میں ہے جس کا ترجمہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں لکھتے ہیں:۔

”یہ کمترین بندہ داعی اسلام تیس روز سے ایسے قید خانہ میں ہے جس کا دروازہ اور روشن دان بھی بند رہتے ہیں اور صرف ایک حصہ دروازہ کھلتا ہے۔ کسی سے بات کرنے کی ممانعت ہے۔ جب میں وضو وغیرہ کے لئے جاتا ہوں تو ساتھ پہرہ رہتا ہے۔ خادم کو قید میں آنے کے دن سے لے کر اس وقت چار کوٹھڑیوں میں تبدیل کیا جا چکا ہے لیکن جس قدر بھی زیادہ اندھیرا ہوتا ہے اسی قدر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے روشنی اور اطمینان قلب دیا جاتا ہے“......

الغرض **مولوی نعمت اللہ خان صاحب** محکمہ شرعیہ ابتدائیہ میں پیش کئے گئے جس نے ۱۱ اگست ۱۹۲۴ء کو آپ کو ارتداد اور واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا۔ ۱۴ اگست کو آپ عدالت مرافعہ کابل کے سامنے پیش کئے گئے۔ جس نے آپ کے دوبارہ بیانات لینے کے بعد فیصلہ کی توثیق کرتے ہوئے مزید حکم دیا کہ نعمت اللہ خان کو قتل کرنے کی بجائے ایک بڑے ہجوم کے سامنے سنگسار کیا جائے۔ اس فیصلہ کے مطابق تقریباً دو ماہ کی قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد ۳۱ اگست کو پولیس نے مولوی صاحب کو لے کر کابل کی تمام گلیوں میں پھرایا اور ہر جگہ منادی کی کہ یہ شخص آج ارتداد کی پاداش میں سنگسار کیا جائے گا۔ لوگ اس موقع پر حاضر ہو کر اس میں شامل ہوں......

عصر کے وقت آپ کو کابل کی چھاؤنی کے میدان میں سنگسار کرنے کے لئے لایا گیا تو آپ نے اس آخری خواہش کا اظہار کیا جو صحابہؓ آنحضرت ﷺ کی سنت کی یاد دلانے والا ایک واقعہ ہے۔ یا آپ ﷺ کے غلاموں کی سنت کو یاد دلانے والا ایک واقعہ ہے۔ اس آخری خواہش کا اظہار کیا کہ ”اس دنیا کی زندگی ختم ہونے سے پہلے ان کو اپنے رب کی عبادت کرنے کا آخری موقع دیا جائے“۔ حکام کی اجازت ملنے پر انہوں نے نماز پڑھی اور اس کے بعد کہا کہ اب میں تیار ہوں جو چاہو کرو آپ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا اور پہلا پتھر کابل کے سب سے بد بخت عالم نے پھینکا اس کے بعد چاروں طرف سے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی یہاں تک کہ آپ پتھروں کے ڈھیر کے نیچے دب گئے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے جماعت کو جو نصیحت کی یہ آپ کا وہ پیغام ہے جب قادیان میں ان کی شہادت پر ایک اجلاس کیا گیا تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا یہ پیغام بھی تھا۔ غم کے اس وقت میں ہمیں اپنے فرض کو نہیں بھلانا چاہئے جو ہمارے اس مبارک بھائی کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا ہے جس نے اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کر دی ہے اس نے اس کام کو شروع کیا ہے جسے ہمیں پورا کرنا ہے۔ آؤ ہم اس لحہ سے مصمم ارادہ کر لیں کہ ہم اس وقت تک آرام نہیں کریں گے جب تک ہم ان شہیدوں کی زمین کو فتح نہیں کر لیں گے۔ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ، نعمت اللہ خان صاحب اور عبد الرحمٰن صاحب کی روحیں آسمان سے ہمیں ہمارے فرائض یاد دلا رہی ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ احمدیہ جماعت ان کو نہیں بھولے گی (ملخص از تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۴۴۷ تا ۴۵۹)

مولوی عبد الحلیم صاحب ساکن چراسہ اور قاری نور علی صاحب ساکن کابل کو ۵ فروری ۱۹۲۵ء کو شہید کیا گیا۔ ۵ فروری ۱۹۲۵ء کو امیر امان اللہ خان والی افغانستان کے حکم سے آپ سنگسار کئے گئے۔ اس موقع پر اخبار ریاست دہلی نے بھی اپنے ۲۱ فروری ۱۹۲۵ء کے شمارہ میں لکھا ”افغان گورنمنٹ کا یہ وحشیانہ فعل موجودہ زمانہ میں اس قدر قابل نفرت ہے کہ جس کے خلاف مہذب ممالک جتنا بھی صدائے احتجاج بلند کریں کم ہے۔ دنیا میں کسی شخص کا مذہبی عقائد کی صورت میں حکومت کی طرف سے ظلم کیا جانا اور بے رحمی

کے ساتھ قتل کیا جانا باعث شہادت ہوا کرتا ہے اور بلاشبہ نعمت اللہ اور اس کے دو شجاع اور بہادر قادیان میں شہید کہلائے جانے کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنے عقائد کے مقابلہ میں دنیاوی لالچ اور راحت وآرام کی پرواہ نہ کی اور اپنے فانی جسم کو پتھروں، اینٹوں اور دوسری بے جان چیزوں کے حوالے کر دیا ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"۔ عالم کے صفحے پر ہماری ہمیشہ کی زندگی ایک ایسا نقش چھوڑ گئی ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔" ہم جہاں افغان حکومت کے اس ظالمانہ فعل کے خلاف نفرت اور انتہائی حقارت کا اظہار کرتے ہیں وہاں ان شہداء کے خاندانوں اور قادیانی فرقہ کے تمام لوگوں کو مبارک باد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عقائد پر مضبوط رہ کر دنیا میں ظاہر کر دیا کہ ہندوستانی اب بھی اپنے عقائد کے مقابلہ پر بڑی سے بڑی مصیبت کو لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں"۔ تو آپ کی شہادت نے صرف کابل ہی کی سرزمین پر ایک ماضی کے بہترین اسوہ کو زندہ نہیں کیا بلکہ ہندوستان کی سرزمین بھی اس واقعہ پر فخر کرنے لگی۔ جب یہ خبر قادیان پہنچی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس سلسلے میں منعقد ہونے والے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا......

"مجھے جس وقت گورنمنٹ کابل کی اس ظالمانہ اور اخلاق سے بعید حرکت کی خبر ملی میں اسی وقت بیت الدعا میں گیا اور دعا کی کہ الٰہی تو ان پر رحم کر اور ان کو ہدیت دے اور ان کی آنکھیں کھول تا وہ صداقت اور راستی کو شناخت کر کے اسلامی اخلاق کو سیکھیں اور انسانیت سے گری ہوئی حرکات سے باز آ جائیں۔ میرے دل میں بجائے جوش اور غضب کے بار بار اس امر کا خیال آتا تھا کہ ایسی حرکت ان کی حد درجہ بے وقوفی ہے۔ اس تقریر کے ذریعے میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور قوت کے زمانے میں اخلاق کو ہاتھ سے نہ جانے دیں کیونکہ اخلاق اصل وہی ہیں جو طاقت اور قوت کے وقت ظاہر ہوں۔

ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں اخلاق اتنی قدر نہیں رکھتے جتنی کہ وہ اخلاق قدر رکھتے ہیں جبکہ انسان برسر حکومت ہو۔ اس لئے میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ ان کو ہماری ان حقیر خدمات کے بدلے میں حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا"۔ اور یہ ضرور ہوگا اٹل تقدیر ہے جو کسی قیمت بھی ٹالی نہیں جاسکتی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ایسا ہوگا کہ جب حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا تو یہ حکومت اور بادشاہت ان پرانوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں عطا فرمائے گا۔" تو وہ ان ظالموں کے ظلموں کی طرف توجہ نہ کریں۔ جس طرح ہم اب برداشت کر رہے ہیں وہ بھی برداشت سے کام لیں۔ طاقتور ہونے کے باوجود برداشت سے کام لیں اور اخلاق دکھانے میں ہم سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ہم سے آگے بڑھیں"۔ (الفضل قادیان ۱۹ فروری ۱۹۲۵ء)

مکرم شیخ احمد فرقانی صاحب

شیخ احمد فرقانی صاحب کی شہادت عراق میں ہوئی۔ ۱۶ جنوری ۱۹۳۵ء کو۔ ایک عرب نوجوان الحاج عبداللہ صاحب نے جو ایک نہایت مخلص احمدی ہیں اور ایک لمبا عرصہ قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آج کل اپنے وطن کی تبلیغ احمدیت میں مصروف ہیں۔ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جو حال ہی میں پہنچا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں۔ آج بغداد سے خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ شیخ احمد فرقانی صاحب جو عرصہ دس سال سے احمدیت کی وجہ سے مخالفین کے ظلم وستم برداشت کرتے چلے آ رہے تھے جن کا لوگوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

وہ لواء کرکوک میں اپنے گاؤں میں رہتے تھے جو بغداد سے قریباً دو سو میل کے فاصلے پر ہے۔ جب میں بغداد میں تھا تو وہ کئی ہفتے میرے پاس آ کر رہتے تھے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے حد محبت اور اخلاص رکھتے تھے آپ کے فارسی اور عربی اشعار سن کر وجد میں آ جاتے اور زار زار رونے لگ جاتے تھے...... حضرت احمد الفرقانیؓ نے مصائب الا نبیاء والابرار علی ایدی السفلة والا شرار کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جو چھپ نہ سکی اس کتاب کا قیمتی اقتباس مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مرحوم نے اپنے رسالہ البشریٰ جولائی ۱۹۲۵ء میں شائع کر دیا تھا۔

مکرم ولی داد خان صاحب افغانستان

تاریخ شہادت ۱۵ فروری ۱۹۳۹ء ہے ولی داد خان صاحب جو ایک لمبا عرصہ دارالامان میں تعلیم حاصل کرتے رہے پھر وہ اپنے آپ کو تحریک جدید کے سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر وقف کر کے حضور کے منشاء کے بموجب تخمیناً تین سال تک مجاہد تحریک جدید رہے اس کے بعد بخوشی علاقہ خوست یعنی اپنے گاؤں میں جو کہ برطانوی اور افغانی حکومت کی حد فاصل پہاڑ کی چوٹی پر واقع اور بالکل آزاد علاقہ ہے آ گئے جہاں اپنے چچا زاد بھائی خالیداد کی لڑکی سے نکاح کیا اور خدا تعالیٰ نے ایک لڑکا بھی دیا۔ اب ان ظالموں کا کلیجہ دیکھیں۔ کیسے پتھر دل انسان ہیں جو بدبختیوں سے آج تک باز نہیں آ رہے۔ لڑکے کی عمر ابھی ڈیڑھ ماہ کی ہوئی تھی کہ ان کی بیوی کے بھائیوں نے ننھے معصوم بچے کو قتل کر دیا، ذبح کر دیا اس بچے کو۔ اور پھر غالباً چوتھے دن پندرہ فروری کو نہایت بے دردی سے اور بے رحمی سے تین گولیوں سے ہمارے بھائی کو قتل کر کے شہید کر دیا۔ تین دن تک مرحوم کو ان ظالموں نے بغیر دفن کئے رکھ چھوڑا اس کے بعد نہیں کہیں پھینک دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب شہید

امرتسر کی مشہور احمدی قاضی فیملی کے چشم وچراغ قاضی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ انجینئر لائل پور کے صاحبزادے اور قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے (کینٹب) کے بھتیجے تھے۔ قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کو ہندوستان میں عظیم الشان علمی خدمات کرنے کی توفیق ملی ہے اور ان کا نام پنجاب کی علمی تاریخ میں بالخصوص ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب بہت متدین نوجوان تھے۔ انہوں نے قادیان میں بھی درویشی کے ایام کاٹے ہیں اور وہاں اپنے آپ کو وقف کیا تھا۔ زمانہ درویشی کے ابتدائی ایام نہایت وفاشعاری سے قادیان میں گزارے اور گراں قدر طبی خدمات بجالاتے رہے۔ واقعہ شہادت منقول از تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں سے یہ واقعہ لیا گیا ہے۔ جج لکھتے ہیں مرزا بشیر الدین محمود احمد ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں کوئٹہ میں مقیم تھے۔ ان کی موجودگی میں ایک نوجوان فوجی افسر میجر محمود جو احمدی تھا نہایت وحشیانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا۔ ریلوے کے مسلم ملازمین کی ایسوسی ایشن نے ایک جلسہ عام کا اعلان کیا تھا جو ۱۱ اگست ۱۹۴۸ء کو منعقد ہوا۔ اس جلسے میں بعض مولویوں نے تقریریں کیں اور ہر شخص نے اپنی تقریر کے لئے ایک

ہی موضوع یعنی ختم نبوت اختیار کیا۔ ان تقریروں کے دوران قادیانیوں کے کفر اور اس کے نتائج کی طرف بار بار اشارے کئے گئے۔

ابھی جلسہ ہو رہا تھا کہ میجر محمود ایک مریض کو دیکھنے کے بعد واپس آتے ہوئے جلسہ گاہ کے پاس سے گزرے۔ اب یہ جو واقعہ ہوا ہے یہ بظاہر ایک حادثہ ہے مگر بلاشبہ یہ مشیت ایزدی تھی کہ عین جلسے کے سامنے پہنچ کر ان کی موٹر کار ٹھہر گئی اور اس کو دوبارہ چلانے کی ہر کوشش ناکام ہوگئی۔ عین اس موقع پر ایک ہجوم موٹر کار کی طرف بڑھا اور اس نے میجر محمود کو گھسیٹ کر نیچے اتار لیا۔ میجر محمود نے بھاگ کر جان چھڑانے کی کوشش کی لیکن ان کا تعاقب کیا گیا۔ اب دیکھیں شہادت کے وقت یہ بھاگنے کا کیا مطلب ہے۔ ایک کابل کا شہزادہ ہے جو شہادت کی طرف بھاگ رہا ہے اور کچھ دوسرے ہیں جو شہادت سے بھاگ رہے ہیں۔ یہ کیوں ہے؟۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو بار بار یہ سمجھایا جا چکا ہے اور سمجھایا جاتا رہے گا کہ اپنی شہادت کے وقت جوابی کاروائی نہ کریں کیونکہ اس کے نتیجے میں پھر اور اشتعال پھیلتا ہے اور بہت سے معصوم مارے جاتے ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میجر صاحب شہید مجبور تھے کہ ان لوگوں کے چنگل سے نکلیں اور ان کی جوابی

کاروائی سے کسی شخص کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے جس کو بہانہ بنا کر پھر سارے پاکستان میں اشتعال انگیزی کی جاسکتی تھی۔ تو بعض باتیں سمجھانی پڑتی ہیں۔ ورنہ تو عجیب لگتا ہے کہ ایک احمدی شہادت سے جہاں تک ممکن ہو بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ آخر پتھر اور چھرے مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا گیا ان کی پوری انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئیں۔ ان کی نعش کے پوسٹ مارٹم معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے جسم پر کند اور تیز دھار والے ہتھیاروں سے لگائے چھبیس (۲۶) زخم تھے اور موت ایک تو صدمے سے دوسرے داخلی جریان خون یعنی خون اندر بہت بہہ جانے کی وجہ سے واقعہ ہوئی جو بائیں پھیپھڑے، بائیں گردے اور جگر کے دائیں کنارے کے زخموں سے جاری ہوا تھا۔ عدالت لکھتی ہے کوئی شخص بھی اسلامی شجاعت کے اس کارنامے کی نیک نامی لینے پر آمادہ نہ ہوا اور بے شمار عینی شاہدوں میں ایک بھی ایسا نہ نکلا جو ان غازیوں کی نشاندہی کر سکتا یا کرنے کا خواہشمند ہوتا جن سے یہ ''بہادرانہ، فعل صادر ہوا

لہٰذا اصل مجرم شناخت نہ کئے جاسکے اور مقدمہ بے سراغ ہی داخل دفتر کر دیا گیا...... حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: ''اس واقعہ سے ہمارے اندر جو ردعمل ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم پہلے سے بھی زیادہ انہماک اور تندہی سے تبلیغ کی طرف متوجہ ہوں۔ مامورین کی جماعتوں پر ظلم ہوتے ہیں اور وہ ظلموں کے نیچے بڑھتی اور پھولتی ہیں دشمنوں میں بھی شریف الطبع انسان ہوتے ہیں ان کے اندر ظالموں کو دیکھ کر دلیری پیدا ہو جاتی ہے اور سلسلے میں داخل ہو جاتے ہیں چنانچہ میجر محمود کی شہادت کے بعد ایک دوست آئے۔ ان کے دل میں احمدیت کی سچائی گھر کر گئی۔ پہلے بھی وہ سچائی کے قائل تھے لیکن ایمانی جرات پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس واقعہ نے ان کے اندر ایمانی جرأت پیدا کر دی اور وہ کہتے ہوئے کہ میجر محمود احمد صاحب کی خالی جگہ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے احمدیت میں داخل ہوتا ہوں، احمدیت میں داخل ہو گئے......

اب **ماسٹر غلام محمد صاحب** کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں جو یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ہوئی...... یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ایک احمدی مولوی نور دین سات دوسرے احمدیوں کے ساتھ تبلیغی مہم پر چک نمبر ۵ میں گیا۔ یہاں کے غیر احمدیوں نے ان مبلغوں کو گھیر لیا۔ پھر ان پر کیچڑ پھینکی اور ان کے چہروں پر کالک ملی اور گندے پانی میں انہیں ہنکا کر ریلوے سٹیشن اوکاڑہ تک پہنچایا۔ پولیس میں اس واقعہ کی رپورٹ لکھوائی گئی جس پر ایک شخص مولوی فضل الٰہی زیر دفعہ ۱۴۷، ۳۴۲ زیر حراست لے لیا گیا۔ دشمن یہ بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ ہمارے کسی مولوی کو پکڑیں یا کوئی جوابی کاروائی کریں تو اس کے نتیجے میں ہم سارے ملک میں ایک آگ لگا سکیں۔

اس گرفتاری کے خلاف احتجاج کے طور پر اوکاڑہ میں دکانیں بند ہو گئیں اور تین اکتوبر کی رات کو ایک جلسہ عام ہوا جس میں ہزاروں اشخاص شامل ہوئے۔ بہت سے مقررین نے تقریریں کیں جو بے انتہا اشتعال انگیز تھیں۔ ایک مقرر نے جلسہ کے نوجوان حاضرین سے اپیل کی کہ مرزائی فتنے سے قوم کو نجات دلاؤ اور بہت سے واقعات بیان کئے، علم دین شہید کے اور دوسرے واقعات۔ یہ ایک لمبی تفصیل ہے جس میں جانے کی ضرورت نہیں...... تو اصل حصہ ان کے قتل کے واقعہ کا میں اس شخص کے الفاظ میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے:

میں سائیکل پر چک نمبر ۴۸ گیا جہاں ماسٹر تفریحی چھٹی پر اپنے گھر گیا ہوا تھا۔ میں چک میں ٹھہرا رہا تاوقتیکہ وہ سکول میں آگیا۔ گاؤں کے چوک کی ایک دکان پر میں نے ایک سگریٹ پیا۔ جب میں باہر نکلا ماسٹر سکول میں نہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ماسٹر مرزائی ہے اور میں اسی نیت سے آیا تھا چک میں میں نے ایک سید سے پوچھا کہ آیا حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہمارے بچوں کو پڑھانے پر کوئی کافر مقرر تھا۔ اس ماسٹر کا کیا حق ہے کہ ہمارے چک میں مقیم ہے، زمین الاٹ کرا رکھی ہے اور بچوں کو پڑھا رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک لڑکے سے پوچھا کہ ماسٹر کہاں گیا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ چک R ۳۔۴۰ کو گیا ہے۔ میں نے پوچھا سائیکل پر یا پیدل جواب ملا سائیکل پر۔ میرے پاس اس وقت ایک چھرا تھا میں نے اس کو دو میل کے فاصلے پر جا لیا اور وہاں میں نے اپنے سائیکل سے اتر کر اس کے سائیکل کو دھکا دیا اور اسے گرا لیا۔ میں نے ماسٹر کو چھرے سے ایک ضرب لگائی اور وہ بھاگ کر چھوٹی نہر کے پانی میں گھس گیا۔ چھرا ٹھیک نہ رہا۔ میں نے اسے درست کیا اور پھر پانی میں اور ضربیں لگائیں۔ میں اس کو مار رہا تھا کہ اِدھر اُدھر سے کچھ لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھے روکا۔ میں نے ان سے کہا مجھے نہ روکو میں ایک کافر کو قتل کر رہا ہوں اور ایک اجنبی شخص نے مجھ سے سوالات کئے۔ میں نے اس کو بھی یہی بتایا کہ میں نے ایک کافر کو ہلاک کر دیا ہے۔ پھر میں اوکاڑہ چلا آیا۔ اوکاڑہ آکر کسی نے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی......

اب میں **چوہدری بدر دین صاحب آف راولپنڈی** کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں جو ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ہوئی۔ ماسٹر غلام محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دردناک شہادت کا زخم بالکل تازہ ہی تھا کہ صرف چند روز بعد جماعت احمدیہ راولپنڈی کے ایک سادہ مزاج اور خاموش طبع بزرگ صحابی چوہدری بدر دین صاحبؓ لدھیانوی گولی مار کر شہید کر دئے گئے۔ چوہدری صاحب موصوف ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے ابتدائی تعلیم قادیان میں پائی۔ انہوں نے ۱۸۹۹ء کے لگ بھگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ عرصۂ دراز تک جماعت احمدیہ لدھیانہ کے سیکرٹری مال اور سیکرٹری امور عامہ رہے۔ فسادات ۱۹۴۷ء میں آپ گوالمنڈی راولپنڈی میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ راولپنڈی میں احرار کانفرنسوں نے سخت اشتعال پھیلا دیا اور دس اکتوبر ۱۹۵۰ء ساڑھے چھ بجے شام گوالمنڈی کے باغیچہ میں آ رہے تھے کہ فائر بریگیڈ کے پاس ایک شخص ولایت خان نے ان

پر پیچھے سے فائر کیا اور گولی ان کی پشت کو چیرتی ہوئی پیٹ کی طرف سے نکل گئی۔ اتفاق سے اس وقت ایک سب انسپکٹر پولیس نے جو کسی کام کے تعلق میں باہر سے راولپنڈی آئے ہوئے تھے قاتل کو گولی چلاتے دیکھ لیا اور اسے موقع پر ہی گرفتار کر کے اس کا پستول چھین لیا اور جیسا کہ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کے فاضل ججوں نے اپنی رپورٹ میں ذکر کیا ہے عینی شاہدوں میں سے ایک نے جس پر سیشن جج اور ہائی کورٹ دونوں نے اعتبار کیا ہے۔

یہ بتایا کہ مجرم کو عین موقع پر گرفتار کیا گیا تو اس نے خود یہ اقرار کیا کہ میں نے بدر دین کو اس لئے ہلاک کیا ہے کہ وہ احمدی ہے۔ اور اس کا کچھ نہیں بنا۔

چوہدری بدر دین صاحب گولی لگنے سے گر پڑے ان کے ایک داماد ڈاکٹر میر محمد صاحب قریشی نے آپ کو ایمبولینس کار کے ذریعے سول ہسپتال پہنچایا مگر آپ جانبر نہ ہوسکے اور اگلے دن گیارہ بجے کے قریب ساٹھ سال کی عمر میں آپ کو شہادت کے ذریعے عمر جاودانی نصیب ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ بے ہوشی کے عالم میں بھی آپ کی زبان سے مسنونہ دعائیں اور کلمہ طیبہ جاری رہا۔ آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے مگر آپ نے اپنے پیچھے چونتیس افراد کا کنبہ بطور یادگار چھوڑا......

مکرم مولوی عبدالغفور صاحب آپ دس برس کی عمر میں قادیان پہنچے اور ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بیعت سے مشرف ہوئے آپ کو قادیان کی پیاری اور پرانوار برکت سے اس قدر محبت اور عقیدت ہوگئی کہ اپنے بڑے بھائی حکیم نظام جانؓ کو بھی آنے کی ترغیب دی جس پر حکیم صاحب مستقل ہجرت کر کے قادیان ہی کے ہو گئے آپکا معمول تھا کہ روزانہ اذان سے پہلے اُٹھتے اور اپنے ملازم کو ہمراہ لے کر دریا سے پار چکیوں پر چلے جاتے تھے۔ نماز فجر وہیں ادا کرتے اور اسی عرصہ میں ان کا سات سالہ بچہ عبداللطیف چائے لے کر وہاں پہنچ جاتا۔ دونوں ناشتہ کرتے اور زمین کی دیکھ بھال کے بعد اپنے گاؤں لوٹ آتے۔ ۲۱ ستمبر کو بوقت صبح آٹھ بجے آپ اپنے بچے عبداللطیف کو لے کر اپنے گھر سے پن چکیوں کی نگہداشت کے لئے نکلے آپ چار فرلانگ تک گئے تھے کہ ایک کمین گاہ سے آپ پر بندوق کا فائر کیا گیا آپ کے بعد آپکو اور آپ کے بچے کو کلہاڑی سے شہید کر دیا گیا۔ ظالم قاتل بھاگ گئے اور بے گور و کفن لاش کی نگرانی آپ کا گھریلو کتا کرتا رہا جو کبھی آپ کی نعش کی طرف جاتا اور کبھی ان کے بچے کی نعش کی طرف جاتا پس دیکھو کتے کو بھی خدا تعالیٰ نے ان بدبختوں پر یہ فضیلت بخشی ہے وہ شہید کی نعشوں کی نگرانی کر رہا تھا اور ظالم اس سے بے پرواہ ہو کر اپنی خباثتوں میں مصروف ہو چکے تھے مولوی عبدالغفور صاحب نے اپنے پیچھے ایک بیوہ تین لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑے۔ اب ان سب کے خاندان گواہ ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر کتنے فضل نازل فرمائے ہیں دنیا تو ان واقعات کو بھول سکتی ہے مگر خدا کبھی نہیں بھولتا اور اپنے بے شمار انوار کے ذریعے ان کی اولاد در اولاد پر ثابت کرتا چلا جاتا ہے کہ تم جو کچھ دنیا میں پا رہے ہو اور جو آخرت میں پاؤ گے وہ تمہارے بزرگ شہداء کی برکت ہے۔

اب یہ واقعہ شہادت ۱۹۵۶ء کی **محترم داؤد جان شہید صاحب** کی ہے۔

یہ بھی صوبہ سرحد کے ہیں اور وہیں شہید کئے گئے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو خطبہ ثانیہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے نماز ہائے جنازہ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا، ''چوتھا جنازہ جو بہت تکلیف دہ ہے کابل کے ایک احمدی دوست داؤد جان صاحب کا ہے۔ یہ مخلص دوست جلسہ پر ربوہ آئے ہوئے تھے۔ واپس گئے تو بعض لوگوں نے ان کی شکایت حکام کے پاس کردی انہوں نے بلا کر دریافت کیا کہ تم ربوہ گئے تھے؟۔ انہوں نے کہاہاں میں ربوہ گیا تھا۔ اس پر انہیں قید کر دیا گیا مگر ان کی قوم کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ چنانچہ ایک بہت بڑے ہجوم نے قید خانے پر حملہ کر دیا اس کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ دیں اور پھر انہیں نکال کر باہر لے گئے اور کھلے میدان میں انہیں کھڑا کر کے شہید کر دیا۔

ان کی شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''مرنا تو سب نے ہے لیکن اس قسم کی موت بہت دکھ اور تکلیف کا موجب ہوتی ہے اور مارنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق بناتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِماً اَوْمَظْلُوماً کہ تو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آ گئی لیکن ظالم کی مدد کیسے کی جائے۔ آپؐ نے فرمایا ظالم کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔ پس تم دعائیں کرو اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کی حفاظت فرمائے اور جن لوگوں نے غلطی کی ہے انہیں بھی ہدایت دے تا بجائے اس کے کہ وہ احمدیوں کے خلاف تلوار اٹھائیں ان کے دل احمدیت کے نور سے منور ہو جائیں اور انہیں نیکی کی راہوں پر چلنے کی توفیق نصیب ہو، (روزنامہ الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ فرمودہ ۳۰ مارچ ۱۹۵۶ء مطبوعہ الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کھلے میدان میں کھڑا کر کے گولی مار کر شہید کر دیا تھا......

ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب ابن خان میر خان صاحب افغان

یہ خان میر خان حضرت مصلح موعودؓ کے ایک جانثار محافظ تھے اور ایسا کام کرتے تھے صرف حفاظت کا ہی نہیں بلکہ سامان وغیرہ بھی خود اٹھا اٹھا کر گاڑیوں میں رکھنا اور بچوں کی بھی حفاظت کرنا، ان کی بھی دلداری کرنی۔ غرضیکہ حضرت مصلح موعودؓ کے پہرہ داروں میں سے خان میر ایک بے مثال پہرہ دار تھے۔ مریم سلطانہ جو ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب، آپ کے بیٹے کی بیگم اور آپ کی بہو تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ ضلع کوہاٹ کے علاقہ ٹل میں مقیم تھی۔ اس علاقے میں کوئی احمدی گھرانہ نہ تھا ۱۹۵۶ء میں وہاں مخالفت کی آگ بہت بھڑکی۔ ۲۹ جون ۱۹۵۶ء کو مخالفین میرے خاوند کو دھوکہ دے کر ایک مریض کے علاج کے لئے پانچ چھ میل دور علاقہ غیر میں لے گئے۔ یہ سراسر جھوٹ بول کر لے جانے والا گاؤں کا ایک ملاں تھا۔ اس نے انسانی ہمدردی کے نام پر ان سے اپیل کی کہ سات میل دور تمہیں جانا پڑے گا ایک مریض ہے اس کی خاطر اگر تمہارے دل میں سچی ہمدردی ہے انسانیت کی تو وہاں پہنچو اور اس کا علاج کرو لیکن جونہی یہ بد بخت گاؤں پہنچا اس نے نہایت غضبناک آواز میں اعلان کیا کہ یہ قادیانی ڈاکٹر ہے اسے نہیں چھوڑوں گا جب تک اسے گولی نہ ماروں اور وہیں گولی مار کر شہید کر دیا۔ مریم سلطانہ کو شہادت کی خبر ملی تو ارد گرد کوئی بھی ان کا ہمدرد نہ تھا۔ سب مخالف تھے۔ لیکن بڑی بہادر خاتون تھیں۔ یہ ہمت کر کے بچوں کو خدا کے سپرد کر کے اپنے میاں کی نعش لینے کے لئے نکل کھڑی ہوئیں۔ جس قسم کے حالات تھے نعش کا ملنا ممکن نظر نہیں آتا تھا لیکن آپ لاش کی تلاش میں سرگرداں

پھرتی رہیں۔ کہتی ہیں کہ میں لاش تلاش کرتی پھرتی تھی اور شہر کے لوگ میرے شوہر کے قتل پر خوشیاں منا رہے تھے۔ میں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ پھر کوئی میرے غم میں شریک نہ تھا۔ آخر انہوں نے یعنی مریم نے آخر لاش حاصل کر ہی لی اور ٹرک کا انتظام بھی خود ہی کیا۔ بڑی بہادر خاتون تھیں۔ خودا کیلے ہی یہ سارے کام کئے۔ ٹرک کا انتظام کر کے اس میں لاش رکھ کر چاروں بچوں کو ہمراہ لے کر ربوہ روانہ ہوگئیں۔ کہتی ہیں میں آہوں اور سسکیوں میں زیرلب دعائیں کرتی رہی اور ان کے شوہر کی دکان بھی لوٹ لی گئی قاتل وہاں دندناتا پھرتا تھا لیکن کوئی اسے پکڑنے والا نہ تھا لیکن خدا کی پکڑ سخت ہوتی ہے۔ اب یہ وہ آخری بات ہے جس سلسلے میں میں جماعت کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی احمدی کو شہید کرنے والے ظالم لوگ ہیں ان کی خبر تو لے کر دیکھیں کہ حکومت کی پکڑ سے تو بچ گئے لیکن ان پر خدا کی کیسی پکڑ آئی۔ میں جب وقف جدید میں تھا تو مجھے یہ شوق تھا، میں جستجو کیا کرتا تھا تو ایک خاندان کے متعلق جس نے بہت ظالمانہ طریق پر ایک احمدی کو مارا تھا اس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ سارا خاندان ایک حادثہ میں بس میں جل گیا اور تمام کے تمام جل کر مر گئے۔ پس اس پہلو سے بھی مجھے شوق تھا کچھ مواد میں نے وہاں اکٹھا کروایا تھا وہ اللہ بہتر جانتا ہے کہاں گیا۔ لیکن احمدی محققین کو یا جن جن علاقوں میں یہ لوگ بستے ہیں جو قتل کرنے کے بعد دندناتے پھرتے تھے ان کے علاقے کے احمدیوں کو چاہئے کہ ان کے حالات جمع کریں اور دیکھیں کہ خدا کی تقدیر نے ان کو کیسے پکڑا۔ اب ان کے بیان کے مطابق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ یہ شخص جو دندناتا پھرتا تھا یہ پاگل ہوگیا اور دیوانگی کی حالت میں گلیوں میں نیم برہنہ پھرتا رہا اور کچھ عرصہ نظر آنے کے بعد ہمیشہ کے لئے گم ہوگیا۔ وہ ملاں جو مریض دکھانے کے بہانے ڈاکٹر کو بلانے آیا تھا وہ بھی اپنے بھائی کے ہاتھوں بیوی بچوں سمیت قتل ہوگیا۔ تو اللہ کی پکڑ ڈھیل تو دکھاتی ہے مگر بہت سخت ہوا کرتی ہے۔ مگر ہمارے ارباب حل وعقد کو تو خدا کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ تو تاریخ ان کو بتائے گی کہ یہ کہاں جارہے ہیں اور کس گڑھے میں کودرہے ہیں اور سارے ملک کو اپنے ساتھ جہنم میں داخل کررہے ہیں آج کل جو وہاں حال گزر رہا ہے گلی گلی ظلم کا شکار بن چکی ہے اتنے بھیانک مظالم ہو رہے ہیں کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

مَزَّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا کی تقدیر ہے جو پاکستان میں چلتی دکھائی دے رہی ہے مَزِّقْهُمْ کی چکی نیچے یہ سارے پسے جارہے ہیں اور کسی کو پتہ نہیں کہ ابھی مرنے کے بعد ایک اور چکی میں پسے جائیں گے جس کا پسا جانا ہمیشہ کے لئے یا اتنے لمبے عرصے کے لئے جسے ہمیشگی کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

مرسلہ:۔ محترمہ صابرہ رفیق حلقہ اوکس برگ

نصرتِ الٰھی۔۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس راہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہوکر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہوکر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مکرم ریاض احمد صاحب شہید

شب قدر، پشاور، میں کھیلا جانے والا خونی ڈرامہ

اور اس کے نتیجہ میں ہولناک واقعات کا ظہور

صوبہ سرحد کے ایک قصبہ شب قدر میں کھیلے جانے والا خونی ڈرامہ کی روئیداد پیش کی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ حکومت نے اس میں کس قسم کی نااہلی بلکہ اپنے فرائض منصبی سے غداری کا ثبوت دیا اور پھر خدا نے ظلم سے اپنے ہاتھ رنگنے والوں سے کس طرح انتقام لیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۵ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر پشاور کے اس مضافاتی قصبہ، شب قدر، میں اسلام کے نام پر کھیلی جانے والی اس خونی داستان کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ یہ ایک ایسی لرزہ خیز داستان ہے کہ اسے سن کر ایک سنگ دل سے سنگ دل انسان کا جگر بھی پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اس لرزہ خیز خونی ڈرامہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ

'مہینہ یا تاریخ 9 اپریل 1995 میں وہاں کے رہنے والے ایک خوش نصیب دوست جن کا نام مکرم دولت خان صاحب تھا، ایک مقامی احمدی دوست مکرم ریاض احمد صاحب، کی تبلیغ سے احمدی ہو گئے۔ اس پر وہاں کے ملاّؤں نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ وہاں کی پولیس نے اور تو کچھ نہ کیا، دولت خان صاحب کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چونکہ وہ ایک معزز اور بارسوخ خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کے خاندان والوں نے ملاّؤں کو ٹھنڈا کر کے انہیں ضمانت پر رہا کرانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ لیکن دولت خان صاحب کا ایک غیر احمدی بھائی، خادم حسین نامی جو اُن کا شدید مخالف تھا، باہر سے ایک مُفسد اور فتنہ پرداز مولوی کو بلا لایا جس نے آتے ہی فسادات کو از سرِ نو بھڑکانا اور لوگوں کو انگیخت کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ جس دن دولت خان صاحب کی ضمانت کا عدالتی فیصلہ ہونا تھا، شر پسندوں نے عوام کو بھڑکا کر عدالت کا گھیراؤ کر لیا۔ اس سے فضا اس قدر مکدر ہو گئی کہ عدالتی کاروائی جہاں تھی وہیں رُک کر رہ گئی۔ دوسری طرف پُر اشتعال ہجوم نے اُن احمدی دوستوں کا جو ضمانت کی درخواست کی پیروی کیلئے آئے ہوئے تھے اور جن میں ان کے وکیل کے علاوہ ریاض احمد صاحب اور ان کے خسر مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب بھی تھے، گھیراؤ کر کے ان کے اوپر اینٹوں اور پتھروں کی بارش برسانی شروع کر دی۔ اس پتھراؤ کے نتیجے میں مکرم ریاض احمد صاحب تو موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ ان کے خسر ڈاکٹر رشید احمد صاحب شدید زخمی ہونے کے بعد بیہوش ہو گئے۔ اِس دوران پولیس کھڑی ہو کر تماشا دیکھتی رہی۔

جب یہ سب کچھ کر کے بھی ظالموں کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا تو۔ انہوں نے ریاض احمد شہید کی ٹانگوں میں رسی باندھی اور آپ کے مردہ جسم کو سارے شہر میں گھسیٹنا شروع کر دیا۔ اس طرح پر ان ظالموں نے ایک معصوم احمدی کی نعش پر خوشی کا جشن منا کر اپنی درندگی اور سنگ دلانہ ذہنیت کا وہ بدترین مظاہر کیا کہ اسے دیکھ کر دشمن انسان بھی کانپنے لگ جاتا ہے۔

ادھر پولیس کی بے حسی ملاحظہ ہو کہ ریاض احمد صاحب شہید کے خسر جو زخموں اور شدید ضربوں کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو چکے تھے، ہجوم کے بکھر جانے کے بعد بجائے اس کے وہ انہیں ہسپتال پہنچاتے یا ان کے عزیزوں کو اطلاع کرتے، وہ انہیں ٹھکانے لگانے کیلئے گاڑی میں ڈال کر جنگل کی طرف چل پڑے۔ اِس دوران ڈاکٹر صاحب موصوف کو ہوش آ گئی۔ جب انہیں محسوس ہوا کہ پولیس کیا کرنے لگی ہے تو انہوں نے کچھ لالچ کا وعدہ دے کر پولیس کو ان کے لواحقین کے پاس پہنچانے کیلئے راضی کر لیا۔ اس طرح پر ان کی جان بچ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب موصوف کو اس قدر شدید ضربات کے باوجود کیسے بچا لیا اور نہ صرف آپ کی زندگی سلامت رکھی بلکہ تمام اعضاء کو بھی کام کرنے کے قابل بنا دیا، یہ ایک معجزہ سے کم نہیں۔ اس سلسلہ میں خود حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اپنا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں آپ نے ریاض احمد شہید کی شہادت پر تبصرہ کرنے کے بعد فرمایا:

"آپ کے خسر پر بہت زیادہ تشدد کیا گیا۔ یہاں تک کہ تشدد کرنے والوں نے سمجھا کہ آپ مر چکے ہیں۔ لیکن وہ بچ گئے۔ اور ان کا اب تک زندہ رہنا اور روز مرہ کے فرائض سر انجام دینا ایک چلتا پھرتا معجزہ ہے۔ ایکسرے اور ڈاکٹری معائنہ کے بعد یہ قطعیت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے جسم کے بازوؤں اور ٹانگوں کی ساری ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ایک جگہ سے نہیں، کئی کئی جگہ سے۔ اور ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آتی کہ یہ شخص کیسے چلتا پھرتا ہے۔ یعنی خدا کے فضل سے۔ انہوں نے ہر قسم کا علاج کرانے سے انکار کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ تا دم آخر مَیں اللہ کے فضل کے ساتھ، اُس کے اعجاز کے سہارے زندہ رہوں گا"

(اخبار الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۳۰ ستمبر ۱۹۹۹ء)

اسلام کے نام لیواؤں کی طرف سے اسلام کے نام پر ظلم اور بربریت کے اس مظاہرے کے جلد بعد خدائی انتقام بھی آن پہنچا۔ اس کی روئیداد حسب ذیل ہے:۔ اس کا سب سے پہلا نشانہ وہ شخص بنا جس نے اپنی سنگ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے ریاض احمد صاحب شہید کی ٹانگوں میں رسی باندھی تھی۔ یہ زمان خان نام کا ایک ہٹا کٹا، مضبوط جسم کا پٹھان تھا۔ مگر جب اس پر خدا کے غضب کی لاٹھی چلی تو نہ اس کا یہ تنومند جسم اس کے کام آیا اور نہ اس کا کوئی ساتھی۔ ہوا یوں کہ اس واقعہ کے چند روز بعد

ہی جب وہ بازار میں ایک دوکان پر کھڑا کباب کھا رہا تھا تو اس کی ٹانگوں میں اچانک لرزہ پیدا ہوا اور وہ دوکان کے سامنے ہی گر کر تڑپنے لگ گیا۔ یہ واقعہ اس قدر اچانک اور لرزہ خیز تھا کہ کوئی شخص اس کے قریب جانے کی جرأت نہ کر سکا، یہانتک کہ یونہی تڑپتے تڑپتے اس کی جان نکل گئی۔ چونکہ شہر کے سب لوگوں کو معلوم تھا کہ شہید مرحوم کی ٹانگوں کو رسی اسی نے باندھی تھی، اس لئے لوگ اسے خدائی عذاب سمجھ کر توبہ توبہ کرنے لگے۔ اس کی اس سنسنی خیز اور اچانک مَوت کا سارے علاقہ میں وسیع چرچا ہوا۔

خدا کے قہری انتقام کا دوسرا نشانہ مکرم ریاض احمد صاحب شہید کا بھائی خادم حسین بنا جس نے فسادات کو از سرِ نو بھڑکایا تھا اور اس طرح اس خونچکاں ڈرامے کا موجب بنا تھا۔ چنانچہ وقوعہ کے صرف آٹھ دس روز بعد ہی خادم حسین کو لقوہ ہو گیا۔ یہ لقوہ اتنا شدید تھا کہ نہ صرف اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا بلکہ اس کی آنکھیں بھی متأثر ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اس پر فالج کا حملہ ہوا جس کا اثر آج تک اس کے جسم اور قویٰ پر ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ۱۹۹۵ء کے جلسہ سالانہ پر عبرتناک واقعات کے ضمن میں بیان فرماتے ہوئے ڈاکٹر رشید احمد صاحب کو جو اُس وقت تک صحتیاب ہو کر جلسہ میں شمولیت کی غرض سے لندن پہنچ چکے تھے، سٹیج پر بلایا۔ انہوں نے بتایا کہ خادم حسین کے چہرے کی شکل اس قدر خوفناک ہو گئی ہے کہ وہ شرم کے مارے لوگوں سے اپنا منہ چھپائے پھرتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اَور اہم امر کے بارے میں کچھ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ریاض احمد شہید کا یہ واقعۂ شہادت کابل کی سرزمین پر رونما ہونے والے اسی قسم کے ایک اَور دردناک واقعہ کی یاد دلاتا ہے، بلکہ اس سے مماثلت رکھتا ہے۔ وہ واقعہ کابل کے ایک سید زادہ اور علم و فضل کے لحاظ سے ایک بلند شخصیت رکھنے والے بزرگ، صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس شہادت کا موجب بھی یہ تھا کہ کابل کے ملاؤں نے آپ کو صرف اس بنا پر واجب القتل قرار دیا کہ آپ زمانہ کے مامور اور مہدی آخر الزمان ہونے کے دعویدار، حضرت مسیح موعود علیہ السلام، پر ایمان لے آئے تھے۔ پھر آپ کی ناک میں نکیل ڈال کر آپ کو سارے شہر میں پھرایا گیا اور اس کے بعد آپ پر پتھر برسا کر شہید کر دیا گیا۔ ریاض مرحوم کو بھی پتھر مار مار کر شہید کیا گیا اور پھر ان کی نعش کو رسی سے باندھ کر سارے شہر میں گھسیٹا گیا۔ پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ جیسے ان کی شہادت سے پہلے حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کو ایک الہام **شَاتَانِ تُذْبَحَان** کے ذریعہ بتایا گیا تھا کہ دو بکریاں ذبح کی جائینگی، مکرم ریاض احمد صاحب شہید کی بھی شہادت سے پہلے ان کے ایک عزیز کو خواب آئی تھی کہ دو بکریوں کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے ایک تو ذبح کر دی گئی، مگر دوسری ذبح ہونے سے بچ گئی ہے۔ چنانچہ اس خواب کے مطابق مکرم ریاض احمد صاحب کو تو شہادت کا درجہ حاصل ہو گیا مگر ان کے خسر جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے، قریباً قریباً شہادت کے درجہ تک پہنچ گئے تھے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی خاص قدرت اور مشیت سے ان کی زندگی بچ گئی۔

مکرم ریاض احمد صاحب شہید کی صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ سے مماثلت ایک اَور اعتبار سے بھی ظاہر ہوئی۔ اور وہ یوں کہ آپ (حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف) کی شہادت کے بعد خدائی قہر دو رنگوں میں نازل ہوا تھا۔ یعنی ایک تو اس طرح پر کہ جو لوگ آپ کی شہادت کے براہِ راست ذمہ وار تھے، ایک ایک کر کے غضب الٰہی کا نشانہ بنے۔ دوسری طرف خدا کی قہری تجلی یوں نازل ہوئی کہ واقعہ شہادت کے معاً بعد کابل میں شدید ہیضہ پھوٹ پڑا جس کے نتیجہ میں چند دنوں کے اندر اندر ہزاروں لوگ لقمۂ اجل بن کر ہلاک ہو گئے۔ خدا کی عجیب شان ہے کہ ریاض شہید کی شہادت کے معاً بعد بھی جہاں اس کے ذمہ وار اصل افراد پر خدا کا غضب نازل ہوا، وہاں اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر شب قدر کا سارا علاقہ خدائی گرفت کے نیچے آ گیا۔ اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ

> مذکورہ بالا سانحہ کے چند دنوں بعد ہی اس علاقہ میں ایک زبردست قبائلی جنگ بھڑک اٹھی، جس میں مارٹر گنوں اور میزائلوں کا بکثرت استعمال ہوا اور ایک کثیر تعداد میں لوگ مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ چنانچہ اخبار جنگ، لندن، مورخہ ۱۴ر جولائی ۱۹۹۵ء نے لکھا کہ اس وقت تک نو (۹) اشخاص مَوت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں جبکہ تیس افراد زخمی ہو کر ہسپتالوں میں پہنچ چکے ہیں۔
>
> ایک اَور اخباری رپورٹ کے مطابق، مٹہ داماں کی متنازعہ زمین پر خونریز لڑائی چھڑ گئی ہے، جس میں راکٹ لانچروں، میزائلوں اور خودکار اسلحہ کا بے دریغ استعمال ہو رہا ہے۔ اب تک کی اطلاع کی مطابق تیس کے قریب افراد زخمی ہو چکے ہیں جن میں چار کی حالت تشویشناک بتائی جاتی ہے۔ مقامی لوگوں کی اطلاع کے مطابق چار افراد موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔ لوگ سینکڑوں کی تعداد میں اپنی خواتین اور بچوں کو ساتھ لے کر محفوظ مقام کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ زخمیوں کی امداد کیلئے شب قدر کے اندر طبی کیمپ قائم کر دئے گئے ہیں۔ لڑائی تا حال جاری ہے۔

ان تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے نظارے ہیں۔ انفرادی طور پر بھی یہ واقعات ظاہر ہوئے اور اجتماعی طور پر بھی ان لوگوں کی پکڑ آ رہی ہے۔ اور جیسا کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی دفعہ ہوا تھا، وہ پورا علاقہ وہ پوری قوم پکڑی گئی تھی۔ اور آج تک سزائیں بھگت رہی ہے، اسی طرح ایک چھوٹے پیمانے پر یہاں بھی یہ واقعات رونما ہونے شروع گئے ہیں۔

مرسلہ مکرم محترم فضل الٰہی انوری صاحب

جماعت احمدیہ قتل و غارت کے شکنجے میں

اب تک 340 افراد کوراہ مولیٰ میں شہید کیا جاچکا ہے

جماعت احمدیہ آغاز سے ہی مخالفین کی طرف سے قتل وغارت کے فتاویٰ کا نشانہ بنی ہوئی ہے بلکہ جماعت کے قیام سے بھی 5 سال پہلے 1884ء میں حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔(رسالہ الفرقان جنوری 1975ء صفحہ 18)

جماعت کے قیام کے 3 سال بعد 1892ء میں پونے دوسو علماء نے کفر کا فتویٰ جاری کیا جو 277 صفحات پر مشتمل تھا۔

(الفرقان جنوری 1975ء صفحہ 20)

ان فتاویٰ کی روشنی میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور انگریزی حکومت کو بھی خوب بھڑکایا گیا کہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیانی کو نیست و نابود کیا جائے۔چنانچہ نا صرف حضرت اقدسؑ کے قتل کی انفرادی کوششیں کی گئیں بلکہ ایسے مقدمات بھی کئے گئے جن کے نتیجہ میں حضورؑ کو پھانسی کی سزا ہوسکتی تھی۔مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق ان تمام شرور سے حضرت اقدسؑ کو محفوظ رکھا۔تاہم حضورؑ کی زندگی میں آپ کے دو رفقاء کو سرزمین کابل میں شہید کردیا گیا۔

آہستہ آہستہ یہ کوششیں اجتماعی رنگ اختیار کرتی رہیں اور 1934ء میں احرار نے قادیان میں اعلان کیا کہ ہم تمام احمدیوں کو ملیامیٹ کردیں گے اور مرزا غلام احمد صاحبؑ کی قبر بھی پہچاننے والا کوئی نہیں رہے گا۔ان ایام کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کی بنیاد رکھی اور فرمایا کہ اس کے ذریعہ سے بیرونی ممالک میں حق کی اشاعت کی جائے گی اور اگر متحدہ ہندوستان میں ایک ایک احمدی کو چن چن کر مار دیا جائے تو احمدیت کی کونپلیں دنیا کے مختلف خطوں سے پھوٹیں گی اور حق کا پرچم سربلند رکھیں گی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو تو اپنی خواہش پوری کرنے کی توفیق نہیں دی مگر آج احمدیت کا پرچم 195 ممالک میں لہرا رہا ہے۔

1953ء اور 1974ء میں سارے پاکستان میں خون آشام فسادات ہوئے۔بیسیوں شہادتیں ہوئیں،مال لوٹے گئے۔گھر جلائے گئے۔کاروبار تباہ کئے گئے۔ملازمتوں کے دروازے بند کئے گئے،بائیکاٹ کیا گیا۔معصوموں کے رزق چھین لئے گئے۔مگر جماعت کا قدم آگے ہی بڑھتا رہا۔یہاں تک کہ 1984ء میں ایسے قوانین بنائے گئے جن کی موجودگی میں امام جماعت احمدیہ کا ملک میں قیام کرنا اور جماعت کی رہنمائی کرنا ناممکن ہوگیا۔تب امام وقت نے لندن کو اپنا مستقر بنایا۔

اس اثناء میں جماعت قربانیوں کے ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔ شہادتوں،مقدمات اور قید و بند کی صعوبتوں سے جماعت کا ایک بڑا طبقہ بالواسطہ متاثر ہوا۔مگر ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب جماعت کا قدم پیچھے ہٹا ہو۔اور کسی احمدی نے قربانی سے دریغ کیا ہو۔

یہ سلسلہ جاری ہے اور لاہور کی دو احمدیہ مساجد میں دہشت گردی راہ مولیٰ میں پیش کی جانے والی قربانیوں کا تازہ اجتماعی ایڈیشن ہے۔جس میں نہایت بہیمانہ اور ظالمانہ طور پر 86 احمدیوں کو شہید اور 100 کے قریب زخمی کردیا گیا۔جماعت ان قربانیوں سے بددل نہیں ہوئی۔اس کی ایک آنکھ ان دکھوں پر روتی اور ایک آنکھ ان سعادتوں پر ہنستی ہے۔غم اور خوشی کے یہ دو دھارے کامل وفا کے ساتھ ایک ساتھ بہتے ہیں اور ہمارا توکل محض اور محض اپنے رب پر ہے۔

جانثاروں کی تعداد

جماعت کو ماضی میں خدا کے حضور جو شہادتیں پیش کرنے کی توفیق ملی ہے اس کی مختلف خلفاء احمدیت کے زمانہ میں عہد بہ عہد تعداد درج ذیل ہے۔

☆۔عہد حضرت مسیح موعودؑ 1908ء تک	02
☆۔خلافت ثانیہ 1914ء تا 1965ء	91
☆۔خلافت ثالثہ 1982ء تک	39
☆۔خلافت رابعہ 2003ء تک	79
☆۔خلافت خامسہ 2003ء تا حال	129

اسی طرح ایک معلوم ریکارڈ کے مطابق یہ کل تعداد 340 ہے۔جبکہ بیسیوں ایسے بھی ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں شہید کئے گئے مگر ان کے نام محفوظ نہیں ہوسکے۔

ملک وار تقسیم

1۔برصغیر پاک و ہند (1947ء تک)	33
2۔پاکستان (1947ء سے)	264
3۔ بھارت	3
4۔بنگلہ دیش	11
5 ۔سری لنکا	2
6۔امریکہ	1
7۔ٹرینیڈاڈ	1
8۔ یوگنڈا	1
9۔افغانستان	14
10۔عراق	1
11۔البانیہ	1
12۔انڈونیشیا	18

یہ پاک روحیں ہمیشہ خدا کی ابدی جنتوں میں بسیرا کریں گی اور آنے والی نسلوں کو وفا اور استقامت کے درس دیتی رہیں گی۔

﴿مکرم عبدالسمیع صاحب از روزنامہ الفضل ربوہ 2 جون 2010ء صفحہ نمبر 2﴾

غلام قادر آئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا

مکرم مرزا غلام قادر احمد شہید

''تحریک جدید کے کوارٹر نمبر گیارہ میں معمول کی صبح ہوئی تھی، غلام قادر صاحب ان کی بیگم نصرت اور بچے ناشتے کی میز پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے سفر سیالکوٹ کی باتیں کر رہے تھے۔ نصرت نے تین دن پہلے ہی سیالکوٹ میں وہ کمرہ دیکھا تھا جس کو چار سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیام کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اس کمرے سے نصرت کے دل میں محبت اور عقیدت کا عجیب احساس پیدا ہوا تھا جب سے واپس آئی تھیں دل وہیں اٹکا ہوا تھا طبیعت پر بوجھل سی اداسی تھی۔ یہی باتیں کرتے ہوئے بچوں کو اسکول کے لئے تیار کیا قادر بچوں کو اسکول چھوڑنے گئے تنہائی نے اداسی کو بے قابو کر دیا۔ نصرت کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ قادر نے بچوں کو اسکول چھوڑا۔ گھر آئے اب ان کو کام کے لئے رخصت ہونا تھا۔ نصرت نے بھیگی آنکھوں سے محبوب شوہر کو الوداع کہا۔ وہ مسکراتا ہوا چہرہ جو ہمیشہ کے لئے کھو گیا۔

آٹھ بجے قادر اپنی امی سے کہہ رہے تھے......

''گاڑی لے کر جا رہا ہوں کچھ کام ہے''۔ ''جاؤ بیٹا ابا نے بینک جانا ہے دس بجے تک آجانا''۔

''ساڑھے دس ہو جائیں گے'' قادر نے کہا اور امی پر الوداعی نظریں ڈالیں سلام کیا اور رخصت ہو گئے۔''

(از کتاب: ''خاندان حضرت مسیح موعود کا پہلا شہید مرزا غلام قادر احمد'' صفحہ نمبر 24 تا 25)

یہ تھی اس صبح کی داستان جب حضرت مسیح موعودؑ کے پاکیزہ خاندان کے پہلے شہید کو شہادت کا اعلیٰ رتبہ ملا۔ یہ شہادت کوئی عام شہادت نہ تھی بلکہ وہ مبارک خون جو بہایا گیا وہ جماعت کو بہت بڑی سازش سے بچانے کے لئے بہایا گیا تھا۔

اس صبح مرزا غلام قادر صاحب اپنی زمینوں پر گئے اور وہاں کچھ لوگ آئے اور ظاہر کیا کہ وہ باغ کا ٹھیکہ لینا چاہتے ہیں غلام قادر صاحب انہیں اپنے چچا کا باغ دکھانے کے لئے لے گئے۔ ''ذرا دیر بعد مزارعین نے دیکھا کہ قادر ان کی کار میں تھے اور کار ان کا آدمی چلا رہا تھا۔ قادر کی کار جس کو اب ایک ڈاکو چلا رہا تھا آگے تھی اور قادر پچھلی کار میں تھے۔ کاروں کا رخ چنیوٹ کی طرف تھا وہ اغوا ہو چکے تھے۔ انکے اغوا کنندگان خوفناک ڈاکو تھے کار میں بہت اسلحہ تھا۔ مسلح مجرم جب سفاک بھی ہو تو اس سے مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ پست ذہنیت والے اغوا کنندگان نے ایسی بڑیں ماری ہوں گی جن سے قادر پر ان کے منصوبے کی کمینگی کھل گئی۔ اگر کار چوری کرنا ہوتی یا قادر کو جان سے مارنا ہوتا تو دوسری طرف ویران راستہ تھا وہ آسانی سے سنسان علاقے کی طرف جا کر اپنے یہ مقاصد پورے کر سکتے تھے۔ مگر ان کا مقصد شیعہ جلسے میں فتنہ فساد پیدا کر کے جماعت کو ملوث کرنا تھا منصوبہ بہت بڑے پیمانے پر بنایا گیا تھا۔ قادر کا دماغ کمپیوٹر کے ماہر کا دماغ تھا لمحوں میں سب اندازہ لگا کر خطرناک سازش کے بد اثرات سے جماعت کو محفوظ رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دی...... قادر نے اپنا لہو ارزاں کر دیا جان خدا کے سپرد کی اور کوشش کی کسی طرح کار سے نکلا جائے۔ دہشت گردوں نے ان کی نیت بھانپ کر تشدد شروع کر دیا گلا گھونٹ کر مارنے کی کوشش کی، خنجر سے لہولہان کر دیا، دریائے چناب کے شرقی پل پر ٹریفک بند ہو گئی شدید کوشش سے جان ہتھیلی پہ رکھے ہوئے وہ کار کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ کار سے نکل کر اتنی ہمت باقی تھی کہ بھاگ سکیں مگر ظالموں نے فائر کھول دیا۔ آپ سڑک پر گرے اور خون تیزی سے بہنے لگا...... ان کو چنیوٹ سول ہسپتال پہنچایا گیا۔''

(از کتاب: ''خاندان حضرت مسیح موعود کا پہلا شہید مرزا غلام قادر احمد'' صفحہ نمبر 25 تا 26)

''چودہ اپریل 1999ء صبح قریباً 9 بجے مرزا مجید احمد کی کوٹھی الفارس واقع دارالصدر ربوہ میں فون کی گھنٹی بجی دل دہلا دینے والی اجنبی آواز تھی'' میں سول ہسپتال سے بول رہا ہوں آپ کا بیٹا شدید زخمی حالت میں ہے اس نے اپنے ابا کا نام اور فون نمبر بتایا ہے اور کہا ہے کہ ڈاکٹر مبشر کو لے کر جلدی پہنچیں۔'' امید اور ناامیدی کی جان توڑ کشمکش میں درد و الحاح سے خدا حیی و قیوم سے ان کی صحت و سلامتی کی دعائیں مانگتے ہوئے، ان کے عزیز رشتہ دار ہسپتال پہنچے تو یہ دردناک حقیقت معلوم ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے مایہ ناز فرزند کو شہیدانِ وفا میں شامل کر لیا ہے مرزا غلام قادر احمد راہِ مولا میں شہید ہو چکے تھے''۔

(از کتاب: ''خاندان حضرت مسیح موعود کا پہلا شہید مرزا غلام قادر احمد'' صفحہ نمبر 24)

مرزا غلام قادر شہید کے والدین کا رشتہ طے کرنے سے پہلے ان کے دادا حضرت بشیر احمدؓ صاحب نے مولوی غلام رسول راجیکیؓ صاحب کو استخارے کی درخواست کی۔ انہوں نے استخارے دوران ایک کشف دیکھا جو کہ وہ بیان کرتے ہیں۔

''حضرت اقدس سیدنا مسیح الموعود علیہ السلام بحالت کشف سامنے

آ گئے اور ساتھ ہی بجلوہ انارت اشراقی حالت بھی پیدا ہوگئی اور عجیب منظر دکھایا گیا کہ مسیح پاک کے وجود اقدس و مبارک کی شکلیں قطار کی صورت میں میرے سامنے سے گزرنے لگیں گویا بجائے ایک وجود حضرت اقدسؑ بہت سے وجود نظر آئے۔اس کے بعد یہ نظارا پیش کیا گیا کہ آپ (مرزا بشیر احمدؓ صاحب) عزیز مجید احمد سلمہ اللہ کو اپنی بغل میں لے کر کھڑے ہیں۔اور آپ کے سامنے حضرت مسیح پاکؑ عزیزہ قدسیہ کو اپنی بغل میں لے کر آپ کے سامنے پیش کررہے ہیں۔کہ عزیزہ قدسیہ کو خواتین مبارکہ میں داخل کر دیا گیا ہے۔مبارک۔مبارک......اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شائد عزیز مجید احمد سلمہ اللہ تعالیٰ اور عزیزہ قدسیہ کے سلسلہ نسل سے بہت سے مظاہر وجود پیدا ہوں یعنی پاک نسلیں ظہور میں آئیں۔''
(از کتاب: ''خاندان حضرت مسیح موعود کا پہلا شہید مرزا غلام قادر احمد'' صفحہ نمبر 71)

''محترم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب اور محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ افریقہ میں تھے۔ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کے بعد جب اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ پھر اولاد کی نعمت سے نوازنے والا ہے......تو یہ خواہش ہوئی کہ مولا کریم بیٹا عطا فرمائے۔کیونکہ ایک شدید تمنا کے تحت بیٹے کا شوق بھی تھا۔یہ انتظار اور دعا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک الہام کی وجہ سے تھی تذکرے میں پڑھا تھا۔'' غلام قادر آئے گھر نور اور برکتوں سے بھر گیا رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ '' ۔تذکرہ طبع چہارم صفحہ 522

دعا کی کہ '' خدا تعالیٰ ہمیں اب بیٹا دے تو ہم یہ بابرکت نام رکھیں ہمارا گھر نور اور برکت سے بھر جائے۔'' (از کتاب: ''خاندان حضرت مسیح موعود کا پہلا شہید مرزا غلام قادر احمد'' صفحہ نمبر 82)

خدا تعالیٰ نے اس پاک جوڑے کی دعا کو قبول کرتے ہوئے۔اور اس بشارت کے مطابق جو مولوی راجیکیؓ صاحب نے دیکھی تھی۔مرزا غلام قادر جیسا بیٹا عطا کیا۔جس بچے کی ماں پیدائش سے پہلے ہی یہ خواہش ہو تو اس کی گود میں پلنے والا بچہ کتنا عالی شان ہوگا۔

پیارے حضور انور حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 16 اپریل 1999ء مسجد فضل لندن سے اس شہادت کا ذکر فرمایا! حضور انور نے ان کے خاندانی پس منظر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا!

کہ ان کا تعلق حضرت مسیح موعودؑ کی براہ راست ذریت کی تیسری نسل سے ہے۔غلام قادر شہید حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب اور قدسیہ بیگم کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔قدسیہ بیگم نواب عبداللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگمؓ صاحبہ کی صاحبزادی ہیں۔اس پہلو سے حضرت اقدس کے بیٹے اور بیٹی دونوں کے خون ان کی رگوں میں اکھٹے ہوگئے۔صرف یہی نہیں بلکہ میرے ساتھ بھی ان کا رشتہ بنتا ہے میرے ساتھ جو ان کا رشتہ بنتا ہے وہ یہ ہے کہ میری ہمشیرہ امۃ الباسط اور بہنوئی مکرم میر داؤد احمد صاحب ابن میر محمد اسحاقؓ کی سب سے چھوٹی بیٹی عزیزہ امۃ الناصر نصرت ان کی بیگم تھیں......''

مرزا غلام قادر شہید کے کوائف اور ان کی خوبیوں کا ذکر حضور انور نے ان الفاظ میں فرمایا! ''تین خوبیاں یہ ایسی نمایاں تھیں بے انتہا محنتی، خاموش طبع، چپ چاپ اپنے کام میں لگے رہتے تھے۔شخصیت بڑی دلنواز تھی دل لبھانے والی تھی جس کو طبیعت کے بے تکلف انکسار نے چار چاند لگا دیئے تھے۔یعنی انکسار ایسا تھا جو بالکل بے تکلف مزاج کی رگ رگ میں داخل تھا۔شہید 21 جنوری 1962ء کو پیدا ہوئے تھے گویا اس عظیم شہادت کے وقت ان کی عمر 37 سال کے قریب تھی اور اب یہ عمر لازوال ہو چکی ہے۔''

جہاں تک شہید کے تعلیمی کوائف کا تعلق ہے وہ ان کی ذہنی اور علمی عظمت کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کرتے رہیں گے۔لیکن اصل خراج تحسین تو ان کی وقف کی روح ہے جو انہیں پیش کرتی رہے گی اور ہمیشہ ان کو زندہ رکھے گی۔ان کی تعلیم پہلے ربوہ اور پھر ایبٹ آباد پبلک اسکول میں ہوئی جہاں سے یہ ایف۔ایس۔سی کے امتحان میں تمام پشاور یونیورسٹی میں اول قرار پائے۔پھر انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے الیکٹریکل انجینئرنگ میں بی۔ایس۔سی کی پھر امریکہ کی جارج میسن یونیورسٹی سے کمپیوٹر سائنس میں ایم ایس کیا اور پاکستان پہنچ کر اپنے وقف کے عہد پر پورے اترتے ہوئے اپنی خدمات سلسلہ کے حضور پیش کر دیں۔ربوہ میں کمپیوٹر شعبے کا آغاز کرنے اور پھر اسے جدید ترین ترقی یافتہ خطوط پر ڈھالنے کی ان کو توفیق ملی۔وہاں بہت ہی عظیم کام ہو رہے ہیں کمپیوٹر میں پوری ٹیم تیار ہوگئی ہے اور ان کا نظام دنیا کے کسی ملک سے پیچھے نہیں......اس کا بھی سہرا غلام قادر صاحب شہید کے سر پر ہے۔''
(از کتاب: ''خاندان حضرت مسیح موعود کا پہلا شہید مرزا غلام قادر احمد'' صفحہ نمبر 39 تا 40)

ان کی بیگم امۃ الناصر نصرت صاحبہ لکھتی ہیں کہ '' قادر کی طبیعت ایسی تھی کہ اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا بس میں اکثر اسے کہتی تھی کہ قادر تم آدھا فرشتہ ہو اور وہ خاموشی سے مسکراتا رہتا تھا۔بعض اوقات تو میں اس کی طرف حیرت سے دیکھتی رہ جاتی تھی کہ طبیعت میں ایسی گہری نیکی؟ ایسی سعید فطرت؟ گھر میں بہت بے تکلفی سے رہتا تھا۔بچوں سے بے حد پیار لیکن ان کی غلط باتوں پر ناراض بھی ہوتا تھا۔ہم سارے اکثر زمینوں پر جاتے تھے۔وہاں بھی اور گھر میں بھی ہم سارے کرکٹ کھیل رہے ہوتے تھے کبھی پٹھو گرم یا کبھی اور کوئی بیٹھ کر کھیلنے والی گیم کبھی رعب نہیں جھاڑا گھر میں۔

اور آخری بات مجھے اس کی وہ خدمت کبھی نہیں بھول سکتی جو اس نے جڑواں بچوں کی پیدائش کے بعد جب میں بیمار ہوگئی تھی اس وقت میری تیمارداری کی ہے ساری ساری رات اگر میں کہتی تھی کہ قادر مجھے گھبراہٹ ہے تم میرے پاس آکر بیٹھ جاؤ تو ساری رات میرے پاس ساری رات بیٹھ کر گزار دیتا تھا۔دن رات ایک کر دیئے تھے میرے ساتھ اس نے۔مجھے یاد ہے جس دن میری طبیعت زیادہ خراب ہوئی اس دن میں رو رہی تھی اور ساتھ ساتھ قادر بھی روتا جاتا تھا۔میرے دل سے مسلسل اور اب تک اسکے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر لحہ اس کے درجات بلند سے بلند کرے اور ہم سب کی طرف سے وہاں بھی ہمیشہ

اس کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے آمین۔ شہادت کے بعد جو دشمن کو مات دینے والی فاتحانہ مسکراہٹ اسکے چہرے پر تھی وہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔" (الفضل ۵ مئی ۱۹۹۹ء)

بیگم امۃ الناصر نصرت صاحبہ نے بتایا کہ "بچپن سے امی سے سنتے تھے کہ بڑی پھوپھی جان (حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ) فرمایا کرتی تھیں کہ لڑکی کو چھوٹی عمر سے اپنے نیک نصیب کے لئے دعا مانگنی چاہئے اس لئے تم بھی اپنے لئے دعا مانگا کرو۔ میں نے اپنے نیک نصیب کے ساتھ یہ دعا بھی شامل کی کہ یا اللہ میرے ہم عمروں میں جو تجھے سب سے پیارا ہو اس سے میرا نصیب باندھنا جب قادر کی جانی قربانی کے کچھ دیر بعد حضرت خلیفۃ الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے روتے ہوئے مجھے فون پر یہ فرمایا "تجھو اللہ میاں نے اپنے گلشن کا سب سے خوبصورت پھول چن لیا ہے" تو چند دن بعد میری توجہ حضورؒ کی اس بات کے ساتھ میری اس دعا کی طرف گئی اور میں نے سوچا کہ یہ تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری دعا کو قبول فرمالیا ہے۔ محض اس کی عطا ہے ورنہ ہم کس قابل ہیں۔"
(از کتاب: "خاندان حضرت مسیح موعود کا پہلا شہید مرزا غلام قادر احمد" صفحہ نمبر 271 تا 272)

شہدائے احمدیت کی یہ عظیم داستانیں ہمارے لئے روشنی کا مینار ہیں اور جتنا بھی گھپ اندھیرا ہو جائے یہ مشعلیں نور بکھیرتی رہیں گی۔ اور دنیا ان کے اخلاق عالیہ اور حسنات سے تا قیامت فیض پاتی رہے گی۔ اہم سوال یہ ہے کہ آج یہ شہیدوں کا لہو ہم سے کیا تقاضہ کرتا ہے؟ ہماری راہ نمائی کس راستہ کی طرف کر رہا ہے؟ اور کیا ہم واقعی ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں؟

جماعت احمدیہ کی راہ صداقت میں ہونے والا ہر شہید کا لہو پکار پکار کر ہم سب کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ!

نہ بجھا سکیں انھیں آندھیاں جو چراغ ہم نے جلائے تھے
کبھی لو ذرا سی جو کم ہوئی تو لہو سے ہم نے ابھار دی

جس طرح ہم نے راہ حق میں اپنی جانیں دی ہیں اور دشمن کے ہر منصوبہ کو خائب و خاسر کیا ہے، اسی طرح تم بھی اپنی زندگی احمدیت اور اسلام کی ترقی کی راہ میں صرف کرنا اور ضرورت پڑے تو اپنے خون کا آخری قطرہ بھی اس راہ میں بہانا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آخر پر ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ہمارے پیارے حضور انور رحمہ اللہ نے فرمایا!۔
"میں سمجھتا ہوں کہ قیامت تک شہید کے خون کا ہر قطرہ آسمانِ احمدیت پر ستاروں کی طرح جگمگاتا رہے گا..........اے شہید تو ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہم سب ایک دن آ کر تجھ سے ملنے والے ہیں۔ زندہ باد غلام قادر شہید، پائندہ باد۔"
(کتاب: مرزا غلام قادر احمد" صفحہ نمبر 43 تا 44)

مددگار کتاب:۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا شہید "مرزا غلام قادر احمد" مصنفہ:۔ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

مرتبہ:۔ محترمہ ناہیدہ حق صاحبہ نوایزن برگ

کیا کیا ادا و ناز دکھاتا ہوا گیا
کتنے دلوں پہ برق گراتا ہوا گیا
اس خاندان کا حسیں، دلربا سپوت
اس کا وقار و مان بڑھاتا ہوا گیا
ماں باپ کا جہان میں وہ نام کر گیا
ان کی جبیں پہ چاند سجاتا ہوا گیا
کم گو بہت تھا، کچھ بھی زباں سے کہے بغیر
وہ داستانِ عشق سناتا ہوا گیا
مسجود سامنے تھا لہو سے وضو کیا
ہر قطرہ اپنے خوں کا بہاتا ہوا گیا
وہ دلفریب خو برو، خوش خُو، حسیں جواں
اپنی الگ ہی شان دکھاتا ہوا گیا
میں ہوں غلام قادرِ مطلق اسی کا ہوں
ہر حال میں یہ عہد نبھاتا چلا گیا
وہ اپنی ہم عمر کو بڑی چھوٹی عمر میں
اک معتبر وجود بناتا ہوا گیا

کلام صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ کتاب از خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا شہید غلام قادر شہید ص نمبر 365

☆......☆......☆......☆

اس صاحب لولاک کی ہر بات کی قسم
وہ نور نئے اس نور کی برسات کی قسم
دریا کا صاف پانی بھی اب خون سے بھر گیا
پسر مسیح کے خون کے قطرات کی قسم
وہ ساعتیں عذاب تھیں جب چل دیئے تھے آپ
اب آیئے کہ آپ کو آیات کی قسم

﴿ماخوذ اشعار از مکرم میر محمود احمد شاہ صاحب/کتاب مرزا غلام قادر احمد/ص۔379﴾

مونگ کے شہداء

مکرم چوہدری محمد اسلم گُلّا صاحب شہید، عزیزم یاسر احمد شہید

نگارِ صبح کی امید میں پگھلتے ہوئے ۔ چراغ خود کو نہیں دیکھتا ہے جلتے ہوئے
وہ حسن اس کا بیاں کیا کرے جو دیکھتا ہو ۔ ہر اک ادا سے کئی قد نکلتے ہوئے

آج سے تقریباً پانچ سال قبل 7 اکتوبر 2005ء دورمضان المبارک 1426 ہجری جمعہ کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس دن جانثارانِ احمدیت مونگ کی احمدیہ مسجد میں نمازِ فجر کی ادائیگی کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ ان میں میرے چچا جان مکرم چوہدری محمد اسلم گُلّا جو کہ میرے سُسر محترم بھی تھے اور دیور مکرم یاسر احمد صاحب دونوں باپ بیٹا ایک ہی وقت میں خدا کی راہ میں شہید ہو کر دائمی زندگی پا گئے۔

کہنے کو تو پانچ سال گزر گئے لیکن مجھے آج بھی پورا واقع ایک ہفتہ قبل کا ہی لگتا ہے۔ ان دنوں میں اپنے بچوں کے ساتھ پاکستان گئی ہوئی تھی۔ میرے ذہن میں آج بھی محترم چچا جان اور عزیزم یاسر احمد کی مسکراتی ہوئی صورت اسی طرح تازہ ہے۔ ایک دن قبل جمعرات کو جب میں قریبی شہر جانے لگی تو مجھے کہنے لگے بیٹا آجکل پاکستان کے حالات اچھے نہیں آپ لوگ اندھیرا چھانے سے پہلے واپس گھر لوٹ آنا۔ مجھے گیٹ تک خدا حافظ کہنے کے لئے آئے اُن کے پہلو میں کھڑا عزیزم یاسر احمد بھی مسکرا رہا تھا خدا حافظ کہہ کر میں اپنے بھائی جان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی جب تک ہم آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئے آپ دونوں باپ بیٹا کھڑے رہے۔ کسے معلوم تھا آخری بار آپ کو خدا حافظ کہہ رہی ہوں۔ جمعہ کو سحری کے وقت اُٹھنے کے بعد تھوڑی دیر کیلئے لیٹی تو غنودگی کی حالت میں دیکھا: ہماری ہمسائی مجھے زور زور سے جگاتے ہوئے کہتی ہے آپ کو آپ کے چچا بلا رہے ہیں۔ میری آنکھ کھلی تو سامنے میری بہن روتے ہوئے مجھے جگا رہی تھی۔

اس سانحہ سے قبل ہم دونوں میاں بیوی نے بار ہا خواب دیکھے۔ ایک رات میں نے بالکل ایک ہی طرح کے خواب کو دو بار دیکھا۔ تو میں نے گھبرا کر خواب اپنے خاوند محمد ارشد صاحب کو سنایا تو وہ بھی پریشان ہو گئے۔ کہنے لگے: کچھ دنوں سے میں بھی اس جیسے ملتے جلتے پریشان کن خواب بار ہا دیکھ چکا ہوں۔

سانحہ کے کچھ دیر بعد جب میں نے پاکستان سے جرمنی اپنے شوہر کو حادثے کے بارے میں بتانے کے لئے فون کیا تو اُس وقت بھی آپ خواب ہی دیکھ رہے تھے کہ ایک کمرے میں دو تابوت رکھے ہیں ایک کو آپ قبرستان چھوڑ کر آتے ہیں اور مجھ سے پوچھتے ہیں یہاں دوسرا تابوت تھا وہ کدھر ہے۔ اتنے میں فون کی آواز سن کر گھبرا گئے کہ رات پونے تین بجے فون آیا ہے خیر ہو سہی۔ میں نے فون پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور ہمت کر کے حال احوال کے بعد پوچھا آپ نے روزہ رکھ لیا ہے تو کہنے لگے نہیں ابھی کافی ٹائم باقی ہے۔ میں نے مسجد میں ہونے والے واقعہ کا بتایا اور کہا کہ چچا جان اور یاسر اور میرے بڑے بھائی جان مکرم کیپٹن محمد ایوب صاحب کے ساتھ جماعت کے دوسرے لوگ بھی ہوئے ہیں شدید زخمی ہوئے ہیں آپ آج ہی پاکستان آنے کی کوشش کریں۔ پھر کہنے لگے پیچھے شور کیسا ہے رونے کی آوازیں کیوں آرہی ہیں۔ میری ہمت بھی جواب دے گئی اور چچا جان کی شہادت کا بتا دیا۔ بعد میں آپ نے اپنے خالہ زاد بھائی کو فوراً فون کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں باپ بیٹا شہید ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے دن ہفتہ کے روز آپ پاکستان پہنچے اور غم سے نڈھال تھے۔ ماں بیٹے کو اور بیٹا ماں کو دونوں ایک دوسرے کو تسلیاں دے رہے تھے۔

مکرم چچا جان اپنی ایک بہن اور چار بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ وجیہہ صورت اور دراز قد و قامت کے مالک تھے۔ اپنے اصولوں کے سخت لیکن دل کے نرم اور محبت کرنے والے وجود تھے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے شہادت کے انعام کے علاوہ 1993ء میں مونگ میں پہلا اسیرِ راہِ مولا بننے کا اعزاز بھی بخشا۔

آپ ہمیشہ مہذب انداز اور پیار سے بات کرتے۔ بچپن سے ہی میں نے دیکھا کہ آپ ہر چھوٹے بڑے کو آپ کہہ کر مخاطب کرتے۔ اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کے علاوہ بھی ہر کسی کا پورا نام لے کر پکارتے جو سننے میں بہت بھلا لگتا۔

مشکل سے مشکل کام بھی کسی سے کروانے یا نکلوانے کا فن آپ کو خوب آتا تھا۔ ہم کوئی بھی چھوٹا موٹا کام کرتے تو ضرور حوصلہ افزائی کر کے اسے آسان بنا دیتے۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ بچپن میں مَیں نے آپ کے کچن میں برتن ترتیب دے کر رکھے۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے میرا حوصلہ بڑھاتے ہوئے مجھے کچھ پیسے دیتے ہوئے رازداری سے کہا کسی کو نہیں بتانا میں نے آپ کو پیسے دیئے ہیں۔

آپ کو شروع سے ہی صبح چار بجے سے پہلے اُٹھنے کی عادت تھی۔ شدید سردی کے باوجود روزانہ کا معمول تھا صبح سویرے نہانا، نماز پڑھنا اور کام سے واپس آ کر نہانا۔ آپ بہت زیادہ صفائی پسند اور نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ اپنے ہاتھ سے چھوٹے موٹے کام میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ اپنے والد محترم کے کپڑوں کا خاص خیال رکھتے۔ خاص طور پر اُن کی پگڑی کو مایا خود لگاتے کسی اور کی لگائی ہوئی مایا اُنہیں پسند نہیں آتی تھی۔ چچی جان یا میری امی جان لگاتیں بھی تو دوبارہ جب تک اپنے ہاتھوں سے نہ لگاتے تسلی نہ ہوتی تھی۔ کسی کام سے باہر جاتے تو مطلوبہ ٹائم سے ایک دو گھنٹہ پہلے گھر سے نکلتے تاکہ راستے میں ہر ملنے والے کے ساتھ سلام دعا کا موقع مل سکے۔ ہر ایک کے پاس کچھ دیر رکتے ہوئے آگے بڑھتے جاتے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ تعلقات دور تک نبھاتے۔

اپنے ایک مرحوم دوست کی بیٹی کیلئے مربی صاحب کے توسط سے رشتہ

تلاش کیا شادی کے تمام انتظامات اپنی نگرانی میں کروائے اور ہر طرح کا تعاون کیا لیکن رخصتی سے کچھ دیر قبل بچی کو دلہن کے روپ میں دیکھا اسے پیار دعا دینے کے بعد اپنے گھر چلے گئے کہ شام کو دوبارہ آؤں گا کیونکہ میں بیٹی کی رخصتی ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔

آپ کو اپنے بچوں سے حد درجہ محبت تھی۔ بچے جب ننھیال جاتے تو تیسرے دن یہ کہتے ہوئے خود پہنچ جاتے کہ گھر میں رونق نہیں تھی میرا دل گھبرا رہا تھا اور فرط جذبات سے آنکھیں نم ہو جاتیں اور آواز کانپ جاتی۔ اپنی بیوی اور سسرالی رشتہ داروں سے بھی ہمیشہ حسن سلوک روا رکھا۔

میرے پاکستان پہنچنے پر بہت خوش تھے۔ بار بار کہتے میرا دل بچیوں سے بہت اداس تھا اچھا ہوا آپ اُنھیں لے کر آئی ہیں۔ انھیں دیکھ لیا ہے تو دل کو تسلی ہوئی پھر یا قسمت یا نصیب۔ اب ارشد بیٹے کا انتظار ہے بس تھوڑے دنوں کی بات ہے ان سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ ہر روز انگلیوں پر دن گنتے تھے کہ اب تین ہفتے باقی رہ گئے ہیں ارشد بیٹے کے آنے میں لیکن خدا تعالیٰ کو باپ بیٹے کی جیتے جی ملاقات منظور نہ تھی۔

آپ نماز بہت سنوار کر تسلی اور آرام سے پڑھتے آخری سالوں میں نمازِ تہجد بھی باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ ہر وقت درود شریف وردِ زبان رہتا۔ اپنے بچوں کو بھی صبح سویرے نماز کے لئے جگاتے اور تاکید کرتے نماز پڑھے بغیر سکول نہیں جانا۔

آپ ہمیشہ دانائی پر مبنی گفتگو کرتے۔ آپ وقت سے پہلے خداداد فراست کی بنا پر کئی واقعات کا صحیح اندازہ لگا لیتے تھے۔ ایک صاحب الرائے شخص ہونے کی بنا پر آپ کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ ہمارے دادا جان سے سنے ہوئے احمدیت کے واقعات رات گئے تک ہمارے گھر محترم ابا جان اور میرے بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر سناتے اور حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے رہتے اپنی بات کا رخ ہمیشہ احمدیت اور خلافت سے وابستگی کی طرف موڑ لیتے۔ نصیحت کرتے رہنا اپنا ایک فرض عظیم سمجھتے تھے۔ شادی کے بعد بھی جب ہماری فون پر بات ہوتی تو یہی کہتے بیٹا جماعت کے ساتھ تعلق جوڑ کر رکھنا۔ جماعتی کاموں اور اجلاسات میں ضرور شامل ہوا کریں اور خلیفہ وقت کو خط ضرور لکھنا اور میرا اسلام بھی ضرور لکھنا اور میری صحت کے لئے بھی دعا کا لکھنا۔ خلیفہ کی دعا میں بہت اثر ہے۔ خدا ضرور سنتا ہے۔ جب آپ 1993ء میں اسیر راہِ مولا تھے تو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دعا کے لئے خط لکھا اور ساتھ ہی اپنے پہلے ہونے والے بچے کے نام کیلئے بھی لکھا تو حضورؒ نے از راہ شفقت ہماری بیٹی کے نام کے ساتھ (اسلم) ملیحہ اسلم تجویز فرمایا۔ بعد میں جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضورؒ نے میرا نام میری پوتی کے ساتھ لگایا ہے تو آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ اپنی بات ہمیشہ خلافت سے وابستگی اور نمازوں کی حفاظت پر ختم کرتے۔

ہم دونوں میاں بیوی کو یہی نصیحت کرتے بیٹا میری خواہش ہے کہ آپ لوگوں کا جوڑا ایک مثالی جوڑا ہو اور گھریلو ماحول پُرسکون ہو۔ مجھے آپ لوگوں کی طرف سے کبھی ایک دوسرے کی شکایت نہ ملے کسی قسم کے مسائل سے آپ کی گھریلو زندگی اثر انداز نہیں ہونی چاہیے۔ خدا کے فضل سے آپ کی یہ نصیحت ہمارے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ رہی اور رہے گی۔ آپ ہم سے بہت خوش تھے۔ اسی طرح جب نکاح کے بعد میں نے جرمنی آنا تھا تو مجھے باتوں باتوں میں کہنے لگے بیٹا میری بہت خواہش تھی کہ اپنے بیٹے کی شادی اپنے ہاتھوں سے کروں لیکن قانونی مجبوریوں کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں جب آپ جرمنی پہنچ جاؤ تو شادی کی تصویریں اس طرح بنوانا کہ فیملی کے سب افراد دیکھ سکیں۔ کسی کو شرمندگی نہ ہو۔ میں آپ کا اشارہ سمجھ چکی تھی۔

آپ ہر بات کو باریک بینی سے دیکھتے اور ایک ماں اور بڑی بہن کی طرح نصیحت کرتے ۔ مجھے یاد ہے میری باجی شادی کے بعد پہلی مرتبہ میکے آئیں تو بہت سی نصیحتوں کے ساتھ ایک نصیحت یہ بھی کی: بیٹا اپنے سسرال والوں کی طرف سے کوئی مہمان آئے تو خوب اچھے اچھے کھانوں سے تواضع کرنا لیکن اگر کوئی میکے سے جائے تو کبھی خاوند سے مطالبہ نہ کرنا جو گھر میں ہو اسی سے مہمان نوازی کرنا۔ ہر وقت اچھی اچھی پرحکمت نصیحتیں کرتے۔ ہر ایک کی غمی خوشی میں شرکت کرنا ایک معمول تھا۔

کئی سالوں سے بیمار تھے۔ تین دفعہ تو بیماری کا شدید حملہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا لیکن شاید خدا نے اس سعادت کیلئے زندگی بچائے رکھی اور شہادت کے عظیم مرتبہ سے آپ کو نوازا اور آپ کے شایان شان اختتامِ زندگی کیا۔

دین کی تاریخ میں زندہ رہیں گے ان کے نام
اے شہیدانِ احمدیت تجھ کو سلام

تحریکِ وقفِ نو کا پہلا شہید

اسی طرح عزیزم یاسر احمد ایک خواب کی طرح لگتا ہے۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا 19 جنوری 1990ء کی صبح بارش زوروں پر تھی۔ نماز فجر کا وقت تھا جب عزیز یاسر احمد اس دنیا میں آئے اور نمازِ فجر ادا کرتے ہوئے جمعہ کے دن ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

عزیزم یاسر احمد کی پیدائش پر سب بہت خوش تھے فیملی میں سب سے چھوٹے تھے۔ محترم چچا جان اور محترمہ چچی جان اپنے دوسرے بیٹے کی پیدائش سے خوش تھے اور حضورؒ کا جوابی خط ملا تو اپنی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں ہر آنے والے سے کرتے کہ ”میری دلی تمنا تھی میرا بیٹا تحریک وقفِ نو میں شامل ہو خدا کا احسان ہے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مبارک تحریک میں شمولیت کی اجازت دے دی اور نام بھی اتنا پیارا تجویز فرمایا ہے۔ یاسر کا نام اپنے بھائی جان سے تو نہیں ملتا لیکن اپنے چچازاد بھائی ناصر سے کتنا ملتا ہے لگتا ہے جیسے دونوں حقیقی بھائی ہوں۔ ناصر سے کہتے یاسر اب آپ کا بھائی ہے اسے اپنے ساتھ مسجد لے کر جایا کرنا“۔

زخمی حالت میں جب عزیزم یاسر کو ہسپتال لے کر جا رہے تھے تو عزیزم یاسر کا سر مکرم ناصر صاحب کی گود میں تھا راستے میں ایک دفعہ ہلکی سی حرکت کی اور کمزور آواز میں لفظ بھائی کہا شائد اپنی تکلیف بتانا چاہتے تھے لیکن کچھ کہہ نہ سکے اور خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عزیزم یاسر احمد نہم کلاس کے طالبعلم تھے اور عمر تقریباً ساڑھے پندرہ سال تھی۔ صحت منداور خوبرو اُبھرتے ہوئے جوان تھے۔ فرمانبردار، نیک فطرت، پُرامن اور ہنس مکھ مثالی طفل تھے۔ کبھی نماز ضائع نہیں کی۔ ایک دفعہ مربی صاحب نے اطفال اور خدام کی نمازوں کا جائزہ لیا تو عزیزم یاسر احمد نے اطفالوں میں باقاعدگی سے نماز ادا کرنے والوں میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور انعام پا کر بہت خوش تھے۔ خدام میں پہلی پوزیشن عزیزم راجہ لہراسپ صاحب نے حاصل کی۔ عزیزم لہراسپ صاحب بھی اسی سانحہ مونگ میں شہید ہوئے۔ مربی صاحب نماز مغرب کے بعد قرآن باترجمہ کی

کلاس لیتے۔ مؤدب اور ذہین یاسر اس کلاس میں سب سے نمایاں تھے۔

محلے کے سب لوگ اپنی زبان سے اقرار کرتے کہ عزیزم یاسر نے اپنے لڑکپن میں ہونے کے باوجود کبھی اپنے ہم عمر لڑکوں سے لڑائی جھگڑا نہیں کیا۔ دوستی صرف احمدی لڑکوں سے ہی تھی۔ ہر ایک سے ادب اور پیار سے پیش آتے۔ جماعتی کاموں اور خدمت خلق میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ سلام میں پہل کرنا بھی ان کا معمول تھا اور وقف نو کی مبارک تحریک میں شامل تھے۔ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے یہ اعزاز دیا کہ تاریخ احمدیت میں وقفِ نو کے پہلے شہید ٹھہرے۔

ہماری بیٹی جو کہ وقفِ نو میں شامل ہے اُن دنوں عزیزہ کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی ایک صبح جاگنے کے بعد مجھے کہنے لگی "امی جان میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ جماعت کی ساری آنٹیاں ہمارے گھر آئیں ہیں اور ایک کمرے میں بہت سارے تابوت (Leichen Sarg) رکھے ہیں۔ ایک تابوت کھول کر آپ یاسر چاچو کو بازو میں اٹھا کر دکھانے لگتی ہیں تو چاچو ایک بے بی بن جاتے ہیں لیکن شکل وہی رہتی ہے اور چاچو کے سر پر ایک بہت ہی پیارا تاج Prinzen Krone ہے جو بہت چمکتا ہے"۔ میں نے خواب سن کر کہا کہ آپ ہر وقت Barbie والے کارٹون دیکھتی ہو اور خواب میں بھی شہزادے اور تاج ہی آپ کو نظر آتے ہیں۔ لیکن اپنے طور پر میں نے یہ تعبیر سوچی کہ شائد اس مرتبہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک بیٹے کی نعمت سے نوازے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے تو یہ یاسر کے سر شہادت کا تاج پہنایا جو رہتی دنیا تک تاریخ احمدیت میں جگمگا تا رہے گا۔

جہاں اپنے پیاروں کے بچھڑنے کا غم ہے تو وہاں ان کی عظیم قربانی پر فخر بھی حاصل ہے۔ آج ان کی شہادت کی وجہ سے ہمارا نام بھی شہیدوں کے خاندان میں ہے اور ان کی شہادت ہی کی وجہ سے ہمارے لئے یہ بھی بہت بڑے نصیب کی بات ہے کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افراد مرد و خواتین از راہ نوازش موںگ ہمارے گھروں میں تشریف لائے اور ہر ایک شہید کے گھر کو رونق بخشی۔ شدید گرمی میں لمبا سفر کر کے آنے والے ان پاک وجودوں کی آمد سے لواحقین کے حوصلے بڑھے۔ حضور ایدہ اللہ کی طرف سے بھی ہم سب کی خبر گیری کی گئی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہر خط اور پیغام نے ہمت بڑھائی اور ایک نیا ولولہ اور حوصلہ عطا کیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی عیدی کی رقم اور رومال آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے گرانقدر تحفہ "اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ" کا ہمارے ایک عزیز کے توسط سے بھجوایا۔ خدا تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ اس سانحہ سے ہمیں احساس ہوا کہ مومن ایک جسم کا حصہ ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی تکلیف کا ہی احساس تھا کہ پاکستان کے علاوہ قادیان جلسہ پر دنیا کے کونے کونے سے تشریف لانے والے افرادِ جماعت صرف اس لئے پاکستان تشریف لائے کہ شہید ہونے والے افراد کی قبروں پر دعا کے ساتھ ساتھ ان کے گھر والوں سے مل کر ان کی دلداری کر سکیں۔ میری نند صاحبہ کا کہنا ہے کہ انڈونیشیا سے ایک احمدی فیملی تشریف لائی۔ بوڑھی عورت بار بار روتی تھی اور کہتی کہ مجھے سب شہیدوں کا درد ہے دل میں لیکن میں وقف نو کے پہلے شہید طفل کی ماں سے ملنے کے لئے تھکا دینے والا سفر کر کے آئی ہوں۔ پھر کافی دیر بیٹھی رہیں اور قبروں پر فاتحہ کے بعد رب وہ تشریف لے گئیں۔ اس محبت اور اخلاص کی مثال ہمیں فی زمانہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں ہی مل سکتی ہے۔

سانحہ موںگ منڈی بہاؤالدین میں سب سے شدید زخمی ہونے والے افراد میں میرے بڑے بھائی جان محترم کیپٹن محمد ایوب گلا صاحب بھی شامل ہیں جن کی دائیں طرف کی ٹانگ پوری طرح مفلوج ہوگئی ہر طرح کا علاج ہوا لیکن ابھی تک پوری طرح صحت مند نہیں ہو سکے۔ میری تمام قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی جان کے ساتھ ساتھ باقی تمام زخمیوں کو بھی اور جولاہور میں زخمی ہوئے سب کو مکمل شفا بخشے۔ آمین

جب آپ کو زخمی حالت میں منڈی بہاؤالدین ہسپتال لے گئے تو بعد میں جب عزیزم یاسر اور محترم چچا جان کی وفات کا سن کر ہم خواتین ہسپتال پہنچیں تو میں نے آپ کو بہت زیادہ رَش کی وجہ سے دور سے ہی دیکھا۔ آپ خون میں لت پت تھے اور کمال ہمت اور حوصلہ سے باتیں کر رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر تسلی ہوئی۔ آپ مسکراتے ہوئے دعا کے لئے کہہ رہے تھے۔ چچازاد بہن کو تسلی دی کہ آپا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بس دعا کی ضرورت ہے۔ دعاؤں پر زور دیں جو خدا کو منظور ہے وہی ہوگا۔ اتنے میں مجھے چھوٹے بھائی نے دیکھ لیا اور آکر تسلی دی کہ ہم انھیں کھاریاں ہسپتال لے کر جا رہے ہیں۔ بھائی جان خود بہت تکلیف میں ہونے کے باوجود پہلے دوسرے زخمیوں کو ہسپتال کے لئے کہتے رہے اور خود مسجد سے سب سے آخر میں گئے۔ آخر میں میری دعا ہے اللہ تعالیٰ دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے احمدیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

ہم خدا کی رضا میں راضی ہیں۔ دشمنانِ احمدیت کبھی بھی ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہر مشکل اور ہر ایک کے خون کا ہر قطرہ ہمارے حوصلوں کو بلند کرتا ہے اور ہماری عبادات کے معیار کو ترقی اور ایمان کو تازگی بخشتا ہے۔

محترمہ مبارکہ ارشد گلا صاحبہ Nider Sachsen Vechta

حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ سورۃ البقرہ آیت نمبر 155 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

دوسرے معنی محاورے میں اس کے یہ ہوتے ہیں کہ جس شخص کا کام جاری رکھنے والے لوگ پیچھے باقی ہوں اس کی نسبت بھی کہتے ہیں۔ مَامَات کہ وہ مرا نہیں۔ اور مردہ اسے کہتے ہیں جو مرے اور اس کا کوئی اچھا اور نیک قائم مقام نہ ہو۔ چنانچہ عبدالملک بادشاہ نے زہری کے ایک مدرسہ کا معائنہ کیا تو اس مدرسہ کے طلباء میں اصمعی بھی تھے جو بہت بڑے مشہور نحوی گذرے ہیں۔ بادشاہ نے اصمعی کا امتحان لیا۔ اور اس سے کوئی سوال پوچھا تو اصمعی نے اس کا نہایت معقول جواب دیا۔ بادشاہ نے اس کا جواب سن کر خوش ہو کر زہری سے کہا کہ مَا مَاتَ مَنْ خَلَفَ مِثْلَكَ کہ وہ شخص نہیں مرا جس نے ایسے لوگ پیچھے چھوڑے ہوں جیسا کہ تو نے چھوڑے ہیں۔ اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ یہ لوگ مردہ نہیں کہلا سکتے کیونکہ جس کام کے لئے انہوں نے جان دی ہے اس کے چلانے والے لوگ موجود ہیں۔ اور ایک کے مرنے پر دو اس کی جگہ لینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ پس ان کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اچھے قائم مقام پیدا کر دیئے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنی تعداد میں پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ مردہ تو وہ ہوتا ہے جس کا بعد میں کوئی اچھا قائم مقام نہ ہو مگر ان کے تو بہت سے قائم مقام پیدا ہو گئے ہیں اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا کہ ہم ان میں سے ایک ایک کی جگہ کئی کئی قائم مقام پیدا کرتے چلے جائیں گے اور وہ قوم کبھی مرتی نہیں جس کے افراد اپنے شہداء کی جگہ لیتے چلے جائیں۔ جو قوم اپنے قائم مقام پیدا کرتی چلی جاتی ہے وہ خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو اسے کوئی مار نہیں سکتا۔ (تفسیر کبیر جلد دوم ص 288 تا 289)

مرسلہ:۔ ریحانہ بشریٰ صاحبہ حلقہ رائن ہائم

''مکرمہ امتہ الشافی صدیقی صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب شہید'' کے ساتھ

ایک نشست

خلافت احمدیہ کی دوسری صدی کے راہ مولیٰ میں شہادت کا رتبہ پانے والے سندھ کے معروف فزیشن (ماہرِ طبیعات) اورامیر ضلع میر پور خاص (پاکستان) ڈاکٹرعبدالمنان صدیقی مرحوم کی اہلیہ محترمہ امتہ الشافی صاحبہ گذشتہ دنوں مختصرنجی دورہ پر جرمنی تشریف لائیں تواس وقت کی نیشنل صدر لجنہ اماءاللہ جرمنی محترمہ سعدیہ گڈٹ صاحبہ نے مورخہ 16 مئی 2009ء بروز ہفتہ بیت السبوح سینٹر فرینکفرٹ میں اُن کے اعزاز میں ایک نشست کا اہتمام کیا۔اس موقع پر نیشنل مجلس عاملہ جرمنی کی ممبرات بھی موجود تھیں۔

مکرمہ امتہ الشافی صدیقی صاحبہ نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجوداس پروگرام میں شرکت کرکے عزت افزائی فرمائی۔جس کیلئے ہم اُن کے تہہ دل سے مشکور ہیں۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء باقاعدہ کاروائی کا آغاز قرآنِ پاک سے سورۃ البقرہ کی منتخب آیات 154 تا 157 کی تلاوت سے ہُوا۔جومکرمہ امتہ الشکور صاحبہ نے کی اور مکرمہ ناہیدہ حق صاحبہ نے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا۔بعد ازاں مکرمہ نیشنل صدر صاحبہ نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے فرمایا! کہ خاکسار اپنے جذبات کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جُمعہ فرمودہ 12 ستمبر 2008ء کی روشنی میں پیش کرتی ہے۔یوں بعض منتخب اقتباس پڑھے۔جن میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی شہادت کا ذکر تھا۔اس کے بعد محترمہ امتہ الشافی صدیقی صاحبہ کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ ڈاکٹر صاحب شہید کی سیرت کے بارہ میں کچھ بیان فرمائیں۔تو موصوفہ انتہائی دلنشین اور دھیمے انداز میں گویا ہوئیں کہ، ''حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ کے بعد کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔میں جب کبھی پریشان ہوتی ہوں تو یہ خطاب سُن کر دل کو بہت ڈھارس ملتی ہے۔''

''مکرم ڈاکٹر صاحب مرحوم اکلوتے ہونے کے باوجود بے لوث، ہمدرد، غمخوار اور انتہائی سادہ انسان تھے۔گھر میں کھانے میں جو ملتا خوشی سے تناول کرتے۔کبھی کوئی اعتراض نہ کیا۔خلافت سے بے پناہ محبت کرتے۔میں نے خلافت سے محبت انہی سے سیکھی۔خدمت دین اور خدمت خلق کے میدانوں میں ان تھک محنت کے عادی تھے۔دو اضلاع کے امیر تھے۔چہرہ پر ہمیشہ مسکراہٹ اور بشاشت رہتی۔غریب اور نادار افراد کیلئے بے غرض کام کرتے۔ان کی مالی اور طبی امداد کرتے۔خاکسار کے سُسر محترم عبدالرحمٰن صدیقی صاحب مرحوم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر میر پور خاص آباد ہوئے تھے۔انہوں نے یہ ہسپتال تعمیر کروایا۔1998ء میں اُنکی وفات کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال کو سنبھالا اور کلینک سے ترقی دے کر ہسپتال بنایا۔جہاں جدید سہولیات اور آپریشن کا انتظام موجود تھا۔اسی ہسپتال میں ڈاکٹر صاحب کی شہادت ہوئی۔

اُن کی شہادت کے بارہ میں کبھی سوچا تو نہ تھا۔لیکن ایک موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک خطبہ جمعہ فرمودہ میں شہادت کے رتبے بیان فرمائے تو ایک لمحے کیلئے دل میں شہادت کا خیال آیا۔شہادت سے قبل خاکسار کی طبیعت میں بے حد بے چینی تھی۔اُس دن ہسپتال روانہ ہونے سے پہلے مکرم ڈاکٹر صاحب کا چہرہ انتہائی پُر نور تھا۔اس کی گواہی سیکورٹی گارڈ نے بھی دی۔وہ لمحے آج بھی میرے دل پر نقش ہیں۔ہر ایک سے پیار و محبت کا تعلق تھا۔کسی سے دُشمنی نہیں تھی۔لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے باوجود یہ کیسے ہوگیا۔افسران بالا سے بہت اچھے تعلقات تھے۔''

اس موقع پر ایک عاملہ ممبر نے سوال کیا، کہ قاتل پکڑے گئے؟ فرمایا ''نہیں آج تک قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔'' ایک بہن نے پاکستانی اخبارات اور میڈیا کے ردعمل کے بارہ میں دریافت کیا! فرمایا کہ''اخبارات اور ٹی وی میں اس خبر کو بہت زیادہ نشر کیا گیا۔حتیٰ کہ امریکہ کے abc چینل میں live خبر دی۔کہ یہ وہ شخص ہے جو یہاں سے تعلیم حاصل کرکے اپنے ملک کی خدمت کے لیے پاکستان گیا تھا اور اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

ایک بہن نے ڈاکٹر صاحب شہید کی والدہ محترمہ کے بارہ میں بیان کرنے کی درخواست کی تو فرمایا!

''ڈاکٹر صاحب شہید کی والدہ خاکسار کی سگی پھوپھی جان تھیں اور وہ اُن کی اکلوتی اولاد تھے۔محترمہ پھوپھی جان نے بہت صبر اور حوصلے سے یہ صدمہ برداشت کیا اور مجھے بھی تسلی دیا کرتی تھیں۔''

بعدازاں اجتماعی دُعا اور ریفریشمنٹ کے بعد یہ مجلس برخاست ہوئی۔امتہ الشافی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ سب سے مل کر بہت خوشی ہوئی آپکی محبتیں ہمیشہ یاد رہیں گی اور سب کا بہت شکریہ ادا کیا۔محترمہ نیشنل صدر نے بھی انکا شکریہ ادا کیا۔ صدر صاحبہ و عاملہ ممبران لجنہ اماءاللہ جرمنی سے مصافحے کے بعد روانہ ہوئیں۔

(مرتبہ: محترمہ لبنیٰ ثاقب صاحبہ)

ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب شہید اور مکرم سیٹھ محمد یوسف صاحب شہید کا ذکر خیر۔خطبہ جمعہ 12 ستمبر 2008ء

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دشمن تو تمہیں اس لئے قتل کرتا ہے کہ زندگی کا خاتمہ کرکے عددی لحاظ سے بھی تُمہیں کم اور کمزور کردے لیکن ایک یا چند اشخاص کا قتل جو خدا کے لئے ہوا، اس سے جماعتیں مردہ نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ ایک شخص کی موت کئی اور مومنوں کی زندگی کے سامان کرجاتی ہے۔بلکہ اس نے ان میں وہ روح پھونک دی ہے جس نے نئی زندگی انہیں عطا کی ہے' اپنی قربانیوں کے قائم کرنے کا وہ فہم عطا کیا ہے جس سے وہ ایک نئے جوش اور جذبے

سے دین کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

حضور انور نے گزشتہ دنوں راہ مولیٰ میں شہید ہونے والے دو مخلصین جماعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے راہ مولیٰ میں شہید ہونے والے ہمارے بہت ہی پیارے بھائی ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب امیر ضلع میر پور خاص سندھ ہیں ۔محترم ڈاکٹر صاحب موصوف اور آپ کے والد ڈاکٹر عبدالرحمن صدیقی صاحب کا خلافت کے ساتھ اطاعت و وفا کا سلوک' ان کے خاندانی کوائف' تعلیمی قابلیت' ذاتی خوبیوں جماعتی خدمتوں اور ان کے والد صاحب اور ان کے نانا جان ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ رفیق حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے اور اپنے خاندان کے ساتھ خاص تعلقات کا بھی تذکرہ فرمایا' حضور انور نے محترم ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ امۃ الشافی صاحبہ کے عظیم حوصلے اور صبر کے مظاہرے اور اسی طرح اپنے خاوند کے ساتھ کامل وفا کا ذکر بھی کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر صاحب کے درجات بلند کرے اور ان کی اہلیہ اور ان کی بزرگ والدہ محترمہ کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے ساتھ بچوں کی خوشیاں دکھائے۔حضور انور نے غیر از جماعت لوگوں کے ڈاکٹر صاحب کی شہادت پر افسوسناک اور اس واقعہ کے خلاف مذمتی پیغامات پڑھ کر سنائے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے بارے میں نیک تاثرات کے اظہار کا ذکر فرمایا۔حضور انور نے فرمایا کہ دوسرے جو راہ مولیٰ میں شہید ہوئے وہ مکرم سیٹھ محمد یوسف صاحب امیر ضلع نواب شاہ سندھ ہیں۔ان کے خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کے تعلق' ان کی ذاتی خوبیوں اور جماعتی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ان دونوں فدایان سلسلہ کے بارے میں حضور انور نے فرمایا کہ یہ ہیں جماعت کی خدمت کرنے والے کارکنان۔

حضور انور نے دو زخمیوں کے لئے بھی دعا کا اعلان فرمایا۔ایک تو شیخ سعید احمد صاحب ہیں جن کو اس ماہ رمضان کے آغاز میں کراچی میں اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے گولیاں مار کر شدید زخمی کر دیا گیا اور دوسرے ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب کے ساتھ ان کے احمدی گارڈ مکرم عارف صاحب یہ بھی شدید زخمی ہیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور ان کو صحت دے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور قوم کو بھی ان انسانیت دشمن لوگوں سے محفوظ رکھے' ان دنوں بہت دعائیں کریں' اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔آمین

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 ستمبر 2008ء ماخوذ از الفضل ربوہ 16 ستمبر 2008ء)

ہم زندہ ہیں

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو جنت میں بھیجا۔انہوں نے جنت کی نعماء سے لذت پائی تو انہوں نے کہا کوئی ہمارے بھائیوں کو یہ خبر پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے۔تا کہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد فی فضل الشہادت حدیث نمبر 2158)

تری محبت میں......

تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے در پر سے جائیں گے ہم
تری محبت کے جرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم
سنیں گے ہرگز نہ غیر کی ہم نہ اسکے دھوکے میں آئیں گے ہم
بس اک تیرے حضور میں ہی سر اطاعت جھکائیں گے ہم
ہوا ہے سارا زمانہ دشمن ہیں اپنے بیگانے خوں کے پیاسے
جو تو نے بھی ہم سے بے رخی کی تو پھر تو بس مر ہی جائیں گے ہم
سمجھتے کیا ہو کہ عشق کیا ہے یہ عشق پیارو کٹھن بلا ہے
جو اس کی فرقت میں ہم پہ گذری کبھی وہ قصہ سنائیں گے ہم
ہمیں بھی ہے نسبت تلمذ کسی مسیحاً نفس سے حاصل
ہوا ہے بے جان گو کہ مسلم مگر اب اس کو جلائیں گے ہم
مٹا کے نقش و نگارِ دیں کو یونہی ہے خوش دشمنِ حقیقت
جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم
خدا نے ہے خضرِ رہ بنایا ہمیں طریقِ محمدیؐ کا
جو بھولے بھٹکے ہوئے ہیں ان کو صنم سے لا کر ملائیں گے ہم
ہماری ان خاکساریوں پر نہ کھائیں دھوکا ہمارے دشمن
جو دیں کو ترچھی نظر سے دیکھا تو خاک ان کی اڑائیں گے ہم
مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثار دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دنمیں ظفر کے پرچم اڑائیں گے ہم
خبر بھی ہے کچھ تجھے او ناداں کہ مردمِ چشمِ یار ہیں ہم
اگر ہمیں کج نظر سے دیکھا تو تجھ پہ بجلی گرائیں گے ہم

کلام محمود ۔نمبر 51 صفحہ نمبر 94 مطبوعہ نومبر 1993ء

لکھیں گے لہو سے افسانے

محترم ڈاکٹر شیراز احمد باجوہ صاحب و محترمہ نورین شیراز صاحبہ کی شہادت کا اندوہناک واقعہ

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ 16 اپریل 2009ء

ایمان کے بارے میں تو حدیث میں آتا ہے کہ سب سے افضل ایمان کا حصہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا ہے۔ پورا کلمہ بھی نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل حصہ صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دینا ہے۔ اور پھر وہ واقعہ جب ایک صحابی نے جنگ کی حالت میں دشمن کو زیر کر لیا اور اس نے کلمہ پڑھ لیا اور پھر بھی انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور آنحضرت ﷺ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے اس شدت سے اسے کہا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ کہ اس نے ڈر کے مارے کلمہ پڑھا ہے یا اس نے دل سے کلمہ پڑھا ہے۔ وہ صحابی کہتے ہیں کہ اُس وقت جو غصے کا اظہار آنحضور ﷺ نے فرمایا تو میں یہ چاہتا تھا کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ اس کے باوجود یہ اپنی تعریفیں کر کے کلمہ گوؤں کو قتل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ شہید کرتے چلے جا رہے ہیں۔

گزشتہ دنوں پھر انتہائی ظالمانہ طور پر ایک نوجوان جوڑے میاں بیوی کو ملتان میں شہید کر دیا گیا اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے زمانہ کے امام کو مانا۔ دونوں ڈاکٹر تھے اور بڑے ہر دلعزیز ڈاکٹر تھے۔ ایک کا نام ڈاکٹر شیراز ہے۔ ان کی 37 سال عمر تھی اور ان کی اہلیہ ڈاکٹر نورین شیراز 28 سال کی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید یہ شہداء میں عورتوں میں سب سے کم عمر شہید ہیں۔ ان لوگوں کو اتنا بھی انسانیت کا پاس نہیں ہے کہ جو نافع الناس وجود ہیں، انسانیت کی خدمت کرنے والے ہیں، خدمتِ خلق کرنے والے ہیں اور تمہارے مریضوں کی خدمت کر رہے ہیں، ان کو بہیمانہ طریقے سے شہید کر دیا۔ یہ مخالفین یاد رکھیں کہ احمدی جو ہیں وہ تو کسی مقصد کے لئے شہید ہو رہے ہیں۔ لیکن جو آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کے آنے سے جو حق ظاہر ہوا، اس کے انکار کی وجہ سے جو ملک میں بدامنی پھیل رہی ہے اور اس وجہ سے درجنوں معصوم بلا مقصد قتل کئے جا رہے ہیں۔ یہ بھی قدرت کا ایک انتقام ہے جو لیا جا رہا ہے کہ اس کے نتیجہ میں تو وہ مسلمان بھی نہیں رہتے جو مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو سلوک کرنا ہے، جیسا کہ میں نے آیت پڑھی ہے وہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ پھر ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ ان لوگوں کو کچھ خوف خدا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔

گزشتہ دنوں میں پہلے حکومت کے ساتھ، فوج کے ساتھ، لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد پھر حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے اور سوات میں ایک شرعی نظام جاری کر دیا گیا اور عدالتیں بھی قائم ہو گئیں۔ تو اس کے بعد وہاں کے جو بھی کرتا دھرتا ملاں تھے، انہوں نے اعلان کیا کہ حکومت کے جو جج ہیں یہاں آنے کی کوشش نہ کریں۔ حکومت کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سلسلہ جواب شروع ہوا ہے یہ یہاں رکنے والا نہیں۔ یہ پورے ملک کو مزید بدامنی کی لپیٹ میں لے گا۔ دنیا کی جو صورتحال ہے، دنیا میں پاکستان کی جو صورتحال ہے، اب پورے ملک کو دہشت گرد کا نام دیا جا رہا ہے۔ یہاں کے وزیر خارجہ نے بھی پچھلے دنوں بیان دیا کہ اگر حکومتوں نے اپنے آپ کو نہ سنبھالا تو مکمل طور پر یہ ملک دہشت گرد قرار دے دیا جائے گا۔ وہ ملاں جو پاکستان کو پلیدستان کہتا تھا اپنی مذموم کوششوں میں کامیاب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ اور بظاہر تو یہ لگتا ہے کہ اب ان کی کوششیں یہی ہیں کہ اگر ملک ان لوگوں کے ہاتھ میں رہا تو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ پاکستان کے نام کو بھی یہ قائم رہنے دیں گے کہ نہیں۔

خلفاء احمدیت ہمیشہ حکومت کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ ان سے بچنا، ان ملاؤں سے بچنا۔ اگر ایک دفعہ بھی ان کو کندھے پر سوار کر لیا تو پھر یہ لوگ پیر تسمہ پا بن جائیں گے۔ لیکن انہیں سمجھ نہیں آ رہی۔ ایک طرف یہ لوگ جو سیاستدان ہیں یہ اپنے آپ کو ملک کا ہمدرد اور بڑا منجھا ہوا سیاستدان سمجھتے ہیں۔ اور اسکے دعوے کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اس خوفناک حقیقت کو نہیں سمجھ رہے کہ ملاں پاکستان کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اس لئے ان سے کسی بھی قسم کا جو اشتراک ہے وہ حکومتوں کو بھی اور ملک کو بھی نقصان پہنچائے گا۔

ہم تو دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو بچائے۔ جہاں تک ملاں کی کوشش یا ارادے کا تعلق ہے کہ ان شہادتوں سے وہ احمدیت کی ترقی کو روک سکتے ہیں تو یہ ان کا خام خیال ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا احمدیت تو ہر قدم پر دشمنی کے بعد ترقی کرتی چلی گئی ہے۔ جو کشتی خدا تعالیٰ نے خود بنوائی ہے اُس کی حفاظت بھی وہ خود کرے گا اور اس کا سفر انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔ ہاں جہاں تک اِکا دُکا شہادتوں کا یا نقصان کا سوال ہے۔ وہ تو ابتلا آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا۔ اور جو شہادت پانے والے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اپنی دائمی زندگی پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے والے بن رہے ہیں۔ بہرحال احمدی بھی، خاص طور پر پاکستانی احمدی دعاؤں پر بہت زور دیں۔ کیونکہ یہ ملک جس آگ کے کنارے پر کھڑا ہے۔ وہاں سے احمدیوں کی دعائیں ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتے ہوئے اس کو اس میں گرنے سے بچا سکتی ہیں۔ اس ملک کی تعمیر میں بھی جماعت احمدیہ نے بہت کردار ادا کیا ہے اور اس کے بچانے میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی دعائیں بہت کام آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جن شہید ڈاکٹرز کا میں نے ذکر کیا تھا اب ان کے کچھ کوائف بھی بتا دوں۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ 14 مارچ کو ڈیوٹی سے فارغ ہو کر یہ لوگ سوا تین بجے اپنے گھر پہنچے۔ تو لگتا ہے کہ کوئی پہلے سے وہاں چھپا ہوا تھا۔ جس نے ان دونوں کو بڑی بے دردی سے شہید کیا۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ڈاکٹر شیراز باجوہ کی میت ان کے بیڈ روم میں تھی۔ ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ منہ میں روئی ٹھونسی ہوئی تھی اور گردن میں رسی کا نشان تھا یعنی پھندا ڈالا گیا تھا۔ اور کئی رسیاں بھی سرہانے پڑی تھیں۔ ان کی ملازمہ جب شام کو آئی ہے تو اس نے ان کو دیکھا۔ کہتی ہے پہلے ان کی جو لاش تھی وہ پنکھے سے لٹک رہی تھی اور اسی طرح جو ان کی اہلیہ ہیں ان کو ڈرائنگ روم میں اسی طرح باندھ کر چھوڑا ہوا تھا۔ منہ میں کپڑا

تھا۔ دونوں، ڈاکٹر شیراز صاحب واپڈا ہسپتال ملتان میں آنکھوں کے سپیشلسٹ تھے اور ڈاکٹر نورین جو تھیں چلڈرن ہسپتال میں تھیں۔ یہ دونوں احمدی، غیر احمدی دونوں طبقوں میں بڑے ہر دلعزیز ڈاکٹر تھے۔ بڑا دھیما مزاج اور ہمدردانہ رویہ رکھنے والے تھے۔ یہ ان کی خاص پہچان تھی۔ کچھ عرصہ انہوں نے فضل عمر ہسپتال میں بھی کام کیا ہے اور یہ کالونی ایسی ہے کہ یہاں ہر طرف سے چار دیواری تھی۔ دیواروں کے اوپر باڑ لگی ہوئی تھی۔ گیٹ ہے۔ سیکیورٹی ہے۔ اس کے باوجود اندر جا کے حملہ کرنے کا مطلب ہے کہ لازماً کوئی سازش کی گئی ہے۔ کیونکہ بغیر سیکیورٹی چیک اس کالونی کے اندر کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ تو اس میں یہ سب شامل لگتے ہیں۔ دونوں اچھے قابل لائق ڈاکٹر تھے۔ 1998ء میں کوئی مضمون نویسی کا مقابلہ ہوا تھا۔ جس میں ان کی اہلیہ کو ایک بڑا اعزاز بھی ملا تھا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ان کی شادی ہوئی تھی اور ابھی ان کے بچے کوئی نہیں تھے۔ بالکل نوجوان تھے۔ جیسا کہ بتایا کہ 37 سال اور 28 سال عمر تھی۔ ابھی میں انشاء اللہ تعالیٰ نماز کے بعد ان کا جنازہ غائب بھی پڑھوں گا۔

(اقتباس از الفضل انٹرنیشنل 10 اپریل 2009ء تا 16 اپریل 2009ء)

سوچا بھی کبھی تم نے کہ کیا بھید ہے ملاں
کیوں تم سے گھن آتی ہے اچھے نہیں لگتے
ہر بات تمہاری ہے فقط جھوٹ کا پتلا
بھولے سے بھی سچ بولو تو سچے نہیں لگتے

﴿ از کلام طاہر۔ صفحہ نمبر 104 ﴾

قادیان سے ھجرت کے متعلق پیشگوئی

راہ ایمان مطبوعہ 1988ء ص 104

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے ”داغ ہجرت“ کے الہام میں بتایا تھا کہ ہجرت ہوگی۔ اور حضرت مصلح موعودؓ کو خواب میں دکھایا گیا تھا کہ کسی زمانہ میں جماعت احمدیہ کو قادیان سے نکلنا پڑے گا۔ اور خشک پہاڑیوں والے ایک اونچے علاقہ میں اسے اپنا دوسرا مرکز بنانا پڑے گا اور یہ حالت عارضی ہوگی۔ یہ ہجرت 1947ء میں ہو چکی ہے۔ جماعت احمدیہ پاکستان جا کر پہاڑی علاقہ میں آباد ہو گئی۔ اس مقام وجگہ کا نام ربوہ رکھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس سلسلہ میں ایک اور بھی الہام ہوا کہ ” تجھ پر اور تیرے ساتھ مومنوں پر مواخذہ حکام کا ابتلا آئے گا۔ وہ ابتلا صرف تہدید ہوگا۔ اس سے زیادہ نہیں۔ وہ خدا جس نے خدمت قرآن تجھے سپرد کی ہے پھر تجھے قادیان میں واپس لائے گا۔ میں اپنے فرشتوں کے ساتھ ناگہانی طور پر تیری مدد کروں گا۔ اور میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں ذوالجلال بلند شان والا ہوں۔

﴿تذکرہ ص 295﴾

اس سے ظاہر ہے کہ ہجرت والی حالت عارضی ہے۔ اور جس طرح ہجرت کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے، اپنے وقت پر واپسی کی پیشگوئی بھی یقیناً پوری ہو کر رہے گی۔ انشاء اللہ

ہجرت کے فلسفہ سے دل اب آشنا بھی ہے
ہم ہیں جو امن میں ہمیں یہ سوچنا بھی ہے
وقت اور مال ہم نے خوشی سے دیا بھی ہے
ہم ہیں جو امن میں ہمیں سوچنا بھی ہے

﴿از کلام فاروق محمود صاحب لندن الفضل انٹرنیشنل 27 مارچ 2009ء صفحہ نمبر 2﴾

نظم

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا
جیسی سندر تھی وہ بستی ویسا وہ گھر بھی سندر تھا

سادہ اور غریب تھی جنتا۔ لیکن نیک نصیب تھی جنتا
فیض رساں عجیب تھی جنتا۔ ہر بندہ، بندہ پرور تھا

سچے لوگ تھے، سچی بستی۔ کرموں والی اچی بستی
جو اونچا تھا، نیچا بھی تھا، عرش نشیں تھا، خاک بسر تھا

اس کی دھرتی تھی آکاشی، اس کی پرجا تھی پرکاشی
جس کی صدیاں تھیں متلاشی، گلی گلی کا وہ منظر تھا

آشاؤں کی اس بستی میں، میں نے بھی فیض اس کا پایا
مجھ پر بھی تھا اس کا چھایا، جس کا میں ادنیٰ چاکر تھا

﴿ از کلام طاہر صفحہ نمبر 68,67 ﴾
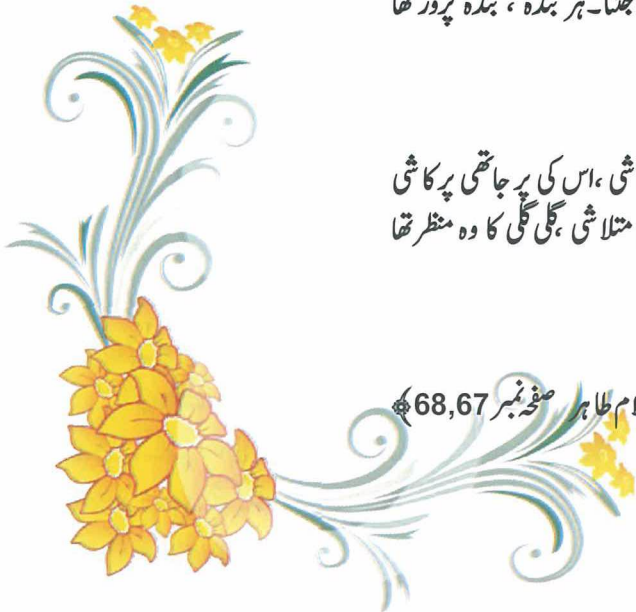
مرے محبوبوں پر صبح و مسا ، پڑتی ہے کیسی کیسی بلا
مری روح پہ ، برسوں بیت گئے ان اندیشوں کا سایہ ہے
کیا ظلم و ستم رہ جائیں گے اب دنیا میں پہچان وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

خوبصورت رشتے اور انکی یادیں

ہمارے خاندان میں یکم اپریل 2010ء کو بروز جمعرات بوقت 22:20 تین شہادتیں ہوئیں۔ جن میں سے ایک میرے تایا ابو مکرم شیخ اشرف پرویز صاحب شہید جن کی عمر 58 سال تھی۔ دوسرے میرے والد صاحب مکرم شیخ مسعود جاوید صاحب شہید جنکی عمر 57 سال تھی۔ تیسرا شہید ہونے والا نوجوان میرا چھوٹا بھائی عزیزم شیخ آصف مسعود شہید تھا۔ جس کی عمر 24 سال تھی۔

میرے تایا ابو، ابو اور بھائی رات کو دوکان بند کرنے کے بعد گھر آ رہے تھے۔ کہ گھر سے کچھ ہی فاصلے پر فیصل ہسپتال کے قریب چار یا پانچ نامعلوم افراد نے انکی گاڑی روکنے کی کوشش کی۔ مگر بھائی نے گاڑی تیز کر دی لیکن انہوں نے گاڑی کے ڈائیورز پر فائرنگ کر دی۔ جس کی وجہ سے گاڑی ایک درخت کے قریب رک گئی۔ وہ نامعلوم افراد تقریباً تیس سے چالیس سیکنڈ تک مسلسل فائرنگ کرتے رہے۔ ابو اور بھائی موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ تایا جان تقریباً بیس منٹ تک حیات رہے اور ہسپتال پہنچ کر وہ بھی شہید ہو گئے۔

میرے ابو جان کو 21 تایا جان کو 17 اور بھائی کو 15 گولیاں لگیں۔ میں تو اپنے ابو جان کی انگلی پر ایک چھوٹا سا زخم بھی نہیں دیکھ سکتی اور نہ ہی تایا ابو اور بھائی کی کوئی تکلیف دیکھ سکتی تھی۔ اور یہ سب کچھ ایک ساتھ دیکھنا میرے لئے قیامت سے کم نہیں تھا۔ مگر جو بلند مقام اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا۔ خدا کے فضل اور خلیفہ وقت کی دعاؤں کے ساتھ ہمارے دلوں کو مضبوطی ملی اور ہم یہ منظر دیکھ سکے۔

میں دو سال سے پاکستان نہیں جا سکی تھی۔ اب کی بار میں گرمیوں کی چھٹیاں ہونے کا انتظار کر رہی تھی تاکہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو مل سکوں۔ میں بھی اور وہ سب بھی بہت اداس تھے۔ اس واقعہ کی اطلاع جب جرمنی پہنچی تو گھر والوں نے مجھے اور میری دیورانی جو کہ میرے تایا جان مکرم اشرف پرویز صاحب شہید کی بیٹی ہیں کو بہت طریقے سے آہستہ آہستہ بتایا کہ انکو گولیاں لگیں ہیں دعا کرو۔

اس وقت رات بہت ہو چکی تھی۔ نہ ٹکٹ کا کچھ پتا چل رہا تھا اور نہ ہی ہمارے بچوں کے پاکستان کے ویزے تھے۔ اتفاق سے اوسٹر کی چار چھٹیوں کی وجہ سے تمام ادارے بند تھے۔ لیکن محض خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی نہ کسی طرح ٹکٹوں کا بندوبست بھی ہو گیا اور بچوں کے ویزے بھی لگ گئے۔ یہ صرف خدا تعالیٰ کا فضل ہی تھا جو وہ ہمارے جانے کے راستے ہموار کر رہا تھا۔ ورنہ جانے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ائیرپورٹ پر سب رشتہ دار موجود تھے۔ سب ہی اپنا اپنا دکھ چھپانے کے ساتھ ساتھ ہمیں حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار بھی کر رہے تھے۔ پھر میں، میرے بچے اور دیورانی عزیزہ اسماء اور اس کے میاں اور بچے پاکستان روانہ ہوئے۔ میرے چھوٹے دیور جو کہ ہمارے ساتھ تھے، مکرم عاطف ودود انکو میں اپنا بڑا بھائی مانتی ہوں۔ انہوں نے سارے راستے ہمارا بہت خیال رکھا اور ہمیں صبر کرنے کی نصیحت کرتے رہے۔

ایک لمبے سفر کے بعد ہم پاکستان پہنچے۔ وہاں جا کر جب دروازے پر میں اپنے دوسرے بھائی سے ملی اسکا سامنا کرنا بھی ایک قیامت تھا۔ میں ابو، تایا اور عزیزم آصف کو آوازیں دے رہی تھی مگر ان کو تو تدفین کے لئے ربوہ لے گئے تھے۔ اسکے بعد میں اپنے چچا مکرم شیخ محمود احمد صاحب سے ملی۔ ابو اور تایا نے چچا کو ہمیشہ اپنے بچوں کی طرح رکھا۔ اور چچا بھی اپنے بھائیوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ لوگ ان کے پیار کی مثالیں دیتے ہیں۔ یہاں آ کر میں نے چچا کی جو حالت دیکھی وہ تقریباً دو ہفتے قبل میں خواب میں دیکھ چکی تھی۔

میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میرے چچا جس طرح شاید بیمار ہیں۔ وہ بہت رو رہے ہیں اور ان سے چلا بھی نہیں جا رہا۔ ان کے گرد لوگ ہی لوگ ہیں جوان کو پکڑ کر چلا رہے ہیں۔ پھر میں نے پاکستان فون کر کے ابو سے چچا کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تم پریشان نہ ہو وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ پھر ایک اور خواب میں میں نے دیکھا کہ میری پھپھو جو دس سال قبل وفات پا چکی ہیں۔ وہ پاکستان آئیں ہیں گھر میں اندھیرا ہے اور وہ کچھ لیکر جانا چاہتی ہیں میں انکو روکتی ہوں لیکن وہ تیزی سے لیکر چلی جاتی ہیں اور ساتھ روشنی ہو جاتی ہے۔

اس حادثے سے تقریباً چار روز پہلے تہجد کے وقت میرے گھر کے دروازے پر زور سے دستک ہوئی جا کر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اور میرے میاں کافی پریشان ہو گئے۔ پھر ایک دم دل میں خیال آیا کہ خدا تعالیٰ نے نماز کی طرف اشارہ تو نہیں کروایا۔ میں نے اٹھ کر نفل ادا کئے اور سب کی خیر کی دعا مانگی خاص طور پر پاکستان کی طرف خیال گیا۔ صدقہ بھی دیا مگر جو خدا کو منظور ہو وہی ہوتا ہے۔

میرے دادا ابو مکرم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم اور میرے نانا جان مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم دونوں بہت ہی نیک انسان تھے۔ جماعت کے کاموں کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ نانا ابو کے ماموں صحابی تھے۔ نانا ابو کا زیادہ وقت مسجد میں گذرتا تھا۔ کسی کو کوئی بھی مسئلہ ہو اسکی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ہمیں جب بھی جماعت کے بارے میں کوئی سوال کرنا ہوتا تو نانا ابو سے پوچھتے اور آپ بڑی تسلی سے اسکا جواب دیتے اور اچھی طرح سے سمجھا دیتے تھے۔

میرے دادا ابو بھی بہت پیارے انسان تھے۔ آپ ہم سے تو پیار کرتے ہی تھے میری سہیلیوں سے بھی بڑے پیار سے پیش آتے تھے۔ اس لئے میری سہیلیاں دعائیں کرتی تھیں کہ کاش ایسے دادا ہمارے بھی ہوتے۔ غریبوں اور ضرورت مندوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کئی غریب بچیوں کی شادیاں کروائیں۔ کئی گھروں کو خرچ دیتے مگر یہی کوشش ہوتی کہ کسی کو اس بات کا پتہ نہ چلے۔

میرے دادا ابو نمازیں ہمیشہ اول وقت میں اور باجماعت ادا کرتے تھے۔ حضور اقدس کے خطبات بہت شوق سے سنتے اور ہمیں بھی توجہ دلاتے۔ یہی خوبیاں بعد میں ابو، تایا، چچا اور بھائیوں میں بھی آئیں۔ اب بھی میرے چچا اور بھائی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سب کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو ہمیشہ یہ نیکیاں کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

میرے تایا مکرم اشرف پرویز صاحب شہید گھر میں سب سے بڑے تھے اور باہر بھی بڑے بن کر ہی رہے۔ کسی کو کوئی مسئلہ ہوتا فوراً مدد کے لئے چل پڑتے۔ رات کے کسی پہر میں بھی اگر کسی کا فون آگیا تو چلے جاتے بچے کہتے کہ ابو سارا دن کے بعد اب گھر آئے ہیں کبھی انکار بھی کر دیا کریں تو آپ کہتے کہ بیٹا وہ لوگ اتنے مان کے ساتھ مجھے بلاتے ہیں میں انکا مان نہیں توڑ سکتا۔

1974ء میں بھی ہماری دوکان مراد کلاتھ ہاؤس جلا دی گئی تو دادا ابو نے اپنے بچوں کو دعائیں کرنے اور ثابت قدم رہنے کی تلقین کی پھر خدا کا ایسا فضل ہوا کہ ایک دوکان کے بدلے دو بڑی دوکانیں کپڑے کی اور ایک مراد جیولرز بن گئی۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے دشمنوں کو حیران کر دیا۔

ہماری خاک پا کو بھی عدو کیا خاک پائے گا
ہمیں رکنا نہیں آتا اسے چلنا نہیں آتا ہے

ایک دفعہ نماز پڑھنے کے جرم میں پولیس دادا ابو کو لے جا رہی تھی تو تایا ابو مکرم شیخ اشرف پرویز صاحب شہید بھاگے بھاگے آئے اور دادا ابو کو اتار کر خود گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اس طرح تایا ابو کو دس بارہ دن تک اسیر راہ مولیٰ بننے کی سعادت ملی۔ وہ سخت گرمیوں کے دن تھے۔ نہ تو ہم ان سے ملاقات کر سکتے اور نہ ہی گھر سے بھیجا ہوا کھانا ان تک پہنچتا تھا۔ تایا ابو بتاتے ہیں کہ وہ لوگ گھٹنوں کے بل بٹھا کر رکھتے تھے اور جب سونے کی جگہ ملتی تو وہ بھی اتنی کہ کروٹ بدلنا مشکل ہوتی۔ وہ دن گذارنے بہت ہی مشکل تھے لیکن آپ نے نہایت صبر اور ثابت قدمی سے گذارے اور دوسروں کے لئے نمونہ بنے۔

تایا ابو نماز بہت اہتمام سے ادا کرتے، تلاوت قرآن کریم باقاعدگی سے کرتے اور رات کو سونے سے پہلے گھر کے چاروں طرف بلند آواز میں دعائیں پڑھ کر پھونکتے تھے۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے بعض اوقات اپنا نقصان کر لیتے تھے۔ انہوں نے دوکان پر کام کرنے والے ایک لڑکے کو بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اس کا بہت خیال رکھتے اسکی شادی بھی کروائی۔ گھر میں ایک کمرہ گندم اور چاولوں سے بھرا ہوتا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ گھر کے استعمال کے لئے ہے مگر بعد میں پتہ چلا کہ وہ غریبوں میں تقسیم کرتے تھے۔

ابو اور تایا ابو ہمیشہ اکٹھے رہتے ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔ ابو کی طبیعت ایسی تھی کہ وہ دوسروں کو بہلاتے تھے اور اچھا مذاق کرتے تھے۔ ہر کوئی ابو سے باتیں کرنا پسند کرتا دوکان پر سب کا خیال رکھتے کسی کو ڈانٹتے نہیں تھے۔ ایک دفعہ دوکان پر ایک لڑکے نے بہت تنگ کیا ابو نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ باز نہ آیا آخر تنگ آ کر اسکو کام سے نکال دیا مگر پھر خود ہی اداس ہو گئے اسکے لئے دعائیں کرتے اور بے چین رہتے تھے، ایک دن وہ واپس آگیا تو خدا کا شکر ادا کیا اور فوراً اسے کام پر رکھ لیا۔

ایک دفعہ میرے بڑے بھائی مکرم شیخ نعیم مسعود صاحب کی دوکان پر کسی سے بحث ہو گئی۔ تو ابو نے انہیں بڑے پیار سے سمجھایا کہ دیکھو اس دوکان پر تیس لوگ کام کرتے ہیں ہمیں خدا تعالیٰ پتہ نہیں کس کی قسمت کا رزق دے رہا ہے۔ اس لئے ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اور دوسروں کا خیال رکھنا چاہئے۔ میرے بڑے بھائی کی طبیعت کچھ جذباتی ہے وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتے کہ کوئی ابو سے اونچی آواز میں بات کرے اسی وجہ سے انکی کسی سے بحث ہو گئی تو ابو نے بھائی کو گھر بھیج دیا اس لڑکے کو وہیں رہنے دیا۔ بعد میں جب بھائی نے ابو سے شکوہ کیا تو ابو نے بھائی کو سمجھایا کہ بیٹا تم پر خدا کا فضل ہے تم لوگ تو گھر بیٹھے بھی کھا رہے ہو اگر میں اس غریب کو گھر بھیجتا تو وہ اپنا گھر کیسے چلاتا۔ کبھی کبھی دوسروں کی بات برداشت کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ اکثر اوقات لوگ ابو سے غلط بیانی کر کے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے مگر آپ ان کو کچھ نہ کہتے، ہمیں غصہ آتا کہ آپ ان کو کیوں کچھ نہیں کہتے آپ جواب دیتے کہ بیٹا یہ سب کچھ خدا کا ہی دیا ہوا ہے اگر اس سے ان کو کوئی فائدہ ہوتا ہے تو ہمارا کیا جاتا ہے۔

ابو جان اپنی بہوؤں سے ہمیشہ بیٹیوں کی طرح سلوک کرتے۔ اپنی بیٹیوں سے بھی بہت پیار کرتے۔ ہماری ہر خواہش کو پورا کرتے اور ذرا سی تکلیف پر پریشان اور دکھی ہو جاتے۔ بہنوں میں بڑی ہونے کے ناطے میرا ابو جان کے ساتھ دوستوں والا پیار تھا اور سب سے لاڈلی بھی تھی۔ ابو کو اگر کچھ ہوتا مثلاً بخار وغیرہ تو مجھے یہاں فوراً پتہ چل جاتا تھا۔ وہ مجھ سے چھپانے کی کوشش کرتے تو میں ان کو بتا دیتی کہ ابو آپ گھر ہیں دوکان پر نہیں تو ابو پوچھتے کہ تمہیں کیسے پتہ چلا میں کہتی میرے دل کو پتہ چل جاتا ہے۔ اسی طرح میرا چھوٹا بھائی عزیزم آصف بھی

ابو کا لاڈلا تھا۔ اسے ابو کی ہر بات اور ہر راز کا علم ہوتا تھا۔

ابو جان کا میری اماں جان کے ساتھ بہت پیار بھرا سلوک تھا۔ وہ دونوں خاندان میں مثالی جوڑی تھے۔ شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی ابو جان نے اماں جان سے کہا کہ مجھے اس بات سے بہت خوشی ہو گی اگر تم میرے والدین اور بہن بھائیوں کی عزت کا خیال رکھنا اور اماں جان نے بھی ان کی اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا اور ابھی بھی رکھ رہی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال رکھتے بغیر کہے ایک دوسرے کی بات سمجھ جاتے تھے۔ اماں جان بتاتی ہیں کہ ابو جان کسی کی برائی کرنا یا اسکی غیر موجودگی میں اس بارے میں بری بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ابو جان اپنا زیادہ وقت اپنی فیملی کے ساتھ گذارتے تھے۔ ٹی وی پروگرام بھی ہم امی جان ابو جان کے ساتھ بیٹھ کر دیکھتے تھے اس طرح ہمیں غلط اور صحیح کا فرق بھی پتہ چل جاتا۔ ابو ہمیشہ ہمیں سچ بولنے کی تاکید کرتے۔ ایک دفعہ ابو نے اپنے بچوں کی خوشیوں اور انکی پریشانیاں دور کرنے کے لئے چھ ماہ کے روزے رکھے۔ ویسے بھی آپ ہمیشہ رمضان کے پورے روزے رکھتے اور ساتھ شوال کے بھی رکھتے تھے۔

میرے چھوٹے بھائی عزیزم آصف مسعود سے خاص پیار تھا خود اس کا نام رکھا۔ ہمیشہ ابو جان کے ساتھ ساتھ رہنے والا عزیزم آصف ابو کے ساتھ ہی 24 سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ عزیزم آصف دوسروں کا احساس کرنے والا انکی تکلیف پر پریشان ہونے والا بچہ تھا غریبوں کی مدد کر کے اسے سکون ملتا۔ گھر میں کام کرنے والے لوگوں کو انکی تنخواہ کے علاوہ بھی پیسے اور چیزیں دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے ایک لڑکے کو کام پر رکھا وہ عزیزم آصف سے 4000 روپے ایڈوانس لے گیا۔ اس کے بعد کئی دن کام پر بھی نہ آیا تو عزیزم آصف نے اس کے گھر جا کر دریافت کیا کہ "کیا بات ہے تم کام پر نہیں آئے"۔ اس نے بتایا کہ میری والدہ بیمار ہے اس وجہ سے میں کام پر نہیں آسکا۔ عزیزم آصف کے پاس اسوقت مزید 4000 روپے تھے وہ بھی اسے دے دیئے اور کہا کہ "اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتانا اور اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔" جب وہ آدمی کام پر واپس آیا تو بڑے بھائی کو یہ بات بتائی۔

عزیزم آصف والدین کا بہت خیال رکھتا انکی ذرا سی تکلیف پر فکر مند ہو جاتا۔ رات کو امی ابو جان کے ساتھ لیٹ جاتا اور ان سے لاڈ پیار کرتا۔ اپنی بہنوں سے بھی بہت پیار کرتا تھا، میرا بہت خیال رکھتا تھا اگر میں اداس ہوتی تو اس وقت تک فون بند نہیں کرتا تھا جب تک میرا موڈ ٹھیک نہ ہو جاتا۔ رمضان کے پورے روزے رکھتا اور طاق راتوں میں عبادت کرتا تھا۔ اس نے اللہ کے فضل سے اپنا ہر رشتہ بڑی خوبی سے نبھایا۔

میرے تایا جان، ابو جان اور بھائی بہت ہی نیک اور پیارے انسان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مقام اور مرتبہ دیا ہے بلاشبہ وہ اسی کے قابل تھے۔ ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اتنی عزت دی اور سب سے بڑھ کر خلیفہ وقت نے اتنے اچھے الفاظ میں ہمارا ذکر فرمایا۔ فون پر سب سے بات کی ہم سبکو الگ الگ خط بھیجا اور دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھتے ہیں

ابو جان نے اس دنیا میں ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی اور اپنے بعد بھی دعاؤں کے دروازے کھول دیئے۔ وہ سب تو عزت اور بلند مقام پا گئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مقام کو قائم رکھنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس موقع پر میں ان سب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنہوں نے اس مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہمارے لئے دعائیں کیں۔ میرے گھر والوں نے میرا بہت ساتھ دیا میری ساس محترمہ عابدہ تنویر صاحبہ اور دیورانی محترمہ شگفتہ احمد صاحبہ نے میرے بعد میرے بچوں کو سنبھالا تب ہی میں پاکستان رہ سکی۔ میرے دیور مکرم عاطف ودود صاحب میرے ساتھ پاکستان گئے وہاں انہوں نے نہ صرف میرا بلکہ میری والدہ اور بہن بھائیوں کا بھی بہت خیال رکھا۔ خدا تعالیٰ ان کو اسکی بہترین جزاء عطا فرمائے آمین۔

میں تمام احباب جماعت سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ میری اماں، بھابی اور میری بھتیجی اور اس کے علاوہ ہمارے خاندان میں سے جو یہاں ہیں اور جو پاکستان میں ہیں سب کو خاص طور پر دعاؤں میں یاد رکھیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں صبر جمیل دے اور ثبات قدم عطا فرمائے آمین۔

(از: محترمہ عائشہ احمد صاحبہ بنت مکرم شیخ مسعود جاوید صاحب شہید Minden)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سورۃ البقرہ آیت نمبر 155 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

شہید کو ایک اعلیٰ حیات مرنے کے بعد ہی مل جاتی ہے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کو عرصہ تک ایک درمیانی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید تین دن کے اندر اندر زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کمال کو حاصل کر لیتا ہے جسے دوسرا شخص ایک لمبے عرصے میں حاصل کرتا ہے۔ پس فرماتا ہے۔ ان لوگوں نے مر کر فوراً وہ زندگی حاصل کر لی ہے جس میں روح کو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ عام زندگی میں تو سب لوگ شریک ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ابو جہل کو بھی وہ زندگی حاصل ہو گئی۔ اگر وہ زندگی اسے حاصل نہیں تو وہ جہنم میں کیسے جائے گا۔۔ پس زندگی تو مومن اور کافر دونوں کو حاصل ہو گی لیکن شہید چونکہ خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی زندگی دے دیتا ہے۔ اس لئے اسے مرنے کے بعد ہی ایک اعلیٰ حیات مل جاتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد دوم ص 289)

مرسلہ سندس سید صاحبہ حلقہ نوایزن برگ

(خطبہ جمعہ)

لاہور کی احمدیہ مساجد پر حملہ کے نتیجہ میں شہید اور زخمی ہونے والوں کی جرأت و بہادری، عزم و ہمت اور ان کے پسماندگان کے صبر و استقامت کے عظیم الشان اور درخشندہ نمونے۔ شہدائے لاہور کی قربانیوں کا دلگداز تذکرہ۔

یہ صبر و رضا کے پیکر اپنے زخموں اور ان سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے لیکن زبان پر حرف شکایت لانے کی بجائے دعاؤں اور درود سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے۔

احمدی خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صبر اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے والے اور اس کی پناہ میں آنے والے لوگ ہیں۔ خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ ہیں۔ یہ اس مسیحؑ کے ماننے والے ہیں جو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے آیا تھا

ہمارا کام صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر احمدی اس پر کار بند رہے گا

احمدیوں کے خلاف دہشتگردی کو قانون کا تحفظ حاصل ہے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ اور رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ کی دعائیں پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت دعائیں کریں۔

ان جانے والے ہیروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے چمکدار ستاروں کی صورت میں آسمان اسلام اور احمدیت پر سجا دیا جس نے نئی کہکشائیں ترتیب دی ہیں نارووال میں مکرم نعمت اللہ صاحب کو چھریوں کا وار کر کے شہید کر دیا گیا شہدائے لاہور اور مکرم نعمت اللہ صاحب کی نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جون 2010ء بمقام مسجد بیت الفتوح لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ حم سجدہ: ۳۱، ۳۳

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر استقامت اختیار کی، ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ ہم اس دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرتے ہو۔ یہ بخشنے والے اور بے انتہا رحم کرنے والے خدا کی طرف سے بطور مہمانی کے ہوگا۔

یہ ترجمہ ہے ان آیات کا جو میں نے تلاوت کی ہیں۔

ہر ہفتہ میں ہزاروں خطوط مجھے آتے ہیں جنہیں میں پڑھتا ہوں، جن میں مختلف قسم کے خطوط ہوتے ہیں۔ کوئی بیماری کی وجہ سے دعا کے لئے لکھ رہا ہوتا ہے۔ عزیزوں کے لئے لکھ رہا ہوتا ہے۔ شادیوں کی خوشیوں میں شامل کر رہا ہوتا ہے۔ رشتوں کی تلاش میں پریشانی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ کاروباروں اور ملازمتوں کے بابرکت ہونے اور دوسرے مسائل کا ذکر کر رہا ہوتا ہے۔ امتحانوں میں کامیابیوں کے لئے طلباء لکھ رہے ہوتے ہیں، ان کے والدین لکھ رہے ہوتے ہیں۔ غرض کہ اس طرح کے اور اس کے علاوہ بھی مختلف نوع کے خطوط ہوتے ہیں۔ لیکن گزشتہ ہفتے میں ہزاروں خطوط معمول کے ہزاروں خطوط سے بڑھ کر مجھے ملے اور تمام کا مضمون ایک محور پر مرکوز تھا، جس میں لاہور کے شہداء کی عظیم شہادت پر جذبات کا اظہار کیا گیا تھا، اپنے احساسات کا اظہار لوگوں نے کیا تھا۔ غم تھا، دکھ تھا، غصہ تھا، لیکن فوراً ہی اگلے فقرہ میں وہ غصہ صبر اور دعا میں ڈھل جاتا تھا۔ سب لوگ جو تھے وہ اپنے مسائل بھول گئے۔ یہ خطوط پاکستان سے بھی آ رہے ہیں، عرب ممالک سے بھی آ رہے ہیں، ہندوستان سے بھی آ رہے ہیں، آسٹریلیا اور جزائر سے بھی آ رہے ہیں۔ یورپ سے بھی آ رہے ہیں، امریکہ سے بھی آ رہے ہیں، افریقہ سے بھی آ رہے ہیں، جن میں پاکستانی نژاد احمدیوں کے جذبات ہی نہیں چھلک رہے کہ ان کے ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔ باہر جو پاکستانی احمدی ہیں، ان کے وہاں عزیزوں یا ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔ بلکہ ہر ملک کا باشندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدیؑ کی بیعت میں آنے کی توفیق

دی۔ یوں تڑپ کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا یا کر رہا ہے جس طرح اس کا کوئی انتہائی قریبی خونی رشتہ میں پرویا ہوا عزیز اس ظلم کا نشانہ بنا ہے۔ اور پھر جن کے قریبی عزیز اس مقام کو پا گئے، اس شہادت کو پا گئے، ان کے خطوط تھے جو مجھے تسلیاں دے رہے تھے اور اپنے اس عزیز، اپنے بیٹے، اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے خاوند کی شہادت پر اپنے رب کے حضور صبر اور استقامت کی ایک عظیم داستان رقم کر رہے تھے۔

پھر جب میں نے تقریباً ہر گھر میں کیونکہ میں نے تو جہاں تک یہاں ہمیں معلومات دی گئی تھیں، اس کے مطابق ہر گھر میں فون کر کے تعزیت کرنے کی کوشش کی۔ اگر کوئی رہ گیا ہو تو مجھے بتا دے۔ جیسا کہ میں نے کہا میں نے ہر گھر میں فون کیا تو بچوں، بیویوں، بھائیوں، ماؤں اور باپوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی پایا۔ خطوط میں تو جذبات چھپ بھی سکتے ہیں، لیکن فون پر ان کی پُرعزم آوازوں میں یہ پیغام صاف سنائی دے رہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے مومنین کے اس ردّعمل کا اظہار بغیر کسی تکلّف کے کر رہے ہیں کہ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہم پورے ہوش وحواس اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش ہیں۔ یہ ایک ایک دو دو قربانیاں کیا چیز ہیں، ہم تو اپنا سب کچھ اور اپنے خون کا ہر قطرہ مسیح موعودؑ کی جماعت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے تیار ہیں کہ آج ہمارے لہو، آج ہماری قربانیاں ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے افضل الرّسل اور خاتم الانبیاء ہونے کا اظہار اور اعلان دنیا پر کریں گی۔ ہم وہ لوگ ہیں جو قرونِ اُولیٰ کی مثالیں قائم کریں گے، ہم ہیں جن کے سامنے صحابہ رسول ﷺ کا عظیم نمونہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ سب خطوط، یہ سب جذبات پڑھ اور سن کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا تو میرے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس یقین پر قائم کر دیا، مزید اس میں مضبوطی پیدا کر دی کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیارے۔ یقیناً ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو عطا فرمائے ہیں جن کے پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے تھے۔ یہ صبر واستقامت کے وہ عظیم لوگ ہیں، جن کے جانے والے بھی ثباتِ قدم کے عظیم نمونے دکھاتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ O (البقرۃ155) کے مصداق بن گئے، اور دنیا کو بھی بتا گئے کہ ہمیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ ہم زندہ ہیں۔ ہم نے جہاں اپنی دائمی زندگی میں خدا تعالیٰ کی رضا کو پا لیا ہے وہاں خدا تعالیٰ کے دین کی آبیاری کا باعث بھی بن گئے ہیں۔ ہمارے خون کے ایک ایک قطرے سے ہزاروں ثمر آور درخت نشوونما پانے والے ہیں۔ ہمیں فرشتوں نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔ ہمیں تو اپنی جان دیتے ہوئے بھی پتہ نہیں لگا کہ ہمیں کہاں کہاں اور کتنی گولیاں لگی ہیں؟ ہمیں گرینیڈ سے دیئے گئے زخموں کا بھی پتہ نہیں لگا۔ یہ صبر و رضا کے پیکر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بے چین، دین کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے، گھنٹوں اپنے زخموں اور ان میں سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے لیکن زبان پر حرفِ شکایت لانے کی بجائے دعاؤں اور درود سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے۔ اگر کسی نے ہائے یا اُف کا کلمہ منہ سے نکالا تو سامنے والے زخمی نے کہا ہمت اور حوصلہ کرو، لوگ تو بغیر کسی عظیم مقصد کے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں تم تو اپنے ایک عظیم مقصد کے لئے قربان ہونے جا رہے ہو اور پھر وہ اُف کہنے والا آخر دم تک صرف درود شریف پڑھتا رہا۔ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو یہ یقین کرواتا رہا کہ ہم نے جو مسیح محمدیؑ سے عہد کیا تھا اسے پورا کر رہے ہیں۔ میں نے ایک ایسی دردناک ویڈیو دیکھی، جو زخمیوں نے ہی اپنے موبائل فون پر ریکارڈ کی تھی۔ اس کو دیکھ کر دل کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن سے بیشک قربانیاں تو خدا تعالیٰ نے لی ہیں لیکن اس کے فرشتوں نے ان پر سکینت نازل کی ہے۔ اور یہ لوگ گھنٹوں بغیر کراہے صبر و رضا کی تصویر بنے رہے۔

فون پر لاہور کے ایک لڑکے نے مجھے بتایا کہ میرے 19 سالہ بھائی کو چار پانچ گولیاں لگیں، لیکن زخمی حالت میں گھنٹوں پڑا رہا ہے، اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں اور دعائیں کرتا رہا۔ اگر پولیس بروقت آجاتی تو بہت سی قیمتی جانیں بچ سکتی تھیں۔ لیکن جب پورا نظام ہی فساد میں مبتلا ہو تو ان لوگوں سے کیا توقعات کی جاسکتی ہیں؟ ایک نوجوان نے دشمن کے ہینڈ گرینیڈ کو اپنے ہاتھ پر روک لیا اس لئے کہ واپس اس طرف لوٹا دوں لیکن اتنی دیر میں وہ گرینیڈ پھٹ گیا اور اپنی جان دے کر دوسروں کی جان بچا لی۔ ایک بزرگ نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر نوجوانوں اور بچوں کو بچا لیا۔ حملہ آور کی طرف ایک دم دوڑے اور ساری گولیاں اپنے سینے پر لے لیں۔ آج پولیس کے آئی جی صاحب بڑے فخر سے یہ بیان دے رہے ہیں کہ پولیس نے دو دہشت گردوں کو پکڑ لیا۔ جب اوپر سے نیچے تک ہر ایک جھوٹ اور سچ کی تمیز کرنا چھوڑ دے تو پھر ایسے بیان ہی دیئے جاتے ہیں۔ دو دہشت گرد جو پکڑے گئے ہیں انہیں بھی ہمارے ہی لڑکوں نے پکڑا۔ اور پکڑنے والا بھی مجھے بتایا گیا، ایک کمزور سا لڑکا تھا یعنی بظاہر جسمانی لحاظ سے بڑے ہلکے جسم کا مالک تھا لیکن ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس دہشت گرد کی گردن دبوچ رکھی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی جیکٹ تک اس کا ہاتھ نہ جانے دیا، اس ہک تک اس کا ہاتھ نہ جانے دیا جسے وہ کھینچ کر اس کو پھاڑنا چاہتا تھا۔

یہ بیچارے لوگ جو نوجوان دہشت گرد ہیں، چھوٹی عمر کے، اٹھارہ انیس سال کے، یا بیس بائیس سال کے لڑکے تھے، یہ بیچارے غریب تو غریبوں کے بچے ہیں۔ بچپن میں غربت کی وجہ سے ظالم ٹولے کے ہاتھ آجاتے ہیں جو مذہبی تعلیم کے بہانے انہیں دہشت گردی سکھاتے ہیں اور پھر ایسا brain wash کرتے ہیں کہ ان کو جنت کی خوش خبریاں صرف ان خودکش حملوں کی صورت میں دکھاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بننے والی موت ہے۔ لیکن یہ بات سمجھنے سے اب یہ لوگ قاصر ہو چکے ہیں۔ ان دہشت گردوں کے سرغنوں کو کبھی کسی نے سامنے آتے نہیں دیکھا، کبھی اپنے بچوں کو قربان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر قربانیاں دیتے ہیں تو غریبوں کے بچے، جن کے برین واش کئے جاتے ہیں۔ بہرحال ایسے دو دہشت گرد جو پکڑے گئے، ہمارے اپنے لڑکوں نے ہی پکڑے۔

یہ فرشتوں کا اترنا اور تسکین دینا جہاں ان زخمیوں پر ہمیں نظر آتا ہے وہاں پیچھے رہنے والے بھی اللہ تعالیٰ کے اس خاص فضل کی وجہ سے تسکین پا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر رکھا ہوا ہے۔ اس ایمان کی وجہ سے جو زمانے کے امام کو ماننے کی وجہ سے ہم میں پیدا ہوا یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ جاؤ اور میرے بندوں کے دلوں کی تسکین کا باعث بنو۔ ان دعائیں کرنے والوں کے لئے تسلی اور صبر کے سامان کرو۔ اور جیسا کہ میں نے کہا، ہر گھر میں مجھے یہی نظارے نظر آئے ہیں۔ ایسے ایسے عجیب نظارے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے لوگ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہوئے ہیں ہر ایک اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى

اللّٰہِ (یوسف: 87) کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالیٰ کے حضور کرتا ہوں اس کی تصویر نظر آتا ہے۔ اور یہی ایک مومن کا طرۂ امتیاز ہے۔ مومنوں کو غم کی حالت میں صبر کی یہ تلقین خدا تعالیٰ نیکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (البقرۃ: 154) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ سے مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پس ایک بندہ تو خدا تعالیٰ کے آگے ہی اپنا سب کچھ پیش کرتا ہے، جو اللہ کا حقیقی بندہ ہے، عبدِ رحمان ہے، جزع فزع کی بجائے، شور شرابے اور جلوس کی بجائے، قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے، جب صبر اور دعاؤں میں اپنے جذبات کو ڈھالتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ مومنوں کی جماعت کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی آزمائشوں کے متعلق بتا دیا تھا۔ یہ فرما دیا تھا کہ آزمائشیں آئیں گی۔ فرماتا ہے ﴿وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴾ (البقرۃ: 156) اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعے سے آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دے۔

پس صبر اور دعائیں کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ نے خوشیوں کی خبریں سنائی ہیں۔ اپنی رضا کی جنت کا وارث بننے کی خبریں سنائی ہیں۔ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو بھی جنت کی بشارت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے۔ ایسے لوگوں کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول بن جاتی ہیں۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی انہی خوبیوں کا ذکر کیا ہے کہ جو لوگ ابتلاؤں میں استقامت دکھاتے ہیں فرشتے ان کے لئے تسلی کا سامان کرتے ہیں۔ جب مومنین ہر طرف سے ابتلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں جانوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اموال کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عزتوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہر طرف سے بعض دفعہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مدد کے دروازے ہی بند ہو گئے ہیں اس وقت جب مومنین بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ کو سمجھتے ہوئے استقامت دکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتے ہیں۔ ایک دم ایسی فتح وظفر اور نصرت کی خبریں ملتی ہیں، اس کے دروازے کھلتے ہیں کہ جن کا خیال بھی ایک مومن کو نہیں آ سکتا۔ ایسے ایسے عجائب اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے کہ جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ پس استقامت شرط ہے اور مبارک ہیں لاہور کے احمدی جنہوں نے یہ استقامت دکھائی، جانے والوں نے بھی اور پیچھے رہنے والوں نے بھی۔ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے اپنے وعدے پورے کرے گا۔ اور دلوں کی تسکین کے لئے جو وعدے ہیں، جو ہمیں نظر آ رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہونے کا ہی نشان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

"وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ اس استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں، موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے، نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بے کس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضاء وقدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد نمبر 10 صفحہ 419-420)

آج ہمارے شہداء کی خاک سے بھی یقیناً یہ خوشبو آ رہی ہے جو ہمارے دماغوں کو معطر کر رہی ہے۔ ان کی استقامت ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جس استقامت اور صبر کا دامن تم نے پکڑا ہے، اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے، ابتلاء کا لمبا ہونا تمہارے پائے استقلال کو ہلا نہ دے۔ کہیں کوئی ناشکری کا کلمہ تمہارے منہ سے نہ نکل جائے ان شہداء کے بارے میں تو بعض خوابیں بھی بعض لوگوں نے بڑی اچھی دیکھی ہیں۔ خوش خوش جنت میں پھر رہے ہیں۔ بلکہ ان پر تمغے سجائے جا رہے ہیں۔ دنیاوی تمغے تو لمبی خدمات کے بعد ملتے ہیں یہاں تو نوجوانوں کو بھی نوجوانی میں ہی خدمات پر تمغے مل رہے ہیں۔

پس ہمارا رونا اور ہمارا غم خدا تعالیٰ کے حضور ہے اور اس میں ہمیں کبھی کمی نہیں ہونے دینی چاہئے۔ آپ لاہور کے وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کو یہ الہام ہوا تھا کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"۔ (الہام 13 دسمبر 1900ء) اور "لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں"۔ (الہام 13 دسمبر 1900ء) پس یہ آپ لوگوں کا اعزاز ہے جسے آپ لوگوں نے قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کو صبر اور دعا سے حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اور پھر اس تعلق میں بہت سی خوش خبریاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو بتائی ہیں۔ پس خوش قسمت ہیں آپ جن کے شہر کے نام کے ساتھ خوشخبریاں وہاں کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک مسیح علیہ السلام کے ذریعہ دی ہیں۔ دشمن نے تو میرے نزدیک صرف جانی نقصان پہنچانے کے لئے یہ حملہ نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اور بھی مقصد تھے۔ ایک تو خوف پیدا کر کے اپنی نظر میں،

اپنے خیال میں کمزور احمدیوں کو احمدیت سے دور کرنا تھا، نوجوانوں میں بے چینی پیدا کرنی تھی۔لیکن نہیں جانتے کہ یہ ان ماؤں کے بیٹے ہیں جن کے خون میں، جن کے دودھ میں جان، مال، وقت، عزت کی قربانی کا عہد گردش کر رہا ہے۔جن کے اپنے اندر عہد وفا نبھانے کا جوش ہے۔دوسرے دشمن کا یہ خیال تھا کہ اس طرح اتنی بڑی قربانی کے نتیجے میں احمدی برداشت نہیں کر سکیں گے اور سڑکوں پر آجائیں گے۔توڑ پھوڑ ہوگی، جلوس نکلیں گے اور پھر حکومت اور انتظامیہ اپنی من مانی کرتے ہوئے جو چاہے احمدیوں سے سلوک کرے گی۔اور اس ردّ عمل کو باہر کی دنیا میں اچھال کر پھر احمدیوں کو بدنام کیا جائے گا۔اور پھر دنیا کو دکھانے کے لئے، بیرونی دنیا کو باور کرانے کے لئے یہ لوگ اپنی تمام تر مدد کے وعدے کریں گے۔لیکن نہیں جانتے کہ احمدی خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صبر اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے والے اور اس کی پناہ میں آنے والے لوگ ہیں۔خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ ہیں اور یہ کبھی ایسا ردّ عمل نہیں دکھا سکتے۔جب یہ ردّ عمل، جو مخالفین کی توقع تھی ان لوگوں نے نہیں دیکھا اور پھر بیرونی دنیا نے بھی اس ظالمانہ حرکت پر شور مچایا اور میڈیا نے بھی ان کو ننگا کر دیا تو رات گئے حکومتی اداروں کو بھی خیال آ گیا کہ ان کی ہمدردی کی جائے اور اپنی شرمندگی مٹائی جائے۔اور پھر آکے بیان بازی شروع ہوگئی۔ہمدردیوں کے بیان آنے لگ گئے۔حیرت ہے کہ ابھی تک دنیا کو، ان لوگوں کو خاص طور پر یہ نہیں پتہ چلا کہ احمدی کیا چیز ہیں؟ گزشتہ ایک سو بیس سالہ احمدیت کی زندگی کے ہر ہر سیکنڈ کے عمل نے بھی ان کی آنکھیں نہیں کھولیں۔یہ ایک امام کی آواز پر اٹھنے اور بیٹھنے والے لوگ ہیں۔یہ اس مسیح موعودؑ کے ماننے والے لوگ ہیں جو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے آیا تھا۔جنہوں نے جانور طبع لوگوں کو انسان اور انسانوں کو با خدا انسان بنایا تھا۔پس اب جبکہ ہم درندگی کی حالتوں سے نکل کر با خدا انسان بننے کی طرف قدم بڑھانے والے ہیں، ہم کس طرح یہ توڑ پھوڑ کر سکتے ہیں۔جلوس اور قتل و غارت کا ردّ عمل کس طرح ہم دکھا سکتے تھے۔ہم نے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے انا للہ و انا الیہ رٰجعون کہا اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ہم نے تو اپنا غم اور اپنا دکھ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا ہے اور اس کی رضا پر راضی اور اس کے فیصلے کے انتظار میں ہیں۔

یہ درندگی اور سفّاکی تمہیں مبارک ہو جو خدا کے نام پر خدا کی مخلوق بلکہ خدا کے پیاروں کے خون کی ہولی کھیلنے والے ہو عوام کو مذہب کے نام پر دوبارہ چودہ پندرہ سو سال پہلے والی بدّوانہ زندگی میں لے جانے والے اور اس میں رہنے والے ہو۔کہتے ہیں یہ لوگ کہ کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہے اب کسی مسیح موعودؑ کی آنے کی ضرورت نہیں ہے اب اس سے بھی انکاری ہوتے جا رہے ہیں۔ہمارے لئے قرآن اور شریعت کافی ہے۔کیا تمہارے یہ عمل اس شریعت اور قرآن پر ہیں جو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لائے تھے؟ یقیناً نہیں۔تم میرے آقا، ہاں وہ آقا جو محسن انسانیت تھا اور قیامت تک اس جیسا محسن انسانیت پیدا نہیں ہو سکتا، اس محسن انسانیت کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرنے والے ہو۔ناموس رسالت کے نام پر میرے پاک رسول ﷺ کو بدنام کرنے والے ہو۔یقیناً قیامت کے دن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ تم میں سے ایک ایک کو پکڑ کر تمہیں تمہارے بدانجام تک پہنچائے گا۔ہمارا کام صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر احمدی اس پر کاربند رہے گا۔

یہ صبر کے نمونے جب دنیا نے دیکھے تو غیر بھی حیران ہو گئے۔ظلم اور سفّاکی کے ان نمونوں کو دیکھ کر غیروں نے نہ صرف ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ احمدیت کی طرف مائل بھی ہوئے بلکہ بیعت میں آنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔پس یہ ظلم جو تم نے ہمارے سے روا رکھا اس کا بدلہ اس دنیا میں ہمیں انعام کی صورت میں ملنا شروع ہو گیا۔میرا خیال تھا کہ کچھ واقعات بیان کروں گا لیکن بعض اتنے دردناک ہیں کہ ڈرتا ہوں کہ جذبات سے مغلوب نہ ہو جاؤں۔اس لئے سارے تو بیان نہیں کر سکتا۔چند ایک واقعات جو ہیں وہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ہمارے نائب ناظر اصلاح و ارشاد ہیں۔انہوں نے لکھا کہ ایک نمازی نے جب وہ جنازے پر آئے تھے، کسی کو مخاطب ہو کر کہا کہ ایک انعام اور ملا کہ شہید باپ کا بیٹا ہوں اور مجھے کہا کہ عزم اور حوصلے بلند ہیں، ماڈل ٹاؤن میں مکرم اعجاز صاحب کے بھائی شہید ہو گئے اور انہیں مسجد میں ہی اطلاع مل گئی اور کہا گیا کہ فلاں ہسپتال پہنچ جائیں۔انہوں نے کہا کہ جانے والا خدا کے حضور حاضر ہو چکا، اب شاید میرے خون کی احمدی بھائیوں کو ضرورت پڑ جائے، اس لئے میں تو اب یہیں ٹھہروں گا۔ایک ماں نے کہا کہ اپنی گود سے جواں سالہ بیٹا خدا کی گود میں رکھ دیا۔جس کی امانت تھی اس کے سپرد کر دی۔ہمارے مربی سلسلہ محمود احمد شاد صاحب نے ماڈل ٹاؤن میں اپنے فرض کو خوب نبھایا۔خطبہ کے دوران دعاؤں اور استغفار، صبر اور درود پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔بعض قرآنی آیتیں بھی دہرائیں۔دعائیں بھی دہرائیں اور درود شریف بھی بلند آواز سے دہرایا اور نعرۂ تکبیر بھی بلند کیا اور آپ نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔سردار عبدالسمیع صاحب نے بتایا کہ فجر کی نماز پر چک سکندر کے واقعات اور شہادتوں کا ذکر فرما رہے تھے کیونکہ یہ اس وقت وہاں متعین تھے۔

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ باہر سیڑھیوں کے نیچے صحن میں ڈیڑھ دو سو آدمی کھڑے تھے۔اس وقت دہشتگرد فائرنگ کرتے ہوئے ہال کے کارنر میں تھے۔ایک آدمی بالکل صحن کے کونے تک آ گیا۔اگر وہ اس وقت باہر آ جاتا تو جو ڈیڑھ دو سو آدمی باہر تھے وہ شاید آج موجود نہ ہوتے۔لیکن میری آنکھ کے سامنے ایک انصار جن کی عمر لگ بھگ 65 سال یا اوپر ہو گی، انہوں نے pillar کے پیچھے سے نکل کر اس کی طرف دوڑ لگا دی۔اور اس کی وجہ سے بالکل ان کی چھاتی میں گولی لگی اور وہ شہید ہو گئے، لیکن ان کی بہادری کی وجہ سے دہشت گرد کے باہر آنے میں کچھ وقت لگا۔لیکن اس عرصہ میں بہت سے احمدی محفوظ جگہ پر پہنچ گئے اور پھر اس نے گرینیڈ بعد میں پھینکا اور کہتے ہیں جب ہم باہر آئے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ بے شمار لوگ سیڑھیوں پر شہید پڑے تھے۔

ایک صاحب نے مجھے لکھا، جو جاپان سے وہاں گئے ہوئے تھے اور جنازے میں شامل ہوئے۔کہ آخرین کی شہادتوں نے نبی اکرم ﷺ کے دور مبارک کی یادوں کو تازہ کر دیا ہے ربوہ کے پہاڑ کے دامن میں ان مبارک وجودوں کو دفناتے ہوئے کئی دفعہ ایسا لگا جیسے اس زمانے میں نہیں۔صبر و رضا کے ایسے نمونے تھے جن کو الفاظ میں ڈھالنا ناممکن ہے۔انصار اللہ کے لان میں مَیں نے اپنی دائیں طرف ایک بزرگ سے جو جنازے کے انتظار میں بیٹھے تھے پوچھا کہ چچا جان! آپ کے کون فوت ہوئے ہیں؟ فرمایا میرا بیٹا

شہید ہو گیا ہے۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ میرا دل دہل رہا تھا اور پُر عزم چہرہ دیکھ کر ابھی میں منہ سے کچھ بول نہ پایا تھا کہ انہوں نے پھر فرمایا کہ الحمدللہ! خدا کو یہی منظور تھا۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ میرے چاروں طرف پُر عزم چہرے تھے اور میں اپنے آپ کو سنبھال رہا تھا کہ ان کو وقار ہستیوں کے سامنے کوئی ایسی حرکت نہ کروں کہ خود مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ کہتے ہیں کہ میں مختلف لوگوں سے ملتا اور ہر بار ایک نئی کیفیت سے گزرتا رہا۔ خون میں نہائے ایک شہید کے پاس کھڑا تھا کہ آواز آئی میرے شہید کو دیکھ لیں۔ اس طرح کے بے شمار جذبات احساسات ہیں۔

ایک خاتون لکھتی ہیں کہ میرے چھوٹے بچے بھی جمعہ پڑھنے گئے تھے اور خدا نے انہیں اپنے فضل سے بچالیا۔ جب مسجد میں خون خرابہ ہو رہا تھا تو ہماری ہمسائیاں ٹی وی پر دیکھ کر بھاگی آئیں کہ رو دھو رہی ہوں گی۔ یعنی میرے پاس آئیں کہ رو دھو رہی ہوں گی کیونکہ مسجد کے ساتھ ان کا گھر تھا۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ ہمارا معاملہ تو خدا کے ساتھ تھا۔ مجھے بچوں کی کیا فکر ہے؟ ادھر تو سارے ہی ہمارے اپنے ہیں۔ اگر میرے بچے شہید ہو گئے تو خدا کے حضور مقرب ہوں گے اور اگر بچ گئے تو غازی ہوں گے۔ یہ سن کر عورتیں حیران رہ گئیں اور الٹے پاؤں واپس چلی گئیں کہ یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟ اور پھر آگے لکھتی ہیں کہ اس نازک موقع پر ربوہ والوں نے جو خدمت کی اور دکھی دلوں کے ساتھ دن رات کام کیا اس پر ہم سب آپ کے اور ان کے شکر گزار ہیں۔

ایک ماں کا اٹھارہ سال کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک لڑکا تھا باقی لڑکیاں ہیں۔ میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ شہید ہو گیا اور انتہائی صبر اور رضا کا ماں باپ نے اظہار کیا اور یہ کہا کہ ہم بھی جماعت کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔

مسلم الدروبی صاحب سیریا کے ہیں وہ بھی ان دنوں میں وہاں گئے ہوئے تھے۔ اور ان کو بھی ٹانگ پر کچھ زخم آئے ہیں۔ شام کے احمدی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا نظارہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کوئی افراتفری نہیں تھی۔ کوئی ہراسانی نہیں تھی۔ کوئی خوف نہیں تھا۔ ہر ایک آرام سے اپنے اپنے کام کر رہا تھا اس وقت بھی جب دشمن گولیاں چلا رہا تھا اور انتظامیہ کی طرف سے جو بھی ہدایات دی جا رہی تھیں ان کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ میرے لئے تو ایک ایسی انہونی چیز تھی کہ جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ پس یہ وہ لوگ ہیں، یہ وہ مائیں ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت میں پیدا کیں ہیں۔ قربانیوں کی عظیم مثال ہیں۔ اس بات کی فکر نہیں کہ میرے بچوں کا کیا حال ہے یا میرا بچہ شہید ہو گیا ہے۔ پوری جماعت کے لئے یہ مائیں درد کے ساتھ دعائیں کر رہی ہیں۔ پس اے احمدی ماؤں! اس جذبے کو اور ان نیک اور پاک جذبات کو اور ان خیالات کو کبھی مرنے نہ دینا۔ جب تک یہ جذبات رہیں گے، جب تک یہ پُر عزم سوچیں رہیں گی، کوئی دشمن کبھی جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

ایک احمدی نے لکھا کہ میں ربوہ سے گیا تھا۔ ایک نوجوان خادم کے ساتھ مل کر لاشیں اٹھاتا رہا تو سب سے آخر میں اس نے میرے ساتھ مل کر ایک لاش اٹھائی اور ایمبولینس تک پہنچا دی اور اس کے بعد کہنے لگا کہ یہ میرے والد صاحب ہیں۔ اور پھر یہ نہیں کہ اس ایمبولینس کے ساتھ چلا گیا بلکہ واپس مسجد میں چلا گیا اور اپنی ڈیوٹی جو اس کے سپرد تھی اس کام میں مستعد ہو گیا۔

یہ ہیں مسیح محمدیؑ کے وہ عظیم لوگ جو اپنے جذبات کو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں۔ بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ جمع کر کے لکھے بھی جائیں گے۔ ایک بات جو سب نے بتائی ہے جو کامن (Common) ہے، عینی شاہد جو بتاتے ہیں کہ دہشت گرد جب یہ سب کاروائی کر رہے تھے تو کوئی پینک (Panic) نہیں تھا۔ جیسا کہ الدروبی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ امیر صاحب اور مربی صاحب اور عہدیداران کی ہدایات پر جب تک یہ لوگ عہدیداران زندہ رہے سکون سے عمل کرتے رہے اور اس کے بعد بھی کوئی بھگدڑ نہیں مچی بلکہ بڑے آرگنائزڈ طریقے سے دیواروں کے ساتھ لگ گئے تا کہ گولیوں سے بچ سکیں اور بیٹھ کر دعائیں کرتے رہے۔ اور ایک بزرگ اس حالت میں مسلسل سجدہ میں رہے ہیں کوئی پرواہ نہیں کی کہ دائیں بائیں گولیاں آ رہی ہیں۔ یہ ہیں ایمان والوں اور حقیقی ایمان والوں کے نظارے۔

کئی خطوط مجھے اس مضمون کے بھی آ رہے ہیں جو سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ (الاحزاب:24) کہ مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہیں جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہا ہے۔ اور انہوں نے ہرگز اپنے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اور وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ لکھ کر یہ لوگ پھر اپنے عہدِ وفا اور قربانی کا یقین دلا رہے ہیں۔

پس دشمن تو سمجھتا تھا کہ اس عمل سے احمدیوں کو کمزور کر دے گا، جماعت کی طاقت کو توڑ دے گا۔ شہروں کے رہنے والے شاید اتنا ایمان نہیں رکھتے۔ لیکن انہیں کیا پتہ ہے کہ یہ شہروں کے رہنے والے وہ لوگ ہیں جن میں مسیح موعودؑ نے ایمان کی حرارت بھر دی ہے۔ جو دین کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے ہر دم تیار ہیں۔ بے شک دنیا کے دھندوں میں بھی لگے ہوئے ہیں لیکن صرف دنیا کے دھندے مقصود نہیں ہیں۔ جب بھی دین کے لئے بلایا جاتا ہے تو لبیک کہتے ہوئے آتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں نے کہا یہ درندگی کی بجائے انسانیت کے علمبردار ہیں۔ آخر یہ احمدی بھی تو اسی قوم میں سے آئے ہیں۔ وہی قبیلے ہیں، وہی برادریاں ہیں جہاں سے وہ لوگ آ رہے ہیں جو مذہب کے نام پر درندگی اور سفاکی دکھاتے ہیں۔ لیکن مسیح موعودؑ کے ماننے کے بعد یہی لوگ ہیں جو مذہب کی خاطر قربانیاں تو دیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق۔

میں نے ذکر کیا تھا کہ ان واقعات کا پریس نے اور پاکستان پریس نے بھی ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزا دے اور ہمیشہ حق کہنے کی توفیق دیتا رہے۔ اب اس حق کہنے کے بعد کہیں مولویوں کے ردِ عمل سے ڈر کر پھر پرانی ڈگر پر نہ چل پڑیں۔ اسی طرح دنیا کے مختلف ممالک کے پریس ہیں، حکومتیں ہیں ان کی طرف سے بیان آئے، statements آئیں، ہمدردی کے پیغام آئے اور مختلف حکومتوں کے نمائندے، یہاں کی حکومت کے نمائندے نے بھی انگلستان کے ممبران پارلیمنٹ نے بھی ہمدردی اور تعزیت کے پیغام بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔

اور تو اور ختم نبوت کی طرف سے بھی اخبار میں خبر آئی تھی کہ بڑا غلط کام ہوا ہے اور یہ درندگی ہے اور یہ نہیں ہونی چاہئے تھی۔ تو پھر وہ جو بینر ہیں جو پوسٹر ہیں جو دیواروں پر لگے ہوئے ہیں جو سڑکوں پر لگے ہوئے ہیں حتی کہ ہائی کورٹ کے ججوں کے نیم پلیٹس (Name Plates) کے نیچے لگے ہوئے ہیں، جس میں احمدیوں کے خلاف گندی زبان استعمال کی گئی ہے انہیں مرتد کہا گیا ہے، انہیں واجب القتل کہا گیا ہے، وہ کس کے لگائے ہوئے ہیں؟ تم لوگ ہی تو ہو اس دنیا کو، ان لوگوں کو، بے عقلوں کو جوش دلانے والے، اور اب جب یہ دیکھا کہ دنیا کا رخ اس طرف آ گیا ہے تو ہم بھی ہیں تو سہی اس ظلم میں شامل، پھر دنیا کی نظر میں ہم اس ظلم میں شامل ہونے سے بچ جائیں تو یہ بیان دینے لگ گئے ہیں۔

تو احمدیوں کے خلاف یہ بغض اور کینہ جو ان نام نہاد علماء کی طرف سے دکھایا جا رہا ہے۔ یہی اصل وجہ ہے جو یہ ساری کاروائی ہوئی ہے۔ پاکستان کے چیف جسٹس صاحب ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر خود نوٹس لیتے ہیں۔ اخباروں میں یہ بات آ جاتی ہے۔ تو یہ جو اتنا بڑا ظلم ہوا ہے اور یہ جو بینر لگے ہوئے ہیں اور جو پوسٹر لگے ہوئے ہیں اس پر ان کو خیال نہیں آیا کہ خود کوئی نوٹس لیں اور یہ علماء جو لوگوں کو اکسا رہے ہیں، ان کے خلاف کاروائی کریں۔ کیا انصاف قائم کرنے کے معیار صرف اپنی پسند پر منحصر ہیں؟

جیسا کہ میں نے کہا، ہمارا رونا اور ہمارے دکھ تو خدا تعالیٰ کے سامنے ہیں۔ ان سے تو ہم نے کچھ نہیں لینا۔ لیکن صرف ان کے معیاروں کی طرف میں نشاندہی کر رہا ہوں۔ ہمارا تو ہر ابتلاء کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانیوں کا اور اس کی رضا کے حصول کا ادراک اور بڑھتا ہے۔ بندے نہ تو ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں یہ کچھ دے سکتے ہیں۔

بے شک دنیا میں آج کل دہشت گردی بہت زیادہ ہے۔ پاکستان میں اس کی انتہا ہوئی ہوئی ہے۔ لیکن احمدیوں کے خلاف دہشتگردی کو قانون کا تحفظ حاصل ہے اس لئے جو ان کے دل میں آتا ہے وہ کرتے ہیں۔ مونگ رسول کا واقعہ ہوا، وہاں بھی دہشت گردی ہوئی، وہاں کے جو دہشت گرد تھے پکڑے گئے تھے ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ کیا ان کو سزا دی گئی؟ وہ پاکستانی گلیوں میں آج بھی آزادی کے ساتھ پھر رہے ہیں۔ پس ان سے تو کوئی احمدی کسی قسم کی کوئی توقع نہیں کر سکتا اور نہ کرتا ہے۔ ہمارا مولیٰ تو ہمارا اللہ ہے اور اس پر ہم توکل کرتے ہیں۔ وہی ہمارا معین و مددگار ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا رہے گا اور اپنی حفاظت کے حصار میں ہمیں رکھے گا۔ ان لوگوں سے آئندہ بھی کسی قسم کی خیر کی کوئی امید نہیں اور نہ کبھی ہم رکھیں گے۔ اس لئے احمدیوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اور دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا بہت پڑھیں۔ اور رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ کی دعا ضرور پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت دعائیں کریں۔ ثباتِ قدم کے لئے دعائیں کریں۔ ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں، روئیں۔ ان دو مساجد میں جو ہمارے زخمی ہوئے ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کریں۔ ان زخمیوں میں سے بھی آج ایک اور ڈاکٹر عمران صاحب تھے ان کی شہادت ہو گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ باقی جو زخمی ہیں ان کو شفا عطا فرمائے اور ہر احمدی کو ہر شر سے ہمیشہ بچائے۔ احمدیوں نے پاکستان کے بنانے میں کردار ادا کیا تھا اور ان لوگوں سے بڑھ کر کیا تھا، جو آج دعویدار ہیں، جو آج پاکستان کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اس لئے ملک کی بقا کے لئے بھی دعا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور ان لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے اور ان کے عبرتناک انجام کے لئے بھی دعا کریں جو ملک میں افراتفری اور فساد پھیلا رہے ہیں۔ جنہوں نے ملک کا سکون برباد کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔

ایک بات اور کہنا چاہوں گا۔ ایک احمدی نے بڑے جذباتی انداز میں ایک خط لکھا لیکن اس سوچ پہ مجھے بڑی حیرت ہوئی، کیونکہ پڑھے لکھے بھی ہیں جماعتی خدمات بھی کرنیوالے ہیں۔ ایک فقرہ یہ تھا کہ ''دشمن نے کیسے کیسے ہیرے مٹی میں رول دیئے''۔ یہ بالکل غلط ہے یہ ہیرے مٹی میں رولے نہیں گئے۔ ہاں! دشمن نے مٹی میں رولنے کی ایک مذموم کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اہمیت پہلے سے بھی بڑھا دی اور ان کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ ان کو دائمی زندگی سے نوازا۔ اس ایک ایک ہیرے نے اپنے پیچھے رہنے والے ہیروں کو مزید صیقل کر دیا۔ ان جانے والے ہیروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے چمکدار ستاروں کی صورت میں آسمانِ اسلام اور احمدیت پر سجا دیا جس نے نئی کہکشائیں ترتیب دے دی ہیں اور ان کہکشاؤں نے ہمارے لئے نئے راستے متعین کر دیئے۔ ان میں سے ہر ہر ستارہ جب اس سے علیحدہ ہو کے بھی ہمارے لئے قطب ستارہ بن جاتا ہے۔ پس ہمارا کوئی بھی دشمن کبھی بھی اپنی مذموم اور قبیح کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور ہر شہادت بڑے بڑے پھل پیدا کرتی ہے، بڑے بڑے مقام حاصل کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب شہیدوں کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے، اور ہم بھی ہمیشہ استقامت کے ساتھ دین کی خاطر قربانیاں دیتے چلے جانے والوں میں سے ہوں۔ شہداء کا ذکر بھی کرنا چاہتا تھا لیکن یہ تو ایک لمبی بات ہو جائے گی۔ آئندہ انشاء اللہ مختصر ذکر کروں گا کیونکہ تقریباً 85 شہداء ہیں مختصر تعارف بھی کروایا جائے تو کافی وقت لگتا ہے۔ جمعہ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ان کی نمازِ جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ اسی دوران گزشتہ دنوں اس واقعہ کے دو تین دن کے بعد نارووال میں ہمارے ایک احمدی کو شہید کر دیا گیا۔ ان کا نام نعمت اللہ صاحب تھا اور اپنے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ صحن میں آ کر چھریوں کے وار کر کے ان کو شہید کیا۔ ان کا بڑا بیٹا بچانے کے لئے آیا تو اس کو بھی زخمی کر دیا۔ وہ ہسپتال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی شفا عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند کرے۔ ان کی اہلیہ اور تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ ان کے دوسرے عزیزوں میں سے بھی لاہور میں دو شہید ہوئے ہیں۔ اور قاتل کا تعلق تحفظ ختم نبوت سے ہے۔ ایک طرف تحفظ ختم نبوت والے اعلان کر رہے ہیں کہ بہت برا ہوا۔ دوسری طرف اپنے لوگوں کو اکسا رہے ہیں کہ جاؤ اور احمدیوں کو شہید کرو اور جنت کے وارث بن جاؤ۔ وہ پکڑا گیا ہے اور اس نے اقرار کیا ہے کہ سانحہ لاہور کے پس منظر میں مجھے بھی کیونکہ ہمارے علماء نے یہی کہا ہے اس لئے میں شہید کرنے کے اس نیک کام کے لئے ثواب حاصل کرنے آیا تھا اور پھر پکڑے جانے کے بعد یہ بھی کہہ دیا کہ یہاں ہم کسی بھی احمدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تو یہ تو ان کے حال ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا میں بدنام کیا جاتا ہے۔ دنیا میں تو خود تم اپنے آپ کو بدنام کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ بہت دعائیں کریں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ مریضوں کے لئے بھی بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جون 2010ء از الفضل انٹرنیشنل 25 جون 2010ء تا 01 جولائی 2010ء)

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل گرمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پرواہ جاتی ہے اگر تو جانے دو

تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنس و وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

وہ اپنا سر ہی پھوڑے گا وہ اپنا خون ہی پیٹے گا
دشمن حق کے پہاڑ سے گر ٹکراتا ہے ٹکرانے دو

یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائینگے رشکِ چمن اس دن
ہے قادرِ مطلق یار مرا تم میرے یار کو آنے دو

جو سچے مومن بن جاتے ہیں موت بھی ان سے ڈرتی ہے
تم سچے مومن بن جاؤ اور خوف کو پاس نہ آنے دو

یا صدقِ محمدؐ عربی ہے یا احمدِ ہندیؑ کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصّے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو

وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

میخانہ وہی ساقی بھی وہی پھر اس میں کہاں غیرت کا محل
ہے دشمن خود بھینگا جس کو آتے ہیں نظر خمخانے دو

محمود اگر منزل ہے کٹھن تو راہ نما بھی کامل ہے
تم اُس پہ توکل کر کے چلو، آفات کا خیال ہی جانے دو

کلام محمود صفحہ نمبر 154 نظم نمبر 94

راہ مولیٰ میں جان قربان کرنے والے خوش نصیب احمدیوں کی فہرست وہ جو دشمن کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''آج سے ٹھیک سو سال پہلے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کو شہید کیا گیا تھا۔ اے مسیح آخر الزمان! آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی پیاری جماعت نے آپ کی اپنی جماعت سے امیدوں کو پورا کیا۔ آپ کو جو امیدیں اپنی جماعت سے تھیں ان کو پورا کیا اور مال، وقت اور جان کی قربانی میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ اور اس کے نظارے ہمیں آج بھی نظر آ رہے ہیں۔ آپ کے بعد بھی جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فکر تھی کہ پتہ نہیں میرے بعد کیا ہو۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے بعد بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں جنہوں نے دنیاوی لالچوں کی پرواہ نہیں کی اور اپنی جانیں بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ باپ نے بیٹے کو اپنے سامنے شہید ہوتے دیکھا اور بیٹے نے باپ کو اپنے سامنے شہید ہوتے دیکھا لیکن پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ اور پھر خود بھی جان قربان کر دی۔

اے مسیح پاک آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی نسل میں سے بھی، آپ کے خون میں بھی جان کی قربانی دیتے ہوئے جماعت کو بہت بڑے فتنے سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب شہداء کے درجات کو بلند کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں اور ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار ہوں اور اپنی نسلوں میں بھی یہ جذبہ زندہ رکھیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں یہ توفیق دیتا رہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اکتوبر 2003ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''ہم نے کسی سے دشمنی کا بدلہ ظلم اور انتقام سے نہیں لینا بلکہ وہ راستہ اختیار کرنا ہے جو ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسوہ سے پیش فرمایا۔ مخالفین احمدیت بھی یاد رکھیں کہ تم جو احمدیوں کو عقل سے عاری سمجھتے ہو کہ انہوں نے مسیح موعود کو مان کر یہ بڑا غلط فیصلہ کیا ہے۔ یہ وقت بتائے گا کہ عقل سے عاری کون ہے اور عقل والا کون ہے۔ غلط فیصلہ کرنے والا کون ہے اور صحیح فیصلہ کرنے والا کون ہے۔ پس مخالفتیں بند کرو اور عزیز خدا کے سامنے جھکو اور اس سے حکمت مانگو۔ یہ ظلم جو احمدیوں پر ہو ہو رہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یہ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ فتح ہماری ہے اور یقیناً ہماری ہے۔...... انشاء اللہ تعالیٰ ان شہیدوں کا خون ضرور رنگ لائے گا اور لانے والا ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 دسمبر 2007ء)

اسی طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''پاکستان میں درجنوں لوگ تو بلا مقصد مر رہے ہیں اور ان لوگوں کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ جوان کی موتیں ہو رہی ہیں یہ کس ظلم کی پاداش میں ہیں۔ اسی ظلم کی پاداش میں ہیں جو احمدیوں سے روا رکھے جا رہا ہے۔ ان ظالموں کو پتہ ہونا چاہئے کہ احمدی اگر شہید ہو رہے ہیں تو وہ کسی مقصد کی خاطر شہید ہو رہے ہیں اور ہر شہادت شہید کے خاندان کا مقام بڑھانے والی بھی ہے اور جماعت کی ترقی کا باعث بننے والی بھی ہوتی ہے۔ یہ شہداء ہمیشہ زندگی پانے والے ہیں۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 2 اپریل 2010ء)

عہدِ حضرت مسیح موعودؑ

تاریخ شہادت			نام شہید	مقام
20	جون	1901ء	مکرم حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب	کابل افغانستان
14	جولائی	1903ء	مکرم حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب	کابل افغانستان

عہدِ خلافت ثانیہ

تاریخ شہادت			نام شہید	مقام
		1917ء	مکرم صاحبزادہ محمد سعید جان صاحب	کابل افغانستان
		1917ء	مکرم محمد عمر جان صاحب	کابل افغانستان
		1918ء	مکرم سید سلطان احمد صاحب	کابل افغانستان
		1918ء	مکرم سید حکیم احمد صاحب	کابل افغانستان
31	اگست	1924ء	مکرم مولوی نعمت اللہ خان صاحب	کابل افغانستان
5	فروری	1925ء	مکرم مولوی ابدالحلیم صاحب	کابل افغانستان
5	فروری	1925ء	مکرم قاری نور علی صاحب	کابل افغانستان
16	جنوری	1935ء	مکرم شیخ احمد فرقانی صاحب	بغداد اعراق
15	فروری	1939ء	مکرم ولی داد خان صاحب	افغانستان
	فروری	1939ء	مکرم ولی داد خان صاحب کا بیٹا	افغانستان
13	اگست	1940ء	مکرم حاجی میراں بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ	انبالہ ہندوستان
13	اگست	1940ء	مکرمہ اہلیہ حاجی میراں بخش صاحب	انبالہ ہندوستان
29	مئی	1942ء	مکرم صوبیدار خوشحال خان صاحب	صوابی صوبہ سرحد
4	مئی	1945ء	مکرم مارتاری صاحب	وارنگ ویانگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم جائد صاحب	چوکنگ کاونگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم سورا صاحب	چوکنگ کاونگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم ساتری صاحب	چوکنگ کاونگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم حاجی حسن صاحب	چوکنگ کاونگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم راڈن صالح صاحب	چوکنگ کاونگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم دھلان صاحب	چوکنگ کاونگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم حاجی سنوسی صاحب	سانگیانگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم اولو صاحب	سانگیانگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم تھیان صاحب	سانگیانگ انڈونیشیا
		1945ء	مکرم سھروی صاحب	سانگیانگ انڈونیشیا
		1946ء	مکرم شریف دوتسا صاحب مع خاندان	البانیہ

تاریخ	ماہ	سال	نام شہید	مقام
2	ستمبر	1947ء	مکرم جمعدار محمد اشرف صاحب	قادیان
6	ستمبر	1947ء	مکرم میاں علم الدین صاحب	قادیان
19	ستمبر	1947ء	مکرم سید محبوب عالم بہاری صاحب	قادیان
4	اکتوبر	1947ء	مکرم سلطان عالم صاحب	قادیان
14	اکتوبر	1947ء	مکرم مرزا احمد شفیع صاحب	قادیان
14	اکتوبر	1947ء	مکرم فیض محمد صاحب	قادیان
14	اکتوبر	1947ء	مکرمہ زہرہ بی بی صاحبہ	قادیان
14	اکتوبر	1947ء	چار سالہ بچی	قادیان
		1947ء	مکرم عبدالجبار صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم ملک حمید علی صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم ماسٹر عبدالعزیز صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم محمد رمضان صاحب	قادیان
		1947ء	مکرمہ عالم بی بی صاحبہ	قادیان
		1947ء	مکرم چراغ دین صاحب	قادیان
		1947ء	مکرمہ جان بی بی صاحبہ	قادیان
		1947ء	مکرم منور احمد صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم نیاز علی صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم عبدالمجید خان صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم باور دین صاحب	قادیان
		1947ء	مکرمہ گلاب بی بی صاحبہ	قادیان
		1947ء	مکرم محمد اسماعیل صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم عبدالرحمان صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم چوہدری فقیر محمد صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم محمد منیر شامی صاحب	قادیان
		1947ء	مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ عبدالسلام پنڈت صاحبہ	قادیان
		1947ء	مکرم عظیم احمد ولد پنڈت عبداللہ صاحب	قادیان
		1947ء	مکرم بابو عبدالکریم صاحب	جموں
		1947ء	مکرمہ والدہ عبدالکریم صاحبہ	جموں
		1947ء	مکرم اہلیہ عبدالکریم صاحب	جموں
		1947ء	مکرم خواجہ محمد عبداللہ لون صاحب	کشمیر
3	اگست	1948ء	مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب	کشمیر
11	اگست	1948ء	مکرم ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب	کوئٹہ
7	دسمبر	1948ء	مکرم منظور احمد جلوی صاحب	کشمیر
21	دسمبر	1948ء	مکرم عبدالرزاق صاحب	کشمیر
		1948ء	مکرم محمد اسلم مانگٹ صاحب	کشمیر
		1948ء	مکرم برکت علی صاحب	کشمیر
		1948ء	مکرم اللہ رکھا صاحب	کشمیر
16	جنوری	1949ء	مکرم سخی منگ صاحب	کشمیر
1	جنوری	1949ء	مکرم میاں غلام یٰسین صاحب	کشمیر
18	مارچ	1949ء	مکرم محمد خان صاحب	کشمیر

تاریخ	ماہ	سال	نام شہید	مقام
9	اکتوبر	1949ء	مکرم بشیر احمد ریاض صاحب	کشمیر
9	اکتوبر	1949ء	مکرم عبدالرحمان صاحب	کشمیر
10	جنوری	1950ء	مکرم محمد اکرم خان صاحب	چارسدہ پشاور
1	اکتوبر	1950ء	مکرم ماسٹر غلام محمد صاحب	اوکاڑہ
10	اکتوبر	1950ء	مکرم چوہدری بدر دین صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ	راولپنڈی
21	ستمبر	1951ء	مکرم مولوی عبدالغفور صاحب	مانسہرہ ہزار
21	ستمبر	1951ء	مکرم عبداللطیف ابن مولوی عبدالغفور صاحب	مانسہرہ ہزار
22	فروری	1952ء	مکرم چوہدری محمد حسین صاحب	گمبٹ ضلع خیر پور
3	مارچ	1953ء	مکرم سوما صاحب	چناندام انڈونیشیا
3	مارچ	1953ء	مکرم اوسون صاحب	چناندام انڈونیشیا
3	مارچ	1953ء	مکرم سرمان صاحب	چناندام انڈونیشیا
3	مارچ	1953ء	مکرم جملی صاحب	چناندام انڈونیشیا
3	مارچ	1953ء	مکرم ایڈون صاحبہ	چناندام انڈونیشیا
3	مارچ	1953ء	مکرمہ اونیہ صاحبہ	چناندام انڈونیشیا
6	مارچ	1953ء	مکرم محمد شفیع صاحب	لاہور
6	مارچ	1953ء	مکرم جمال احمد صاحب	لاہور
6	مارچ	1953ء	مکرم مرزا کریم بیگ صاحب	لاہور
8	مارچ	1953ء	مکرم حوالدار عبدالغفور صاحب	لاہور
			ایک احمدی اطار صاحب	لاہور
	مارچ	1953ء	مکرم ماسٹر منظور احمد صاحب	لاہور
29	جون	1956ء	مکرم ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب	کوہاٹ
		1956ء	مکرم داؤد جان صاحب	کابل افغانستان
		1957ء	مکرم حاجی فضل محمد خان صاحب	افغانستان
			مکرم ابن حاجی فضل محمد خان صاحب	افغانستان
3		1963ء	مکرم عثمان غنی صاحب	بنگلہ دیش
3		1963ء	مکرم عبدالرحیم صاحب	بنگلہ دیش

عہد خلافت ثالثہ

تاریخ	ماہ	سال	نام شہید	مقام
11	فروری	1966ء	مکرم رستم خان صاحب	مردان صوبہ سرحد
21	دسمبر	1966ء	مکرم عبدالحق نور صاحب	کرونڈی سندھ
	اکتوبر	1967ء	مکرم ماسٹر غلام حسین صاحب	تھورنالہ گلگت
13	جون	1969ء	مکرم چوہدری حبیب اللہ صاحب	قبولہ پاکستان
29	مئی	1974ء	مکرم بشیر احمد طاہر بٹ صاحب	کنڈیارو نواب شاہ
1	جون	1974ء	مکرم محمد افضل کھوکھر صاحب	گوجرانوالہ
1	جون	1974ء	مکرم محمد اشرف کھوکھر صاحب	گوجرانوالہ
1	جون	1974ء	مکرم چوہدری منظور احمد صاحب	گوجرانوالہ
1	جون	1974ء	مکرم چوہدری محمود احمد صاحب	گوجرانوالہ
1	جون	1974ء	مکرم چوہدری شوکت حیات صاحب	حافظ آباد
1	جون	1974ء	مکرم قریشی احمد علی صاحب	گوجرانوالہ
1	جون	1974ء	مکرم سعید احمد خان صاحب	گوجرانوالہ

تاریخ شہادت			نام شہید	مقام
2	جون	1974ء	مکرم بشیر احمد صاحب	گوجرانوالہ
2	جون	1974ء	مکرم منیر احمد صاحب	گوجرانوالہ
2	جون	1974ء	مکرم محمد رمضان صاحب	گوجرانوالہ
2	جون	1974ء	مکرم محمد اقبال صاحب	گوجرانوالہ
2	جون	1974ء	مکرم غلام قادر صاحب	گوجرانوالہ
4	جون	1974ء	مکرم محمد الیاس عارف صاحب	واہ کینٹ
8	جون	1974ء	مکرم نقاب شاہ مہمند صاحب	پشاور
9	جون	1974ء	مکرم غلام سرور صاحب	ٹوپی ضلع مردان
9	جون	1974ء	مکرم اسرار احمد خان صاحب	ٹوپی ضلع مردان
9	جون	1974ء	مکرم سید مولود احمد بخاری صاحب	کوئٹہ
11	جون	1974ء	مکرم محمد فخر الدین بھٹی صاحب	ایبٹ آباد
11	جون	1974ء	مکرم محمد زمان خان صاحب	بالاکوٹ
11	جون	1974ء	مکرم مبارک احمد خان صاحب	بالاکوٹ
2	جولائی	1974ء	مکرم سیٹھی مقبول احمد صاحب	جہلم
2	جولائی	1974ء	پروفیسر عباس بن عبدالقادر صاحب	حیدرآباد
26	ستمبر	1974ء	مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب	موسیٰ والا سیالکوٹ
26	ستمبر	1974ء	مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب	موسیٰ والا سیالکوٹ
29	ستمبر	1974ء	مکرم ضیاء الدین ارشد صاحب	سرگودھا
3	اکتوبر	1974ء	مکرم عبدالحمید صاحب	کنری
7	اکتوبر	1974ء	مکرم بشارت احمد صاحب	تہال گجرات
9	اگست	1978ء	مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ	سانگلہ ہل
22	اگست	1978ء	مکرم ملک محمد انور صاحب	سانگلہ ہل
5	اپریل	1979ء	مکرم مولوی نور احمد صاحب	مقبوضہ کشمیر
27	جون	1979ء	مکرم بشیر احمد صاحب، رشید احمد صاحب	سری لنکا
			مکرم جے رشید احمد صاحب	
13	اگست	1979ء	مکرم حضرت منشی علم دین صاحب	کوٹلی
19	فروری	1982ء	مکرم چوہدری مقبول احمد صاحب	پنوں عاقل سندھ
			عہد خلافت رابعہ	
16	اپریل	1983ء	مکرم ماسٹر عبدالحکیم ابڑو صاحب	وارہ لاڑکانہ
8	اگست	1983ء	ڈاکٹر مظفر احمد صاحب	امریکہ
8	ستمبر	1983ء	مکرم شیخ ناصر احمد صاحب	اوکاڑہ
10	اپریل	1984ء	مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب	محراب پور
1	مئی	1984ء	مکرم قریشی عبدالرحمان صاحب	سکھر
16	جون	1984ء	ڈاکٹر عبدالقادر صاحب	فیصل آباد
15	مارچ	1985ء	مکرم ڈاکٹر انعام الرحمان صاحب	سکھر
7	اپریل	1985ء	مکرم چوہدری عبدالرزاق صاحب	بھریا روڈ سندھ
9	جون	1985ء	ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب	حیدرآباد
29	جولائی	1985ء	مکرم محمود احمد اٹھوال صاحب	پنوں عاقل
10	اگست	1985ء	مکرم قریشی محمد اسلم صاحب مربی سلسلہ	ٹرینیڈاڈ
18	اپریل	1986ء	مکرم مرزا منور بیگ صاحب	لاہور
11	مئی	1986ء	مکرم سید قمر الحق صاحب	سکھر
11	مئی	1986ء	مکرم راؤ خالد سلیمان صاحب	کراچی
9	جون	1986ء	مکرمہ رخسانہ طارق صاحبہ	مردان
9	جولائی	1986ء	مکرم بابو عبدالغفار صاحب	حیدرآباد
25	فروری	1987ء	مکرم غلام ظہیر احمد صاحب	سوہاوہ جہلم
14	مئی	1989ء	ڈاکٹر منور احمد صاحب	سکرنڈ سندھ
16	جولائی	1989ء	مکرم نذیر احمد ساقی صاحب	چک سکندر گجرات
16	جولائی	1989ء	مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب	چک سکندر گجرات
16	جولائی	1989ء	مکرمہ نبیلہ صاحبہ	چک سکندر گجرات
	اگست	1989ء	ڈاکٹر عبدالقدیر جدران صاحب	قاضی احمد نواب شاہ
28	ستمبر	1989ء	ڈاکٹر عبدالقدوس جدران صاحب	قاضی احمد نواب شاہ
17	جنوری	1990ء	مکرم قاضی بشیر احمد کھوکھر صاحب	شیخوپورہ
30	جون	1990ء	مکرم مبشر احمد صاحب	تیماپور کرناٹک بھارت
17	نومبر	1990ء	مکرم نصیر احمد علوی صاحب	دوڑ نواب شاہ
16	دسمبر	1992ء	مکرم محمد اشرف صاحب	گوجرانوالہ
5	فروری	1994ء	مکرم رانا ریاض احمد صاحب	لاہور
5	فروری	1994ء	مکرم احمد نصر اللہ صاحب	لاہور
30	اگست	1994ء	مکرم وسیم احمد بٹ صاحب	فیصل آباد
30	اگست	1994ء	مکرم حفیظ احمد بٹ صاحب	فیصل آباد
10	اکتوبر	1994ء	مکرم ڈاکٹر نسیم احمد بابر صاحب	اسلام آباد
28	اکتوبر	1994ء	مکرم عبدالرحمان باجوہ صاحب	کراچی
30	اکتوبر	1994ء	مکرم دلشاد حسین کھچی صاحب	لاڑکانہ
10	نومبر	1994ء	مکرم سلیم احمد پال صاحب	کراچی
19	دسمبر	1994ء	مکرم انور حسین ابڑو صاحب	لاڑکانہ
9	اپریل	1995ء	مکرم ریاض احمد صاحب	شب قدر مردان
3	مئی	1995ء	مکرم مبارک احمد شرما صاحب	شکارپور
8	نومبر	1996ء	مکرم محمد صادق صاحب	حافظ آباد
19	جون	1997ء	مکرم چوہدری عتیق احمد باجوہ صاحب	وہاڑی
26	اکتوبر	1997ء	مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب	وہاڑی
12	دسمبر	1997ء	مکرم مظفر احمد شرما صاحب ایڈووکیٹ	گوجرانوالہ
8	فروری	1998ء	مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب	گوجرانوالہ
7	جولائی	1998ء	مکرم محمد ایوب اعظم صاحب	واہ کینٹ
4	اگست	1998ء	مکرم ملک نصیر احمد صاحب	وہاڑی
10	اکتوبر	1998ء	مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب	نواب شاہ
30	اکتوبر	1998ء	مکرم چوہدری عبدالرشید شریف صاحب	لاہور
1	دسمبر	1998ء	مکرم ملک اعجاز احمد صاحب	وزیرآباد گوجرانوالہ
14	اپریل	1999ء	مکرم مرزا غلام قادر احمد صاحب	ربوہ
9	مئی	1999ء	مکرمہ مبارک بیگم صاحبہ اہلیہ عمر سلیم بٹ صاحب	چونڈہ سیالکوٹ
8	اکتوبر	1999ء	مکرم نور الدین احمد صاحب	کھلنا بنگلہ دیش
			مکرم محمد جہانگیر حسین صاحب	
			مکرم محمد اکبر حسین صاحب	

تاریخ شہادت	نام شہید	مقام
	مکرم سبحان علی موڑی صاحب	
	مکرم محمد محبّ اللہ صاحب	
	مکرم ڈاکٹر عبدالماجد صاحب	
	مکرم ممتاز الدین صاحب	
18 جنوری 2000ء	مکرم ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب	فیصل آباد
15 اپریل 2000ء	مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب	لدھیانہ بھارت
8 جون 2000ء	مکرم چوہدری عبداللطیف اٹھوال صاحب	چک بہوڑہ شیخوپورہ
30 اکتوبر 2000ء	مکرم افتخار احمد صاحب	گھٹیالیاں سیالکوٹ
	مکرم شہزاد احمد بعمر 16 سال	
	مکرم عطاء اللہ صاحب	
	مکرم غلام محمد صاحب	
	مکرم عباس علی صاحب	
10 نومبر 2000ء	مکرم ماسٹر ناصر احمد صاحب	تخت ہزارہ سرگودھا

تاریخ شہادت	نام شہید	مقام
	مکرم مبارک احمد صاحب عمر 15 سال	
	مکرم نذیر احمد صاحب رائے پوری (والد)	
	مکرم عارف محمود صاحب (بیٹا)	
	مکرم مدثر احمد صاحب	
28 جولائی 2001ء	مکرم شیخ نذیر احمد صاحب	فیصل آباد
13 ستمبر 2001ء	مکرم نور احمد چوہدری صاحب	سدووالا نیواں
	مکرم طاہر احمد (بیٹا)	نارووال
10 جنوری 2002ء	مکرم غلام مصطفیٰ احسن صاحب	پیر محل ٹوبہ ٹیک سنگھ
1 ستمبر 2002ء	مکرم مقصود احمد صاحب	فیصل آباد
14 نومبر 2002ء	مکرم عبدالوحید صاحب	فیصل آباد
15 نومبر 2002ء	مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب	رحیم یار خان
25 فروری 2003ء	مکرم میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ	راجن پور

عہدِ خلافت خامسہ کے شہداء۔ اپریل 2003ء تا جولائی 2010ء (احمد طاہر مرزا صاحب۔ ربوہ

نمبر شمار	نام	ولدیت	تاریخ شہادت	مقام شہادت
1	مکرم بریگیڈیئر افتخار احمد صاحب	مکرم احمد دین صاحب	17/جولائی 2003ء	پاکستان
2	مکرم شاہ عالم صاحب	مکرم واحد علی صاحب	اکتوبر 2003ء	بنگلہ دیش
3	مکرم برکت اللہ منگلا صاحب	مکرم رائے غلام محمد صاحب	21/اگست 2004ء	سرگودھا
4	مکرم وسیم احمد صاحب	مکرم عبدالعزیز صاحب مرحوم	12/ستمبر 2005ء	کوئٹہ
5	مکرم چوہدری محمد اسلم کلا صاحب	مکرم چوہدری خوشی محمد کلا صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
6	مکرم راجہ محمد اشرف صاحب	مکرم راجہ اللہ دتہ صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
7	مکرم راجہ الطاف محمود صاحب	مکرم راجہ احمد خاں صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
8	مکرم راجہ عبدالمجید صاحب	مکرم راجہ خاں صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
9	مکرم راجہ عابد محمود صاحب	مکرم راجہ محمد اشرف صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
10	مکرم راجہ لہراسپ صاحب	مکرم راجہ محمد ظفر اقبال صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
11	مکرم احمد وحید صاحب عرف نوید	مکرم محمد وحید صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
12	مکرم یاسر احمد کلا صاحب	مکرم چوہدری اسلم کلا صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
13	مکرم نعیم محمود صاحب	مکرم محمد نصیب گل صاحب	19/دسمبر 2005ء	فیصل آباد
14	مکرم محمد اقبال صاحب	مکرم محمد سائیں صاحب	6/نومبر 2005ء	شیخوپورہ
15	مکرم شیخ محمد رفیق احمد صاحب	مکرم شیخ محمد بشیر صاحب	19/مارچ 2006ء	کراچی
16	مکرم ڈاکٹر مجیب الرحمٰن پاشا صاحب	مکرم پیر فضل الرحمٰن پاشا صاحب	7/مئی 2006ء	سانگڑھ
17	مکرم منور احمد صاحب	مکرم صوبیدار بشارت احمد صاحب	22/اگست 2006ء	گجرات
18	مکرم محمد اشرف صاحب	مکرم مہر دین صاحب	1/مارچ 2007ء	پھالیہ
19	مکرم چوہدری حبیب اللہ سیال صاحب	مکرم چوہدری جلال الدین صاحب سیال	8/اپریل 2007ء	قصور
20	مکرم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب	مکرم رحمت اللہ صاحب	21/ستمبر 2007ء	کراچی
21	مکرم پروفیسر ڈاکٹر شیخ مبشر احمد صاحب	مکرم شیخ محمد ابراہیم صاحب	26/ستمبر 2007ء	کراچی
22	مکرم ہمایوں وقار صاحب	مکرم سعید احمد ناصر صاحب	7/دسمبر 2007ء	شیخوپورہ

23	مکرم بشارت احمد صاحب مغل	مکرم سراج الدین صاحب	24؍فروری 2008ء	کراچی
24	مکرم ڈاکٹر غلام سرور صاحب	مکرم غلام محی الدین صاحب	19؍مارچ 2008ء	سنگو، پشاور
25	مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب	مکرم عبدالرحمٰن صدیقی صاحب	8؍ستمبر 2008ء	میرپور خاص
26	مکرم سیٹھ محمد یوسف صاحب	مکرم سیٹھ محمد دین صاحب	9؍ستمبر 2008ء	نواب شاہ
27	مکرم حامد محمد غضنفر چٹھہ صاحب	مکرم نور محمد چٹھہ صاحب	18؍نومبر 2008ء	وہاڑی
28	مکرم شیخ سعید احمد صاحب	مکرم محمد بشیر صاحب	9؍جنوری 2009ء	کراچی
29	مکرم سعید احمد صاحب	مکرم چوہدری غلام قادر صاحب	19؍جنوری 2009ء	حیدرآباد
30	مکرم مبشر احمد صاحب	مکرم محمد احمد صاحب	20؍فروری 2009ء	کراچی
31	مکرم مرزا محمد اکرم صاحب	مکرم مرزا محمد اسلم صاحب	فروری 2009ء	نارووال
32	مکرم ڈاکٹر شیراز باجوہ صاحب	مکرم منور احمد صاحب	14؍مارچ 2009ء	ملتان
33	مکرمہ ڈاکٹر نورین باجوہ صاحبہ	بنت مکرم رشید احمد صاحب اہلیہ مکرم ڈاکٹر شیراز باجوہ صاحب	14؍مارچ 2009ء	ملتان
34	مکرم میاں لئیق احمد صاحب	مکرم میاں یعقوب احمد صاحب	29؍مئی 2009ء	فیصل آباد
35	مکرم خالد رشید صاحب	مکرم عبدالرشید صاحب	24؍جون 2009ء	کوئٹہ
36	مکرم ظفر اقبال صاحب	مکرم لال دین صاحب	24؍جون 2009ء	کوئٹہ
37	مکرم رانا عطاء الکریم صاحب	مکرم رانا کریم بخش صاحب	6؍جولائی 2009ء	ملتان
38	مکرم محمد اعظم فاروقی صاحب	مکرم محمد افضل صاحب	26؍ستمبر 2009ء	بہاولپور
39	مکرم ذوالفقار منصور صاحب	مکرم منصور احمد صاحب	11؍ستمبر 2009ء	کوئٹہ
40	مکرم رانا سلیم احمد صاحب	مکرم نذیر احمد صاحب	26؍نومبر 2009ء	سانگھڑ
41	مکرم پروفیسر محمد یوسف صاحب	مکرم امام دین صاحب	5؍جنوری 2010ء	شیخوپور
42	مکرم سمیع اللہ صاحب	مکرم ممتاز احمد صاحب	3؍فروری 2010ء	شہداد پور ضلع سانگھڑ
43	مکرم شیخ اشرف صاحب	مکرم شیخ بشیر احمد صاحب	1؍اپریل 2010ء	فیصل آباد
44	مکرم شیخ مسعود جاوید صاحب	مکرم شیخ بشیر احمد صاحب	1؍اپریل 2010ء	فیصل آباد
45	مکرم آصف مسعود صاحب	مکرم شیخ مسعود جاوید صاحب	1؍اپریل	فیصل آباد
46	مکرم حفیظ احمد شاکر صاحب	مکرم علی محمد صاحب	19؍مئی 2010ء	کراچی
47	مکرم نعمت اللہ صاحب	مکرم بابو سمیع اللہ صاحب	31؍مئی 2010ء	نارووال

28؍مئی 2010ء کو لاہور میں مسجد دارالذکر (گڑھی شاہو) اور مسجد بیت النور (ماڈل ٹاؤن) میں دہشت گردی کے حملہ کے نتیجہ میں حسب ذیل افراد شہید ہوئے:

نمبر شمار	نام	ولدیت	مقام شہادت
1	مکرم منیر احمد شیخ صاحب امیر جماعت لاہور	مکرم شیخ تاج دین صاحب	لاہور
2	مکرم میجر جنرل ریٹائرڈ ناصر چوہدری صاحب	مکرم چوہدری صفدر علی صاحب	لاہور
3	مکرم اسلم بھروانہ صاحب	مکرم مہر راجہ خان بھروانہ صاحب	لاہور
4	مکرم اشرف بلال صاحب	مکرم محمد لطیف صاحب	لاہور
5	مکرم کیپٹن ریٹائرڈ مرزا نعیم الدین صاحب	مکرم مرزا سراج دین صاحب	لاہور
6	مکرم کامران ارشد صاحب	مکرم محمد ارشد قمر صاحب	لاہور
7	مکرم اعجاز احمد بیگ صاحب	مکرم انور بیگ صاحب	لاہور
8	مکرم مرزا اکرم بیگ صاحب	مکرم مرزا منور بیگ صاحب	لاہور

9	مکرم منور احمد خان صاحب	مکرم محمد ایوب خان صاحب	لاہور
10	مکرم عرفان احمد ناصر صاحب	مکرم عبد المالک صاحب	لاہور
11	مکرم سجاد اظہر بھروانہ صاحب	مکرم مہر اللہ یار بھروانہ صاحب	لاہور
12	مکرم مسعود احمد اختر باجوہ صاحب	مکرم محمد حیات باجوہ صاحب	لاہور
13	مکرم محمد آصف فاروق صاحب	مکرم لیاقت علی صاحب	لاہور
14	مکرم شیخ شمیم احمد صاحب	مکرم شیخ نعیم احمد صاحب	لاہور
15	مکرم محمد شاہد صاحب	مکرم محمد شفیع صاحب	لاہور
16	مکرم پروفیسر عبد الودود صاحب	مکرم عبد المجید صاحب	لاہور
17	مکرم ولید احمد صاحب	مکرم چوہدری احمد منور صاحب	لاہور
18	مکرم محمد انور صاحب	مکرم محمد خان صاحب	لاہور
19	مکرم ملک انصار الحق صاحب	مکرم ملک انوار الحق صاحب	لاہور
20	مکرم ناصر محمود خان صاحب	مکرم محمد عارف نسیم صاحب	لاہور
21	مکرم عمیر احمد ملک صاحب	مکرم عبد الرحیم صاحب	لاہور
22	مکرم سردار افتخار الغنی صاحب	مکرم سردار عبد الشکور صاحب	لاہور
23	مکرم عبد الرشید ملک صاحب	مکرم عبد الحمید ملک صاحب	لاہور
24	مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب	مکرم منیر شاہ ہاشمی صاحب	لاہور
25	مکرم مظفر احمد صاحب	مکرم مولانا ابراہیم صاحب درویش قادیان	لاہور
26	مکرم میاں مبشر احمد صاحب	مکرم میاں برکت علی صاحب	لاہور
27	مکرم فدا حسین صاحب	مکرم بہادر خاں صاحب	لاہور
28	مکرم خاور ایوب صاحب	مکرم محمد ایوب خان صاحب	لاہور
29	مکرم شیخ محمد یونس صاحب	مکرم شیخ جمیل احمد صاحب	لاہور
30	مکرم مسعود احمد بھٹی صاحب	مکرم احمد دین صاحب	لاہور
31	مکرم حاجی محمد اکرم بیگ صاحب	مکرم چوہدری اللہ دتہ ورک صاحب	لاہور
32	مکرم میاں لئیق احمد صاحب	مکرم میاں شفیق احمد صاحب	لاہور
33	مکرم مرزا شابل منیر صاحب	مکرم مرزا محمد منیر صاحب	لاہور
34	مکرم ملک مقصود احمد صاحب	مکرم احسن محمود صاحب	لاہور
35	مکرم چوہدری محمد احمد صاحب	مکرم ڈاکٹر نور احمد صاحب	لاہور
36	مکرم الیاس احمد اسلم قریشی صاحب	مکرم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب	لاہور
37	مکرم طاہر محمود احمد صاحب	مکرم سعید احمد صاحب	لاہور
38	مکرم سید ارشاد علی صاحب	مکرم سید سمیع اللہ صاحب	لاہور
39	مکرم نور الامین صاحب	مکرم نذیر نسیم صاحب	لاہور
40	مکرم چوہدری محمد مالک صاحب چدھڑ	مکرم فتح محمد صاحب	لاہور
41	مکرم شیخ ساجد نعیم صاحب	مکرم شیخ امیر احمد صاحب	لاہور
42	مکرم سید لئیق احمد صاحب	مکرم سید محی الدین صاحب	لاہور
43	مکرم محمد اشرف بھلر صاحب	مکرم محمد عبد اللہ صاحب	لاہور
44	مکرم مبارک احمد طاہر صاحب	مکرم عبد المجید صاحب	لاہور

45	مکرم انیس احمد صاحب	مکرم صوبیدار منیر احمد صاحب	لاہور
46	مکرم منور احمد صاحب	مکرم صوبیدار منیر احمد صاحب	لاہور
47	مکرم سعید احمد صاحب	مکرم صوفی منیر احمد صاحب	لاہور
48	مکرم خلیل احمد صاحب سولنگی	مکرم نصیر احمد سولنگی صاحب	لاہور
49	مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب	مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب	لاہور
50	مکرم چوہدری حفیظ احمد کاہلوں صاحب ایڈووکیٹ	مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی	لاہور
51	مکرم چوہدری امتیاز احمد صاحب	مکرم چوہدری نثار احمد صاحب	لاہور
52	مکرم اعجاز الحق صاحب	مکرم رحمت حق صاحب	لاہور
53	مکرم شیخ ندیم احمد طارق صاحب	مکرم شیخ محمد منشاء صاحب	لاہور
54	مکرم عامر لطیف پراچہ صاحب	مکرم عبد اللطیف پراچہ صاحب	لاہور
55	مکرم مرزا ظفر احمد صاحب	مکرم مرزا صفدر جنگ ہمایوں صاحب	لاہور
56	مکرم مرزا محمود احمد صاحب	مکرم اکبر علی صاحب	لاہور
57	مکرم شیخ محمد اکرام اطہر صاحب	مکرم شیخ شمس الدین صاحب	لاہور
58	مکرم مرزا منصور بیگ صاحب	مکرم مرزا سرور بیگ صاحب	لاہور
59	مکرم میاں محمد منیر احمد صاحب	مکرم مولوی عبد السلام صاحب	لاہور
60	مکرم ڈاکٹر طارق بشیر صاحب	مکرم چوہدری یوسف خان صاحب	لاہور
61	مکرم ارشد محمود بٹ صاحب	مکرم محمود احمد بٹ صاحب	لاہور
62	مکرم محمد حسین ملہی صاحب	مکرم محمد ابراہیم صاحب	لاہور
63	مکرم مرزا محمد امین صاحب	مکرم حاجی عبد الکریم صاحب	لاہور
64	مکرم ملک زبیر احمد صاحب	مکرم ملک عبد الرشید صاحب	لاہور
65	مکرم چوہدری محمد نواز صاحب	مکرم چوہدری غلام رسول صاحب ججہ	لاہور
66	مکرم شیخ مبشر احمد صاحب	مکرم شیخ حمید احمد صاحب	لاہور
67	مکرم عبد الرحمن صاحب	مکرم محمد جاوید اسلم صاحب	لاہور
68	مکرم نثار احمد صاحب	مکرم غلام رسول صاحب	لاہور
69	مکرم ڈاکٹر اصغر یعقوب خان صاحب	مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب	لاہور
70	مکرم میاں محمد سعید درد صاحب	مکرم حضرت میاں محمد یوسف صاحبؓ	لاہور
71	مکرم محمد یحییٰ خان صاحب	مکرم ملک محمد عبد اللہ صاحبؓ	لاہور
72	مکرم ڈاکٹر عمر احمد صاحب	مکرم ڈاکٹر عبد الشکور میاں صاحب	لاہور
73	مکرم لعل خان صاحب ناصر	مکرم حاجی احمد صاحب	لاہور
74	مکرم ظفر اقبال صاحب	مکرم محمد صادق صاحب	لاہور
75	مکرم منصور احمد صاحب	مکرم عبد الحمید جاوید صاحب	لاہور
76	مکرم مبارک علی اعوان صاحب	مکرم عبد الرزاق صاحب	لاہور
77	مکرم عتیق الرحمن صاحب ظفر	مکرم محمد شفیع صاحب	لاہور
78	مکرم محمود احمد صاحب	مکرم مجید احمد صاحب	لاہور
79	مکرم احسان احمد خان صاحب	مکرم وسیم احمد خان صاحب	لاہور
80	مکرم منصور احمد قیصر صاحب	مکرم میاں عبد الرحمن صاحب	لاہور

81	مکرم حسن خورشید اعوان صاحب	مکرم خورشید اعوان صاحب	لاہور
82	مکرم ومحترم محمود احمد شاد صاحب مربی سلسلہ	مکرم چوہدری غلام احمد صاحب	لاہور
83	مکرم وسیم احمد صاحب	مکرم عبدالقدوس صاحب	لاہور
84	مکرم وسیم احمد صاحب	مکرم محمد اشرف صاحب	لاہور
85	مکرم نذیر احمد صاحب	مکرم مستری محمد یاسین صاحب	لاہور
86	مکرم محمد حسین صاحب	مکرم نظام دین صاحب	لاہور

28 مئی 2010ء کے بعد کے شہداء کے نام:

نمبر شمار	نام	ولدیت	تاریخ شہادت	مقامِ شہادت
87	مکرم ڈاکٹر نجم الحسن صاحب	مکرم فخر الحسن صاحب	17/اگست 2010ء	کراچی
88	مکرم پیر حبیب الرحمٰن صاحب	مکرم پیر فضل الرحمٰن صاحب	19/اگست 2010ء	سانگھڑ
89	مکرم شیخ عامر رضا صاحب	مکرم شیخ مشتاق احمد صاحب	3/ستمبر 2010ء	مردان
90	مکرم نصیر احمد بٹ صاحب	مکرم اللہ رکھا بٹ صاحب	8/ستمبر 2010ء	فیصل آباد

حوالہ جات نام شھداء

(فہرست شہدائے عہد حضرت مسیح موعودؑ تا شہدائے عہد خلافتِ رابعہ از روزنامہ الفضل ربوہ 14 جولائی 2003ء مرتبہ مکرم فرخ سلیمانی صاحب ربوہ) (فہرست شہدائے عہد خلافتِ خامس قبل از سانحۂ لاہور از ہفتہ وار الفضل انٹرنیشنل 30 جولائی 2010ء مرتبہ مکرم احمد طاہر مرزا صاحب ربوہ) (فہرست شہدائے لاہور بمقام گڑھی شاہو، دارالذکر از روزنامہ الفضل ربوہ 31 مئی 2010ء) (فہرست شہدائے بعد از سانحہ لاہور مکرم شہید نعمت اللہ صاحب از روزنامہ الفضل ربوہ یکم جون 2010ء مکرم شہید ڈاکٹر نجم الحسن صاحب از روزنامہ الفضل ربوہ 18 اگست 2010ء ،مکرم شہید پیر فضل الرحمٰن صاحب از روزنامہ الفضل ربوہ 23 اگست 2010ء ،مکرم شہید شیخ عامر صاحب از روزنامہ الفضل ربوہ 6 ستمبر 2010ء، شہید مکرم نصیر احمد بٹ صاحب از روزنامہ الفضل ربوہ 14 ستمبر 2010ء)

نظم

عشق خدا کی مے سے بھرا جام لائے ہیں
ہم مصطفٰے کے ہاتھ پہ اسلام لائے ہیں
عاشق بھی گھر سے نکلے ہیں جاں دینے کے لئے
تشریف آج وہ بھی سرِ بام لائے ہیں

تم غیر کو دکھا کے ہمیں قتل کیوں کرو
ہم کب زباں پہ شکوہ سرِ عام لائے ہیں
ہم اپنے دل کا خوں انہیں پیش کرتے ہیں
گلرو کے واسطے مئے گلفام لائے ہیں

دنیا میں اس کے عشق کا چرچا ہے چار سو
تحفہ کے طور پر دلِ بدنام لائے ہیں
قرآں سے ہم نے سیکھی ہے تدبیرِ بے خطا
صیدِ ہما کے واسطے اک دام لائے ہیں

(ازکلامِ محمود نظم نمبر 203 صفحہ نمبر 274 مطبوعہ نومبر 1993ء)

لاہور دہشت گردی کے زخمیوں کی فہرست

29 مئی کو ایک بجے دوپہر تک امور عامہ کی طرف سے موصول ہونے والی لاہور کے مختلف ہسپتالوں میں موجود احباب کی فہرست

نمبر شمار	نام	ولدیت	مجلس	ہسپتال
1	مکرم محمد یامین صاحب		جوہر ٹاؤن	جناح ہسپتال
2	مکرم ملک انوار الحق صاحب	ضیاء الحق		جناح ہسپتال
3	مکرم نعمت اللہ قریشی صاحب	عطاء القریشی	فیصل آباد	جناح ہسپتال
4	مکرم مظفر احمد صاحب	بشارت احمد	گارڈن ٹاؤن	جناح ہسپتال
5	مکرم مرزا محمد نصیر صاحب	مرزا محمد حسین	ڈیفینس	جناح ہسپتال
6	مکرم مظفر احمد صاحب	میاں عبدالحمید	جوہر ٹاؤن	جناح ہسپتال
7	مکرم ارشد محمود صاحب	محمد اکبر	چورنگی	جناح ہسپتال
8	مکرم رفیع احمد بٹ صاحب	محمد حفیظ	گوجرانوالہ	جناح ہسپتال
9	مکرم عامر نعیم صاحب	نعیم الدین		جناح ہسپتال
10	مکرم ملک عبدالمتین صاحب	عبدالمالک	فیصل ٹاؤن	جناح ہسپتال
11	مکرم سید شمشاد علی صاحب	سید خواجہ الیک	کینٹ کراچی	جناح ہسپتال
12	مکرم محمد شعیب نیر صاحب	محمد صادق	فیصل ٹاؤن	جناح ہسپتال
13	مکرم مجید الرحمٰن صاحب	میاں نذیر احمد	فیصل ٹاؤن	جناح ہسپتال
14	مکرم محمد سرور صاحب	صادق قریشی		جناح ہسپتال
15	مکرم شیخ اسلم صاحب	شیخ نذیر	مغل پورہ	جناح ہسپتال
16	مکرم امین صاحب	عبدالکریم	گڑھی شاہو	میو ہسپتال
17	مکرم ادریس صاحب	منیر احمد		میو ہسپتال
18	مکرم نعیم اللہ صاحب	عنایت اللہ	ٹاؤن شپ	میو ہسپتال
19	مکرم کاشف احمد صاحب	محمد یوسف	UET	میو ہسپتال
20	مکرم خلیل احمد صاحب	عبدالرؤف		میو ہسپتال
21	مکرم منصور احمد صاحب	محمود احمد	جوہر ٹاؤن	میو ہسپتال
22	مکرم مبارک احمد صاحب	سردار قیوم بھٹی		میو ہسپتال
23	مکرم عبدالرشید صاحب	عبدالخالق	سبزہ زار	میو ہسپتال
24	مکرم مرزا نصیر احمد صاحب			میو ہسپتال
25	مکرم حفیظ احمد صاحب	محمد علی	تاج پورہ	میو ہسپتال
26	مکرم اعجاز احمد صاحب	عبدالکریم	وحدت روڈ	میو ہسپتال
27	مکرم رشید احمد صاحب	محمد طارق		میو ہسپتال
28	مکرم نعیم احمد صاحب	منیر احمد	سعادت کالونی	میو ہسپتال
29	مکرم ماروف صاحب	صفدر		میو ہسپتال
30	مکرم عبدالغفور صاحب	عبدالرؤف		میو ہسپتال
31	مکرم رشید احمد گھمن صاحب	محمد علی طاہر		میو ہسپتال
32	مکرم وارث صاحب	نذیر احمد		میو ہسپتال
33	مکرم دلبر خان صاحب		داروغہ والا	سروسز ہسپتال
34	مکرم لئیق احمد صاحب	شفیق احمد		سروسز ہسپتال
35	مکرم ڈاکٹر رفاد صاحب		گڑھی شاہو	سروسز ہسپتال
36	مکرم مرزا نصیر احمد صاحب (ایڈووکیٹ)			سروسز ہسپتال
37	مکرم تنویر احمد صاحب	محمد اسماعیل		سروسز ہسپتال
38	مکرم جاذب صاحب	انوار الحق		سروسز ہسپتال
39	مکرم عمیر احمد صاحب	انس ماجد		سروسز ہسپتال
40	مکرم مظفر احمد صاحب	چوہدری منور احمد	بھٹہ چوہدری	سروسز ہسپتال
41	مکرم وجیہ اللہ صاحب	عبدالمالک		سروسز ہسپتال
42	مکرم عرفان صاحب	محمد صادق		سروسز ہسپتال
43	مکرم عامر مشہود صاحب (ناظم علاقہ)	محمد عارف		سروسز ہسپتال
44	مکرم اسد اللہ صاحب		UET	سروسز ہسپتال
45	مکرم نبیل احمد صاحب	طارق احمد		سروسز ہسپتال
46	مکرم سید شہریار صاحب	نور المبین		سروسز ہسپتال
47	مکرم محمد سلطان صاحب		ربوہ	سروسز ہسپتال
48	مکرم عمر انس صاحب		زمان پارک	سروسز ہسپتال
49	مکرم مرزا زبیر صاحب		ڈیفینس	سروسز ہسپتال
50	مکرم میاں رومان صاحب		دارالذکر	سروسز ہسپتال
51	مکرم مبشر صاحب		مصطفیٰ آباد	سروسز ہسپتال
52	مکرم ارسلان ارشد صاحب	ارشد محمود		سروسز ہسپتال
53	مکرم علی صاحب		کینال پارک	سروسز ہسپتال
54	مکرم اسلم صاحب		گڑھی شاہو	سروسز ہسپتال
55	مکرم انس سلیمان صاحب		فیکٹری ایریا	سروسز ہسپتال
56	مکرم مظفر احمد صاحب		تاج پورہ	سروسز ہسپتال
57	مکرم مبشر صاحب	بدر الدین		سروسز ہسپتال
58	مکرم ریحان انجم صاحب		جھنگ	سروسز ہسپتال
59	مکرم حارث علی صاحب		مغل پورہ	سروسز ہسپتال
60	مکرم وقار احمد صاحب		دارالذکر	سروسز ہسپتال
61	مکرم خلیل احمد صاحب		دارالذکر	سروسز ہسپتال
62	مکرم آصف محمود صاحب		دہلی گیٹ	سروسز ہسپتال
63	مکرم منیر الطاف چیمہ صاحب			سروسز ہسپتال
64	مکرم الیاس صاحب			سروسز ہسپتال
65	مکرم یعقوب احمد صاحب	بشیر احمد		سروسز ہسپتال
66	مکرم اعجاز احمد صاحب			سروسز ہسپتال
67	مکرم شہزاد احتشام صاحب		وزیر آباد	سروسز ہسپتال
68	مکرم ڈاکٹر نبیل صاحب			سروسز ہسپتال
69	مکرمہ نور فاطمہ صاحبہ	مغل پورہ		سروسز ہسپتال
70	مکرم مرزا سرفراز احمد صاحب	مرزا نواز احمد	گلشن پارک	سروسز ہسپتال
71	مکرم ابراہیم صاحب			سروسز ہسپتال
72	مکرم عظیم احمد صاحب (صدر حلقہ)	سمال چھاؤنی		شالامار ہسپتال
73	نامعلوم			شالامار ہسپتال
74	نامعلوم			شیخ زاید ہسپتال
75	نامعلوم			
76	مکرم سرور مال صاحب		ٹاؤن شپ	
77	مکرم عبدالباسط صاحب (قاعد مجلس)		کوٹ لکھپت	
78	مکرم مبشر احمد صاحب			
79	مکرم امین احمد صاحب			
80	مکرم سعید احمد صاحب			

الفضل ربوہ 31 مئی 2010ء

خود کش حملہ آور کو دبوچنے والے کی آپ بیتی

یہ حملہ مسجد النور ماڈل ٹاؤن لاہور پر 28 مئی 2010ء کو ہوا

(از رسالہ "لاہور" جولائی 2010ء صفحہ نمبر 6 تا 8)

جمعہ کی نماز کو روانگی۔

28 مئی کا دن بہت گرم اور گرد آلود تھا۔ میرا معمول تھا کہ میں گھر سے جمعہ کی نماز کے لئے 12-55 پہ دوپہر کو نکلا کرتا تھا۔ اس روز بعض مصروفیات کی بنا پر میں لیٹ ہو گیا۔ میرے سسر نے مجھے کہا کیا ہم نماز کے لئے پہنچ پائیں گے۔؟ یہ گویا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آج ہم نہ جائیں۔ تاہم میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ دیر تو ہو چکی ہے۔ ہم نماز پڑھنے ضرور جائیں گے۔ تب ہم مسجد النور پہنچ گئے اور ہم معمول سے ۵ منٹ لیٹ تھے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ سامنے کے مین ہال میں پہلی قطار میں آگے جگہ حاصل کر لوں اس روز چونکہ ہم لیٹ پہنچے تھے اس لئے آخری صف میں جگہ ملی اور میں داخل ہونے والے دروازے کے قریب بیٹھ گیا میرے سسر اوپر والے ہال میں چلے گئے۔

بیرونی گیٹ پر حملہ۔

خطبہ شروع ہوئے ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ میں نے گن کے فائر کی آواز سنی اس شور کی وجہ سے لوگ متوجہ ہو گئے۔ میرا خیال تھا کہ سیکورٹی پر مامور سٹاف صورتحال پر قابو پالے گا۔ لیکن چند لمحے بعد جب فائر کی آواز زیادہ قریب تر تسلسل کے ساتھ بلند ہوتی گئی۔ تو فکر لاحق ہو گیا۔ پھر بھی یہی سوچا کہ شاید پولیس جواب دے سکے۔ اور اس کے لئے کچھ وقت لگے گا لیکن اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا یہ فائرنگ کم نہیں ہو رہی فائرنگ کے دوران میں نے کچھ بلند آواز کے دھماکے سنے اور چند سیکنڈ بعد ہی یہ دھماکے بیت النور کے اندر سے سنائی دینے لگے۔ جس سے بے حد فکر ہوا اس وقت میں نے یہ اندازہ لگایا کہ حملہ آور کئی ہیں اور وہ حفاظتی دیوار کو پامال کر چکے ہیں۔ اس وقت ہال سے باہر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگ بھی اندر آ چکے تھے اور دروازے اندر سے بند کئے جا چکے تھے۔

مین ہال پر حملہ۔

اسی اثنا میں ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ بیسمنٹ میں جانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی مین ہال کی کھڑکیوں کے ذریعے اندر کی طرف فائرنگ کی گئی۔ اور فائرنگ کے انداز سے پتہ چل گیا کہ دو حملہ آور ہیں۔ گولیوں سے لوگ زخمی ہونے لگے۔ جو فائرنگ کی زد میں تھے۔ وہ زیادہ تر بزرگ لوگ تھے۔ جو جلدی حرکت نہ کر سکتے تھے اور انہیں اوٹ میں ہونے کا موقعہ نہ مل سکا چند منٹوں میں ہی مین ہال زندہ لوگوں سے خالی ہو گیا اور زخمیوں سے بھر گیا۔ کچھ بوڑھے اور جوان زخمی حالت میں زندہ نظر آئے۔ جو ہال میں باقی رہ گئے تھے۔ وہ سب دیواروں کی طرف سمٹ گئے۔ گولیوں کی بوچھاڑ سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ہر زندہ رہنے والے کا پیچھا کر رہی ہیں...... میں نے ستون کے پیچھے پناہ لی اور کئی مرتبہ سر نکال کر جائزہ لیا۔

حملہ آور کی اندر آنے کی کوشش۔

ایک حملہ آور نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ وہ دروازے کے راستے اندر داخل ہو جائے۔ یہ صدر دروازہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ وہ اسے کھولنے میں کامیاب نہ ہوا۔ دو تین جرأت مند افراد نے پورا زور لگا کر دروازے کو کھلنے نہ دیا۔ اس کوشش میں ایک جوان گولی کا نشانہ بن گیا تاہم اس کی لاش دروازے کے ساتھ لگی رہی۔ جس سے دروازہ بند ہی رہا حملہ آور نے اس کوشش کو ترک کر دیا اور شیشوں والے عقبی دروازے سے اندر آنے کی کوشش کی۔ اس کے لئے اس نے دروازے پر فائر کئے اس کے بعد وہ دوبارہ کھڑکیوں کی طرف واپس آیا اور فائرنگ کی تا کہ کوئی فرد زندہ نظر نہ آئے۔ اس کی فائرنگ سے مزید لوگ زخمی ہوئے ایک چیز جو میں نے نوٹ کی باوجود زخمی ہونے کے کسی نے آہ و فغاں نہ کی۔ بلکہ ہر زخم خاموشی سے سہا، گولیاں لگنے سے وہ لہولہان ہو گئے اور ناقابل بیان تکلیف برداشت کرتے رہے اس سے ان کے ایمان اور استقلال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جنرل ناصر صاحب کی شہادت

وہی حملہ آور عقبی دروازے سے داخل ہوا۔ وہ مجھ سے پندرہ فٹ دور تھا وہ میگزین بدلنے لگا اس نے دو ہینڈ گرینڈ نکالے اس کا پاجامہ خون آلود تھا۔ جس سے یہ پتہ چلا کہ مین گیٹ پر سیکورٹی والوں سے مقابلے میں اسے بھی زخم آئے تھے۔ میں اسے بے بسی اور خوف کی حالت میں ۳ منٹ تک دیکھتا رہا۔ ایک بیٹھی ہوئی مرغابی کی طرح اس کا شکار کیا جا سکتا تھا لیکن کسی کے پاس ہتھیار نہ تھا اس وقت میرے ذہن میں کئی منصوبے آئے۔ ایک بات میں نے یہ سوچی کہ اگر اس کا گرنیڈ میرے قریب گرا تو میرے پاس ردعمل کے لئے کچھ وقت ہو گا کہ میں اسے دوبارہ اس کے قریب پھینک سکوں۔ لیکن اگر مجھے پھینکنے کا موقعہ نہ ملا تو میں اس پر پل پڑوں گا۔ پس جونہی اس نے پہلا گرنیڈ کوری ڈور میں پھینکا تو وہ میرے پاؤں کے قریب آ گرا لیکن میں اسے واپس اٹھا کر پھینکنے کے قابل نہ تھا۔ جب میں ہاتھوں کے بل لیٹا تو میرا سر اس سے پرے تھا۔ اس لئے میں نے شمالی دیوار کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔ میں چند فٹ تک حرکت کر پایا تھا۔ کہ وہ گرینڈ پھٹ گیا اور جنرل ناصر صاحب کا چہرہ اڑ گیا۔ وہ شہید ہو گئے۔ چھاتی پر گہرے زخم آئے۔ ان کی ران اور پاؤں بھی زخمی ہو گئے۔

خوفناک لمحات۔

اس حملہ آور نے بالائی ہال میں داخل ہو کر لوگوں پر فائرنگ کی اور کچھ دیر بعد مین ہال کی طرف آ گیا۔ اور ریلنگ کے قریب کھڑے ہو کر گرنیڈ پھینکا جو ہال کے سنٹر میں پھٹا جس سے میرا دایاں پاؤں زخمی ہو گیا تب اس نے تین مرتبہ دروازے پر

بیٹھے ہوئے آدمی پر فائرنگ کی میں نے دیکھا وہ آدمی اپنے پہلو پر گرا اور بے حرکت ہو گیا میں اس وقت زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ اور ایک شہید کی اوٹ میں تھا۔ حملہ آور ہال کے مین دروازے کی طرف آیا اس وقت میری آنکھیں اس سے چار ہوئیں اور میں نے محسوس کیا کہ وہ میری حرکات کا جائزہ لے رہا ہے اس نے گن کا رخ میری جانب کیا اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں یقیناً مارا جاؤں گا۔

ذہنی کشمکش۔

اس وقت مجھے فیملی کا کوئی خیال نہ آیا صرف یہ خیال میرے ذہن میں تھا کہ میرا خدا سے تعلق ہو جائے۔ چنانچہ میں نے خدا سے سوال کیا؟ اے خدا کیا میری زندگی ختم ہونے کا وقت آن پہنچا ہے؟ اور اسی لمحہ میں نے دوسرا سوال کیا۔ جو مناظر مجھے مستقبل کے دکھائے گئے تھے کیا وہ سب فضول تھے؟ اے میرے حفاظت کرنے والے ہر جگہ موجود پیارے خدا مجھے جلدی جواب دے۔ اسی اثنا میں حملہ آور نے مجھ پر تین فائر کئے۔ میں نے محسوس نہیں کیا کہ ان گولیوں نے میرے نزدیک بھی کسی شخص کو ہٹ کیا ہو میں نے جنبش نہیں کی اس وقت میں نے دیکھا کہ اگر کسی کی آہ بھی نکلی تو حملہ آور نے فوراً اس پر فائر کیا اور ہر ایسے شخص کو تاک تاک کر نشانہ بنایا اس وقت میں نے یہ سوچا کہ اس طرح وہ ہم سب کو مار ڈالے گا۔ اس وقت تک میں بالکل بے حرکت تھا۔ اس لئے اس کو دیکھ نہ سکا۔ تاوقتیکہ دوبارہ فائر کی آواز آئے۔ بعد میں لوگوں نے مجھے بتایا کہ دروازے کے راستے فائر کرنے کے بعد اس نے میگزین بدلا اور اطمینان سے ہال کے سینٹر میں آ گیا تھا۔

خودکش بمبار پر حملہ۔

جب میں نے دوبارہ فائرنگ کی آواز سنی اور محسوس کیا کہ یہ فائرنگ میری طرف نہیں ہو رہی تب میں آہستہ سے اٹھا، اور سر گھمایا دائیں آنکھ کے کونے سے اس کی طرف دیکھا اس کا چہرہ میری طرف نہیں تھا وہ دھڑا دھڑ فائرنگ کر رہا تھا اور دائیں سے بائیں طرف ہر شخص کو نشانہ بناتا چلا جا رہا تھا۔ وہ ہر شخص پر 2,3 گولیاں صرف کرتا تھا پھر دوسرے کا نشانہ لیتا تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا کہ میری چھٹی حس نے کام کیا اور میں پلک جھپکنے میں اس کی طرف دوڑا وہ چوبیس فٹ مجھ سے دور تھا (بعد میں میں نے یہ فاصلہ باقاعدہ پیمائش کیا) مجھے یاد نہیں کہ میں دوڑا تھا یا میں نے چھلانگ لگائی یا اڑ کر وہاں پہنچا تھا، یا فرشتے مجھے اٹھا کر وہاں تک لے گئے اور اس پر لا پھینکا تھا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا حافظہ اپنی حرکات کی تفصیل کو یاد نہیں رکھ سکا یہ اتنا مختصر وقت تھا کہ گن کی لبلبی دبانے کا وقفہ تھا۔ جب میں اس پر پل پڑا۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ جب میں اس کی طرف دوڑ رہا تھا اس دوران اس نے صرف ایک فائر کیا تھا۔ اور میری رفتار اتنی تیز تھی کہ جب میں نے اس کے پیٹ کو ہٹ کیا تو وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر گئی۔ میری رفتار کے متعلق میرے ایک بھتیجے نے بعد میں بتایا جو اس وقت بیسمنٹ میں کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا ایسے لگا تھا جیسے دہشت گرد نے اپنے سر پر گولی مار لی ہے۔

خودکش حملہ آور سے کشتی۔

بہر حال میں نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا اور زمین پر گرا دیا۔ اس نے گن پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کو بیرل سے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور اس سے چھین لیا اس کوشش میں میرا بایاں ہاتھ جل گیا۔ لیکن میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ میں دہشت گرد کے اوپر سوار ہو گیا اور گردن سے پکڑ لیا۔ چونکہ اس کے ہاتھ آزاد تھے۔ اس لئے اس نے اپنا ہاتھ پیٹ کی طرف بڑھایا۔ اس وقت میں نے خیال کیا کہ یہ گرنیڈ نکالنا چاہتا ہے۔ اس لئے میں نے اس کی گردن چھوڑ کر اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور اس کی کنپٹی پر کئی گھونسے جڑ دیئے۔ جس سے وہ نیم جان ہو گیا۔ اور بے بس نظر آنے لگا۔

حملہ آور کی ناقابل یقین شکست۔

اس موقعہ پر میں نے مدد کے لئے آواز دی۔ ایم۔ ایف ایک چھڑی لے آیا پھر Nalso نے اسے آ کر پکڑا میں نے اس کی گن اٹھالی اور مددگاروں کو ہدایت کی کہ نکٹائی سے اس کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں اس کے بعد یہ ہدایت کی کہ اس کی Bandolier اتار دیں دوسرے ہتھیار اس کے جسم پر موجود ہیں وہ بھی اتار لیں چنانچہ اس کے بعد Explosive belt بھی اتاری گئی۔ وہ اس بیلٹ کو detonate نہ کر سکا۔ کیونکہ میرے اچانک حملے نے اسے اتنا بے بس کر دیا کہ اسے اپنے آپ کو اڑانے کا موقعہ ہی نہ ملا بعد میں وفاقی وزیر داخلہ نے میڈیا کو بتایا کہ یہ ان کی زندگی میں پہلا واقعہ ہے کہ کسی خودکش بمبار کو اپنے آپ کو اڑانے کا موقع نہیں ملا اور زندہ پکڑا گیا۔ یکم جون سوموار کی رات کو جناح ہسپتال میں اس کے دہشت گرد ساتھیوں نے حملہ کیا۔ جس میں انہوں نے اپنے زیر علاج ساتھی کو اڑانے کی کوشش کی اس سے اس خودکش بمبار کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور اس کو استعمال کرنے والے پلانرز کے خوفناک منصوبے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

فسٹ فلور پر کنٹرول۔

اس حملہ آور کو نہتا کرنے کے بعد اس کی گن میں نے اٹھالی۔ اور دو آدمیوں کے ساتھ دوسرے ہال میں پہنچا تا کہ لوگوں پر واضح کیا جائے کہ حالات کنٹرول میں ہیں۔ چنانچہ باہر اطلاع دی گئی کہ حملہ آور پکڑا گیا ہے۔ حالات نارمل ہو گئے ہیں چنانچہ ایمبولینس جلدی ہی آ گئی ہال میں موجود لوگوں نے زخمیوں کو اٹھانا شروع کیا اور انہیں ہسپتال پہنچایا گیا۔ پولیس نے مجھ سے بیان لیا کہ میں نے کیسے دہشت گرد کو پکڑا۔ جسے وہ اپنی تحویل میں لے چکے تھے۔

دوسرے دہشت گرد سے مقابلہ۔

دوسرا دہشت گرد اوپر کے ہال کے فسٹ فلور پر گیا جو تقریباً خالی تھا۔ یہاں چند نوجوان ڈیوٹی پر تھے۔ اس دہشت گرد کو بھی ان نوجوانوں نے ہی پکڑا حالانکہ ان میں سے ایک خود پاؤں سے زخمی تھا۔ پولیس کو آگاہ کرنے کے بعد میں کیمپس سے باہر نکلا اور اپنے مکان پر پہنچا تا کہ اپنے بیوی بچوں کو اپنے بچ نکلنے کی تفصیل بتا سکوں۔ میں نے خون آلود کپڑے اتارے۔ پھر علاج کے لئے ہسپتال چلا گیا۔

سانحہ کے بعد تاثرات۔

یہ انتہائی تکلیف دہ کاروائی 40 منٹوں پر مشتمل تھی ۔اور اس وقفے میں، میں نے انسانی قتل کے نہایت خوفناک مناظر دیکھے۔کیسے بے ضرر اور معصوم انسانوں کو بے زبان مرغابیوں کی طرح شکار کیا گیا۔جس کی غالباً کوئی مثال نہیں ملتی۔ماڈل ٹاؤن میں زیادہ تر اموات میری آنکھوں کے سامنے مین ہال میں ہوئیں۔

ہر وقت یہ مناظر میری آنکھوں کے سامنے آتے ہیں اور جب ان فوت ہونے والوں کا چہرہ میرے سامنے آتا ہے تو ایک نہایت درجہ کی بے بسی کا احساس میرے وجود کو جکڑ لیتا ہے۔اور مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں ان کی مدد کیوں نہ کر سکا۔ کاش میں ان سب کو بچا لیتا اور اس کے لئے میں بار بار اپنے آپ سے یہ پوچھتا ہوں اگر میں انہیں بچا سکتا تو اس واقعہ کا انجام اور اختتام کسی دوسرے رخ پر ہوتا۔اور مزید کچھ لوگ بچائے جا سکتے تھے۔لیکن اس سوال کا جواب مجھے نہیں ملتا بار بار یہ سوال میرے ذہن کو Hammer کرتا ہے مجھے الفاظ نہیں ملتے جس میں اپنے صدمے اور دکھ کا اظہار کر سکوں۔

آخر میں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس سانحے کے دوران ہر قسم کی بیرونی امداد ہم پر بند تھی ہم صرف اور صرف خدا کے رحم و کرم پر تھے۔ خدا نے ہم پر فضل کیا اور سینکڑوں معصوم بچوں اور بزرگوں کو بچا لیا۔اس سارے واقعے کے پیچھے ایک روحانی نکتہ نظر ہے۔جس کا اس حادثے سے گہرا تعلق ہے اور میں اس پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں

خواب کے ذریعے قبل از وقت وارننگ۔

چند دن پہلے میرے سسر نے خواب دیکھا انہوں نے بیان کیا۔

”چچا جان عبداللہ (میرے والد مرحوم) کچھ لوگوں میں کھڑے ہیں اپنی دائیں ٹانگ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے یہاں گولی لگی ہے۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس واقعے کے دوران مجھے کوئی تشویش نہ تھی بلکہ سکون کا احساس غالب رہا۔

جب وہ خواب مجھے سنا چکے تو میں نے سوچا کہ اس خواب کا تعلق میری ذات سے ہے کوئی واقعہ ہوگا جو میری ذات پر بیتے گا ۔اس لئے جب 27 مئی کی جمعرات آئی تو میں نے اپنی بیوی کو بتایا کہ ”میں اس ماہ کی ساری پنشن غرباء کو صدقے میں دے دوں گا تا کہ میں خدا کی پناہ میں آجاؤں“۔جب یہ خوفناک حادثہ گزر چکا تو میں نے اپنے سسر سے رابطہ کیا اور سارا واقعہ انہیں سنایا اور بتایا کہ میرے دائیں پاؤں پر گرنیڈ کا ایک سپلنٹر لگا ہے۔جس سے میں زخمی ہو گیا۔اس وقت میرے ارد گرد چند لوگ کھڑے تھے۔جس سے خواب کا منظر میری آنکھوں کے سامنے آ گیا اور میں نے یہ سوچا کہ خواب اس نہایت خوفناک حادثے کی شکل میں پورا ہوا۔

دوسرا خواب۔

ایک اور رؤیا بھی ہے جو میرے بھتیجے نے دیکھی جو اب لندن میں ہے یہ واقعہ بھی بیان کرنے کے قابل ہے اس نے مجھے 27 مئی کی شام کو بتایا تھا کہ ”وہ بستر پر لیٹا ٹی وی دیکھ رہا تھا اور غنودگی کے عالم میں تھا۔کہ ماموں عبداللہ (میرے والد مرحوم) کچھ لوگ ان کے گرد کھڑے ہیں۔وہ سیاہ رنگ کی قمیض شلوار پہنے کھڑے ہیں۔تب دیکھا گیا کہ اچانک وہ غصے میں آ گئے اور ناراضگی کے آثار ان کے چہرے پر نمودار ہوئے اور وہ ایک شخص کی طرف جارحانہ انداز میں دوڑے اور اس سے کوئی چیز چھینی جو ایک گن نظر آتی تھی۔اس حرکت کے بعد ان کا چہرہ روشن ہو گیا۔ماموں عبداللہ کا چہرہ بہادری اور شجاعت کے جذبے سے تمتما اٹھا۔

وفات یافتہ باپ کا بدل بیٹے کے روپ میں۔

ان دونوں رؤیا میں میرا واقعہ ہی بیان کیا گیا تھا اس میں وفات یافتہ عبداللہ کی شکل میں دراصل مجھے دکھایا گیا۔عبداللہ کا مفہوم ہے Man of God اس میں خدا تعالیٰ کی نصرت کا مفہوم ہے۔جو میں نے خدا تعالیٰ کی تائید سے دیکھا۔اور اس سے زیادہ میری حیثیت نہیں جب میں ان واقعات پر غور کرتا ہوں کہ میں ہال میں کیوں گیا بیسمنٹ میں کیوں نہ چلا گیا جبکہ دوسرے جا رہے تھے۔مجھے اس وقت چھپنے اور پناہ لینے کا خیال کیوں نہیں آیا اس دوران ٹارگٹ کلنگ ہو رہی تھی۔ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے بیوی بچوں کا خیال نہیں آیا،ایک ثانیہ کے لئے بھی میری توجہ اس طرف نہیں گئی کہ میں اپنے آپ کو بچاؤں، میں ایسی پوزیشن میں وہاں ٹھہرا اور یہ خیال میرے ذہن پر مسلط رہا کہ کسی طرح میں اگلی صف میں جاؤں اور اس حالت میں ہر کاروائی دیکھتا رہا، جب گرنیڈ میرے قریب آ کر پھٹا۔تو میں ایسی جگہ پر تھا جہاں سے میں اس پر حملہ کر سکا۔

بنت جنرل ناصر کے تاثرات۔

جب میں نے سوچا کہ میں مارا جا سکتا تھا کیونکہ دہشت گرد میرا نشانہ لے رہا تھا،اور اس نے تین فائر بھی کر دیئے تھے۔لیکن میں محفوظ رہا کیونکہ قدرت نے میرے ذمے ایک کام لگا رکھا تھا جسے میں نے انجام دینا تھا۔جب جنرل ناصر کی بیٹی نے میری کارکردگی کی تعریف کی کہ میری وجہ سے بہتوں کی جانیں محفوظ رہیں اور انہوں نے اس کی تفصیل میری بیگم سے معلوم کر لی تو ایک لطیفہ سنایا جو ایک سکھ کا تھا۔ کہ ایک سکھ دریا میں اس وقت کود پڑا جب ایک بچہ ڈوب رہا تھا اس نے بچے کو بچا لیا اور کنارے پر لے آیا لوگوں نے اس کی تعریف کی اور تفصیل جاننا چاہی کہ بہادری کے جذبے کے امڈ آنے کی وجہ کیا تھی۔تو اس نے کہا: ”اور تو سب ٹھیک ہے مجھے یہ بتائیں کہ مجھے دریا میں دھکا کس نے دیا تھا“۔بنت ناصر نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا، یہ خدا تھا جس نے آپ کو اس حادثے میں دھکا دے دیا تھا۔میں موصوفہ کے خیال سے سو فیصد متفق ہوں کہ یہ ایکشن خدا نے کرایا، میری ذات اس کے ہاتھ میں مہرہ بن گئی تھی۔خدا چاہے تو حقیر انسان سے بھی خدمت لے سکتا ہے۔انسان ارادے کرتا ہے خدا اسے توڑ دیتا ہے۔انسانیت کی تباہی کا یہ بھیانک منصوبہ دہشت گردوں کے ماسٹر مائینڈ نے اپنے نکتہ نظر سے تیار کیا تھا۔یعنی تباہی کی تدبیر کی تھی۔لیکن خدا خیر الماکرین ہے۔اس نے اس کو بدل دیا۔اس تقدیر خداوندی کا کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا اور مجھے بھی اس کی کوئی خبر نہ تھی۔جو خدا کے ہاتھ میں ایک مہرے کے طور پر استعمال ہوا۔اس کے لئے میں کسی معاوضے کا حقدار نہیں۔

اس میں ایک پہلو ذاتی بھی ہے۔ جو میری فیملی سے تعلق رکھتا ہے میں اسے قابل تعریف سمجھتا ہوں۔ یہ میری بیگم بیٹے اور بیٹی کے متعلق ہے ان کا بیان ہے کہ اس حادثے کے دوران یہ واقعہ براہ راست ٹیلی ویژن پر دیکھ رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے رابطے میں نہ تھے۔ بیٹی یہ سن کر کہ بیت النور پر دہشت گردوں کا حملہ ہوا تو بہت فکر مند ہوئی اور رونے لگی۔ لیکن اس کی دوستوں نے اس کو تسلی دی کہ انکل کو باقاعدہ ٹریننگ حاصل ہے۔ وہ کسی اوٹ میں پناہ لے لیں گے۔ تو میری بیٹی نے جواب دیا تم میرے باپ کو نہیں جانتے انہیں میں تم سے بہتر جانتی ہوں وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو اس موقعہ پر پیچھے ہٹ جائیں۔ تاہم مجھے یقین تھا کہ مجھے کچھ نہ ہوگا۔ دراصل جو خواب میں نے انہیں سنائے تھے۔

اس میں ایک خوشحال محفوظ مستقبل کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ میرے بیوی بچوں کو اس پر اتنا یقین تھا کہ میرا بیٹا مطمئن اور پرسکون رہا اس حادثے کے دوران وہ اسکول میں تھا۔ لیکن جب اس نے میری زبانی حادثے کے واقعات سنے تو وہ رونے لگا۔ مگر یہ آنسو اطمینان اور شکر گزاری کے آنسو تھے۔ میری بیگم نے اپنی بشاشت اور وقار کو قائم رکھا اور پرسکون رہی۔ بیگم کا خدا پر توکل تھا کہ خدا میری حفاظت کرے گا۔ یہ اس کا خدا پر پختہ یقین تھا۔ کہ بچانے والے خدا کا ہاتھ مضبوط ہے۔ گھر کی خادمہ نے کہا ہم صاحب کی حفاظت کے بارے میں ڈرتے تھے کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو پیچھے رہ جائیں۔ میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ہمت اور جرأت دی کہ میں اپنے عزیز واقارب کی توقعات پر پورا اتر سکوں اس حادثے کے بعد مجھے بیشمار ٹیلی فون، دوستوں اور رشتہ داروں اور نامعلوم افراد کے موصول ہوئے جو مختلف ملکوں اور علاقوں اور زمین کے کناروں سے کئے گئے تھے۔ انہوں نے میرے اس کارنامے کو سراہا میں ہر ایک کا شکر گزار ہوں اپنی ذات میں ان کی دلچسپی اور تعلق کے اظہار کی قدر کرتا ہوں اور میں ان لوگوں کو پیغام دیتا ہوں جو دہشت گردی کی لڑائی میں شریک ہیں کہ انہیں خطرناک لوگوں سے واسطہ پڑا ہے۔ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ انہیں ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان کی قوت کا باعث بنیں دعاؤں میں انہیں یاد رکھیں ان کی حوصلہ افزائی کریں یہ قضاوقدر میں دردناک واقعات لکھے گئے اس لئے میں اپنی بہنوں اور بھائیوں، کزنوں، بھتیجوں اور بھتیجیوں اور رفقائے کار اور تمام دوستوں کا جو میرے دل میں بستے ہیں کا شکر گزار ہوں اور اس امید کا اظہار کرتا ہوں کہ وہ بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

(از:۔ اختر درّانی)

اقتباس حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''دشمن یہ سمجھتا ہے کہ آج احمدیوں کی ملک میں کوئی نہیں سنتا، قانون ان کی حفاظت نہیں کرتا۔ اس لئے ان کو شہید کر کے انکے خیال میں قتل کر کے جتنا ثواب کمانا ہے کما لو۔ لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ احمدیت کی راہ میں بہایا ہوا یہ خون تو کبھی ضائع نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ تو اس طرح جان قربان کرنے والوں کو زندہ کہا ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی خاطر مرتے ہیں وہ زندہ ہیں اور وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ان کے دشمنوں سے اللہ تعالیٰ خود ہی بدلہ لے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ شہیدوں کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔

ملک میں رہنے والوں کی آنکھیں کھولے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی ان کو عقل نہیں آتی۔ آج اگر ملک بچا ہوا ہے تو احمدیوں کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔ اس لئے احمدی بڑے درد سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے ملک کو پاک کرے اور اس ملک کو بچالے۔ جیسا کہ میں نے کہا شہید کے بچوں کے لئے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان پر اپنا فضل فرماتا رہے۔''

﴿خطبات مسرور جلد نمبر 6۔ صفحہ نمبر 437-438﴾

خدا کرے کہ مرے اک بھی ہم وطن کے لئے
حیات جرم نہ ہو ، زندگی و بال نہ ہو
سوائے اس کے کہ وہ شخص احمدی کہلائے
تو سانس لینے کی بھی اس کو یاں مجال نہ ہو
وہ سبزہ زاروں میں ہو سب سے سبز تر پھر بھی
رگیدا جائے اگرچہ وہ پائمال نہ ہو
چمن میں وہ گلِ رعنا جو خاک سے اٹھے
اکھاڑنے میں اسے تم کو کچھ ملال نہ ہو
وہ پھول ہو کے بھی آنکھوں میں خار سا کھٹکے
تو ایسا زخم لگاؤ کہ اِندِ مال نہ ہو

ازکلامِ طاہر صفحہ نمبر 101,102 پریذنٹ ایڈیشن انڈیا 2004ء

لاہور میں جمعہ کے دوران دہشتگردوں کے ظلم وستم کا نشانہ بننے والے شہداء کا دردانگیز تذکرہ

یہ سب لوگ احمدیت کی تاریخ میں انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ روشن ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے

انشاء اللہ تعالیٰ ان قربانی کرنے والوں کی قربانی کی لاج پیچھے رہنے والا ہر احمدی رکھے گا اور آنحضرت ﷺ کے نام کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔

جولوگ شہداء کی فیملیوں کے لئے کچھ دینا چاہتے ہیں وہ ’’سیدنا بلالؓ فنڈ‘‘ میں دے سکتے ہیں

ماخوذ از خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 11 جون 2010ء بمقام مسجد بیت الفتوح،لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج میں ان شہداء کا ذکر کروں گا جو لاہور میں جمعہ کے دوران دہشت گردوں کے ظلم اور سفا کی کا نشانہ بنے تھے۔جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ موت کو سامنے دیکھ کر بھی وہاں موجود ہر احمدی نے کسی خوف کا اظہار نہیں کیا۔نہ ہی دہشت گردوں کے آگے ہاتھ جوڑے،نہ زندگی کی بھیک مانگی، بلکہ دعاؤں میں مصروف رہے اور ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش میں مصروف رہے۔یہ کوشش تو رہی کہ اپنی جان دے کر دوسرے کو بچائیں لیکن یہ نہیں کہ ادھر ادھر panic ہو کر دوڑ جائیں۔اور ان دعاؤں سے ہی گولیوں کی بوچھاڑ کرنے والوں کا مقابلہ کیا جو ظالمانہ طریقے پر گولیاں چلا رہے تھے۔ان دعائیں کرنے والوں میں کچھ مومنین کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا رتبہ عطا فرمایا اور یہ رتبہ پا کر ان کو خدا تعالیٰ نے دائمی زندگی عطا فرمادی اور یہ سب لوگ جو ہیں یہ احمدیت کی تاریخ میں انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ روشن ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔بہرحال شہداء کا ذکر میں کرنا چاہتا ہوں۔

ان کے ذکر خیر سے پہلے ایک ضروری امر کی وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں۔مجھ سے بعض جماعتوں کی طرف سے بھی پوچھا جا رہا ہے کہ شہداء فنڈ میں کچھ لوگ دینا چاہتے ہیں تو یہ رقم کس مد میں دینی ہے؟اسی طرح بعض دوست مشورے بھی بھجوا رہے ہیں کہ شہداء کے لئے کوئی فنڈ قائم ہونا چاہئے۔یہ ان کی لاعلمی ہے۔شہداء کے لئے فنڈ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت رابعہ سے قائم ہے جو ’’سیدنا بلالؓ فنڈ‘‘ کے نام سے ہے اور میں بھی اپنے اس دور میں ایک عید کے موقعہ پر اور خطبوں میں دو دفعہ بڑی واضح طور پر اس کی تحریک کر چکا ہوں۔اس فنڈ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شہداء کی فیملیوں کا خیال رکھا جاتا ہے،جن جن کو ضرورت ہو ان کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں اور اگر اس فنڈ میں گنجائش نہ بھی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ان کا حق ہے اور جماعت کا فرض ہے کہ ان کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ہم ان کا خیال رکھتے رہیں گے تو بہرحال ’’سیدنا بلالؓ فنڈ‘‘ قائم ہے جو لوگ شہداء کی فیملیوں کے لئے کچھ دینا چاہتے ہوں اس میں دے سکتے ہیں۔

آج سب سے پہلے میں **مکرم منیر احمد شیخ صاحب** کا ذکر کروں گا جو دار الذکر میں شہید ہوئے تھے اور امیر ضلع لاہور تھے ان کے والد صاحب مکرم شیخ تاج دین صاحب سٹیشن ماسٹر تھے اور ان کے والد نے 1927ء میں احمدیت قبول کی تھی۔جالندھر کے رہنے والے تھے۔ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم سے ان کی دوستی تھی اور یہ دونوں پہلے احمدیت کے بہت زیادہ مخالف تھے۔یعنی شیخ صاحب کے والد اور حضرت مفتی ملک سیف الرحمٰن صاحب۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب دیکھیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشعار پڑھے تو پھر ان کو جستجو پیدا ہوئی اور چند کتابیں پڑھنے کے بعد ان دونوں بزرگوں کے دل صاف ہو گئے۔

بہرحال مکرم شیخ منیر احمد صاحب، شیخ تاج دین صاحب کے بیٹے تھے۔ان کی تعلیم ایل ایل بی تھی۔تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہ سول جج بنے پھر مختلف جگہوں پر انکی پوسٹنگ ہوتی رہی،اور پھر سیشن جج سے ترقی ہوئی اور پھر لاہور میں سپیشل جج اینٹی کرپشن پہ انکی تعیناتی ہوئی۔پھر سپیشل جج کسٹم کے طور پر کام کیا۔اور پھر نیب (NAB) کے جج کے طور پر بھی کام کرتے رہے اور 2000ء میں ریٹائر ہوئے۔

موصوف شیخ صاحب کے انصاف کی ہر جگہ شہرت تھی ۔جن کا بھی ان سے واسطہ پڑتا تھا ان کو پتہ تھا کہ یہ انصاف پسند آدمی ہیں اور انہیں کبھی کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا تھا۔راولپنڈی میں ایک کیس کے دوران دونوں پارٹیوں میں سے ایک پارٹی جو لاہوری احمدی ہیں ان کی خواتین تھیں۔ان کے وکیل مجیب الرحمٰن صاحب تھے۔اور دوسرا فریق جو تھا،دوسری پارٹی ایک مولویوں کی پارٹی تھی۔تو کورٹ میں آ کے انہوں نے پہلے ہی بتا دیا کہ میں احمدی ہوں اگر کسی کو کوئی اعتراض ہے تو بتائیں۔جو دوسرا گروپ مولویوں کا تھا،ان کا مقدمہ احمدی پیغامیوں کے ساتھ تھا۔لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں قبول ہے ہم آپ سے ہی فیصلہ کروانا چاہتے ہیں جو پیغامی فریق تھا ان کے وکیل مجیب الرحمٰن صاحب احمدی تھے ۔تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خوف ہوتا تھا کہ کہیں آپ اپنی انصاف پسندی کا اظہار کرنے کے لئے ہمارے خلاف فیصلہ نہ کر دیں۔لیکن انہوں نے انصاف کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔اور انصاف کی بنیاد پر ہی فیصلہ کیا اور ان خواتین کے حق میں کر دیا اور مولویوں کے خلاف ہوا۔

ان کا علم بھی بڑا وسیع تھا۔بڑے دلیر تھے۔قوت فیصلہ بہت تھی۔ملازموں اور غریبوں سے بڑی ہمدردی کیا کرتے تھے درویش صفت انسان تھے۔جب بھی میں ان کو

ملا ہوں جہاں تک میں نے دیکھا ہے ان کی طبیعت میں بڑی سادگی تھی۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر بھی تھے۔اس کے علاوہ شروع میں ماڈل ٹاؤن حلقہ میں زعیم اعلیٰ کے طور پر بھی خدمات رہی ہیں۔گارڈن ٹاؤن حلقہ کے صدر بھی رہے۔ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ ہمارا اور بچوں کا ہمیشہ بہت خیال رکھتے تھے۔یہ کہا کرتے تھے کہ میں تو ایک غریب سٹیشن ماسٹر کا بیٹا ہوں اور تم لوگوں کی ضروریات کا، بچوں کا خیال مجھے اس لئے رکھنا پڑتا ہے کہ یہ اپنے آپ کو سیشن جج کے بچے سمجھتے ہیں۔وصیت کے نظام میں بھی شامل تھے۔اور جیسا کہ میں نے کہا دارالذکر میں انکی شہادت ہوئی ہے۔

شہادت سے ایک دن قبل انکی بہن نے لجنہ اماء اللہ کو وصایا کے حوالے سے ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ وصیت بھی جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔اور گھر آ کر شیخ صاحب سے جب بات کی کہ کیا میں نے ٹھیک کہا ہے تو انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے۔لیکن اپنی بہن کو کہا کہ آپا ! اصل جنت کی ضمانت تو شہادت سے ملتی ہے۔

اہلیہ محترمہ کہتی ہیں کہ شہادت سے قبل شہید مرحوم کا فون آیا کہ میرے سر اور ٹانگ پر چوٹ آئی ہے اور بلند آواز سے کہا کہ میں ٹھیک ہوں۔خدام نے انکو نیچے کی طرف یعنی basement میں جانے کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔اور جب فائرنگ شروع ہوئی ہے تو کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر لوگوں کو کہا کہ بیٹھ جائیں اور درود شریف پڑھیں اور دعائیں کریں۔اپنا فون انکے پاس نہیں تھا، ایک خادم سے فون لیا گھر بھی فون کیا، پولیس کو بھی فون کیا۔پولیس نے جواب دیا کہ ہم آ گئے ہیں تو بڑے غصے سے پھر ان کو کہا کہ پھر اندر کیوں نہیں آتے؟ ایک خادم جس نے فون دیا تھا ان کے مطابق آخری آواز ان کی اس نے یہ سنی تھی کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ نماز جمعہ پر جانے سے پہلے چندہ کی رقم مجھے پکڑائی اور کہا کہ اپنے پاس رکھ لو۔کیونکہ آج تک پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا تو میں نے کہا کہ جہاں آپ پہلے رکھتے تھے وہیں رکھ دیں۔انہوں نے کہا کہ نہیں آج تم رکھ لو کیونکہ دفتر بند ہو گا اس لئے جمع نہیں کروا سکتا۔اسی طرح ایک کیس کے بارے میں مجھے بتایا۔اہلیہ سے کہا کہ وہ آگے چلا گیا ہے، اس کی تاریخ آگے پڑ گئی ہے اور یہ کیس کے پیسے ہیں یہ اپنے پاس رکھ لو اور کیس والے فریق کو دے دینا اور اس کی فائل بھی۔اہلیہ کہتی ہیں کہ حالانکہ پہلے میرے سے کبھی آج تک انہوں نے کوئی کیس ڈسکس (Discuse) نہیں کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دو دفعہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد یا بلکہ پہلے ہی میرا وقف قبول کریں۔حضور نے ان کو یہی فرمایا تھا کہ جہاں آپ کام کر رہے ہیں وہیں کام کریں کیونکہ اس کے ذریعے سے احمدیت کی تبلیغ زیادہ مؤثر رنگ میں ہو رہی ہے۔لوگوں کو پتہ لگے کہ احمدی افسر کیسے ہوتے ہیں۔ان کے ایک بیٹے نے بتایا کہ میں نے ان سے کہا کہ اپنا کوئی سکیورٹی گارڈ رکھ لیں۔کہنے لگے کیا ہوگا؟ مجھے گولی مار دیں گے تو شہید ہو جاؤں گا۔

ہمارے سلسلہ کے ایک مبلغ ہیں مبشر مجید صاحب انہوں نے ان کے بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے۔یہ گلبرگ لاہور میں مربی ہوتے تھے کہتے ہیں کہ 97ء یا 98ء کی بات ہے کہ مجھے ایک دن مربی ضلع کا فون آیا کہ غیر احمدیوں کے ایک بڑے عالم ہیں اور جمعیت علمائے پاکستان کے کسی اعلیٰ عہدے پر، بڑے عہدے پر قائم ہیں ان کو ہم نے ملنے جانا ہے۔تو کہتے ہیں میں بڑا حیران ہوا کہ کیا ضرورت، مصیبت پڑ گئی ہے ان کو ملنے کی؟ خیر، کہتے ہیں میں مربی صاحب ضلع کے ساتھ چلا گیا۔سبزہ زار میں جمعیت کا سیکریٹریٹ ہے تو وہاں جب ہم پہنچے ہیں تو ان صاحب سے تعارف ہوا۔یہ ہمارے شدید ترین مخالف لوگ ہیں۔ان صاحب جو جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری تھے انہوں نے کہا کہ مجھ پر کسٹم والوں نے ایک سراسر غلط مقدمہ بنا دیا ہے۔جو جج ہے وہ نہایت عجیب و غریب قسم کا انسان ہے۔میں تین پیشیاں بھگت چکا ہوں۔جب بھی میں عدالت میں آتا ہوں تو کرسی پر بیٹھتے ہی میز پر ایک زوردار مکا مارتا ہے اور کہتا ہے کہ Listen every body کہ میں احمدی ہوں، اب مقدمہ کی کاروائی شروع کرو۔تو یہ صاحب کہتے ہیں کہ میری تو آدھی جان وہیں نکل جاتی ہے۔جب یہ دھمکی دیتے ہیں۔مجھے یہ خیال ہے کہ یہ مجھے پیغام دیتے ہیں کہ بچو! اب تم میرے قابو میں آئے ہو، اب میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔تو آپ لوگ خدا کے واسطے میری کوئی مدد کریں اور میری اس سے جان چھڑوائیں۔مجھے لگتا ہے کہ مذہبی مخالفت کی بنا پر مجھے سزا دے دے گا۔پھر بولے: عجیب قسم کا آدمی ہے یہ کوئی زمانہ ہے، یہ حالات ہیں؟ کہ یہ صاحب آتے ہیں اور میز پر مُکّا مار کے اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور میرے پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔مربی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ غلطی پر ہیں۔آپ نے ان کے پیغام کو نہیں سمجھا۔وہ میز پر مکا مار کے یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک سن لو، میں احمدی ہوں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آپ کو دھمکاتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سنو اور غور سے سنو کہ میں احمدی ہوں، نہ میں رشوت لیتا ہوں، نہ ہی میں کسی کی سفارش سنوں گا اور نہ ہی میرے فیصلے کسی تعصب کے زیر اثر ہوتے ہیں میں صرف خدا سے ڈرتا ہوں۔مربی صاحب نے کہا یہ ہے ان کا اصل مطلب۔اس لئے ہم پر تو آپ رحم کریں۔اور ہمیں کسی سفارش پر مجبور نہ کریں اور نہ ہی ہم ایسا کریں گے۔تو کہتے ہیں بہر حال وہ صاحب بڑے پریشان تھے کہ اس نے مجھے ٹانگ دیا تو پھر کیا ہوگا؟ تو میں نے کہا آپ کے کہنے کے مطابق اگر آپ بے قصور ہیں تو آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ صرف مذہبی اختلافات کی بنیاد پر آپ کو سزا نہیں دیں گے۔اس کے بعد ان کے ہاں سے چلے آئے۔پانچ چھ مہینے کے بعد ان کے پی اے (.P.A) کا فون آیا اور اطلاع دی کہ وہ باعزت طور پر بری ہو گئے ہیں اور ہمارے وہ عالم صاحب جو لیڈر ہیں جمعیت علمائے اسلام کے آپ لوگوں کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔میں نے عرض کیا کہ ان سے کہیں کہ ہمارا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔شکریہ ادا کریں اس امام مہدی آخر الزمان کا، جس کی تعلیمات اور قوت قدسیہ کے فیض نے ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جو ان اخلاق کو زندہ کرنے والی ہے جو آج دنیا سے ناپید ہیں۔تو یہ تھا ان کے انصاف کا معیار۔اور بڑے دبنگ، جرأت والے انسان تھے۔

گزشتہ سال جب میں نے ان کو امیر جماعت لاہور مقرر کیا ہے تو انہیں لکھا کہ اگر کوئی مشکل ہو تو براہ راست رہنمائی لینی چاہتے ہوں تو بے شک لے لیا کریں اور بیشک مجھ سے رابطہ رکھیں۔ایک دن انکا فون آیا تو میں نے کہا کہ خیر ہے؟ تو کہنے لگے کہ اس اجازت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جو آپ نے دی ہے میں نے کہا فون کر لوں اور اگر کوئی ہدایت ہو تو لے لوں۔باقی کام تو صحیح چل رہے ہیں۔اور آپ سے سلام بھی کر لوں۔تو بڑے منجھے ہوئے شخص تھے۔سب جو کارکنان تھے، ان کے ساتھ کام کرنے والے ان کو ساتھ لیکر چلنے والے تھے۔لجنہ ضلع لاہور کی صدر نے مجھے بتایا کہ جب یہ مقرر ہوئے ہیں تو ہمیں خیال تھا کہ یہ کس شخص کو آپ نے امیر جماعت مقرر کر دیا ہے۔جس کو زیادہ تر لوگ جانتے بھی نہیں۔لیکن ان کے ساتھ کام کرنے سے پتہ چلا کہ یقیناً انہوں نے اپنی ذمہ داری کا حق ادا کر دیا۔اور بڑے پیار سے ساروں کو ساتھ لے کر چلے۔بے شمار خصوصیات کے حامل

تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں میں ان کو جگہ دے۔

دوسرے شہید **میجر جنرل ریٹائرڈ ناصر چوہدری صاحب ابن مکرم چوہدری صفدر علی صاحب** ہیں۔ یہ بہلول پور تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے ان کے والد صاحب انسپکٹر تھے اور 1930ء میں ڈیوٹی کے دوران ہی وہ بھی شہید ہوئے تھے۔ اس وقت جنرل صاحب شہید کی عمر صرف دس سال کی تھی۔ جنرل صاحب کی دادی جو تھیں وہ حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خانؓ صاحب کی رضاعی والدہ بھی تھیں۔ 1942ء میں ان کو کمیشن ملا، بنگلور گئے۔ اور دوسری جنگ عظیم میں برما کے فرنٹیئر فورس محاذ پر تھے۔ 43ء میں انکا نکاح ہوا اور سید سرور شاہ صاحبؓ نے انکا نکاح پڑھا۔ اور اس بات کا اظہار کیا کرتے تھے کہ میرے نکاح میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہوئے تھے۔ بہر حال فوج میں ترقی کرتے رہے اور 1971ء میں راجھستان میں اپنی بنائی ہوئی Div-33 کی کمانڈ کرتے رہے۔ وہیں ان کے گھٹنے میں گولی لگی جوان کے جسم کے اندر ہی رہی ہے۔ ڈاکٹر اسکو نکال نہیں سکے۔ اس حملے کے دوران میں انکا جو پرسنل سیکرٹری تھا وہ بھی زخمی ہوا۔ اس کو تو انہوں نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے سے حیدر آباد بھیجا اور خود ٹرین کے ذریعے حیدر آباد پہنچے۔ ڈاکٹر کہا کرتے تھے کہ اگر یہ دوبارہ چلنے لگ جائیں تو معجزہ ہو گا۔ اس لئے گولی بھی نہیں نکالی کہ خطرہ تھا کہ مزید خرابی پیدا ہو جائے گی۔ لیکن بہر حال بڑی قوتِ ارادی کے مالک تھے۔ ورزش کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی ٹانگ اس قابل ہوگئی کہ چلتے تھے اور اپنی کیٹیگری اے کروالی کیونکہ بی میں نوکر مل جاتا ہے۔ بیس سال تک یہ سیکرٹری اصلاح وارشاد ضلع لاہور رہے ہیں۔ 1987ء سے لیکر شہادت کے وقت تک بطور صدر حلقہ ماڈل ٹاؤن خدمت سرانجام دیتے رہے۔ شہادت کے وقت انکی عمر 91 سال تھی اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ مسجد ماڈل ٹاؤن میں انکی شہادت ہوئی ہے۔

ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ بہت مخلص اور خلافت سے محبت کرنے والے تھے۔ نمازی، پرہیزگار، جماعت کا درد رکھنے والے انسان تھے ایک دفعہ ڈرائیور کی مشکل پیش آئی تو میں نے کہا کہ آپ اپنی پلٹن سے ڈرائیور مانگ لیں تو جواباً کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت دیا ہے۔ خود ہی خرچ کروں گا۔ ابتدائی دور میں 1943ء میں نظام وصیت میں شامل ہوئے۔ لاہور کے ایک نائب امیر ضلع تھے مکرم میجر لطیف احمد صاحب وہ بھی فوج سے ریٹائر ہوئے تھے اور میجر تھے، اور یہ فوج سے ریٹائر ہوئے اور جنرل تھے۔ وہ ان کو مذاق میں کہا کرتے تھے کہ دیکھو آج جنرل بھی میرے نیچے کام کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ میجر صاحب نائب امیر تھے۔ تو شہید مرحوم ہنس کے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا کام تو اطاعت ہے۔ جب میں احمدی ہوں اور جماعت کی خاطر کام کر رہا ہوں تو پھر میجری اور جرنیلی کا کوئی سوال نہیں۔

مسجد نور میں جو ماڈل ٹاؤن کی مسجد ہے، عموماً ہال سے باہر کرسی پر بیٹھا کرتے تھے اور جو سانحہ ہوا ہے اس دن جب فائرنگ شروع ہوئی ہے تو ایک صاحب نے، احمدی دوست روشن مرزا صاحب نے کہا کہ اندر آجائیں تو انہوں نے کہا کہ آپ باقی ساتھیوں کو پہلے اندر لے جائیں اور پھر آخر میں خود اندر گئے اور ہال کے آخری حصہ میں لگی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد لوگ تہہ خانے کی طرف جاتے رہے اور ان کو بھی لے جانے کی کوشش کی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں، مجھے یہاں ہی رہنے دو۔ اسی دوران دہشت گرد نے ایک گرینیڈ ان کی طرف پھینکا جوان کے قدموں میں پھٹا۔ گرینیڈ پھٹنے سے ان کے ساتھ والے بزرگ بھی نیچے گرے لیکن اس کے بعد اٹھ کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ پھر دہشت گرد نے ان پر فائرنگ کی جس سے گردن میں ایک گولی لگی اور وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سجدہ کی حالت میں شہید ہوئے۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے بڑی عاجزی سے اور بڑی وفا سے انہوں نے اپنی جماعت کی خدمات بھی ادا کی ہیں اور عہد بیعت کو بھی نبھایا ہے۔ شہادت کا رتبہ تو ان کو فوج میں بھی بعض ایسے حالات پیدا ہوئے جب مل سکتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کی کوئی نہ کوئی نیک ادا پسند آتی ہے۔ ان کی یہ ادا پسند آئی کہ شہادت کا رتبہ تو دیا لیکن مسیح محمدی کے ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے دیا اور عبادت کرتے ہوئے دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

پھر **اسلم بھروانہ صاحب شہید ہیں جو مکرم مہر راجہ خان صاحب** کے بیٹے تھے۔ شہید مرحوم کے والد صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں بیعت کی۔ جھنگ کے رہنے والے تھے۔ ٹیکسلا یونیورسٹی سے مکینیکل انجینئرنگ کی اور 1981ء سے پاکستان ریلوے میں ملازمت اختیار کی۔ مجلس انصار اللہ کے بڑے اچھے رکن تھے، جمعہ کے روز آپ عام طور پر مسجد میں کھڑے ہو کر اعلانات کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی خطبہ سے پہلے اعلان کر کے فارغ ہوئے تھے۔ شہادت کے وقت انکی عمر 59 سال تھی۔ ان کی شہادت بھی دارالذکر میں ہوئی ہے۔ نسیم مہدی صاحب اور پروازی صاحب کے یہ برادرِ نسبتی تھے، بہنوئی تھے اور مولوی احمد خان صاحب ان کے خسر تھے۔ پاکستان ریلوے مکینیکل انجینئرنگ میں چیف انجینئر تھے اور بیسویں گریڈ کے افسر تھے اور اکیسویں گریڈ کے لئے فائل جمع کروائی ہوئی تھی اور چند روز میں انکی ترقی ہونے والی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم رتبہ ان کو عطا فرمایا ہے جس کے سامنے ان گریڈوں اور ان ترقیوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ ان کے بارے میں ڈیوٹی پر موجود ایک خادم نے بتایا کہ مکرم اسلم بھروانہ صاحب کو تہہ خانے میں بھجوانے کی کوشش کی گئی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں یہیں رہوں گا۔ آپ دوسروں کو تہہ خانے میں لے جائیں اور خود ہال سے باہر صحن میں نکلے تاکہ دوسروں کی خبر گیری کر سکیں۔ جب دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے دہشت گرد نے ان پر فائرنگ کر دی۔

شہید مرحوم اہم جماعتی عہدوں پر فائز رہے۔ سابق قائد علاقہ راولپنڈی اور لاہور کے علاوہ سیکرٹری تربیت نو مبائعین، سیکرٹری جائیداد لاہور، لاہور کا ہانڈو گجر میں قبرستان ہے اس کے نگران، بہت اخلاص سے دن رات محنت کرنے والے تھے۔ اور بہت بہادر انسان تھے۔ جب کوئٹہ میں بسلسلہ ملازمت تعینات تھے تو ضیاء الحق اس وقت صدرِ پاکستان تھے۔ ان کی آمد پر ریلوے آفیسر ہونے کی وجہ سے ان کو آگے سیٹ ملی۔ جب وہاں جو فنکشن تھا اس میں آگے بیٹھے ہوئے تھے، پہلی لائن پر، اور وہاں ان دنوں کلمے کی مہم بھی چل رہی تھی۔ مطلب ہے کہ احمدیوں کو منع کیا تھا، نیا نیا آرڈیننس آیا تھا انہوں نے کلمے کا بیج لگایا ہوا تھا۔ اور آکے آگے بیٹھ گئے۔ تو گورنر نے ان کو پیغام بھیجا کہ آپ یا تو پیچھے چلے جائیں یا کلمے کا بیج اتار دیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہ تو میں کلمے کا بیج اتار سکتا ہوں اور نہ ڈر کی وجہ سے پیچھے جا سکتا ہوں۔ آپ اگر چاہیں تو بے شک مجھے گھر بھیج دیں یعنی نوکری سے فارغ کر دیں۔ بہر حال ڈٹے رہے۔ اس طرح کے ابتلاء کے دور میں لاہور کے قائد علاقہ رہے ہیں اور حالات کے پیش نظر احمدی نوجوانوں کو ڈیوٹی کے لئے ہمیشہ انہوں

نے تیار کیا۔خود بھی لمبے عرصے تک گیٹ پر ڈیوٹی دیتے رہے۔ بہت مدد کرنے والے اور خدمت خلق کرنے والے انسان تھے۔
شہید مرحوم کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ خلافت اور جماعت سے عشق تھا۔ جماعتی کام کو ترجیح دیتے تھے۔زندگی وقف کرنے کی بہت خوشی تھی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد زندگی وقف کی تھی اور صحت کا خیال اس لئے رکھتے تھے کہ میں نے وقف کیا ہوا ہے اور جماعت کے کام آسکوں۔ باجماعت نماز کے پابند اور دیانتدار افسر تھے اس لئے ان کی ہر جگہ بہت عزت کی جاتی تھی۔ جب یہ تعلیم حاصل کر رہے تھے تو جماعتی طور پر ان کا خرچ اٹھایا جاتا تھا۔اس لئے باقاعدگی سے کفالت یتامیٰ میں چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ یتامیٰ کی طرف سے ان کا خرچ اٹھایا جاتا تھا۔اس کے علاوہ بھی دیگر چندہ جات میں بڑا بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے شہید مرحوم کی ایک عزیزہ نے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ آواز آئی ''شہیدوں کو چننے کے لئے تیار ہو جاؤ''۔خود میں نے بھی ان کو دیکھا ہے بڑی عاجزی سے کام کرنے والے تھے اور مرکزی کارکنان، جس لیول کا بھی کارکن ہو، اس کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین

اشرف بلال صاحب شہید ابن مکرم محمد لطیف صاحب۔شہید مرحوم کے اکثر رشتے دار غیر از جماعت ہیں۔ان کے نانا مکرم خدا بخش صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ برطانیہ کے شہری تھے۔ان دنوں پاکستان آئے ہوئے تھے۔مالی خدمات میں حصّہ لینے والے تھے۔انہوں نے شالیمار ٹاؤن کی بیت الذکر تعمیر کروا کر جماعت کو عطیہ کرنے کی سعادت پائی۔انجنیئرنگ کے شعبہ سے وابستہ تھے۔اپنی ورکشاپ فیکٹری بنائی ہوئی تھی۔شہادت کے وقت انکی عمر 56 سال تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی خدمات، سیکرٹری تحریک جدید وغیرہ کے طور پر بھی انجام دے رہے تھے۔دارالذکر میں انکی شہادت ہوئی ہے۔موصی تھے۔ان کے بائیں کندھے کے پیچھے سے گولی لگ کر سامنے دل سے نکل گئی تھی اور مضبوطی سے انہوں نے ہاتھ جسم کے قریب کر کے جیب میں ڈالا اور ڈرائیور کو فون کیا کہ مجھے گولی لگی ہے لیکن کسی کو بتانا نہیں ہے۔اسی طرح ایک گولی انکی گردن پر بھی لگی۔ایک بچہ نثار احمد نام کا جو بچپن سے ان کے پاس تھا۔اس کے بارے میں دیکھنے والوں نے بتایا کہ ان کو گرتے ہوئے اس بچے نے بازوؤں میں لے لیا۔لیکن وہ نیم مردہ حالت میں آ گئے۔ نثار نے انکا سر اٹھا کر جب ان کے دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کی ہے تو دہشت گرد نے ایک اور گولیوں کی بوچھاڑ کی جس سے وہ لڑکا نثار احمد بھی شہید ہو گیا اور وہ بھی شہادت پاتے ہوئے اپنی وفاداری کا ثبوت دے گیا۔ ہر وقت ذکر الٰہی اور استغفار میں مصروف رہتے تھے۔نمازوں میں خوب روتے تھے۔انکی اہلیہ کہتی ہیں میں وجہ پوچھتی تھی تو کہتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں میں تو اس قابل نہ تھا۔خدمت خلق اور مالی قربانی میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ ہر ماہ کئی لاکھ روپیہ خدمت خلق کے لئے خرچ کر دیتے تھے۔ایک فری ڈسپنسری چلا رہے تھے۔ بہت سے لوگوں کو ماہانہ خرچ دیتے تھے۔ جو کوئی بھی ان کے پاس مدد کے لئے آتا تو کہتے کہ اب کسی اور کے پاس نہیں جانا، میرے سے لے لیا کرو۔ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ اشرف صاحب کا رویہ دو ماہ سے مختلف ہو رہا تھا۔ جلدی جلدی تمام کام مکمل کروا رہے تھے۔ یو۔کے والے گھر کی دیوار اونچی کروائی اور مجھے نصیحت کی کہ اب تم ایک ملازمہ رکھ لو اور یہاں سے ایک لڑکی کے ویزے کا کام مکمل کروایا کہ اس کو ساتھ لے کر جانا ہے۔ شہادت سے پندرہ روز قبل مجھے مختلف کاموں کی انجام دہی کے لئے وصیت کی تو میں نے کہا کہ میں یہ نہیں کر پاؤں گی تو جواباً کہا کہ نہیں تم اچھی طرح سنبھال لوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

کیپٹن ریٹائرڈ مرزا نعیم الدین صاحب شہید ابن مکرم مرزا سراج دین صاحب۔ یہ شہید فتح پور ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔خاندان میں سب سے پہلے ان کے دادا نے بیعت کی تھی۔ مرزا محمد عبداللہ صاحب درویش قادیان آپ کے تایا تھے۔شہادت کے وقت انکی عمر 56 سال تھی۔اور دارالذکر میں شہید ہوئے۔
شہید مرحوم کی اہلیہ نے ان کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جمعہ کے روز بیٹی کے گھر کھانا کھاتے تھے۔زخمی حالت میں کوئی دو بجے کے قریب بیٹی کو گھر فون کیا کہ والدہ کا دھیان رکھنا۔ان کی اہلیہ نے کہا پھر میں نے فون پکڑا، تو کہا کہ ٹھیک ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں جی ٹھیک ہوں۔کہا کہ اللہ حافظ۔ بیٹے عامر کا پتہ کرواتے رہے۔ دو افراد کو فوجی نقطہ نظر سے جان بچانے کے طریقے بتائے جس سے بفضلہ تعالیٰ وہ دونوں محفوظ رہے۔خود یہ محراب کے قریب دیوار کے ساتھ بیٹھی ہوئی حالت میں شہید ہو گئے۔ان کے پیٹ میں گولی لگی تھی۔اس سانحے میں ان کا بیٹا عامر نعیم بھی زخمی ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ ہمارے دونوں خاندانوں میں ہماری ازدواجی زندگی ایک مثال تھی۔ پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔اور ہر بیٹی کی پیدائش پر یہ کہتے تھے کہ رحمت آئی اور ہر بیٹی کی پیدائش کے بعد ان کی ترقی ہوئی یہ ان لوگوں کے لئے بھی سبق ہے جو بیٹیاں پیدا ہونے پر بعض دفعہ بیویوں کو کوستے ہیں اور یہ شکایات مجھے اکثر آتی رہتی ہیں۔ سپاہی سے یہ کیپٹن تک پہنچے اور دیانتداری کی وجہ سے لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ بڑے بہادر انسان تھے۔1971ء کی جنگ اور کارگل کی لڑائی میں حصہ لیا۔شہادت کی بڑی تمنا تھی۔اللہ تعالیٰ نے یہ تمنا بھی ان کی اس رنگ میں پوری فرمائی۔ عبادت کرتے ہوئے ان کو شہادت کا رتبہ دیا۔

کامران ارشد صاحب ابن مکرم محمد ارشد قمر صاحب۔ ان کے دادا مکرم حافظ محمد عبداللہ صاحب اپنے خاندان میں سب سے پہلے احمدی تھے۔انہوں نے 1918ء میں بیعت کی۔ پارٹیشن کے وقت ضلع جالندھر سے ہجرت کر کے آئے تھے۔بوقت شہادت شہید کی عمر 38 سال تھی اور دارالذکر میں انہوں نے شہادت پائی۔
شہید مرحوم کی تعلیم بی اے تھی۔ کمپوزنگ کا کام کرتے تھے اور خدام الاحمدیہ کے بڑے فعال رکن تھے۔بطور سیکرٹری تعلیم جماعت کی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔اس کے علاوہ ایم۔ٹی۔اے لاہور میں 1994ء سے رضا کارانہ خدمت سرانجام دے رہے تھے۔اس سے پہلے دارالذکر میں شعبہ کتب میں بھی خدمت سرانجام دیتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ فائرنگ شروع ہونے کے وقت بہادری کے ساتھ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر ایم ٹی اے کے لئے ریکارڈنگ کرنے کے لئے نکلے مگر اس دوران دہشت گردوں کی فائرنگ کی زد میں آ کر شہید ہو گئے۔ اہل خانہ نے بتایا کہ بہت حلیم طبع انسان تھے۔ بچوں کی نماز کی خصوصی نگرانی کرتے اور پچھلے ایک ماہ سے دارالذکر کے کام میں مصروف تھے۔شہادت سے تین چار روز قبل خلاف معمول نہایت سنجیدہ اور خاموش رہے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے بغیر گھر سے نہیں نکلتے تھے۔ان کے بارے میں جب ان کی والدہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ جمعہ کے روز فجر کے بعد خواب میں دیکھا کہ گھر میں شادی کا ماحول ہے۔ باہر گلی میں

احمدی عورتیں بیٹھی ہیں وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوتی ہیں اور میرے گلے میں ہار ڈالتی ہیں۔ایک عورت نے مجھے گلے لگایا اور ایک گولڈن پیکٹ دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے تو مہندی کر لی ہے۔آپ نے کب کرنی ہے؟ میں نے کہا کہ گھر جا کر کرتے ہیں، یہ والدہ کی خواب تھی۔شہید مرحوم کے بھائی نے اپنی خواب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کامران بہت سارے پھولوں میں کھڑا ہے،شہید کی والدہ لمبا عرصہ حلقہ دارالذکر کی صدر رہی ہیں اور والد سیکرٹری مال رہے ہیں۔اس حادثے میں شہید کے ماموں مظفر احمد صاحب بھی شہید ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اعجاز احمد بیگ صاحب شہید ابن مکرم انور بیگ صاحب ۔ یہ شہید مرحوم قادیان کے قریب لنگروال گاؤں کے رہنے والے تھے۔والدہ کی طرف سے محمدی بیگم کے رشتے دار تھے۔تیمور جان صاحب ابن عبدالمجید صاحب (نظام جان) کے بہنوئی تھے۔شہادت کے وقت انکی عمر 39 سال تھی۔مجلس خدام الاحمدیہ سے وابستہ تھے اور دارالذکر میں شہید ہوئے۔اہلیہ ان کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ ان کو یورین انفیکشن تھی اور دو سال سے بیمار تھے۔دو مہینے کے بعد پہلی دفعہ جمعہ پڑھنے گئے اور جمعہ سے پہلے خاص طور پر تیاری کی۔دو ماہ کے بعد صحت میں بہتری آئی اور ان کو تیار ہوا دیکھ کر کہتی ہیں مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آج پہلے کی طرح اچھے لگ رہے ہیں۔لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔بہت سادہ اور متوکل انسان تھے۔کبھی پریشان نہ ہوتے تھے۔صابر تھے کبھی کسی کے منفی طرز عمل کے جواب میں ردعمل کے طور پر منفی طرز عمل نہیں دکھایا۔آپ پرائیویٹ ڈرائیونگ کرتے تھے۔ان دنوں جنرل ناصر صاحب شہید کے ڈرائیور کے طور پر کام کر رہے تھے۔اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند کرے۔

مرزا اکرم بیگ صاحب شہید ابن مکرم مرزا منور بیگ صاحب ۔ یہ شہید مرحوم مرزا عمر بیگ صاحب کے پوتے تھے۔اور عمر بیگ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔پارٹیشن کے وقت قادیان سے ہجرت کر کے آئے تھے۔اور ایوب اعظم بیگ صاحب شہید آف واہ کینٹ ان کے حقیقی ماموں تھے۔ان کے ماموں کو واہ کینٹ میں میرا خیال ہے 98 ۔1997ء میں شہید کیا گیا۔

بوقت شہادت شہید کی عمر 58 سال تھی۔مجلس انصار اللہ کے ممبر تھے اور دارالذکر میں ہی شہید ہوئے۔موصوف کی شہادت گرینیڈ کے شیل لگنے سے ہوئی تھی۔ان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اپنے بیٹے کو فون کیا اور کہا کہ میں زخمی ہوں میرے لئے دعا کرنا اور اہلیہ کے ساتھ بات کی کہ میں معمولی سا زخمی ہوں میرے لئے دعا کریں۔بڑا بیٹا فرحان بھی مسجد میں ساتھ موجود تھا جوان کو تلاش کرتا رہا لیکن اندازہ ہے کہ جب یہ افواہ مشہور ہوئی کہ دہشت گرد چلے گئے ہیں اور جو کاروائی وہ کر رہے ہیں ختم ہوگئی ہے تو باہر نکلتے ہوئے ان کو گولی لگی جو غلط اعلان تھا۔بڑے عبادت گذار تھے پانچ وقت کے نمازی، بہت ہمت والے انسان تھے۔ہر سال اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔اصول پسند اور وقت کی پابندی کرنے والے تھے۔انکی اہلیہ بتاتی ہیں کہ ان کی وجہ سے ہمارا گھر گھڑی کی سوئی پر چلتا تھا۔بزرگوں کا احترام کرنے والے تھے۔بچوں سے بہت پیار تھا۔اپنے داماد سے اکثر ذکر کرتے تھے کہ عبادت میں جو پانا چاہ رہا ہوں وہ ابھی تک نہیں ملا، شاید کچھ کمی ہے۔شہید مرحوم نے کچھ عرصہ قبل خود خواب میں دیکھا کہ میں کسی پل پر چل رہا ہوں اور سات آٹھ قدم چلنے کے بعد پل ختم ہوگیا ہے۔خود ہی اس کی تعبیر کی کہ زندگی تھوڑی رہ گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند مقام دیا۔شہید مرحوم کے بچے بتاتے ہیں کہ جب بھی کسی کی شہادت ہوتی تو کہا کرتے تھے کہ کبھی ایسا موقع آئے کہ ہم بھی شہید ہوں۔اپنے ماموں کی شہادت پر کہا کہ کاش ان کو لگنے والی گولی مجھے لگی ہوتی۔موصوف نے شادی سے پہلے خود خواب میں دیکھا کہ گھر میں صحن میں کھڑا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بالائی منزل سے مجھے دیکھ رہے ہیں اور میں حضور علیہ السلام کو دیکھ کر کہتا ہوں 'یہ تو حضور ہیں'۔خواب میں خانہ کعبہ کی زیارت بھی کی۔شہادت سے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ سفید چاول کھا رہا ہوں۔اکثر معبّرین جو ہیں وہ اس کی یہ بھی تعبیر کرتے ہیں کہ کسی کی خواہش کا پورا ہونا اور بلند درجہ ہونا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

منور احمد خان صاحب ابن مکرم محمد ایوب خان صاحب ۔ یہ ڈیریاں والا ضلع نارووال کے رہنے والے تھے۔عرفان اللہ خان صاحب امیر ضلع نارووال کے کزن تھے اور قالینوں کا ان کا کاروبار تھا۔شہادت کے وقت ان کی عمر 61 سال تھی دارالذکر میں انکی شہادت ہوئی۔مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔اپنے چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ان کی تدفین لاہور میں ہانڈو گجر قبرستان میں ہوئی۔بچوں کو خاص طور پر تربیتی کلاسز میں حصّہ لینے کی تاکید کرتے۔نیک انسان تھے،اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق تھا۔اہلیہ بتاتی ہیں کہ اس سے قبل جب حالات خراب ہوئے تو انہوں نے مجھے کہا کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو میرے بچوں کو احمدیت اور خلافت سے منسلک رکھنا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ان کی دعائیں اور خواہشات اپنی اولاد کے حق میں پوری فرمائے۔

عرفان احمد ناصر صاحب شہید ابن مکرم عبد المالک صاحب ۔ شہید مرحوم کے دادا میاں دین محمد صاحب نے 1934ء میں بیعت کی تھی۔بدوملہی ضلع نارووال کے رہنے والے تھے۔انکی پڑنانی محترمہ حسین بی بی صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی صاحبزادی امۃ القیوم کی رضاعی والدہ تھیں۔شہید مرحوم کے والد مکرم عبدالمالک صاحب کو نمائندہ الفضل، نمائندہ تشحیذ، وخالد برائے لاہور اور سیکرٹری تعلیم القرآن اور سیکرٹری وصایا ضلع لاہور کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔بوقت شہادت شہید کی عمر 31 سال تھی اور مجلس خدام الاحمدیہ میں بطور منتظم اشاعت خدمات سرانجام دے رہے تھے۔موصوف نے دارالذکر میں شہادت پائی۔ان کے بھائی بتاتے ہیں کہ انکی ڈیوٹی عموماً ٹریفک کنٹرول پر ہوتی تھی۔اس حوالے سے غالباً امکان یہی ہے کہ یہ سب سے پہلے شہید یا پہلے چند شہیدوں میں سے ہونگے۔نظام وصیت میں شامل تھے اطاعت کا مادہ بہت زیادہ تھا کبھی کسی کام سے انکار نہیں کیا۔نہایت خدمت گزار تھے۔علاقے میں سماجی کارکن کے نام سے مشہور تھے۔

مکرم سجاد اظہر بھروانہ صاحب شہید ابن مکرم مہر اللہ یار بھروانہ صاحب ۔ یہ محمد اسلم بھروانہ صاحب شہید کے بھانجے تھے۔اور یہ بھی ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔اور ریلوے میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر کلرک کی پوسٹ پر ملازمت کر رہے تھے۔شہادت کے وقت انکی عمر 30 سال تھی۔خدام الاحمدیہ کے بہت ہی فعال اور ذمہ دار رکن تھے۔ان کو متعدد تنظیمی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملتی رہی۔شہید مرحوم نے دارالذکر میں شہادت پائی اور نظام وصیت میں شامل تھے۔ہمیشہ خدمت دین کا موقع تلاش کرتے رہے اور ہر آواز پر لبیک کہنے والے تھے۔بہت مخلص احمدی تھے۔آخری وقت تک فون پر معتمد صاحب ضلع شہباز احمد کو وقوعہ کے بارے میں اطلاع دیتے رہے

اور اطلاع دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔ایک خادم شعیب نعیم صاحب نے بتایا کہ سجاد صاحب آئے اور مجھے کہتے ہیں کہ مجھے آج یہاں ڈیوٹی دینے دیں۔میرا یہ دارالذکر میں آخری جمعہ ہے اس کے بعد میں نے گاؤں چلے جانا ہے۔چنانچہ میری جگہ انہوں نے ڈیوٹی دی۔اور اس ڈیوٹی کے دوران شہید ہو گئے۔گاؤں تو نہیں گئے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ لے گیا جہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہے۔بہت خدمت گزار تھے۔اپنی ملازمت کے فوراً بعد جماعتی دفتر میں تشریف لے آتے تھے اور رات گیارہ بارہ بجے تک وہیں کام کرتے تھے۔شہید مرحوم کی اہلیہ نے بتایا کہ ایک ہفتہ پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ سجاد زخمی حالت میں گھر آئے ہیں اور کہا ہے کہ میرے پیٹ میں شدید تکلیف ہے۔میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو خون بہہ رہا تھا۔اور شہید مرحوم کے پیٹ میں گولیاں لگی ہوئی تھیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

مسعود اختر باجوہ صاحب شہید ابن مکرم محمد حیات باجوہ صاحب۔ شہید مرحوم کے والد صاحب 191/ 7R ضلع بہاولنگر کے رہنے والے تھے۔پیچھے سے یہ سیالکوٹ کے تھے۔ان کے والد صاحب اپنے خاندان میں احمدیت کا باثمر پودا لگانے والے تھے۔ان کی وجہ سے ان کے خاندان میں احمدیت آئی۔انہوں نے حضرت مولوی عبداللہ باجوہ صاحب آف کھیوہ باجوہ کے ذریعہ احمدیت قبول کی آپ کے ایک بھائی چک میں صدر جماعت ہیں۔آپ نے بہاولنگر سے تعلیم حاصل کی،پھر ربوہ سے پڑھے واپڈا کے ریٹائرڈ افسر تھے۔1975ء سے 2000ء تک ملازمت کے سلسلے میں کوئٹہ رہے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔2001ء میں لاہور شفٹ ہوئے۔مجلس انصار اللہ کے محنتی اور فعال ممبر تھے۔زعیم انصار اللہ اور امیر حلقہ دارالذکر تھے۔معاون سیکرٹری اصلاح وارشاد و اشاعت ضلع اور سیکرٹری تعلیم القرآن حلقہ دارالذکر بھی تھے شہادت کے وقت آپکی عمر 72 سال تھی آپ نے دارالذکر میں شہادت پائی۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ان کے بیٹے ڈاکٹر حامد صاحب امریکہ میں ہوتے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ میں نے گرین کارڈ کے لئے اپلائی کرنا تھا مگر بوجوہ نہیں کر سکا تو میرے والد نے ایک ہزار ڈالر بھجوائے اور کہا کہ فوراً گرین کارڈ کے لئے اپلائی کرو جلدی میں پاکستان آنا پڑ سکتا ہے اور پچیس دنوں میں ہی گرین کارڈ مل گیا۔عموماً کہتے ہیں کہ چھ ماہ لگتے ہیں۔اور اس طرح وہ والد کی شہادت پر پاکستان پہنچ بھی گئے۔ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ شہادت سے پہلے جو زخم آنے سے خون بہہ رہا تھا تو ایک پڑوسی میاں محمود احمد صاحب کو کہا کہ میں گیا میرے بچوں کا خیال رکھنا۔انہوں نے کپڑا پھاڑ کر انکے زخم کو باندھا۔لوگوں کو آخر وقت تک سنبھالتے رہے۔ایک نوجوان بچے کو سارے عرصے میں پکڑ کر اسکی حفاظت کی خاطر اپنے پیچھے رکھا کہ اسکو نہ گولی لگ جائے۔سب کا خیال کرتے رہے اور دعا کی تلقین کرتے رہے۔خود بھی درود شریف پڑھتے رہے اور اپنے پڑوسی میاں محمود صاحب کو بھی تلقین کرتے رہے۔

شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ ہر بندے سے بے غرض تعلق تھا۔جمعہ سے پہلے پڑوسیوں کو جمعہ کے لئے نکالتے اور ہر کسی سے گرمجوشی کے ساتھ ملتے اور طبیعت مزاحیہ بھی تھی ہر ایک کی دلجوئی فرماتے۔مسعود صاحب کی آخری خواہش تھی کہ میرا بیٹا مربی بن جائے جو کہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں اس سال درجہ خامسہ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔قناعت پسند تھے،چھوٹا سا گھر تھا لیکن بڑے خوش تھے۔میرے خطبات جو ہیں بڑے غور سے سنتے تھے اور سنواتے تھے۔اسی طرح مرکزی نمائندگان اور بزرگان سلسلہ کے بارے میں ان کی خواہش ہوتی تھی کہ ان کے گھر آئیں اور ان کو خدمت کا موقع ملے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔اور ان کی تمام دعائیں اور نیک خواہشات جو اپنے بچوں کے لئے اور واقف زندگی بچے کے لئے تھیں،ان کو بھی پورا فرمائے۔اور اس واقف زندگی بچے کو وقف کا حق نبھانے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

محمد آصف فاروق صاحب شہید ابن مکرم لیاقت علی صاحب۔ ان کے والد صاحب نے 1994ء میں بیعت کی تھی۔1994ء میں ایک آدمی ان کے والد صاحب کو مکرم مولانا مبشر کاہلوں صاحب کے پاس لے گیا۔انہوں نے کہا کہ کوئی سوال پوچھیں تو انہوں نے کہا میرا کوئی سوال نہیں بس بیعت کرنا چاہتا ہوں۔تو یہ ہے نیک فطرتوں کا ردعمل۔جب بات سمجھ آجاتی ہے تو کوئی سوال نہیں۔جس پر اس کے بعد پھر پوری فیملی نے بیعت کر لی۔بوقت شہادت موصوف کی عمر 30 سال تھی۔انہوں نے بی اے ماس کمیونیکیشن (Mass Communication) میں کیا ہوا تھا۔خدام الاحمدیہ کے بڑے فعال رکن تھے۔ایم ٹی اے لاہور کے بڑے فعال کارکن تھے۔سمعی بصری شعبہ میں خدمت سرانجام دے رہے تھے۔موصی تھے۔دارالذکر میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔یہ شہید بھی دہشت گردوں کے حملے کے دوران ایم ٹی اے کے لئے ریکارڈنگ کرنے کے لئے نکل پڑے اور اسی سلسلے میں اوپر کی منزل سے اتر رہے تھے کہ دہشت گرد کی گولی سے شہید ہوگئے۔پچھلے تین سال مسلسل دارالذکر رہ کر کام کیا۔شہادت سے ایک دن قبل اپنی ملازمت سے رخصت لی اور جمعہ کے لئے صبح گھر آئے۔اور کہا کہ میں آج سارے کام ختم کرآیا ہوں۔اور کہا کرتے تھے کہ میرا جینا اور مرنا یہیں دارالذکر میں ہے۔والد،والدہ اور بھائی نے کہا کہ شہادت ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔خدا کرے کہ یہ خون جماعت کی آبیاری کا باعث ہو۔یہ ان کے جذبات ہیں۔شہید بڑے نیک فطرت اور ہمدرد انسان تھے۔ان کے تین ہی ٹھکانے تھے۔یا دفتر یا دارالذکر یا گھر۔کبھی غصہ نہیں آتا تھا۔ایک دفعہ انکی والدہ نے پوچھا تمہیں بیٹا غصہ نہیں آتا؟ انہوں نے کہا ہم جیسے کام کرنے والوں کو کبھی غصہ نہیں آتا۔والد صاحب نے بتایا کہ چند سال پہلے خواب میں دیکھا کہ کسی نے میرے دل پر گولی چلائی ہے،جس کی تعبیر میں نے اپنے اوپر لگا لی۔لیکن جب میرا بیٹا شہید ہوا تو پتہ لگا کہ اس کی تعبیر یہ تھی۔ان کی شہادت کے چند دن بعد 5 جون کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اہلیہ کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو نیک،صالح اور خادم دین بنائے اور وہ لمبی عمر پانے والے ہوں۔

شیخ شمیم احمد صاحب شہید ابن مکرم شیخ نعیم احمد صاحب۔ شہید مرحوم حضرت محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے تھے۔اور حضرت کریم بخش صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے تھے۔شہید مرحوم کے دادا مکرم شیخ محمد حسین صاحب حلقہ سلطان پورہ کے چالیس سال تک صدر رہے۔ان کے دور میں ہی وہاں مسجد تعمیر ہوئی۔شہید اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔اور گھر کے واحد کفیل تھے۔شہادت کے وقت انکی عمر 38 سال تھی۔بنک ''الفلاح'' میں ملازمت کرتے تھے۔خدام الاحمدیہ کے بڑے فعال رکن تھے۔آڈیٹر حلقہ الطاف پارک کے طور پر خدمت سرانجام دے رہے تھے۔دارالذکر میں انکی شہادت ہوئی ہے۔مالی خدمات میں پیش پیش تھے اخلاق میں بہت اعلیٰ۔ہمیشہ پیار اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔ہر کام بڑی سمجھداری سے کرتے تھے۔ان کے دفتر کے لوگ جو غیر از جماعت تھے،افسوس کرنے آئے تو انہوں نے بتایا کہ ہر وقت ہنستے رہتے تھے اور ہنساتے رہتے تھے۔والدہ بیمار تھیں تو ساری

ساری رات جاگ کر خدمت کی۔ والد بیمار ہوئے تو ساری ساری رات جاگ کر انہیں سنبھالا۔ انہوں نے گھر کے باہر مین گیٹ کے اوپر کلمہ طیبہ لکھوایا ہوا تھا۔ مسجد میں جب واقعہ ہوا تھا تو پونے دو بجے اپنے کزن کو فون کیا اور واقعہ کی تفصیل بتائی۔ لوگوں نے بعد میں بتایا کہ امیر صاحب کے آگے کھڑے رہے۔ دہشت گرد نے ان سے کہا کہ تیرے پیچھے کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میری بیوی، میرے بچے اور میرا خدا۔ تو دہشتگرد نے کہا کہ پھر چل اپنے خدا کے پاس اور گولیاں برسادیں۔۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔
ان کی والدہ کہتی ہیں میرا بیٹا بہت پیارا تھا۔ میرا بڑا خیال رکھتا تھا۔ ہر خوبی کا مالک تھا، ہر کسی کے کام آتا تھا۔ اہلیہ نے بتایا کہ میرے خسر بیان کرتے ہیں کہ ان کے بچے فوت ہو جاتے تھے اور ان کو ایک وقت میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ ہو گیا کہ بچے کیوں نہیں دیتا تو الفضل میں ایک خاتون کی تحریر پڑھی کہ جب اللہ مجھے بچے دے گا تو میں تحریک جدید کا چندہ ادا کروں گی۔ تو کہتے ہیں یہ پڑھ کر انہوں نے کہا کہ اے اللہ میں آج سے ہی تحریک جدید اور وقف جدید کا چندہ شروع کرتا ہوں تو مجھے بیٹا عطا کر، جس پر میرے خاوند کی پیدائش ہوئی تھی۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں ان کی زندگی چندوں ہی کی مرہون منت ہے شہید مرحوم نے کچھ عرصہ پہلے خود اپنا ایک خواب سنایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے بچے مجھے دے دو جس پر آپ نے تمام بچوں کو وقف کر دیا جو وقف نو کی تحریک میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

محمد شاہد صاحب شہید ابن مکرم محمد شفیع صاحب۔ شہید مرحوم کے دادا مکرم فیروز دین صاحب 1935ء میں احمدی ہوئے۔ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ بوقت شہادت موصوف کی عمر 28 سال تھی۔ خدام الاحمدیہ کے بڑے فعال ممبر تھے دارالذکر میں انکی شہادت ہوئی۔ جمعہ کے وقت محراب کے ساتھ امیر صاحب کے قریب انکی ڈیوٹی تھی۔ اپنی ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔ والد صاحب اور دوستوں کو شہادت سے قبل فون کر کے کہا کہ میں ان دہشتگردوں کو پکڑنے کی کوشش کروں گا۔ چہرے پر ناخن لگنے کے نشان تھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی کے ساتھ لڑائی ہوئی ہو۔ شہادت سے چند دن قبل دوستوں سے کہا کہ میرے ساتھ اگر کسی کا لین دین ہو تو مکمل کر لیں۔ سگریٹ نوشی کی ان کو بری عادت تھی وہ بھی کئی مہینے پہلے چھوڑ دی تھی۔ اور آخری بات بھائی کے ساتھ ہوئی، بڑی دھیمی آواز میں کہا کہ امی کو نہ بتانا وہ پریشان ہوں گی۔ نمازوں کے پابند تھے۔ ہر جمعہ سے قبل صدقہ دینا معمول تھا۔ اور اب بھی جب جمعہ پڑھنے ڈیوٹی پر مسجد میں آئے ہیں تو انکی جیب سے اس تاریخ کی بھی 50 روپے صدقہ کی رسید نکلی۔ علاقے کے چوکیدار نے رو رو کر بتایا کہ ہمیشہ مجھے جھک کر سلام کیا کرتے تھے۔ دونوں بھائی اکٹھے ہی ایک دکان پر کام کرتے تھے۔ چھوٹے بھائی نے ان کو کہا کہ آج مجھے جمعہ پر جانے دو تو انہوں نے کہا نہیں اس دفعہ مجھے جانے دو، اگلی دفعہ تم چلے جانا۔ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ والدین جب بھی شادی کے لئے کہتے تو کہتے پہلے چھوٹی بہن کی شادی کر لوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر میں لپیٹے۔

پروفیسر عبدالودود صاحب شہید ابن مکرم عبد المجید صاحب۔ یہ حضرت شیخ عبدالحمید صاحب شملوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے تھے۔ اور گورنمنٹ کالج باغبان پورہ لاہور میں انگلش کے پروفیسر تھے۔ جماعتی خدمات میں فعال تھے۔ انکی اہلیہ بھی اپنے حلقہ کی صدر لجنہ اماء اللہ ہیں۔ خلافت جوبلی کے موقع پر ان کی کوششوں سے حلقہ میں بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ بڑے حلیم طبع ملنسار اور نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ کلمہ کیس میں اسیر راہِ مولیٰ بھی رہے۔ سات سال مقدمہ چلتا رہا۔ شہادت کے وقت انکی عمر 55 سال تھی۔ انگلش کے پروفیسر تھے۔ ایل ایل بی کیا ہوا تھا موصوف مجلس انصار اللہ کے انتہائی محنتی اور مخلص کارکن تھے۔ نائب زعیم انصار اللہ لاہور چھاؤنی تھے۔ خدام الاحمدیہ میں بھی کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ صدر حلقہ مصطفیٰ آباد میں بھی خدمت انجام دی۔ موصی تھے اور دارالذکر میں انکی شہادت ہوئی۔ شہید موصوف دہشتگردوں کی فائرنگ کے دوران مربی ہاؤس کی طرف جا رہے تھے کہ ایک دہشت گرد نے سامنے سے گولی چلائی اور موصوف مربی ہاؤس کے دروازے پر شہید ہو گئے۔ ان کی
اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ بہت محبت کرنے والے اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ کہتی ہیں کہ شادی کے تیئس سالوں میں میرے خاوند نے کبھی کوئی ترش لفظ نہیں بولا۔ بچوں سے دو معاملوں میں سختی کرتے تھے۔ نماز کے معاملے میں اور گھر میں جاری ترجمۃ القرآن کلاس میں شرکت کے بارے میں۔ اور ترجمہ قرآن کی کلاس جو لیتے تھے اس میں تقریباً سترہ سپارے پڑھ لئے تھے۔ کہتی ہیں حدیث کا بھی گھر میں باقاعدہ درس ہوتا تھا۔ چھوٹی عمر سے ہی بحیثیت عہدیدار کے خدمت کا موقع ملتا رہا۔ کام کرنے کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔ عملی کام کے قائل تھے۔ بڑے بھائیوں نے بتایا کہ بھائیوں سے دوستانہ تعلقات تھے۔ بھائیوں میں ہر کام تفاق رائے سے ہوتا۔ کبھی کوئی مشکل پیش آتی تو شہید مرحوم کے مشورے سے مستفید ہوتے۔ چھوٹے بھائی کا مکان بن رہا تھا۔ سب بھائیوں نے قرض کے طور پر اس کو رقم دینے کا فیصلہ کیا اور مرحوم نے اپنے حصہ کی رقم سب سے پہلے ادا کی۔ اور شہید مرحوم ہم بھائیوں سے کہا کرتے تھے کہ جہاں بھی کوئی ضرورت مند ہو اس کی مدد کر کے مجھ سے رقم لے لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں ان کی نسلوں میں بھی جاری رکھے۔

ولید احمد صاحب شہید ابن مکرم چوہدری محمد منور صاحب۔ شہید مرحوم کے دادا مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب سابق صدر جماعت محراب پور سندھ نے 1952ء میں احمدیت قبول کی۔ 10 اپریل 1984ء کو محراب پور میں ہی انکے دادا نے جام شہادت نوش کیا۔ اسی طرح شہید مرحوم کے نانا مکرم چوہدری عبد الرزاق صاحب سابق امیر جماعت نوابشاہ سندھ کو 7 اپریل 1985ء کو معاندین احمدیت نے شہید کر دیا۔ انکے والد صدر عمومی ربوہ کے دفتر میں اعزازی کارکن ہیں شہادت کے وقت عزیز شہید کی عمر ساڑھے سترہ سال تھی اور میڈیکل کالج کے فرسٹ ائیر میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وقف نو سکیم میں شامل تھا۔ موصی بھی تھا۔ اس کی شہادت بھی دارالذکر میں ہوئی۔ اور لاہور کا جو سانحہ ہوا ہے اس میں سب سے کم عمر یہ عزیز بچہ ہے۔ شہادت والے دن موصوف جمعہ کی ادائیگی کے لئے کالج سے سیدھے اپنے دوسرے احمدی ساتھی طالبعلموں سے پہلے دارالذکر پہنچ گئے۔ سانحہ کے دوران موبائل پر رابطہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ میری ٹانگ میں گولی لگی ہے اور متعدد شہیدوں کی لاشیں میرے سامنے پڑی نظر آ رہی ہیں۔ دعا کریں خدا تعالیٰ فضل فرمائے۔ انہوں نے ایف ایس سی ربوہ سے کی تھی۔ لاہور میں داخلہ ہوا۔ جب آخری بار ربوہ سے لاہور گئے تو اپنے ساتھی خدام دوستوں سے باری باری گھر جا کر ملے اور سب سے کہا مجھے مل لیں میرا کیا پتہ کہ میں شہید ہو جاؤں۔ شہید مرحوم پنج وقتہ نمازی تھے فرمانبردار تھے، سلجھے ہوئے تھے۔ راستے میں آتے جاتے آنے

والے ساتھیوں کو اپنے دوستوں کو مسجد میں لے کر جایا کرتے تھے۔کم گو اور ذہین نوجوان تھے۔اپنی تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔شہادت کے ضمن میں شہید مرحوم کے بچپن کی سیکرٹری وقف نو نے بتایا کہ عزیزم ولید احمد کے بچپن کا ایک واقعہ ہے جب اسکی عمر گیارہ سال کی تھی تو ایک دن میں نے دوران کلاس سب وقف نو بچوں سے فرداً فرداً پوچھا کہ تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ جب عزیزم ولید کی باری آئی تو کہنے لگا کہ میں بڑا ہو کر اپنے دادا جان کی طرح شہید بنوں گا۔

شہید مرحوم کی اپنی تعلیمی ادارے میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شہادت کے بعد تدفین والے دن اس کے اساتذہ اور طلباء نے ایک ہی دن میں تین دفعہ تعزیتی تقریب منعقد کی جس میں شامل ہونے والے اکثر غیر از جماعت طالب علم تھے۔شہید مرحوم کے استاد نے بذریعہ فون اطلاع دی کہ ہم ٹیچر اور ہمارے طالب علم تدفین میں شامل ہونے کے لئے ربوہ آنے کا پروگرام بنا چکے تھے کہ تمام طالب علم بلک بلک کر زار و قطار رونے لگے اور خدشہ پیدا ہوا کہ یہی حال رہا تو ربوہ جا کر ولید کا چہرہ دیکھ کر غم کی شدت سے بالکل بے حال نہ ہو جائیں اس لئے ہم نے مجبوراً یہ پروگرام ملتوی کر دیا اور کسی اور وقت آئیں گے۔اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرماتے ہوئے ہزاروں لاکھوں ولید جماعت کو عطا فرمائے۔

محمد انور صاحب شہید ابن مکرم محمد خان صاحب ۔ ان کا تعلق شیخوپورہ سے تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور خلافت میں انہوں نے بیعت کی۔ابتدائی عمر فوج میں بھرتی ہو گئے۔دس سال قبل ریٹائرڈ ہوئے تھے اور ساتھ ہی مسجد نور ماڈل ٹاؤن میں بطور سیکیورٹی گارڈ خدمت کا آغاز کیا اور تا وقتِ شہادت اس فریضے کو احسن رنگ میں انجام دیا۔شہادت کے وقت انکی عمر 45 سال تھی۔مجلس ماڈل ٹاؤن میں ہی انہوں نے (جیسا کہ وہاں سیکیورٹی گارڈ تھے) شہادت پائی۔ موصی تھے۔اس واقعہ میں انکا بیٹا عطاء الحیٔ بھی شدید زخمی ہوا جو ہسپتال میں ہے۔شہید مرحوم بحیثیت سیکیورٹی گارڈ مسجد نور کے مین گیٹ پر ڈیوٹی کر رہے تھے کہ دہشت گرد کو دور سے آتے دیکھا تو اپنے ساتھ کھڑے ایک خادم کو کہا کہ یہ آدمی مجھے ٹھیک نہیں لگ رہا۔تو خادم نے کہا کہ آپ کو تو یوں ہی ہر ایک پر شک ہو رہا ہوتا ہے۔انہوں نے کہا نہیں، میں فوجی ہوں میں اسکی چال ڈھال سے پہچانتا ہوں۔بہر حال اسی وقت دہشت گرد قریب آیا اور اس نے رفائرنگ شروع کر دی۔انہوں نے بھی مقابلہ کیا۔ایک خادم نے انکو کہا کہ گیٹ کے اندر آ جائیں تو انہوں نے کہا نہیں، شیروں کا کام پیچھے ہٹنا نہیں۔اور ساتھ ہی جوان کے پاس ہتھیار تھا اس سے فائرنگ کی۔دہشتگرد زخمی ہو گیا لیکن پھر دوسرے دہشتگرد نے گولیوں کی ایک بوچھاڑ ماردی۔جس سے وہیں موقع پر شہید ہو گئے۔بڑے خدمت دین کرنے والے تھے۔کبھی کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔مسجد کے غسل خانے خود صاف کرتے، جھاڑو دیتے۔اور جب مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی تو چوبیس چوبیس گھنٹے مسلسل وہیں رہے ہیں۔والدین کی بھی ہر ممکن خدمت کرتے۔ان کی اہلیہ کہتی ہیں تہجد میں پہلے با قاعدگی نہیں تھی۔ایک ماہ سے مسلسل تہجد پڑھ رہے تھے۔اور بچوں سے پہلا سوال یہی ہوتا تھا کہ نماز کی ادائیگی کی ہے یا نہیں اور قرآن کریم پڑھا ہے کہ نہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

ملک انصار الحق صاحب شہید ابن مکرم انوار الحق صاحب ۔ یہ بھی قادیان کے ساتھ فیض اللہ گاؤں ہے وہاں کے رہنے والے ہیں۔اور پاکستانی آرمی کے ایک ڈپو میں سٹور کیپر تھے۔شہادت کے وقت انکی عمر 63 برس تھی۔مسجد دارالذکر میں انکی شہادت ہوئی۔ساڑھے آٹھ بجے یہ نیا سوٹ پہن کر کسی کام سے نکلے اور وہیں سے نماز جمعہ کے لئے دارالذکر میں چلے گئے۔انہوں نے کبھی بھی نماز جمعہ نہیں چھوڑی تھی۔سامنے ہی کرسی پر بیٹھے تھے۔گرینیڈ پھٹنے سے زخمی ہو گئے اور اس طرح جسم میں مختلف جگہوں پر پانچ گولیاں لگیں۔زخمی حالت میں میو ہسپتال لے گئے جہاں پہنچ کر شہید ہو گئے۔انکی بہو بتاتی ہیں کہ میرے ماموں بھی تھے اور خسر بھی۔وہ شہادت کے قابل تھے۔دل کے صاف تھے۔عاجزی بہت تھی۔کبھی کسی سے لڑائی نہیں چاہتے تھے، ہمیشہ صلح میں پہل کرنے والے تھے۔ان کی صرف معمولی تنخواہ تھی۔جو پنشن ملتی تھی اس سے لوگوں کا راشن وغیرہ لگایا ہوا تھا۔جماعت سے انتہائی طور پر وابستہ تھے۔اور خلافت سے بہت محبت کرتے تھے۔ماں باپ کی خدمت کرنے والے تھے۔اسی وجہ سے ملازمت کی مدت پوری ہونے سے قبل ہی ریٹائرمنٹ لے لی اور خدمت کے لئے آ گئے۔ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ عادت کے اتنے اچھے تھے کہ اگر اپنا اور اپنے بچوں کا قصور نہ بھی ہوتا تو رشتہ داروں کے ساتھ صلح کے لئے بچوں سے بھی معافی منگواتے تھے۔خود بھی معافی مانگ لیتے تھے۔شہادت سے دو مہینے قبل اپنے خاندان کو بعض مسائل کے حوالے سے پانچ صفحات کا نصیحت آمیز خط لکھا اور اس میں اپنے بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ میں اپنے بچوں سے بھی معافی مانگتا ہوں کہ اس وجہ سے میں تم سے معافی منگواتا تھا اگر چہ مجھے پتہ بھی ہوتا تھا کہ تمہاری غلطی نہیں ہے۔شہادت کے بعد کچھ لوگ ملنے آئے تو کہتے ہیں کہ انہوں نے تو ہمارا راشن لگایا ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ناصر محمود خان صاحب شہید ابن مکرم محمد عارف نسیم صاحب ۔ شہید مرحوم کے والد محمد عارف نسیم صاحب نے 1968ء میں بیعت کی تھی ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔پارٹیشن کے بعد یہ رائے ونڈ آ گئے۔پھر لاہور میں سیٹ ہو گئے۔شہید مرحوم خدام الاحمدیہ کے بڑے فعال کارکن تھے۔پرنٹنگ پریس ایجنسی کا کام کرتے تھے۔ان کے والد بھی بطور سیکرٹری زراعت اور والدہ بطور جنرل سیکرٹری ضلع لاہور خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔خود یہ بطور ناظم عمومی اور نائب قائد اول حلقہ فیصل آباد ٹاؤن خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ناظم عمومی بھی تھے۔اور نائب قائد اول بھی تھے۔نظام وصیت میں شامل تھے۔دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی ہے۔ شہادت کے وقت انکی عمر 39 سال تھی۔شہید مرحوم کے بھائی مکرم عامر مشہود صاحب بتاتے ہیں کہ دارالذکر میں جب دہشتگردوں نے حملہ کیا تو میں ہال کے اندر تھا اور بھائی باہر سیڑھیوں کے پاس تھے۔دوران حملہ میری ان سے فون پر بات ہوئی اور بھائی نے بتایا کہ میں محفوظ ہوں۔سیڑھیوں کے نیچے کافی لوگ موجود تھے۔دہشت گرد نے ان کی طرف گرینیڈ پھینکا تو بھائی نے گرینیڈ اٹھا کر واپس پھینکنا چاہا۔یہ وہی نوجوان ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھ پر گرینیڈ لے لیا تا کہ دوسرے زخمی نہ ہوں یا ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔لیکن اسی دوران گرینیڈ ان کے ہاتھ میں پھٹ گیا اور وہیں ان کی شہادت ہو گئی۔دوسروں کو بچاتے ہوئے شہید ہوئے۔شہید مرحوم نے گھر میں سب سے پہلے وصیت کی تھی اور گھر کے سارے کام خود سنبھالتے تھے۔رابطہ اور تعلق بنانے میں بڑے ماہر تھے۔کہتے ہیں ان کی شہادت پر غیر از جماعت دوست بھی بہت زیادہ ملنے آئے۔بھائی نے بتایا کہ جب ہم نے

کار خریدی تو عید وغیرہ پر جاتے ہوئے پہلے ان لوگوں کو مسجد پہنچاتے تھے جن کے پاس کوئی سواری نہ ہوتی تھی اور دوسرے چکر میں ہم سب گھر والوں کو مسجد لے کر جاتے تھے۔ شہادت سے ایک ہفتہ قبل خود خواب دیکھا۔ خواب میں مجھے دیکھا کہ میں نے انکی کمر پر تھپکی دی اور کہا کہ فکر نہ کرو سب اچھا ہو جائے گا۔ اللہ کرے کہ یہ قربانیاں جماعت کے لئے مزید فتوحات کا پیش خیمہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو خوشیاں دکھائے۔

عمیر احمد ملک صاحب شہید ابن مکرم ملک عبدالرحیم صاحب۔ حضرت حافظ نبی بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید مرحوم کے پردادا تھے۔ یہ لوگ قادیان کے قریب فیض اللہ چک کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا ملک حبیب الرحمٰن صاحب جامعہ احمدیہ میں انگلش پڑھانے کے علاوہ سکول اور کالج وغیرہ میں بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ ٹی آئی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ سلسلہ گولڈ کوسٹ، شہید مرحوم کے والد مکرم عبدالرحیم صاحب کے تایا تھے۔ شہید مرحوم خدام الاحمدیہ کے بہت فعال رکن تھے سات سال سے ناظم اشاعت ضلع لاہور کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اور AACP جو جماعت کی کمپیوٹر پروفیشنلز کی ایسوسی ایشن ہے، اس کے آڈیٹر رہے۔ تین سال سے یہ لاہور چیپٹر کے صدر بھی تھے۔ نیز ان کی والدہ بھی صدر لجنہ اماء اللہ حلقہ فیصل ٹاؤن خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ نظام وصیت میں شامل تھے۔ شہادت کے وقت انکی عمر 36 سال تھی۔ مسجد ماڈل ٹاؤن میں گولیاں لگیں، زخمی حالت میں جناح ہسپتال پہنچ کر جام شہادت نوش فرمایا۔ جمعہ کے روز خلاف معمول نیا سفید جوڑا پہن کر گھر سے نکلے اور والد صاحب نے کہا کہ آج بڑے خوبصورت لگ رہے ہو۔ دفتر کے ملازم نے بھی یہی کہا۔ مسجد بیت النور میں خلاف معمول پہلی صف میں بیٹھے۔ دہشت گردی کی گولی لگنے سے ہال کے اندر دوسری صف میں الٹے لیٹے رہے۔ فون پر اپنے والد سے باتیں کرتے رہے۔ وہ بھی وہیں تھے اور کہا کہ اللہ حافظ میں جارہا ہوں اور مجھے معاف کردیں۔ اپنے بھائی کے بارے میں پوچھا اور پانی مانگا۔ ڈائس سے اٹھا کر ایک کارکن نے ان کو پانی دیا۔ آواز بہت ضعیف اور کمزور ہوگئی تھی۔ بہرحال ایمبولینس کے ذریعے ان کو ہسپتال لے جایا گیا۔ بلڈ پریشر بھی نیچے گرتا چلا جارہا تھا۔ جب ہسپتال پہنچے ہیں تو وہاں والدہ کو آنکھیں کھول کر دیکھا اور والدہ سے پانی مانگا۔ والدہ جب چہرے پر ہاتھ پھیر رہی تھی تو ان کی انگلی پر کاٹا صرف یہ بتانے کے لئے کہ میں زندہ ہوں اور پریشان نہ ہوں۔ اندرونی کوئی انجری (Injury) تھی جس کی وجہ سے بلیڈنگ ہورہی تھی۔ اور آپریشن کے دوران ہی ان کو شہادت کا رتبہ ملا۔ ان کے اچھے تعلقات تھے۔ واپڈا کے کنٹریکٹر تھے، کنسٹرکشن کے ٹھیکے لیتے تھے۔ خدمت خلق کا بہت شوق اور جذبہ تھا۔ شہادت پر آنے والے لوگوں نے بتایا کہ عمیر کا معیار بہت اچھا تھا اور ان کے سامنے کوئی بھی چیز مسئلہ نہیں ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اقبال عابد صاحب مربی سلسلہ عمیر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ عمیر احمد ابن ملک عبدالرحیم صاحب دہشتگردانہ حملہ میں اللہ کے پاس چلا گیا۔ جب اسکو گولیاں لگی ہوئی تھیں تو اس عاجز کو فون کیا اور کہا مربی صاحب! خدا حافظ، خدا حافظ، خدا حافظ، خدا حافظ اور آواز بہت کمزور تھی۔ پوچھنے پر صرف اتنا بتایا کہ مسجد نور میں حملہ ہوا ہے اور مجھے گولیاں لگی ہوئی ہیں۔ گویا وہ خدا حافظ کہنے کے بعد کہنا چاہتا تھا کہ ہم تو جارہے ہیں لیکن احمدیت کی حفاظت کا بیڑا اب آپ کے سپرد ہے۔ ہمارے خون کی لاج رکھ لینا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان قربانی کرنے والوں کی قربانی کی لاج پیچھے رہنے والا ہر احمدی رکھے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔

سردار افتخار الغنی صاحب شہید ابن مکرم سردار عبدالشکور صاحب۔ یہ حضرت فیض علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے تھے۔ حضرت فیض علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ افریقہ میں رحمت علی صاحب کے ہاتھ پر احمدی ہوئے۔ افریقہ سے واپسی پر امرتسر کی بجائے قادیان میں ہی سیٹ ہوگئے۔ شہید نظام وصیت میں شامل تھے۔ شہادت کے وقت انکی عمر 43 سال تھی۔ مسجد دارالذکر گڑھی شاہو میں شہادت پائی۔ عموماً مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جمعہ ادا کرتے تھے لیکن وقوعہ کے روز نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے اپنے دفتر سے (اپنے کام سے) مسجد دارالذکر چلے گئے۔ شہادت سے قبل سردار عبدالباسط صاحب (جو انکے ماموں ہیں) سے بھی فون پر بات ہوئی۔ گھر میں بھی فون کرتے رہے اور یا حفیظ یا حفیظ کا ورد کرتے رہے۔ ماموں کو بھی دعا کے لئے کہتے رہے کہ دعا کریں دہشتگردوں نے ہمیں گھیر اڈالا ہوا ہے۔ اہلیہ محترمہ کو پتہ چلا کہ مسجد پر حملہ ہوا ہے تو آپ کو فون کیا اور کہا کہ آپ جمعہ کے لئے نہ جائیں۔ لیکن پتہ لگا کہ آپ تو دارالذکر میں موجود ہیں۔ گھر میں بھی دعا کے لئے کہتے رہے۔ ساڑھے تین بجے ایک دوست جو ملٹری میں ہیں ان کو فون کر کے کہا کہ اس طرح کے حالات ہیں، پولیس تو کچھ نہیں کر رہی، تم لوگ مسجد میں لوگوں کی مدد کے لئے آؤ۔ شہید ہونے تک دوسروں کو بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ اور انہوں نے موقع پاتے ہی بھاگ کر ایک دہشتگرد کو پکڑا تو دوسرے دہشت گرد نے فائرنگ کردی جس دہشت گرد کو پکڑا تھا اس نے اپنی خودکش جیکٹ بلاسٹ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پوری طرح نہیں بلاسٹ ہوسکی، دھماکہ تھوڑا ہوا لیکن اس دھماکے سے شہید ہوگئے اور دہشتگرد شدید زخمی ہوگیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آسانی سے بچ سکتے تھے اگر یہ اس وقت ایک طرف ہوجاتے اور دہشت گرد پر نہ جھپٹتے۔ شہید مرحوم کو خدمت خلق کا بہت شوق اور جذبہ تھا۔ جب بھی کسی کو ضرورت پڑتی خون کا عطیہ دے دیا کرتے۔ ہمیشہ اپنی تکلیف کے باوجود دوسروں کی مدد کرتے۔ رویہ کے بہت اچھے تھے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں مجھے کبھی کسی دوست کی ضرورت نہیں پڑی۔ اہلیہ کہتی ہیں کہ مجھے کبھی کوئی محسوس نہیں ہوا کہ مجھے کوئی دوست یا سہیلی بنانی چاہئے۔ گھر کے سارے کاموں میں میرا ہاتھ بٹاتے تھے۔ یہاں تک کہ برتن بھی دھلوا دیتے تھے۔ بڑی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ نیکی کو ہمیشہ چھپا کر رکھتے تھے۔ استغفار اور درود شریف بہت پڑھتے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ انگلیوں میں تسبیح کر رہے ہیں بے لوث خدمت کرنے والے تھے رحم دل تھے۔ ہر رشتے کے لحاظ سے وہ بہترین تھے اور بطور انسان بھی۔ بچوں سے بھی دوستانہ تھے والدہ کے بہت خدمت گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے جو پیچھے رہنے والے لواحقین ہیں انکو بھی صبر اور ہمت اور حوصلے سے اس صدمے کو برداشت کرنے کی توفیق دے نیکیوں پر قائم رکھے۔ آئندہ انشاء اللہ باقی شہداء کا ذکر کروں گا کیونکہ یہ بڑا لمبا ذکر چلے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

﴿الفضل انٹرنیشنل 02 جولائی 2010ء تا 08 جولائی 2010ء﴾

مکرم جنرل (ریٹائرڈ) ناصر احمد صاحب شہید کی یادیں

میری یادوں کے دریچوں سے

شہادت اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام ہے۔ جو نصیب والوں کو ہی ملتا ہے۔ سانحہ لاہور میں راہ مولا میں شہید ہونے والے پاک وجودوں میں ایک نہایت پاک، اعلیٰ اخلاق کے مالک، منکسر المزاج، عاجز، وفا شعار، وطن عزیز کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے، متعدد جنگی معرکوں میں مختلف محاذوں پر دشمن کو دندان شکن جواب دینے والے، ایک غازی، ایک فاتح جرنیل۔ مسیح پاکؑ کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زندگی کی آخری سانس تک دربانی کرنے والے وجود مکرم جنرل (ر) ناصر احمد صاحب تھے۔

آپ ماڈل ٹاؤن لاہور کی مسجد نور میں شہید ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

General Nasir Ahmad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

مکرم جنرل ناصر احمد صاحب بہلول پور تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد صاحب مکرم چوہدری صفدر علی صاحب پولیس انسپکٹر تھے۔ اور 1930ء میں ڈیوٹی کے دوران شہید ہوئے۔ اس وقت ناصر صاحب کی عمر دس سال تھی۔ آپ کی والدہ صاحبہ مکرم چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحبؓ کی رضاعی والدہ تھیں۔ آپ 1943ء میں وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہوئے۔ اسی سال آپ کا نکاح ہوا جو کہ مکرم سید مولوی سرور شاہ صاحبؓ نے پڑھایا۔ محترم جنرل ناصر صاحب بڑے فخر سے بتایا کرتے تھے کہ ”میرے نکاح میں حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہوئے تھے“۔

محترم جنرل صاحب 1987ء سے شہادت تک حلقہ ماڈل ٹاؤن کے صدر جماعت اور 20 سال سے بطور سیکرٹری اصلاح وارشاد ضلع لاہور نیز مختلف جماعتی عہدوں پر خدمات بجالاتے رہے۔ صدارت کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے رفقاء کار اور احباب جماعت کی معیت میں لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کا روح پرور ورد کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ

واہ رے باغ محبت موت جس کی رہ گزر
وصل یار اس کا ثمر پر اردگرد اس کے ہیں خار

آپ میری امی جان کے سگے چچا زاد بھائی تھے۔ پاکستان ایئر فورس کے سابق چیف ایئر مارشل مکرم ظفر چوہدری صاحب اور مکرم انور احمد کاہلوں صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کے بہنوئی تھے۔ جلسہ سالانہ ربوہ مرکزی اجتماعات، یا اور کوئی بھی جماعتی میٹنگز ہوتیں۔ آپ ربوہ آ کر ضرور ان میں شامل ہوتے اور جب بھی ربوہ آتے ان کا قیام ہمارے گھر میں ہی ہوتا۔ اس طرح خاکسار کو متعدد بار ان کی میزبانی کی توفیق ملتی رہی۔ وہ بے حد پیار کرنے والے وجود تھے۔ ہم ان کے سامنے بالکل بچے تھے لیکن انکی عظمت کا یہ عالم تھا کہ ملتے وقت ہمیشہ ہمارے لئے تعظیماً کھڑے ہو کر ہمیں پیار اور عزت دیا کرتے تھے۔ اسطرح کے نرم دل اور محبت کرنے والے بزرگ تھے کہ اگر تھوڑی سی بھی انکی کوئی خدمت کی تو وہ اسقدر ممنون احسان ہوتے کہ دعائیں دیتے ہوئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے عاجزی وحسن اخلاق کی اعلیٰ مثال نظر آتے۔ بے حد سادہ طبیعت، نرم دل اور بڑے ہی بااصول انسان تھے۔ میرے والد محترم میجر حمید احمد کلیم صاحب کے ساتھ جہاں عزیز داری تھی۔ وہاں ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے اور دونوں کا خلافت کے ساتھ عاشقانہ تعلق ہونے کے ناطے، آپس میں گہری دوستی اور بے تکلفی تھی۔ دونوں ہی مختلف محاذ جنگ کے شیر، بہادر، غازی تھے۔ جب دونوں آپس میں وطن عزیز کی سرحدوں کی حفاظت کے معرکوں کا ذکر کرتے تو ان کے چہروں پر ایک خاص قسم کی چمک ہوتی، جو قابلِ دید تھی۔ دونوں کے مزاج ملتے تھے۔ انکی نمازوں اور عبادتوں کے معیار بھی بہت بلند تھے۔

مکرم جنرل ناصر صاحب نے بنگلور سے 1942ء میں فوج میں کمیشن حاصل کیا۔ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور فرائض کی احسن رنگ میں ادائیگی کی بدولت ترقی کر کے میجر جنرل کے منصب پر فائز ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم میں برما کے محاذ پر کارنامے سرانجام دیئے۔

1971ء کی جنگ میں راجستھان سیکٹر پر ٹانگ میں گولی لگنے سے زخمی ہوئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر یہ چلنے پھرنے کے قابل ہوسکیں تو یہ ایک معجزہ سے کم نہیں ہو گا۔ بڑے باہمت، بہادر اور مضبوط قوت ارادی کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا دوبارہ چلنے کے قابل تو ہو گئے۔ لیکن گولی عمر بھر نہ نکل سکی۔ آپ جیسے اعلیٰ منصب پر فائز جرنیل کو فرائض منصبی کی ادائیگی کے دوران گولی کا لگنا آپ کی فرض شناسی اور عظیم المرتبت محب وطن ہونے کی نمایاں اور ممتاز شان ہے۔ ہمیشہ ماتحتوں کو گولیاں لگنے کا تو سنتے آئے ہیں۔ لیکن اس اعلیٰ رینک پر فائز کسی جرنیل کو گولی کا لگنا شاذ کے طور پر ہوتا ہے۔ یہ سعادت ان بہادروں کے حصہ میں آتی ہے جو دوران جنگ اگلے مورچوں پر بے جگری سے سینہ سپر ہو کر ناموس وطن کی حفاظت کرتے ہیں۔

جنرل صاحب کو خلافت سے بے پناہ عشق تھا فوج سے فارغ ہو کر اپنے آپ کو جماعت کی خدمت پر اس فدائیت اور لگن کے ساتھ لگایا کہ کوئی دقت اور کوئی رکاوٹ آپکی اس خدمت میں روک نہ بن سکی۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ ”آپکے نائب امیر صاحب فوج سے میجر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے تھے اور آپ ایک جنرل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے تھے۔ جماعتی خدمات میں آپ ان کے ماتحت کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ مکرم نائب امیر صاحب مذکور نے مذاق میں کہا کہ دیکھو آج ایک جنرل ایک میجر کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم احمدی ہیں۔ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے۔ جماعتی خدمت میں میجری اور جرنیلی کا کوئی سوال نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ---

؎ کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
گر وہ ذلت سے ہو راضی اس پہ سو عزت نثار

خدمت کی اس راہ پر ایک پیاسے کی طرح لرزاں و ترساں چلتے رہے کہ جس سے نہ آپ کا جی بھرا، نہ نظر بھری۔ خدمت کی پیاس تھی کہ ہمیشہ بڑھتی ہی رہی۔ آپ کی یہ نیک ادائیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ٹھہریں۔ یہاں تک کہ......

؎ وہ طلوع ہوا سویرا وہ گھڑی بھی آن پہنچی
وہ جو دن تھا فیصلے کا نہیں آج ٹلنے والا

وہ دن تھا جمعۃ المبارک، "FRIDAY" اور سال دسواں "THE TENTH" یعنی 28 مئی 2010ء بروز جمعۃ المبارک مسجد نور ماڈل ٹاؤن لاہور میں آپ نے شہادت کا رتبہ پایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ مورخہ 11.06.2010 میں اپنے اس جانثار جرنیل کا بڑے ہی دلنشین انداز میں ذکر خیر فرمایا ہے۔ (یہ خطبہ اس رسالے میں درج ہے)
آپ بھر پور کامیاب زندگی گزار کر 91 سال کی عمر میں نماز جمعہ کے موقع پر اللہ کے گھر میں بالآخر شہید ہو گئے"۔

؎ جان دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

آپ نے زندگی میں بہت اعزاز پائے۔ ہمیشہ کسر نفسی اور عاجزی سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام عزتوں سے بڑھ کر آسمان پر آپ کو وہ عزت عطا فرمائی جس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ......

؎ تیری رہ میں موت سے بڑھ کر نہیں عزت کوئی
دار پر سے ہے گزرتا راہ تیرے دار کا

آپ کے متعلق بہت کچھ لکھا جاتا رہے گا۔ میں نے نہایت اختصار کے ساتھ ان کی بے شمار خوبیوں، ان گنت نیک خصلتوں اور اوصاف حمیدہ میں سے چند ایک کا ذکر کیا ہے۔ جن کی میں خود گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ سانحہ لاہور میں زخمی ہونے والے تمام افراد جماعت کو اپنے دست شفا سے کامل و عاجل شفا عطا فرمائے اور تمام شہداء کرام کے درجات بلند فرمائے آمین جو ہمارے لئے اپنے خون سے یہ پیغام لکھ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے کہ۔۔۔

؎ ہم سرفراز ہوئے رخصت ہے آپ سے بھی امید بہت
یہ یاد رہے کس باپ کے بیٹے ہیں کس ماں کے جائے ہیں

اللہ تعالیٰ پیارے حضور کا سایہ عافیت ہم پر سلامت رکھے اور ہمیں آپ کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (محترمہ سلمیٰ منیر باجوہ صاحبہ: مہدی آباد۔ ہمبرگ)

شہید کا جنازہ فرشتے پڑھتے ہیں

ذکر تھا کہ بعض چھوٹے گاؤں میں ایک ہی احمدی گھر ہے اور مخالف ایسے متعصب ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی احمدی مرجائے تو ہم جنازہ بھی نہ پڑھیں گے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ ایسے مخالفوں کا جنازہ پڑھا کر احمدی نے کیا لینا ہے۔ جنازہ تو دعا ہے۔ جو شخص خود ہی خدا تعالےٰ کے نزدیک مغضوب علیھم میں ہے۔ اس کی دعا کا کیا اثر ہے؟۔ احمدی شہید کا جنازہ خود فرشتے پڑھیں گے۔ ایسے لوگوں کی ہرگز پرواہ نہ کرو اور اپنے خدا پر بھروسہ رکھو۔ ملفوظات جلد نمبر 9 ص 285

نارووال میں مکرم نعمت اللہ صاحب کو راہِ مولیٰ میں شہید کر دیا گیا

نارووال میں معصوم احمدی مکرم نعمت اللہ صاحب کو گھر میں گھس کر چھریوں سے پے در پے وار کر کے راہ مولیٰ میں شہید کر دیا گیا۔ ان کا بیٹا منصور احمد بچانے آیا تو سفاک قاتل نے اسے بھی زخمی کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق نارووال کے علاقہ قلعہ احمد آباد کے رہائشی مکرم نعمت اللہ صاحب اپنے گھر کے صحن میں سو رہے تھے کہ ایک شخص نے ان پر چھریوں سے حملہ کر دیا۔ اندر سوئے ہوئے اہل خانہ میں سے ان کا بیٹا منصور احمد والد کو بچانے آیا تو سفاک قاتل نے اس پر بھی چھریوں کے وار کئے۔ مکرم نعمت اللہ صاحب کی موقع پر ہی وفات ہو گئی۔ جبکہ ان کے بیٹے کو علاج کے لئے لاہور منتقل کر دیا گیا ہے۔ حملہ آور گرفتار ہو گیا ہے۔ ﴿روزنامہ الفضل 01 جون 2010ء﴾

مکرم شیخ سعید احمد صاحب کراچی بھی راہ مولیٰ میں شہید ہو گئے

مکرم شیخ سعید احمد صاحب آف منظور کالونی کراچی کو مخالفین نے یکم ستمبر 2008ء کو فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ موصوف کو بیہوشی اور شدید زخمی حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں اپریشن کے بعد I.C.U میں زیر علاج رکھا گیا۔ باوجود انتہائی کوشش اور علاج کے خدائی تقدیر غالب آئی اور موصوف 13 ستمبر 2008ء کو راہ مولیٰ میں شہید ہو گئے۔ مرحوم کی عمر تقریباً 42 سال تھی۔ میڈیکل سٹور چلاتے تھے وقوعہ کے بعد 8 ستمبر کو ان کا پہلا بچہ پیدا ہوا ہے۔ مرحوم کے حقیقی بھائی مکرم شیخ رفیق احمد صاحب کو مخالفین نے 2006ء میں اور ماموں مکرم پروفیسر ڈاکٹر شیخ مبشر احمد صاحب آف کراچی کو 2007ء میں فائرنگ کر کے راہ مولیٰ میں شہید کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر آن حامی و ناصر ہو۔ آمین
(روزنامہ الفضل ربوہ 15 ستمبر 2008ء ص 01)

منظوم کلام حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جو کود پڑا اس میں کھلا بھید یہ اس پر
پوشیدہ ہے فردوس تہِ غارِ محبت
جو عشق میں کامل تھے ہوئے یار پہ قرباں
تکمیل ہوئی بن گئے معیار محبت
مالک ہوئے مرمر کے حیات ابدی کے
کھینچے گئے سو بار سرِ دار محبت
کیا دیکھ لیا جو پلٹ کر نہیں دیکھا
کھوئے گئے دنیا سے پرستار محبت
محبوب کو دل دے کے بنے دلبرِ عالم
سر دے دئے کہلا گئے سردار محبت
اسباق محبت کے زمانہ کو پڑھائے
خود ہو گئے وہ نخلِ ثمر بارِ محبت
(از درعدن صفحہ 31۔30)

مکرم کیپٹن مرزا نعیم الدین صاحب شہید

شہید مرتا نہیں بلکہ اللہ کے ہاں زندہ ہے اور دنیا بھی اسے یاد رکھتی ہے!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرۃ:156)

ترجمہ:۔اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعے سے آزمائیں گے۔اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دے۔

28 مئی 2010 کو ہونے والے سانحہ لاہور میں شہید ہونے والوں میں مکرم کیپٹن مرزا نعیم الدین شہید کو بھی شہادت کا اعزاز حاصل ہوا۔ جو میری کزن محترمہ ناصرہ نعیم صاحبہ کے میاں تھے۔شہید کے والد صاحب کا نام مکرم مرزا سراج دین صاحب تھا۔محترمہ ناصرہ نعیم صاحبہ میرے تایا جان مکرم محمد لطیف صاحب مرحوم کی بیٹی ہیں۔ میرے والد صاحب کا نام مکرم محمد صدیق شاکر صاحب مرحوم آف بھاٹی گیٹ لاہور ہے۔شہید مرحوم ضلع گجرات کے ایک گاؤں فتح پور کے رہنے والے تھے۔خاندان میں سب سے پہلے ان کے دادا جان نے بیعت کی تھی۔مکرم مرزا محمد عبداللہ صاحب جو کہ درویشِ قادیان تھے شہید مرحوم کے تایا جان تھے۔

مکرم کیپٹن مرزا نعیم صاحب کی مسجد دارالذکر میں شہادت ہوئی۔ بوقت شہادت آپ کی عمر 56 سال تھی۔

شہادت کے وقت ان کا ایک بیٹا مکرم مرزا عامر نعیم صاحب بھی مسجد کے باہر گیٹ پر دورانِ ڈیوٹی گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے۔اس روز جب ظالموں نے فائرنگ شروع کی تو وہ محراب کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔اس حالت میں ان کے پیٹ میں گولی لگی۔اسی زخمی حالت میں بیٹی کو فون پر کہا کہ اپنی امی کا خیال رکھنا۔یہ نہیں بتایا کہ میں زخمی ہوں۔ بلکہ کہا کہ بیٹے عامر کا پتہ نہیں چل رہا۔اس کا ضرور پتہ کرواتے رہنا۔ اسی زخمی حالت میں دوسرے لوگوں کو فائرنگ سے بچنے کی ہدایات بھی دیں۔ جو کہ بچ بھی گئے۔مگر خود اپنے زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور محراب کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہی جام شہادت نوش کیا۔

مکرم شہید کے ورثاء میں پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کے بارے میں بتاتی ہیں۔کہ ''شادی ہوئی تو وہ ایک سپاہی کے عہدے پر ملازمت کر رہے تھے۔مگر زندگی میں آگے بڑھنے کی لگن تھی۔ ایمانداری بہت زیادہ تھی۔لہذا اپنی تعلیم اور ملٹری کے دیگر کورسز جاری رکھے۔اس سلسلہ میں اٹلی میں ایک دو سال کا کورس کیا۔ملازمت میں احمدیت کی وجہ سے مخالفت بھی تھی۔مگر پھر بھی محنت اور سچی لگن سے کیپٹن کے عہدے تک ترقی حاصل کی۔ احمدیت اور خلافت سے بڑی محبت تھی۔ہمیشہ حضور اقدس کو دعائیہ خط لکھتے۔بڑے صبر و تحمل والے، ہنس مکھ اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔پانچ وقت نماز کا التزام کرتے تھے۔قرآن مجید کی ہر روز تلاوت کرتے تھے۔شہادت والے دن صبح ہی قرآن کا ایک دور مکمل کیا تھا۔

ان کی اہلیہ اپنے میاں کی تعریف میں ایک خاص بات کا ذکر کرتی ہیں کہ ان کے ہاں پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں اور ہر بیٹی کی پیدائش پر کہتے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آئی ہے۔ ہر بیٹی کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے فوج میں ترقی سے نوازا۔سب بچوں سے دوستانہ رویہ تھا اور بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے ہمیشہ خواہاں رہے۔اور خدا کے فضل سے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔

ملٹری کی نوکری کے دوران 1971ء کی جنگ اور کارگل کی لڑائی میں بھی شامل تھے۔شہادت کی بہت تمنا رکھتے تھے، جو کہ ملٹری میں تو نہ پوری ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی رنگ میں آپ کی یہ خواہش پوری کرنی تھی۔آپ کہتے تھے کہ''شہید مرتا نہیں بلکہ اللہ کے ہاں زندہ ہے اور دنیا بھی اسے یاد رکھتی ہے۔''اسی طرح ہماری باجی نے بتایا کہ''انکے میاں ہر جمعہ کے روز بیٹی کے گھر جاتے تھے۔ کیونکہ اس کا گھر مسجد کے بالکل قریب واقع ہے''۔ان کی اہلیہ مزید بتاتی ہیں کہ''میری زندگی کا ساتھی، دوست، بڑا ہی مہربان خاوند تھا۔جس کی کمی تو کبھی پوری ہو ہی نہیں سکتی۔مگر وہ ایک مقام پا گئے اور ہمارے لئے جو مقام چھوڑ گئے ہیں۔ وہ ہمارے لئے اعزاز ہے۔شہادت والے دن خلاف معمول خوش تھے۔گھر سے نماز جمعہ کے لئے نکلے پھر واپس آئے اور مجھے خاص کہا''تمہیں خدا حافظ کہنے آیا ہوں''۔ساری زندگی میرا بہت خیال رکھا۔ ہمارے درمیان کبھی کوئی ناراضگی نہیں ہوئی۔حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے فون پہ بات کر کے دل میں ایک سکون سا بھر گیا اور ایک انجانی سی خوشی محسوس ہوئی۔ بچوں کو بھی حضور اقدس سے بات کر کے بہت اطمینان ہوا۔آپ کا جو بیٹا اس حادثہ میں زخمی ہوا تھا۔اب بفضل تعالیٰ روبصحت ہے۔اور اسی طرح مسجد دارالذکر میں روزانہ ڈیوٹی دینے جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شہید کو ان تمام مراتب سے نوازے۔جس کا ایک شہید کے ساتھ وعدہ ہے اور ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ کی لقاء ان کو حاصل ہوگی۔انشاءاللہ۔خدا تعالیٰ انکے تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔

Mirza Naeem Uddin Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر لِلّٰہ مِل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

محترمہ امۃ الودود طاہرہ صاحبہ Majlis:Waiblingen city:Stuttgart

......☆......☆......☆......

؎ اب اس کا جواب آئے گا آسماں سے

شہیدِ احمدیت مکرم کیپٹن مرزا نعیم الدین صاحب دار الذکر لاہور کے والد مکرم مرزا سراج دین صاحب فتح پور ضلع گجرات کی مقامی جماعت میں لمبا عرصہ کئی عہدوں پر خدمتِ دین بجالاتے رہے بفضلہٖ تعالیٰ موصی تھے۔اسی طرح آپکے تایا مکرم محمد عبداللہ صاحب دیارِ احمد کے اُن باوفا ابتدائی درویشوں میں سے تھے جن کے اپنی زندگی کے آخری لمحات دار المسیح میں ہی بیتے۔

احمدیت کی برکات ہمارے خاندان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفرِ جہلم کا ثمرہ ہیں۔ایک تایا زاد بھائی مکرم مرزا عبدالرشید صاحب واقفِ زندگی اپنی ریٹائرمنٹ تک پچاس سال سے زائد عرصہ تحریکِ جدید میں خدمات بجالاتے رہے ہیں۔

اور ایک تایا زاد بھائی کے بیٹے مکرم مرزا محمد اقبال صاحب مربی سلسلہ رہے ہیں۔خاکسار کو بھی 12 سال نصرت جہاں سکیم کے تحت گیمبیا میں بطور مدرس خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔

کارزارِ شہادت (28 مئی) کے موقع پر مرحوم فوجی نقطہ نظر سے قریبی احباب کو بچاؤ کے طریقے بتاتے رہے چنانچہ دو افراد تو محفوظ رہے مگر اسی دوران میں گولیوں کی بوچھاڑ کا نشانہ بن گئے۔زخموں کی تاب نہ لا کر محراب کے قریب موقع پر ہی اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔شہادت کے وقت ان کی عمر 56 سال تھی۔

ایک زخمی (جو دریوں میں لپٹا ہوا تھا) کا بیان ہے کہ "ایک شخص بار بار پولیس، رینجر اور فوج کو فون کر کے حملہ کی اطلاع دے رہا تھا کہتا تھا 'میں کیپٹن نعیم الدین بات کر رہا ہوں'......حالانکہ وہ خود زخمی تھا۔اسکی جرأت قابلِ داد ہے۔"

مسجد میں ہر سُو دعا اور درود کی صدا بلند ہو رہی تھی۔نہ چیخ و پکار، نہ بھگدڑ۔

شہید مرحوم نہایت ذہین، محنتی اور دیانتدار تھے کچھ عرصہ راولپنڈی میں زیرِ تعلیم رہے میٹرک کے امتحان میں ضلع بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی پھر فوج کو بطور سپاہی اپنایا اور اپنے علمی ذوق اور ٹیکنیکل تربیت کے باعث کپتانی کے عہدہ تک ترقی پائی۔

ایک بار مرحوم نے ذکر کیا کہ ٹیکنیکل انسپکشن میں متعدد بار کثیر مفادات کی پیشکش ہوتی رہی اور بوجہ دیانتدار ہونے کے دھمکیاں بھی ملیں۔اٹلی اور سوئزرلینڈ میں دوروں کے لئے منتخب ہوئے مگر بفضلِ تعالیٰ اِستقلال کی بدولت 32 سالہ ملازمت کے دوران ہمیشہ ان کے وقار میں اضافہ ہوا اور ذمہ داریوں میں ترقی بھی کی 1971ء کی جنگ میں ڈیوٹی کو کما حقہ نبھایا۔اور کارگل کی چوٹیاں تو انکی شجاعت کی شاہد ہیں۔

شہید مرحوم کا بیٹا عزیزم عامر نعیم (انکی ہمشیرہ کے تحریری بیان کے مطابق) مع دو اور خدام بیرونی گیٹ پر ڈیوٹی پر مامور تھا دہشت گرد کی فائرنگ پر دو پولیس اہلکار تو بھاگ نکلے مگر دونوں خدام موقع پر ہی شہید ہو گئے۔خود عزیزم عامر کے ایک گولی بازو کے آر پار ہو گئی اور دوسری کہنی کو چھو کر گزر گئی پھر دہشت گرد نے اپنی گن عامر کے سینے کی طرف تان دی مگر اس کا میگزین ختم ہو گیا۔اتنے میں زخمی عامر نے دہشت گرد کو دھکا دے کر گرا دیا۔اسی وقت دوسرے دہشتگرد نے مین گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی عامر پر فائرنگ کی جس سے اس کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے۔ان زخموں کے باوجود اس نے دلیری سے دو خدام کی مدد سے ہال کا گیٹ بند کیا جس سے اندر کے لوگ محفوظ ہوئے مگر تین گھنٹے کی فائرنگ اور گرینیڈ کی بارش سے دروازہ ٹوٹ گیا اور ان دونوں دہشت گردوں کی اندھا دھند فائرنگ سے ہال کے اندر اتنی زیادہ شہادتیں ہوئیں اور زخمی ہوئے۔انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ البقرہ:158

ترجمہ:۔"یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے ربّ کی طرف سے برکتیں (نازل ہوتی) ہیں اور رحمت (بھی)۔"

گھر والوں سے مرکزی اور مقامی احباب جماعت نے باقاعدہ رابطہ رکھا۔شہید مرحوم کی تعزیت کی اور بیمار پرسی بھی کی۔جزاھم اللہ

لیکن ہمارے لئے دلجوئی اور حوصلہ افزائی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ذاتی رابطہ بذریعہ فون تھا۔پیارے آقا کی آواز مبارک سنتے ہی جیسے تن بدن میں جمود کے بعد زندگی لوٹ آئی ہو۔حضور اقدس نے آخر پر فرمایا:۔

"خدا تمہیں ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے" آمین

حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تعزیتی خط میں بھی فرمایا:۔

"یہ تو ساری جماعت کا سانجھا دکھ ہے۔ہر احمدی دل خون کے آنسو رو رہا ہے لیکن ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں......اللہ تعالیٰ تمام شہداء کی قربانی قبول فرمائے"۔

(خط 04/07/10 بنام مرزا عبدالحق)

شہید مرحوم کی اہلیہ (ناصرہ بیگم صاحبہ) کہتی ہیں کہ "ہمارے دونوں خاندانوں میں ہماری ازدواجی زندگی ایک مثال تھی"۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مرحوم کے تذکرہ جمعہ میں فرمایا۔

"پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں ہر بیٹی کی پیدائش پر یہ کہتے تھے "رحمت آئی" اور ہر بیٹی کی پیدائش کے بعد ان کی ترقی ہوئی۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نصیحتاً فرمایا "یہ ان لوگوں کے لئے بھی سبق ہے جو بیٹیاں پیدا ہونے پر بعض دفعہ بیویوں کو کوستے ہیں"

(خطبہ جمعہ 11 جون 2010)

تلاوتِ قرآنِ کریم پابندی کیساتھ روزانہ گھنٹہ بھر ترتیل کیساتھ (جو بیگم سے سیکھی تھی) باآواز بلند کرتے۔بچوں کے فیصلے کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھا۔گھر میں آپ بچوں کو خلافت سے مضبوط تعلق کی تلقین کرتے۔MTA کے پروگرام بالخصوص جلسہ لندن، ایسے موقع پر میٹھا "بڑا کھانا" تیار ہوتا۔شادی شدہ بیٹیوں کو بھی مدعو کرتے۔جماعتی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دلاتے۔ہم یہ بالیقین کہتے ہیں کہ غیظ و غضب کے معاشرہ میں احمدیوں کا صبر و تحمل ضرور رنگ لائے گا۔

یہ شہداء لاہور سمجھا گئے ہیں
وفا کیا ہے اور عہد و پیمان کیا ہے
وراء الوراء تیرے وہم و گماں سے
اب اس کا جواب آئے گا آسماں سے

(یہ حالات ہم نے نزہت عامر صاحبہ بنت مکرم کیپٹن مرزا نعیم الدین صاحب شہید سے ٹیلی فون پہ پوچھ کر لکھے ہیں۔خاکسار مرزا عبدالحق۔سٹٹ گارٹ)

جاوداں زندگی

مکرم مرزا اعجاز بیگ صاحب شہید، مکرم مرزا انور بیگ صاحب مرحوم کے بیٹے، مکرم مرزا اکبر بیگؓ صاحب صحابی آف لنگر وال کے پوتے اور مکرم مرزا دین محمد صاحب مرحوم سکنہ لنگر وال ضلع گورداسپور کے پڑپوتے تھے۔ آگے جا کر ان کا شجرہ نسب مکرم مرزا ہادی بیگ صاحب سے ملتا ہے۔ مکرم مرزا دین محمد صاحب مرحوم آف لنگر وال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ ان کا ذکر ضمیمہ تذکرہ ﴿الہام حضرت مسیح موعودؑ۔1883ء صفحہ نمبر 644﴾ میں بھی آیا ہے۔ یوں شہید مکرم مرزا اعجاز بیگ صاحب مغل خاندان برلاس سے تعلق رکھتے تھے۔

مکرم مرزا اعجاز بیگ صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے دادجان مکرم مرزا اکبر بیگ آف لنگر وال کے ذریعے آئی۔ خاندان میں سب سے پہلے ان کے دادا جان مرحوم گیارہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوئے۔ اُن کے بعد باقی خاندان جماعت احمدیہ میں شامل ہوا۔

Ijaz Baig Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

شہید مکرم اعجاز بیگ صاحب میرے ماموں زاد بھائی تھے۔ ان کی پیدائش 1971ء میں لاہور میں ہوئی۔ یہ دو بھائی اور چھ بہنیں ہیں۔ ان کے بڑے بھائی مکرم مرزا ریاض بیگ صاحب آف بلجیئم تھے۔ جو نومبر 2009ء میں اچانک ہارٹ اٹیک کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شہید مکرم پانچ بیٹیوں سے چھوٹے تھے۔ ہماری ممانی جان نے اِن کو بڑی دُعاؤں اور التجاؤں سے خُدا سے مانگا تھا۔ کیونکہ ان کے دل میں شدید خواہش تھی کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ خُدا جوڑی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کو سُنا اور عزیزم اعجاز صاحب اُن کو عطا کئے۔ سات سال کی عمر میں اُن کی والدہ صاحبہ وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہنوں نے بہت پیار اور شفقت سے ان کی دیکھ بھال کی اور ان کو پروان چڑھایا۔ لیکن قُدرت کی مرضی کہ عین عالم شباب میں باپ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ ہمارے پیارے ماموں جان اچانک برین ہیمبرج کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اُن کے والد کی وفات کے بعد انکی دیکھ بھال انکی بڑی بہن نے کی۔ پس اِن حالات میں اُنھوں نے پرورش پائی اور ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کر کے گورنمنٹ کالج آف پولی ٹیکنیک میں ایڈمیشن لیا۔ کچھ عرصہ پاسپورٹ آفس لاہور میں کام کیا اور پھر تا وقتِ شہادت مکرم میجر جنرل ناصر صاحب شہید کے پرائیویٹ ڈرائیور تھے۔ اِسی عرصہ میں انکی شادی محترمہ امتہ المتین صاحبہ سے 28 سال کی عمر میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انکو دو بچوں سے نوازا۔ بڑا بیٹا مرزا ابتسام بیگ عمر 9 سال اور چھوٹا بیٹا مرزا افراز بیگ عمر 8 سال ہے۔ دونوں بچے وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔

خُدا کرے کہ یہ دونوں بچے جو آج وقفِ نو کے معصوم پودے ہیں۔ کل کو اپنے والد صاحب کی طرح عظیم الشان اور ثمر آور درخت بن کر آسمانِ احمدیت کے اُفق پر روشن ستاروں کی طرح چمکیں آمین۔ وہ بچپن میں والد کے شفیق سایہ اور پیار سے محروم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنکی خود حفاظت فرمائے اور اُن کو دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے آمین۔

شہید مرحوم نہایت سنجیدہ اور منکسر المزاج تھے۔ جب کبھی ہم لاہور جاتے تو ہمیں ٹرین میں سوار کرانے کیلئے ریلوے سٹیشن پر ضرور آتے۔ سب بہنوں سے بہت عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔

جب ان کی شہادت کی اطلاع کی تصدیق ہوئی۔ اس وقت بھی ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ کیونکہ ہم جرمنی کے وقت کے مطابق گیارہ بجے سے سانحہ لاہور کی رپورٹ لائیو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ دل سب شہداء کیلئے غم سے نڈھال تھا۔ پہلے اطلاع ملی کہ عزیزم اعجاز صاحب جمعہ پڑھنے گئے تھے اور اُن کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ دل میں اُن کی خیریت اور حفاظت کی دُعا جاری تھی۔ وہ کیفیت تو الفاظ میں بیان کرنا ہی مشکل ہے۔ جو اُس وقت اپنے احمدی بھائیوں کو دیکھ کر ہو رہی تھی۔ پہلے تو عزیزم اعجاز صاحب کی شہادت کی تصدیق نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب چھ بجے یہ اطلاع ملی کہ عزیزم اعجاز صاحب کی شہادت کی تصدیق ہو گئی ہے تو اناللہ و انا الیہ راجعون پڑھ لیا اور خُدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو گئے۔ ایک طرف تو اُنکی شہادت کا مرتبہ ملنے کی خوشی تھی۔ تو دوسری طرف انکی جدائی کا غم اور ان کی بیوہ اور دو بچوں کے یتیم ہونے کا دُکھ تھا۔

پہلے تو انکا جسدِ خاکی نہیں مل رہا تھا۔ اسوقت انکی اہلیہ صاحبہ نے بہت ہمت سے کام لیا۔ وہ کہتی ہیں کہ "پہلے میں اپنے نندوئی کے ساتھ ہر ہسپتال میں گئی اور ہر احمدی شہید کے چہرہ سے سفید چادر اُٹھاتی تو ایک ہلکی سی اُمید کی کرن دل میں اُٹھتی کہ شاید اعجاز زندہ ہوں۔ سب ہسپتال دیکھے اور اعجاز کو کہیں نہ پایا، آخر کار میو ہسپتال رہ گیا۔ وہاں جا کر بھی میں نے نجانے کتنے احمدی شہداء کے چہرے اسی طرح دیکھے۔ یہ عمل میرے لئے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ نجانے اسوقت میں کس جذبے کے تحت بڑے حوصلہ اور ہمت سے یہ کام کر رہی تھی۔ آخر کار مجھے وہ مل ہی گئے، جن کی مجھے تلاش تھی۔ میں نے اعجاز کو پا لیا۔ لیکن!...... وہ شہید ہو چکے تھے۔ اُسکے بعد کچھ دیر کیلئے ہم انہیں گھر لے کر آئے۔ عزیز و اقارب نے چہرہ دیکھا۔ پھر سب انکے جنازہ کے ساتھ ربوہ روانہ ہو گئے اور نمازِ جنازہ کے بعد صبح ساڑھے چھ بجے ان کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔"

انکی اہلیہ صاحبہ مزید بتاتی ہیں کہ" اعجاز کو دو ماہ سے گردوں میں انفیکشن تھا اور پیشاب کی تکلیف تھی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت یاب کر دیا۔رُو بصحت ہونے کے بعد وہ جمعہ پڑھنے کیلئے دارالذکر تشریف لے گئے تھے۔صبح اٹھ کر نہا دھو کر جب وہ تیار ہوئے۔تو اتنے اچھے اور خوبصورت لگ رہے تھے کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔اُن کے چہرے پر بہت روپ اور نکھار تھا۔وہ میرے ابّا جان اور بیٹے کے ساتھ جُمعہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے۔جب ٹی وی پر اس واقعہ کو دیکھا۔تو فوراً مسجد دارالذکر پہنچ گئی۔کیونکہ مسجد دارالذکر ہمارے گھر کے قریب ہی ہے۔لیکن وہاں پولیس اور خُدام نے آگے آنے سے منع کر دیا۔سخت پریشانی میں گھر لوٹی اور دُعاؤں میں لگ گئی۔پھر میرے ایک عزیز کا فون آیا کہ آپ کے میاں کو گولی لگ گئی ہے۔لیکن تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔جب میرے والد صاحب اور بیٹا شام کو واپس گھر آئے تو انھوں نے بتایا کہ جب دہشت گرد مسجد میں داخل ہو رہے تھے تو لوگوں نے کہا کہ سب لوگ نیچے تہہ خانے میں چلے جائیں۔اس پر یہ تینوں بھی سب کے ساتھ تہہ خانے میں جا رہے تھے۔جب سیڑھیوں کے دروازے کے سامنے آئے۔تو ایک سفّاک دہشت گرد کی گولی سیدھی اُنکی پیشانی پر لگی اور وہ وہیں پر گر گئے۔خون بہت زیادہ بہہ گیا۔جس وقت یہ لوگ باہر آئے۔لوگوں نے بتایا کہ طبّی امداد بر وقت نہ ملنے پر خون بہت زیادہ بہہ گیا اور یوں جامِ شہادت نوش فرمایا۔شہادت کے وقت ان کی عمر 39 سال تھی۔

میں اُسوقت اتنی تکلیف میں شدّتِ غم سے نڈھال تھی کہ میں یہ سمجھتی تھی کہ اب عمر بھر اس صدمہ سے باہر نہیں آؤں گی۔لیکن جب ہمارے پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فون پر ہماری خیریت دریافت کی اور تمام حالات پوچھے۔تو اسکے بعد مجھے اتنا حوصلہ اور صبر آگیا کہ میں بیان نہیں کر سکتی اور میرا سر فخر سے اُونچا ہو گیا کہ میں ایک شہید کی بیوہ ہوں اور میرے بچے ایک شہید کے بچے ہیں۔اور یہ کہ میرے میاں نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر کے ایک عظیم رتبہ پایا ہے۔اس کے بعد مجھے ایک عجیب سکون اور اطمینان مل گیا اور میں پہلی کیفیت سے باہر آ گئی"۔

میرے پیارے بھائی نے جامِ شہادت نوش کر کے پورے خاندان کا سر فخر سے بُلند کر دیا ہے۔اُن کی وفات کا دُکھ بھی ہے۔مگر اُن کی شہادت پر رشک ہے کہ انھوں نے خدا تعالیٰ کے گھر میں دائمی زندگی حاصل کر لی ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کے متعلق (یہ) مت کہو کہ وہ مردہ ہیں،(وہ مردہ) نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔

(تفسیرِ صغیر،صفحہ نمبر 33 آیت نمبر 155 سورۃ البقرہ)

ایسی موت تو قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہے جو ابدی زندگی پا جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انکے بیوی بچوں کا خود حامی و ناصر ہو اور دین و دنیا کی نعمتوں اور برکتوں سے نوازے آمین۔

(محترمہ مسرت احمد مرزا صاحبہ فرینکفرٹ)

رسمِ مقتل : شہادت خانہ خدا

جماعتِ احمدیہ عالمگیر کی تاریخ میں شہادتوں کا سب سے بڑا سانحہ 28 مئی کو جماعت لاہور (پاکستان) کے حصہ میں آیا۔کل 27 مئی کو جماعت نے یومِ خلافت منایا اور ابھی دو سال قبل صد سالہ خلافت جوبلی کے موقع پر اشاعت اسلام کے مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے جو مقدس عہد بھی دہرایا کہ ہمیشہ اپنی زندگیاں۔

"خدا اور اس کے رسول کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے" انشاء اللہ

اس عہد کی اجتماعی تشکیل کا جو نمونہ جماعتِ احمدیہ عالمگیر میں چک سکندر اور مونگ (ضلع گجرات) کے بعد لاہور میں متشکل ہوا۔

اے شہداء جماعت لاہور! آپ کے لئے حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ کی روح جلالی نہایت فرماں و شاداں آپ کے استقبال کے لئے منتظر ہے کیونکہ آپکو یہ جلیل القدر شہادت نہایت صبر و استقامت سے خالق حقیقی کے حضور عین جمعہ کے وقت خانہ خدا میں پیش کرنے کا موقع آیا۔مبارک صد مبارک

اے اپنے مولیٰ کے حضور جامِ شہادت نوش کرنے والو! والیٔ یثرب کی تمہیں نوید سعید ہے کہ تم نے میرے اصحاب رضوان کا بئرِ مَعُونہ (جہاں ستر اسّی حفاظ کو ایک شرارت آمیز سازش کے نتیجہ میں نجد کے قبیلہ عامر نے شہید کر دیا تھا) رسمِ مقتل شہادت کو زندہ کر دیا ہے۔مبارک ہو

راہِ مولیٰ میں اپنی جانوں کے نذرانوں کی پیشکش کرنے والے مخلص فدائیوں کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا۔

"انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر حال میں ہر قیمت میں قربانی دیتے ہوئے ہم کلمہ طیبہ کی حفاظت کریں گے اور مسجدوں کی ناموس کی حفاظت کریں گے پس انہوں نے تو اپنی راہ متعین کر لی۔فَمِنْهُم مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (الاحزاب:24) کے فیصلہ کو پورا کر دیا۔"

ان فی سبیل اللہ فدا ہونے والوں کی جرأت، استقامت اور اولی العزمی پر ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"موت کو سامنے دیکھ کر بھی وہاں موجود ہر احمدی نے کسی خوف کا اظہار نہیں کیا نہ ہی دہشت گردوں کے آگے ہاتھ جوڑے، نہ زندگی کی بھیک مانگی، بلکہ دعاؤں میں مصروف رہے اور ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش میں مصروف رہے۔کچھ مومنین کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا رتبہ عطا فرمایا اور یہ رتبہ پا کر ان کو خدا تعالیٰ نے دائمی زندگی عطا فرما دی اور یہ سب لوگ جو ہیں احمدیت کی تاریخ میں انشاء اللہ ہمیشہ روشن ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے"۔(خطبہ جمعہ 11 جون 2010ء)

خونِ شہیدانِ اُمت کا اے کم نظر! رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت تیرے دیکھتے دیکھتے پھول پھل لائے گی پھول پھل جائے گی

محترمہ امۃ الوحید صاحبہ: سٹٹگارٹ

مسجد نور ماڈل ٹاؤن لاہور میں مذہبی دہشت گردی

میں ایک پاکستانی احمدی ہوں۔ میرے پڑنانا مکرم مولوی محمد اسماعیل حلال پوری صاحب اور میرے دادا مکرم میاں عبدالعزیزؓ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ میرے تایا مکرم عبدالرشید ارشد صاحب مرحوم مربی سلسلہ احمدیہ تھے۔ 28 مئی 2010ء بروز جمعہ کیسے بیان کروں؟ کہ یہ دن کیا امتحان لے کر آیا۔ میں مسجد نور ماڈل ٹاؤن میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا ہوں۔ اس دن موسم کافی خراب تھا۔ سخت گرمی تھی اور ہر طرف دھول مٹی والی کیفیت تھی۔ سانس لینا بھی دوبھر تھا۔

بہر حال میں مسجد گیا اور دوسری صف میں جا کر سنتیں ادا کیں اور بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف ہوگیا۔ پہلے کچھ اعلانات ہوئے اور پھر ڈیڑھ بجے مکرم محمود احمد شاد صاحب مربی سلسلہ نے خطبہ جمعہ شروع کیا۔ کچھ دیر بعد باہر سے فائرنگ کی آواز آئی۔ مربی صاحب لحہ بھر کے لئے رُکے اور پھر فرمایا خطبہ جاری رہے گا۔ اس کے بعد گیٹ کی جانب سے شدید فائرنگ ہوئی اور پھر ایسا لگا کہ جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ حملہ آور گیٹ سے اندر داخل ہوگئے اور انہوں نے کھڑکیوں سے اندر کی طرف فائرنگ شروع کردی۔ میں نے فوراً اٹھ کر اپنے بائیں ہاتھ والا دروازہ بند کردیا، اسی طرح ہر خادم نے اپنی اپنی طرف کا دروازہ بند کردیا۔

تقریباً آدھا گھنٹہ شدید فائرنگ ہوئی۔ اس دوران میں پہلی صف میں سب سے بائیں طرف ہو کر لیٹ گیا اور مکرم مربی صاحب کی ہدایت کے مطابق باآواز بلند دعائیں کرنی شروع کردیں۔ میرے اندازے کے مطابق اس فائرنگ سے ہال میں موجود احباب میں سے چالیس پچاس احباب شہید یا زخمی ہوچکے تھے۔

فائرنگ کچھ تھمی تو میں جلدی سے اٹھ کر مکرم مربی صاحب کا پتہ کرنے محراب کی طرف بھاگا۔ میں نے دیکھا کہ مربی صاحب محراب کے سامنے اوندھے منہ لیٹے ہیں اور ان کے جسم میں زندگی کی کوئی رمق موجود نہ تھی۔ میرے ایک عزیز بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے ان کی خیریت پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ان کی کمر میں گولی لگی ہے۔ اسی دوران محراب میں موجود دوسرے دوستوں نے کہا کہ حملہ آور پچھلے ہال میں گھس آیا ہے۔ چنانچہ ہم ڈائس کے پیچھے ہوگئے، اس حملہ آور نے دوبارہ فائرنگ شروع کردی اور دو گرنیڈ بھی پھینکے۔ ڈائس کے پیچھے ہم لوگ محفوظ رہے۔ معاً ایک دوست نے کہا کہ ایک حملہ آور زمین پر گرا پڑا ہے۔ اس کی یہ بات سنتے ہی ہم تیزی سے محراب سے نکلے اور اس حملہ آور کی طرف بھاگے۔ اس دوران ایک بزرگ نے لاٹھی سے زمین پر گرے ہوئے حملہ آور کے سر پر ضربیں لگائیں۔ تاکہ وہ دوبارہ نہ اٹھے۔ میں اور میرے ایک ساتھی خادم نے حملہ آور کو قابو کیا۔ اور اس کو پکڑ کر بیٹھ گئے۔ کسی خادم نے توجہ دلائی کہ "یہ اپنے آپ کو دھماکے سے اڑا لے گا۔ اس کے ہاتھ باندھ دو"۔ میں ادھر ادھر اس کو باندھنے کے لئے کوئی چیز دیکھ رہا تھا تو ایک بزرگ نے کہا کہ "اس کو اپنی ٹائی سے باندھ دو"۔ پھر ہم نے اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف کس کر پکڑ لئے، اس کو جیکٹ پھاڑنے کی مہلت نہیں ملی۔ میں نے اپنی ٹائی کھولی اور اس سے اس کے ہاتھ باندھ دیئے۔ میرے ساتھی خادم نے حملہ آور کی جیکٹ سے 5 یا 6 گرنیڈ نکال کر الگ کردیئے۔ میرے ساتھ ایک خادم نے مل کر اس کی جیکٹ اتار کر اس کے جسم سے الگ کردی۔ یہ آخری حملہ آور تھا۔ جسے ہم نے پکڑا۔ جبکہ اس سے پہلے مسجد بیت النور کے اوپر والے ہال میں ایک حملہ آور کو ہمارے احمدی احباب پہلے ہی قابو کرچکے تھے۔ جس حملہ آور کو ہم نے پکڑا تھا۔ یہ اس طرح پکڑا گیا کہ ہمارے ایک احمدی دوست نے بتایا کہ وہ حملہ آور سے تقریباً 24 فٹ کی دوری پر تھے۔ اور جیسے کسی غیبی طاقت نے ان کو دہشت گرد تک پہنچایا۔ انہوں نے اپنے کندھے کی ٹکر سے حملہ آور کو نیچے گرایا۔ دھکے کی شدت برداشت نہ کرتے ہوئے یہ مذہبی انتہا پسند نیچے گر گیا اور ان دوست نے اس کے ہاتھ موڑ کر پیچھے کی طرف کس لئے اور اس کو بے بس کر کے اس سے گن بھی چھین لی۔

اس کاروائی کے بعد خاکسار نیچے تہہ خانے میں گیا۔ جہاں پر ہمارے احمدی احباب دعاؤں میں مصروف تھے۔ میں نے اعلان کیا کہ حملہ آور پکڑے جاچکے ہیں اب خیریت ہے۔ اس لئے احباب باہر نکلیں اور زخمی ہونے والوں کو سنبھالیں اور پانی وغیرہ پلائیں۔ اس طرح ہم زندہ بچ جانے والے اپنے زخمی بھائیوں کی تیمارداری اور ان کو پانی پلانے میں مصروف ہوگئے۔ تقریباً دس منٹ کے بعد گیٹ سے ایمبولینسز، اخباری رپورٹر اور پولیس کی بھاری نفری مسجد بیت النور میں داخل ہوئی۔ ہم نے پولیس والوں کو ہال میں موجود حملہ آور کی نشاندہی کی، جسے ہم نے پکڑ کر باندھا تھا۔ پولیس والے اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد ہم نے زخمیوں کو ایمبولینسز میں ڈال کر ہسپتالوں میں پہنچانے کا کام شروع کردیا۔ اس طرح محض اللہ کے فضل سے دہشت گردی کا یہ بھیانک سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

مسجد نور ماڈل ٹاؤن کے زخمیوں کو ہسپتال پہنچاتے ہوئے خاکسار کو علم ہوا کہ دارالذکر میں بھی اسی قسم کی انتہا پسندی ہوئی ہے۔ میرے بہنوئی دارالذکر میں تھے۔ اس لئے خاکسار مسجد نور کے زخمیوں کو ہسپتال پہنچا کر سیدھا مسجد دارالذکر پہنچا۔ جہاں میرے بہنوئی صاحب کو گولی لگ گئی تھی اور خاکسار کا بھانجا معجزانہ طور پر محفوظ تھا۔ خاکسار ان کو لے کر سروسز ہسپتال گیا اور دس دن انہی کی تیمارداری میں لگا رہا۔ خدا کے فضل سے میرے بہنوئی اب روبہ صحت ہیں۔

اس واقعہ کے بعد خاکسار پہلے سے زیادہ باقاعدگی اور اہتمام سے تیار ہو کر جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا ہے۔ میرے بعض غیر از جماعت کولیگ مذاقاً کہتے ہیں "یہ شہید ہونے جارہا ہے"۔ میں سمجھتا ہوں کہ شائد میں اس قابل نہیں تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے شہادت کا رتبہ عطا کرتا۔ وہ لوگ میرے سے زیادہ نیک تھے جو یہ مقام پاگئے۔ خاکسار اس واقعہ کے چند دن بعد مسجد میں موجود احباب سے ملا اور ان سے ان واقعات کی تفصیل اور تصدیق کے لئے گفتگو کی۔ میں نے وہ جگہ دیکھی جہاں میں لیٹا

ہوا تھا۔ قریب ہی دیوار میں گولیاں پیوست تھیں۔ جب میں نے ان کی پیمائش کی تو میں نے اندازہ کیا کہ وہ میرے جسم سے صرف چار انچ اوپر تھیں، اگر میں سیدھا نہ لیٹا ہوتا تو تمام گولیاں مجھے لگ جاتیں۔ میں اس واقعہ کے بعد دس دن تک ٹھیک طرح سے سو نہیں سکا۔ مجھے اپنے اردگرد گولیاں چلنے اور گرنیڈ پھٹنے کی آوازیں آتی تھیں۔ اس کے بعد اللہ کے فضل سے میں ٹھیک ہو گیا۔ اس سانحہ نے میرے اندر احساس ذمہ داری میں بھی اضافہ کیا ہے۔ اب مجھے پہلے سے زیادہ انہماک سے عبادت کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ اب میں خود کو پہلے سے بہتر انسان محسوس کرتا ہوں۔ الحمدللہ۔

دہشت گردی کی کاروائی کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس دوران ایک موقع پر کچھ لوگ مربی صاحب کے گھر چھپے ہوئے تھے۔ تو باہر اعلان ہوا کہ امام صاحب نے کہا ہے باہر آ جائیں۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔ اس وقت کسی نے کہا کہ "ہم تو انکو امام صاحب نہیں، بلکہ مربی صاحب کہتے ہیں ہم نے باہر نہیں جانا یہ دہشت گرد کا ساتھی ہے"۔ وہ باہر نہیں آئے اور وہ دہشت گرد وہاں سے چلا گیا اور اس طرح ایک شخص کی حاضر دماغی سے ہم مزید نقصان سے بچ گئے۔ بعد میں جماعت کے خدام نے خطرے کے تحت وہ گھر بھی خالی کروا لیا۔ میری تمام احباب سے درخواست ہے کہ خواہ کیسے بھی حالات ہوں۔ دعا کے ساتھ اپنے حواس قائم رکھنے کی کوشش کریں تا کہ زیادہ نقصان سے بچا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شہداء کے درجات بلند فرمائے اور زخمیوں کو صحت کاملہ وعاجلہ سے نوازے آمین ﴿از:۔ ع۔ شامی۔ پاکستان﴾

****

مکرم سعید احمد طاہر صاحب کو سپرد خاک کر دیا گیا

Saeed Ahmad Tahir Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

مورخہ 28 مئی 2010ء کو بیت النور ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہونے والی دہشت گردی کے نتیجہ میں مکرم سعید احمد طاہر صاحب ولد مکرم صوفی منیر احمد صاحب کینال پارک لاہور شدید زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مورخہ 6 جون 2010ء کو جنرل ہسپتال لاہور میں راہِ مولیٰ میں شہید ہو گئے۔ آپ نمازِ جمعہ پڑھنے کیلئے آ رہے تھے موٹر سائیکل کھڑا کیا وہیں ایک موٹر سائیکل میں ٹائم بم پھٹا جس کی وجہ سے آپ کا جسم گھٹنے سے لیکر چھاتی تک جل گیا۔ جنرل ہسپتال لیجایا گیا۔ ایک اپریشن بھی ہوا۔ مگر خدا کی تقدیر غالب آئی۔ اسی رات جنازہ ربوہ لایا گیا اور ساڑھے بارہ بجے محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے دار الضیافت میں نمازِ جنازہ پڑھائی اور عام قبرستان میں تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے ہی دعا کروائی۔ آپ نے پسماندگان میں بوڑھے والدین، ایک بہن، بیوہ کے علاوہ 2 بیٹے بعمر ساڑھے چار و تین سال اور ایک بیٹی بعمر 8 ماہ سوگوار چھوڑے ہیں۔ احباب جماعت سے مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

(08.06.2010 روزنامہ الفضل ربوہ)

مردِ حق کی دُعا

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظُلمت وجَور ٹل جائے گی
آہِ مومن سے ٹکرا کے طُوفان کا، رُخ پلٹ جائے گا رُت بدل جائے گی
تم دُعائیں کرو یہ دُعا ہی تو تھی، جس نے توڑا تھا سَر کِبرِ نمرُود کا
ہے اَزل سے یہ تقدیرِ نمرُودیت، آپ ہی آگ میں اپنی جل جائے گی
یہ دُعا ہی کا تھا مُعجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا
آج بھی دیکھنا مَردِ حق کی دُعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی
خوں شہیدانِ اُمّت کا اے کم نظر، رائیگاں کب گیا تھا کہ اَب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے، پُھول پھل لائے گی پُھول پھل جائے گی
ہے ترے پاس کیا گالیوں کے سِوا، ساتھ میرے ہے تائیدِ ربُّ الوریٰ
کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغِ دُعا، آج بھی، اِذن ہوگا تو چل جائے گی
دیر اگر ہو تو اندھیر ہرگز نہیں، قولِ اُملِی لَھُم اِنَّ کَیدِی مَتِین
سُنّتُ اللہ ہے، لا جَرَم بِالیقیں، بات ایسی نہیں جو بدل جائے گی
یہ صَدائے فقیرانہ حق آشنا، پھیلتی جائے گی شش جِہت میں سَدا
تری آواز اے دُشمنِ بد نَوا، دو قدم دُور دو تین پل جائے گی
عَصرِ بیمار کا ہے مَرَض لا دَوا، کوئی چارہ نہیں اَب دُعا کے سوا
اے غُلامِ مسیحُ الزماں ہاتھ اُٹھا، مَوت بھی آگئی ہو تو ٹل جائے گی

ازکلامِ طاہر مطبوعہ ۲۰۰۰ء

عورت کی زندگی کو کس طرح مفید بنایا جا سکتا ہے

تمہارے اندر وہ سیماب کی طرح تڑپنے والا دل چاہئے جو اس وقت تک تمہیں چین نہ لینے دے جب تک تم احمدیت اور اسلام کی حقیقی روح کو دنیا میں قائم نہ کر دو...... اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ عورت کی زندگی زیادہ سے زیادہ کس طرح مفید بنائی جاسکتی ہے پرانا دستور جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور اب بھی ہے کہ کھانا پکانے کا کام عورت کے ذمہ ہے۔ اب اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں عورت صرف کھانے پینے کے کام کے لئے ہی رہ گئی ہے۔ اس کے پاس کوئی وقت ہی نہیں بچتا جس میں وہ دینی یا مذہبی یا قومی کام کر سکے......

پھر بچوں کے پالنے کا کام ایسا ہے جس میں بہت کچھ تبدیلی کی ضرورت ہے یورپ میں تو عورتیں بچے کو پنگوڑے میں ڈالتی ہیں چوسنی تیار کر کے اس کے پاس رکھ دیتی ہیں۔ اور مکان کو تالا لگا کر دفتر چلی جاتی ہیں جب بچے کو بھوک لگتی ہے وہ چوسنی خود اُٹھا کر منہ سے لگا لیتا ہے لیکن ہمارے ہاں اگر ماں دو منٹ کے لئے بھی بچے سے الگ ہو تو وہ اتنا شور مچاتا ہے کہ آسمان سر پر اُٹھا لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ماں بچے کو الگ نہیں کرتی اسے ہر وقت اپنے ساتھ چمٹائے پھرتی ہے۔ بچہ پیدا ہوا۔ اور اسے گود میں ڈال لیا۔ اور پھر تین چار سال تک اسے گود میں اُٹھائے پھرتی ہے بلکہ ہمارے ملک میں تو پانچ پانچ سال تک لاڈلے بچوں کو اُٹھائے پھرتی ہیں۔

(بقیہ صفحہ 137 پر)

شہدائے لاہور کا ایک روشن ستارہ

مکرم شیخ شمیم احمد صاحب شہید

میرے پیارے بھتیجے عزیزم شیخ شمیم احمد جو کہ میرے چار بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے بھائی مکرم شیخ نعیم احمد مرحوم کے اکلوتے بیٹے تھے، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام مکرم شیخ محمد حسینؓ صاحب کے پوتے تھے اور مکرم شیخ کریم بخشؓ صاحب کے پڑ پوتے تھے۔ جسے خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دعاؤں سے عطا کیا تھا۔ کیونکہ عزیزم شمیم احمد شہید کی پیدائش سے پہلے چار بچے پیدائش کے فوراً بعد فوت ہو جاتے تھے۔ میرے بھائی مکرم نعیم احمد صاحب مرحوم کو خدا تعالیٰ سے شکوہ سا ہو گیا تھا کہ اے باری تعالیٰ! کیا میں ہی اس نعمت سے محروم رہوں گا، جبکہ تو نے میرے سب بہن بھائیوں کو اولاد کی نعمت سے نوازا ہے۔

میں نے بھائی کو کہا کہ جب تمہاری بیوی حاملہ ہو جائے تو اسی دن سے اپنے آنے والے بچے کے لئے تحریک جدید اور وقفِ جدید کا چندہ کٹوانا شروع کر دینا۔ اس دن کے بعد میرے بھائی نے ان دونوں تحریکات میں نئے آنے والے بچے کا علیحدہ چندہ دینا شروع کر دیا۔ ان برکات کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس بچے کو 38 سال تک صحت والی، کام کرنے والی ایک مومن کی زندگی عطا کی۔

Shaikh Shamim Ahmad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

28 مئی 2010ء بروز جمعۃ المبارک کو وہ مسجد دارالذکر میں نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ عام طور پر وہ جمعہ کے روز اپنی گاڑی کسی بچے کو یا سسر یا ہمسایوں میں سے کسی کو ساتھ لے جاتے تھے لیکن اس دن گاڑی خراب تھی اس لئے وہ موٹر سائیکل پر اپنے آفس (الفلاح بنک) میں چلے گئے۔ چونکہ وہ آڈٹ آفیسر کے عہدے پر فائز تھے، اس لئے مختلف شاخوں میں ڈیوٹی ہوتی تھی۔ اس دن انکی ڈیوٹی گڑھی شاہو برانچ میں تھی جو کہ مسجد دارالذکر کے قریب تھی، اس لئے وہ جمعہ کے وقت پیدل ہی مسجد چلے گئے۔

عزیزم شمیم احمد شہید کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ وہ مسجد میں داخل ہو کر فوراً کسی نہ کسی مد میں چندہ کٹواتے تھے۔ شہادت کے دن بھی ان کی جیب سے چندہ کی رسید برآمد ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 4 جون 2010ء کے خطبہ جمعہ میں عزیزم شمیم شہید کے بارہ میں جو کچھ فرمایا، اس کے بعد تو کچھ کہنے کو رہ نہیں جاتا، پر پھر بھی میں ایک دو واقعات بیان کرنا چاہتی ہوں۔

میری بڑی بیٹی جو کہ 4 اپریل 2010ء کو ایک سال بیمار رہ کر وفات پا گئی تھی، چونکہ ہم سب یہاں جرمنی میں تھے اور بوجہ مجبوری کے پاکستان نہ جا سکے۔ میرے بڑے بیٹے عزیزم اعجاز نے مکرم شمیم صاحب شہید کو درخواست کی آپ نے ہماری نمائندگی کرتے ہوئے سب انتظامات کرنے ہیں اور اس پر جتنے بھی اخراجات آئیں گے وہ میں خود ادا کروں گا۔ اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے مرحوم عزیزم شمیم شہید نے تمام انتظامات کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور ہم سے ایک روپیہ تک نہ لیا۔ میرے بیٹے کی انتہائی کوشش اور حتیٰ کہ ناراضگی اور غصہ کا اظہار کرنے کے باوجود ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ بھائی جان آپ یہی سمجھیں کہ سب کچھ آپ نے ہی کیا ہے اور میں نے سب سے بھی یہی کہا ہے۔ یہ اسکی عزیزوں کے ساتھ ہمدردی اور پیار تھا۔

میرے بھائی مکرم نعیم صاحب ہمیشہ اپنے بیٹے اور بیوی کو موٹر سائیکل پر ہی فیصل آباد لے کر جاتے تھے۔ ہم ہمیشہ اسے کہتے کہ دھیان رکھا کرو، کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ مگر وہ ہمیشہ کہتے کہ باجی ہم جب بھی جائیں گے اکٹھے ہی جائیں گے۔ اور اسی طرح یکے بعد دیگرے خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہادت کے ٹھیک 18 دن بعد عزیزم شمیم شہید صاحب کی والدہ یعنی میری بھابھی مبارکہ بیگم صاحبہ بھی بیٹے کی جدائی برداشت نہ کرتے ہوئے وفات پا گئیں، اور میرے شمی (عزیزم شمیم شہید) کے وہ الفاظ سچ ہو گئے کہ جب شہادت کے وقت دہشت گرد نے عزیزم شمیم احمد سے پوچھا کہ تمہارے مرنے کے بعد پیچھے کون رہ جائے گا تو اس نے جواب دیا کہ میرے بیوی بچے اور میرا خدا۔ شاید انہیں پتہ چل گیا تھا کہ میری ماں تو جلد ہی مجھ سے آ ملے گی۔ اس لئے انہوں نے ماں کے رہ جانے کا ذکر نہ کیا۔ اس کے بعد دہشت گرد نے ان کو کہا کہ تو پھر جاؤ اپنے خدا کے پاس، اور گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ شہید کا جسدِ خاکی امیر صاحب ضلع لاہور مکرم شیخ منیر احمد صاحب شہید کے اوپر تھا اور پھر ان کے اوپر اسلم بھروانہ صاحب شہید کا جسدِ خاکی تھا۔

عزیزم شمیم احمد شہید صاحب سلسلہ احمدیہ کے مخلص خادم تھے۔ سلسلہ کی عزت کی خاطر رشتہ داروں سے بھی ناتہ توڑ لیتے تھے۔ اطاعت کا پیکر اور ہمارے لئے روشنی کا مینار تھے۔ سلسلہ احمدیہ کی محبت، خلیفۂ وقت کی اطاعت، بزرگوں کی عزت، اپنے دفتر کے ساتھیوں کی عزت، اپنے کام میں جانفشانی اور ایمانداری اور سلسلہ کے بزرگوں کی اطاعت کا جذبہ سمندر کی طرح بھرا رہتا تھا۔ جیسا کہ میرے بھائی مکرم نعیم احمد صاحب مرحوم نے ہمیشہ سے ربوہ کو ربوہ شریف اور قادیان کو قادیان شریف ہی کہا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ان جیسے بہادر ساتھیوں کی وجہ سے احمدیت کا ستارہ ہمیشہ چمکتا رہا ہے۔ شہید نے اپنے پسماندگان میں چار وقفِ نو بچے، بیٹی عزیزہ ماریہ

احمد بارہ سال، بیٹا عزیزم فہیم احمد دس سال، عزیزہ بریرہ احمد سات سال اور عزیزم قویم احمد چار سال اور بیوہ چھوڑی ہے، جو آئندہ آنے والے وقت میں اسی طرح قربان ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ جیسا کہ حضور ایدہ اللہ نے اپنے ۴ جون کے خطبے میں فرمایا کہ خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خواب میں آکر عزیزم شمیم شہید سے کہا کہ بچے ہمیں دے دو۔ اس خواب کے بعد عزیزم شمیم شہید نے دوسرے ہی دن تمام بچوں کو وقفِ نو کی تحریک میں شامل کر دیا۔

ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور سلسلہ احمدیہ کی خاطر ان کے آگے بھی لڑیں اور پیچھے بھی لڑیں۔ عزیزم شمیم شہید کی اہلیہ نے مجھے ٹیلی فون پر دلاسہ دیتے ہوئے کہا کہ پھوپھو آپ ایک آنسو بھی نہ لائیں۔ ایک گیا ہے اور دو باپ کی جگہ لینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری صائمہ (اہلیہ عزیزم شمیم شہید) کو اور بچوں کو صبرِ جمیل عطا کرے اور وہ اسی طرح احمدیت کے روشن ستارے بنیں۔ آمین ثم آمین۔

ہم نے الفت میں تیری بار اٹھایا کیا کیا
تجھکو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

(بشریٰ ممتاز شیخ صاحبہ، جماعت کیل جرمنی)

مکرم ڈاکٹر نجم الحسن صاحب کو سپردِ خاک کر دیا گیا

مکرم ڈاکٹر نجم الحسن صاحب چائلڈ سپیشلسٹ ابن مکرم فخر الحسن صاحب آف اورنگی ٹاؤن کراچی کو 16 اور 17 اگست 2010ء کی درمیانی شب تقریباً سوا بارہ بجے بعمر 39 سال فائرنگ کر کے راہِ مولیٰ میں شہید کر دیا ہے ڈاکٹر موصوف 1971ء میں ڈھاکہ بنگلہ دیش میں پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک 1987ء میں اورنگی ٹاؤن کراچی، ایف ایس سی پری میڈیکل 1989ء میں کراچی بورڈ آف انٹر میڈیٹ سے اور ایم بی بی ایس سندھ میڈیکل کالج کراچی سے کیا۔ جناح میڈیکل یونیورسٹی ہسپتال میں آپ نے ہاؤس جاب کی۔ اس کے بعد بطور RMO سروس کی اور ساتھ ساتھ مزید تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ 1999ء میں FCPS مکمل کرنے کے بعد تا وقت وفات ڈاؤ میڈیکل یونیورسٹی آف سائنسز میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر ترقی پانے والے تھے۔ مرحوم اورنگی ٹاؤن میں طویل عرصہ سے اپنا پرائیویٹ کلینک چلا رہے تھے۔ وقوعہ کے روز مکرم ڈاکٹر صاحب کلینک بند کر کے جانے کے لئے گاڑی میں سوار ہوئے ہی تھے کہ واقعہ پیش آگیا۔ مرحوم کا تعلق حضرت محمود عالم صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے تھا۔ محترم مولوی عبد الماجد صاحب بھاگلپوری خسر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے دادا جان مکرم مخدوم الحسن آپس میں کزن تھے۔ مزید یہ کہ راہِ مولیٰ میں شہید ہونے والے مکرم ڈاکٹر عقیل بن عبد القادر صاحب آف حیدر آباد مکرم ڈاکٹر صاحب شہید کے رشتہ میں چچا تھے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ملنسار اور ہنس مکھ طبیعت تھی۔ بہت ہی رحم دل، نڈر، بہادر جرأت مند انسان تھے۔ نظامِ خلافت سے والہانہ عشق اور نظامِ جماعت کے ساتھ گہرا تعلق تھا، جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، چندہ جات کی ادائیگی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ اپنے دائرہ کار میں خوب دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے۔ بیوی بچوں اور بہن بھائیوں کیساتھ حسنِ سلوک کیساتھ پیش آتے اور اپنے بوڑھے والدین کے اطاعت گزار اور فرمانبردار تھے، ان کی ہر طرح سے خدمت کرنے والے تھے۔ شہید مرحوم کو اپنے حلقہ میں بطور زعیم مجلس خدام الاحمدیہ یہ خدمات بجالانے کا موقع ملا۔ کراچی میں مرحوم کی نمازِ جنازہ مورخہ 17 اگست کو نمازِ عصر کے بعد مکرم محمد نسیم تبسم صاحب مربی ضلع کراچی نے بیت العزیز عزیز آباد میں پڑھائی۔ جس میں کراچی اور دوسری جگہوں سے آئے ہوئے کثیر تعداد میں احباب جماعت نے شرکت کی۔ مرحوم خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ مرحوم کے لواحقین میت کو لے کر 18 اگست کو صبح 8 بجے کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو کر صبح 9 بجکر 45 منٹ پر لاہور پہنچے جہاں سے بذریعہ ایمبولنس ڈیڑھ بجے دوپہر ربوہ آمد ہوئی۔ ڈیوٹی پر مامور مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کے خدام نے ٹول پلازہ پر قافلے کا استقبال کیا اور پورے اعزاز کے ساتھ دار الضیافت ربوہ تک پہنچایا۔ موقع پر موجود احباب جماعت نے راہِ مولیٰ میں شہید ہونے والے اپنے اس بھائی کا آخری دیدار کیا۔ ربوہ میں مرحوم کی نمازِ جنازہ مورخہ 18 اگست کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ نے پڑھائی جس میں ربوہ اور دیگر علاقوں سے ایک بڑی تعداد میں احبابِ جماعت نے شرکت کی۔ موسم کی خرابی کے باعث میت کو بذریعہ ایمبولنس قبرستان عام میں لے جایا گیا۔ قبرستان عام میں مرحوم کی امانتاً تدفین کی گئی ہے۔ تدفین مکمل ہونے کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا ورشید احمد صاحب نے ہی دعا کروائی۔ تدفین کے موقع پر احباب جماعت کثیر تعداد میں موجود تھے اور اجتماعی دعا میں شامل ہوئے۔ احبابِ جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور اپنے مقربین اور پیاروں میں جگہ عطا فرمائے اور مرحوم کے جملہ لواحقین کو صبر کیساتھ یہ صدمہ برداشت کرتے ہوئے صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ 20.08.2010)

بہت ہی پیارے بھائی کی یاد میں!

مکرم پروفیسر عبدالودود صاحب شہید

اپنے عظیم الشان بھائی کی شہادت پر ایک طرف تو دل بہت پرسکون ہے۔ لیکن دوسری طرف ان کی جدائی کی وجہ سے ان کا ذکر کرتے ہی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے ہیں۔ جہاں وہ آنسو غمزدہ دل کی کیفیت کا عکس بنتے ہیں۔ وہاں تیرتے ہوئے ان آنسوؤں میں ان کی شخصیت کی سیرت کی جھلک بھی نظر آنے لگتی ہے۔ مکرم پروفیسر عبدالودود صاحب شہید ابن مکرم عبدالمجید صاحب، حضرت عبدالحمید شملویؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے تھے۔ آپ 31 دسمبر 1954ء میں راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ پیشہ کے لحاظ سے گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور میں انگریزی کے پروفیسر تھے۔ وکالت کا امتحان (ایل ایل بی) بھی پاس کیا ہوا تھا۔ گھر میں اکثر بھابھی سے کالج کے لڑکوں کا ذکر کرتے تھے۔ کالج کے لڑکے اکثر فلموں کی باتیں کرتے۔ ان کی کوشش ہوتی کہ آپ کو بھی ان باتوں میں شامل کریں۔ لیکن آپ نے صاف صاف کہہ دیا کہ میرے ساتھ تو صرف دین کی باتیں کرنی ہیں تو کریں۔ فضول باتیں مجھے پسند نہیں۔ اسی طرح جب بھی لڑکے باتیں کرتے اور آپ اُدھر سے گذرتے تو لڑکے خاموش ہو جاتے کہ سر گذر رہے ہیں۔ اُن کی بات کا بہت اثر تھا۔

جماعتی خدمات

اللہ کے فضل سے بچپن ہی سے جماعتی کاموں سے بہت لگاؤ اور دلچسپی تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہر شعبہ میں جماعتی خدمت میں حصہ لیا۔ اطفال الاحمدیہ سے انصاراللہ تک دینی کاموں میں مصروف عمل رہے۔ مجلس انصاراللہ کے فعال رکن تھے۔ اور بوقت شہادت نائب زعیم انصاراللہ لاہور چھاؤنی تھے۔

خلافت سے والہانہ عشق

خلافت جوبلی کے موقع پر آپ نے کوشش کر کے بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ خلافت سے والہانہ عشق تھا۔ خلیفہ وقت کی ہر آواز پر لبیک کہنا اپنا اوّلین فرض گردانتے اور خلافت سے وفا کے تعلق کو اپنی جان کا نذرانہ دے کر ثابت کیا۔ آپ عرصہ دراز سے نظام وصیت میں شامل تھے۔ اللہ کے فضل سے جائیداد کے حصہ آمد کی ادائیگی مکمل تھی۔ بلکہ زائد ادائیگی بھی ہو چکی تھی۔

معانقہ کا شرف

خلافت ثالثہ کے زمانہ میں جب حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ قومی اسمبلی کی کاروائی میں شرکت کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے۔ ان دنوں مکرم عبدالودود صاحب شہید نے بھی ڈیوٹی دی۔ بعد ازاں حضور رحمہ اللہ نے تمام ڈیوٹی دینے والوں کو معانقہ کا شرف بخشا۔ ان خوش نصیبوں میں آپ بھی شامل تھے اور اس اعزاز پر بہت خوش تھے۔

عطیہ خون کی سعادت

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانؓ صاحب جب لاہور میں بیمار ہوئے تو آپ کے لیے عطیہ خون دینے کی سعادت حاصل کی۔ اور ڈیوٹی دینے میں بھی پیش پیش تھے۔

عاجزی انکساری

آپ کی طبیعت میں بہت عاجزی اور انکساری تھی۔ ہر ایک سے بہت ہی نرم لہجے میں پیار و محبت کے ساتھ گفتگو کرتے۔ بہت نفیس طبیعت کے مالک تھے۔

ہمدردی خلق

ہمارے حلقہ میں گھر کے سامنے ایک غریب گھرانہ آباد تھا۔ اس گھرانہ کے ایک بزرگ آدمی کی وفات ہوگئی۔ تو آپ نے اس کی تدفین کے لیے پیسے جمع کیے اور ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اسی طرح حلقہ میں ایک خاتون کی وفات پر تعزیت کے لیے اپنی فیملی کے ساتھ ان کے ہاں گئے اور اُن کی مالی امداد بھی کی۔ خاندان میں ہماری خالہ زاد بہن کے میاں کی اچانک وفات ہوئی تو آپ نے سب بھائیوں کو جمع کر کے ان کی مالی امداد کی تاکید کی۔ بلکہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ غرضیکہ کہ ہر جانے انجانے کی مدد کے لیے ہر لحظہ تیار رہتے۔ غرباء کو ہمیشہ اپنی خوشیوں میں یاد رکھتے۔ اور بالخصوص عیدین کے مواقع پر اُن میں عیدی تقسیم کرتے۔

Professor Abdul Wadood Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

اسیری کا شرف

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ پاکستان میں آرڈیننس ہے کہ احمدی کلمہ طیبہ کا بیج نہیں لگا سکتے۔ اور اگر لگائیں تو یہ پاکستان کے قانون میں جرم سمجھا جاتا ہے۔ اسی قانون کے تحت 1984ء میں خاکسار کے چاروں بھائیوں پر کلمہ لگانے کا کیس ہوا۔ اس بناء پر شہید مرحوم کو بھی اسیری کا شرف حاصل ہوا۔ کیس 7 سال تک چلتا رہا۔

رشتہ داروں سے حسن سلوک

1986ء میں محترم بھائی شہید رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ محترمہ بھابی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ "23 سالہ رفاقت کے دوران مکرم شہید مرحوم نے میرے ساتھ کبھی بھی ترش روئی سے کلام نہیں کیا۔ شادی کے بعد 5 سال تک ہمارے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ تو میں پریشان ہو کر رونے لگتی۔ تو ودود صاحب شہید انتہائی شفقت کا برتاؤ کرتے اور تسلی دیتے کہ فکرمند کیوں ہوتی ہو۔ اللہ فضل فرمائے گا۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا اور دونوں نعمتیں عطا کیں۔ اور ماشاءاللہ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے"۔ ہم اپنے شہید بھائی کی جدائی پر بے حد غمگین ہیں اور اُن کی کمی بہت محسوس کرتے ہیں۔ بہن بھائیوں سے انتہائی شفقت کا تعلق تھا۔ ہر مشکل میں بہنوں کو بہترین مشوروں سے نوازتے اور ہر پریشانی میں حوصلہ دیتے۔ بڑی ہمشیرہ صاحبہ کے مکان کا مسئلہ کئی سالوں سے چل رہا تھا۔ وہ اپنی فہم و فراست سے حل کیا۔ اسی طرح بھائیوں کے معاملات میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے۔ ہر معاملہ میں آپ کا مشورہ مفید ثابت ہوتا۔ چھوٹے بھائی کا مکان بننے والا تھا۔ آپ نے سب بھائیوں کو مشورہ دیا کہ

مل کر مکان بنوا دیتے ہیں اور اپنے حصہ کی رقم سب سے پہلے ادا کی۔

قبولیت دُعا پر کامل یقین

مکرم عبدالودود صاحب شہید کو دُعا کی قبولیت پر کامل یقین تھا۔ایک مرتبہ اُن کے بیٹے عزیزم مقتدر کا امتحانی پرچہ تسلی بخش نہ ہوا۔ والد صاحب کے استفسار پر انھوں نے حقیقت بیان کی اور دعا کے لیے کہا۔ شہید مرحوم نے دعا کی اور عزیزم مقتدر کو بتایا کہ ''آپ اس پرچہ میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کرو گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ'' اور واقعی! عزیزم نے 90% نمبر حاصل کیے۔ اسی طرح محترمہ بھابھی جان بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ شہید مرحوم رمضان المبارک میں کہیں گئے ہوئے تھے۔ اُس دن گھر میں کسی اور کا روزہ نہیں تھا اور میں تسلی میں تھی کہ ودود صاحب تو افطاری کر کے ہی آئیں گے۔ لیکن کسی بنا پر وہ افطاری سے پانچ منٹ پہلے گھر واپس آ گئے۔ تو بھابھی صاحبہ بہت پریشان ہوئیں کہ اتنے کم وقت میں کیسے انتظام کروں۔ اس پر ودود صاحب نے فرمایا! ''پریشان کیوں ہوتی ہو۔ مجھے صرف پانی اور کھجوریں دے دو۔ کھانا بعد میں بنا دینا''۔ ابھی بات کر ہی رہے تھے کہ باہر گھنٹی بجی اور کسی نے سجی سجائی کھانے کی ٹرے افطاری کے لیے بھجوا دی۔ اللہ کی طرف سے خاص مہربانی ہوئی۔ الحمد للہ

بہترین داعی الی اللہ

مکرم شہید مرحوم بہترین داعی الی اللہ تھے اور ہمیشہ حکمت سے تبلیغ کیا کرتے۔ ایک بار مشہور غیر از جماعت مولانا طاہر القادری صاحب سے وفات مسیح پر گفتگو ہوئی اور دلائل سے وضاحت کی۔ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر عرض کیا کہ اب وقت نہیں ہے۔ پھر بات کریں گے۔ کالج کے پروفیسروں سے بھی جماعت کے بارہ میں بات چیت کرتے رہتے۔

28مئی 2010ء

28 مئی 2010ء کا دن ہمارے لیے کسی آزمائش سے کم نہ تھا جو ہمارے لیے یادگار بن گیا۔ اس غمناک سانحہ کے روز خاکسار کے دو عزیز از جان بھائی وہاں موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے بھائی محترم عبدالشکور صاحب کو غازی کا رتبہ دیا۔ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا۔ شیشہ لگنے کی وجہ سے ان کے پاؤں زخمی ہوئے۔ جبکہ دوسرے بھائی مکرم عبدالودود صاحب نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے کالج سے دارالذکر تشریف لے گئے۔ مسجد کے بڑے ہال میں موجود تھے دو تین گھنٹے تک محفوظ رہے۔ جب دہشت گردوں نے افواہ پھیلائی کہ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اُس دوران آپ مربی ہاؤس کی طرف جا رہے تھے کہ دہشت گردوں نے دوبارہ فائرنگ شروع کر دی۔ ایک بدبخت دہشت گرد کی گولی سے مربی ہاؤس کے دروازے پر ہی جام شہادت نوش کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری بھابھی محترمہ بیان کرتی ہیں کہ'' شہادت سے قبل گھر کے سارے کام جلدی جلدی نپٹائے۔ گھر میں سال بھر کی گندم اور چاول ڈلوائے۔ اپنے حصہ جائیداد میں سے چندہ وصیت کی مکمل بلکہ زائد ادائیگی کی'' خاکسار کو جرمنی میں مقیم 25 سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس عرصہ میں کبھی اتنے فون نہیں کیے جتنے شہادت سے دو ہفتہ قبل کیے۔ میں حیران تھی کہ خُدا جانے کیا بات ہے۔ لیکن شاید ان کو کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ محترم بھائی شہید کی انمٹ یادیں کبھی بھولنے والی نہیں۔

غیر از جماعت کا اظہار تعزیت اور اعتراف

ان کی شہادت پر ان کے کالج کے دوسرے تمام پروفیسرز کا وفد اظہار تعزیت کے لیے گھر تشریف لایا۔ انہوں نے کالج میں ان کی اچھی خدمات کا اعتراف کیا۔ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کے درجات کو بلند سے تر بلند کرتا چلا جائے۔ اور ان کی تمام نیکیاں اِن کی نسلوں میں جاری رکھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

(مکرمہ امتہ الروٌف صاحبہ حلقہ لیمس ہائن)

مکرم پروفیسر عبدالودود صاحب شہید

اگر وہ جاں کو طلب کرتے ہیں تو جاں ہی سہی — بلا سے کچھ تو نپٹ جائے فیصلہ دل کا
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا — ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا (از دُرِ ثمین)

مکرم پروفیسر عبدالودود صاحب شہید میرے بہنوئی تھے۔ اور میری چھوٹی بہن عزیزہ بشریٰ ودود کے میاں تھے۔ آپ کے والد کا نام مکرم عبدالمجید صاحب (مرحوم) تھا۔ اور آپ کے دادا جان مکرم عبدالحمید شملوی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔ آپ پانچ بہنوں اور تین بھائیوں میں سے تیسرے نمبر پر تھے۔ بچپن سے ہی بہت سمجھدار تھے، اور احساسِ ذمہ داری بھی غیر معمولی تھا۔ اس بات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب آپ کے والد صاحب کی وفات ہوئی تو اُس رات آپ کے والد صاحب نے بڑے بھائیوں کے موجود ہونے کے باوجود آپ کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ ''میرے بعد اپنی والدہ صاحبہ اور سب بہن بھائیوں کا خیال تم نے رکھنا ہے'' حالانکہ اس وقت آپ کی عمر صرف تیرہ، چودہ سال تھی۔ آپ نے اپنے والد صاحب سے کیے ہوئے اس وعدہ کو نہایت ذمہ داری کے ساتھ آخری دم تک نبھایا۔ بڑے اور چھوٹے سب بہن بھائیوں کا یہی کہنا ہے کہ ''میرا عبدالودود بھائی سے سب زیادہ محبت کا تعلق تھا''۔ محترم عبدالودود صاحب شہید نے M.A.English اور L.L.B کیا ہوا تھا، اور آجکل باغبان پورہ کالج لاہور میں انگلش کے پروفیسر تھے۔

جب سے آپ کی شادی میری بہن سے ہوئی تھی، تب سے ان کے ساتھ ہمارا ایک قریبی تعلق تھا۔ بحیثیت داماد انہوں نے حقیقتاً ہمارے والدین کو اپنے والدین کا سا درجہ دیا ہوا تھا۔ چونکہ آپ کے اپنے والد صاحب تو آپ کے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے اس لئے آپ ہر کام میں ہمارے ابو جان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ چاہے نوکری ہو یا اپنے مکان کی تعمیر، ہر ایک کام کو شروع کرنے سے پہلے ہمارے ابو اور امی جان سے دعا کی درخواست کرتے تھے، بڑی محبت اور اصرار سے اپنے گھر بلاتے اور بہت عزت و احترام کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں ظاہرداری اور دکھاوا بالکل نہ تھا۔ سادہ مزاج، صاف اور سیدھی بات کرنے والے تھے۔ ہم سب بہن بھائیوں کے ساتھ بھی بہت اپنائیت کا تعلق تھا، جب بھی ہم اکٹھے ہوتے تھے تو ہمارا پسندیدہ موضوع اپنی جماعت ہوتا تھا۔ احمدی ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنی نوکری کے دوران بعض متعصب غیر از جماعت احباب کے ہاتھوں جو تکالیف اور زیادتیاں اٹھائیں اور پھر جس طرح خدا تعالیٰ نے ان کو ان مشکلات سے نکالا اور غیر معمولی فضلوں سے نوازا۔ ان سب باتوں کا وہ بڑے جوش سے ذکر کیا کرتے تھے کئی

دفعہ ملازمت کے دوران ان کی ترقی روک دی گئی مگر بعد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو ترقی مل گئی۔ اور ایک دفعہ ان کے کئی مہینوں تک الاؤنسز روک دیئے گئے بعد میں ایک قانون پاس ہوا اور ان کے رکے ہوئے تمام الاؤنسز واپس مل گئے۔ آپ اس کا ذکر بہت خوشی سے کیا کرتے تھے۔ 1984ء میں کلمہ کیس میں اسیر راہ مولا بھی رہے۔ 6یا7 سال یہ کیس چلتا رہا اس دوران آپ کو احباب جماعت سے یہ مشورہ بھی ملتا رہا کہ ''آپ کسی اور ملک میں چلے جائیں۔ مگر آپ ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ پاکستان میں تبلیغ کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے۔

نماز اور تلاوت قرآن کریم میں کمال درجہ کی باقاعدگی تھی۔ گھر میں اپنی بیوی اور چاروں بچوں کی قرآن کریم کے لفظی ترجمہ کی کلاس لیا کرتے تھے۔ یہ کلاس نماز مغرب کے بعد ہوتی تھی۔ خود سبق یاد کر کے بیوی کو سنایا کرتے تھے اور پھر بیوی بچوں سے خود بھی سنا کرتے تھے، تقریباً سترہ، اٹھارہ پارے لفظی ترجمہ کے ساتھ زبانی یاد کر لئے تھے۔ گھر میں تقریباً تمام نمازیں ہی باجماعت ہوتی تھیں۔

میری بہن عزیزہ بشریٰ ودود بتاتی ہیں کہ ''میں نے شادی کے روز پہلی مرتبہ اپنے میاں کو اس وقت دیکھا جب بارات ابھی واپس لاہور پہنچی ہی تھی۔ آپ نے گھر آتے ہی وضو کیا اور دولہا کے روایتی لباس میں صحن میں بچھے تخت پوش پر نماز ادا کرنے لگے۔ اور آخری مرتبہ بھی ان کو اس وقت دیکھا جب وہ 28 مئی کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے دارالذکر جا رہے تھے۔ میرے شوہر نہایت نرم مزاج تھے، عام زندگی میں بھی کبھی سختی نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے تھے اگر کھانا پکنے میں کبھی دیر بھی ہو جاتی تو بھوک کے باوجود کہتے کہ تم تسلی سے کھانا بنا لو میں تب تک آرام کر لیتا ہوں۔ کھانے میں کبھی بھی عیب نہ نکالتے تھے ایک ہی سالن کو دو دن بھی کھانا پڑتا تو خوشی خوشی کھا لیتے تھے کبھی بھی سختی کا کوئی لفظ نہیں بولا۔ ناراض بھی ہوتے تو صرف کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاتے تھے ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو اللہ کا کتنا شکر ہے کہ ہماری زندگی میں کوئی تلخی نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے تو دنیا میں ہی ہمیں جنت دی ہوئی ہے۔ میرے احساسات کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے''۔

میرے بہنوئی نے شادی شدہ زندگی کے ان 24 سالوں میں کبھی بھی نہ اپنے گھر والوں کے سامنے اور نہ ہی ہمارے والدین کے سامنے اپنی بیوی کی کوئی برائی کی۔ بلکہ بڑی محبت سے میرے سامنے کہتے تھے کہ ''تمہاری بہن میں تو اللہ تعالیٰ نے بڑی صلاحیت دی ہوئی ہے۔ دیکھو! بحیثیت صدر لجنہ حلقہ بھی بہترین کام کر رہی ہے اور گھریلو ذمہ داریوں میں بھی کوئی کمی نہیں آنے دیتی یہ تو میرے لئے God given gift ہے''۔

مکرم عبدالودود صاحب شہید مختلف شعبہ جات میں جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے، لمبا عرصہ صدر حلقہ اور زعیم انصار اللہ کے عہدوں پر فائز رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عرصہ 8 سال اسیرانِ راہ مولا ساہیوال کی خدمت میں پیش پیش رہے، جس کا ذکر محترم مربی سلسلہ الیاس منیر صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ''میرے نہایت محترم دوست کی اور بھائی شہیدِ لاہور برادرم مکرم پروفیسر عبدالودود صاحب سے مجھے ساہیوال جیل میں تعارف ہوا جس کے بعد موصوف مسلسل آٹھ سال تک نہایت خاموشی سے ہم اسیرانِ راہ مولا کی غیر معمولی خدمت بجا لاتے رہے۔ شہید مرحوم Self Made انسان تھے، ابتداء میں کلرکی سے نوکری کا آغاز کیا اور جب 1986ء میں ہمیں نمرودِ وقت نے سزائے موت کا حکم سنایا تو اس وقت شہید عبدالودود صاحب پنجاب سیکرٹیریٹ کے جیل سیکشن میں متعین تھے، جس کی وجہ سے ان کے لئے جیل میں ملاقات کے لئے آنا بہت آسان تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ہمارے ہاں جو آنا شروع کیا تو یوں لگتا تھا کہ جیسے انہوں نے جیل کے باہر ہی خیمہ لگایا ہوا ہے۔ ہر دو تین ہفتے بعد ہمارے پاس پہنچ جاتے اور ہمارا ہر طرح سے خیال رکھتے۔ ان کا ہمارے پاس آنا جیل حکام کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہوتا تھا۔ غرضیکہ اس طرح سے انہوں نے خدمت کا یہ سلسلہ نہایت خاموشی، اخلاص اور بے نفسی کے ساتھ 1994ء یعنی ہماری رہائی تک جاری رکھا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ موصوف خاموش طبع تھے تاہم جب کلام کرتے تو دل کی گہرائی سے کرتے۔ احمدیت کے حوالہ سے آپ بڑے دلیر اور جرأت مند تھے۔ کبھی اپنے احمدی ہونے کو پوشیدہ نہ رکھا''۔

میرے بہنوئی مکرم عبدالودود صاحب شہید ہر ایک کی مدد کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ سب بھائیوں کو کہہ رکھا تھا ''کہ اگر کسی کو مالی مدد کی ضرورت ہو تو آپ ادائیگی کر دیا کریں میں آپ کے اکاؤنٹ میں رقم بھیج دیا کروں گا''۔ یہ پیشکش صرف اپنوں کے لئے ہی نہیں بلکہ غیروں کے لئے بھی تھی۔

چونکہ آپ نے وکالت بھی پڑھی ہوئی تھی اس لئے لوگوں کے دیگر مسائل حل کرنے میں بھی مدد کیا کرتے تھے۔ ایک ذہنی معذور بیوہ کو حصہ جائیداد میں سے اس کا حق لے کر دیا اور اس معاملے کو گھر کی چار دیواری میں ایسے طریقے پر حل کیا کہ اس عورت کو عدالت تک جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ آپ کی خدمات صرف اپنے ہم مذہبوں کے لئے ہی نہ تھیں بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں سے بھی مخلص تھے۔ ایک عیسائی فیملی کا لڑکا فوت ہو گیا تو اس فیملی کی مالی طور پر اعانت کرتے رہے۔

شہید محترم موصی تھے ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ بجٹ سے زائد ادائیگی کر دیں سات، آٹھ سال پہلے اپنا گھر بنوایا تھا ابھی لکڑی کی ڈیکوریشن کا کام باقی رہتا تھا تو کہنے لگے کہ ''مجھے زیادہ فکر اس بات کی ہے کہ اپنی زندگی میں ہی اپنے ہاتھ سے اس گھر کا حصہ جائیداد ادا کر دوں'' پھر بیوی کے مشورہ سے کمیٹی ڈال دی اور اپنی زندگی میں ہی گھر کا حصہ جائیداد ادا کر دیا۔ ان کی بیوی بتاتی ہیں کہ انکی وصیت کی فائل بالکل مکمل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ زائد ادائیگی کی ہوئی ہے۔

مکرم عبدالودود صاحب شہید فجر کی نماز کے بعد باقاعدگی سے صبح کی سیر کے لئے جاتے تھے جس راستے سے گزرتے ہر راہ گیر کو سلام کرتے جاتے تھے بلکہ آپ خود بھی بتایا کرتے تھے کہ ''لوگ میرے سلام کرنے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ میرے سلام کرنے سے پہلے ہی خود سلام کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ کوئی واقفیت یا جان پہچان نہیں ہے۔ ان کی بیوی بتاتی ہیں کہ ''سیر سے واپسی پر وہ میرے ہاتھ پر اپنی بند مٹھی کھول دیا کرتے تھے جس میں موتیے کے چند پھول ہوا کرتے تھے کہتے تھے۔ ''اپنے بالوں میں لگالو''۔ ان کی شہادت کے دو دن بعد کا ذکر ہے کہ میری چھوٹی بیٹی جویریہ جس کی عمر سات سال ہے صبح کے وقت گارڈن میں گئی اور واپس آ کر میرے ہاتھ پر اپنا ننھا سا ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے دیکھا اس میں موتیے کے پھول تھے۔ کہنے لگی ''ماما ان کو بالوں میں لگالیں''۔

محترم عبدالودود شہید میں ایک خاص عادت یہ تھی کہ جب بھی کسی کی وفات کی اطلاع ملتی وہ ہمیشہ اس کی نماز جنازہ میں شامل ہونے کی کوشش کرتے چاہے اس کے لئے لمبا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے بلکہ ایک مرتبہ تو دس دن میں تین مرتبہ صرف

نماز جنازہ پڑھنے کے لئے لاہور سے ربوہ گئے کہتے تھے کہ ''ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ اس کی نماز جنازہ میں ضرور شامل ہو'' وہ اکثر MTA ہی دیکھتے تھے۔ حافظ مظفر احمد صاحب کی تقاریر جو سیرت النبی ﷺ سے متعلق ہیں بڑی محبت سے سنا کرتے تھے۔ اکثر آنکھوں سے آنسو گر رہے ہوتے تھے جنہیں وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر چھپانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

جب میں نے اپنی بہن سے بھائی جان کی شہادت سے چند روز پہلے کی مصروفیات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ''تقریباً دو تین ماہ پہلے میں نے ایک خواب دیکھا جس سے مجھے یوں خیال ہوا کہ شاید میری زندگی کا وقت کم ہو رہا ہے۔ چونکہ بچے ابھی چھوٹے تھے اس لئے میں کافی پریشان ہوگئی اور دعاؤں میں لگ گئی۔ مگر گھر میں میاں سے ذکر نہ کیا شہادت سے تقریباً دو ہفتہ پہلے میں نے محسوس کیا کہ مکرم عبدالودود صاحب کچھ پریشان ہیں اور جلدی جلدی کام سمیٹ رہے ہیں۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگے کہ 'ایک خواب دیکھا ہے مگر بتاؤں گا نہیں'۔ مگر اس کے بعد یہ ہوا کہ وہ باجماعت نمازوں میں اکثر شہادت کی مخصوص آیات کی تلاوت کرنے لگے۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرۃ:154)

ترجمہ:۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ (اللہ سے) صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جب انہوں نے ان آیات کی تلاوت شروع کر دی تو میں اور پریشان ہوگئی کہ انہوں نے کیا خواب دیکھا ہے جو یہ اللہ سے صبر اور دعا کے ساتھ مدد مانگ رہے ہیں۔ میں نے پھر کہا کہ 'آپ مجھے اپنا خواب سنا دیں میں وعدہ کرتی ہوں کہ پریشان نہیں ہوں گی اور دعا کروں گی'۔ تو کہنے لگے کہ 'ٹھیک ہے بتاتا ہوں'۔ ابھی وہ خواب سنانے ہی لگے تھے کہ دونوں چھوٹی بیٹیاں بھاگتی ہوئی آئیں اور باپ کی گود میں چڑھ گئیں اور موضوع بدل گیا اور چند روز بعد ہی آپ کی شہادت ہوگئی''۔

میری بہن مزید بتاتی ہیں کہ ''شہادت کے تین چار روز بعد کی بات ہے کہ میں بہت اداس تھی اور رو رہی تھی کہ میری چھوٹی بیٹی جویریہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ماما میرے ساتھ کچن میں چلیں میں نے پاپا کی کوئی بات کرنی ہے میں اس کے ساتھ کچن میں گئی تو کہنے لگی کہ 'ماما میں نے آپ کو یہ بتانا تھا کہ پاپا کا صرف جسم ختم ہوا ہے اور وہ خود زندہ ہیں جب آپ روتی ہیں تو وہ آپ کو دیکھتے ہیں اور ان کو بھی دکھ ہوتا ہے اس لئے آپ اب نہ رویا کریں'۔ شہادت کے بعد جب MTA کی ٹیم ہمارے گھر آئی اور میرے بیٹے عزیزم عبدالمقتدر سے جس کی عمر چودہ سال ہے اس کے والد صاحب کی شہادت پر اس کے تاثرات پوچھے تو میں یہ سن کر حیران رہ گئی کہ عزیزم عبدالمقتدر نے کہا کہ 'میں خوش ہوں کہ میرے ابو شہید ہوگئے ہیں اور مجھے دکھ ہے کہ میں انکے ساتھ شہید کیوں نہیں ہوا''۔

مکرم پروفیسر عبدالودود شہید کے ایک طالب علم نے Internet میں لکھا ہے کہ ''جب میں شیخوپورہ پاکستان میں تھا تو مکرم عبدالودود صاحب میرے ٹیچر تھے۔ ان کو احمدی ہونے کی وجہ سے بہت discriminate کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بہت سے طالب علم اور ٹیچرز ایسے بھی تھے جو ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھے''۔

درد کی اس فضا میں جب ہر احمدی کی آنکھ نم تھی اور ہر دل اس غم سے بوجھل تھا۔ خدا تعالیٰ آنے والے وقتوں میں اسلام احمدیت کی عالمگیر ترقی کی بشارتیں دے کر ان غم زدہ دلوں کی دلداری کے سامان بھی پیدا فرما رہا تھا۔ محترم عبدالودود شہید کی ایک عزیزہ محترمہ طاہرہ حمید صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ''میں نے شہادت کے دو روز بعد خواب میں دیکھا کہ سرخ رنگ کی اینٹوں سے ایک نئی دیوار تعمیر کی گئی ہے۔ یہ دیوار بہت اونچی ہے اور اس کو تین مرتبہ اونچا کیا گیا ہے۔ یعنی ایک مرتبہ بنائی گئی ہے پھر اونچا کرنے کے لئے دوسری مرتبہ اسی کے اوپر پھر اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہے اور پھر مزید اونچا کرنے کے لئے تیسری مرتبہ پھر اسی پر تعمیر ہوئی ہے۔ اس دیوار کے اوپر محترم عبدالودود شہید کھڑے ہیں، انہوں نے سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور سر پر سفید رومال بندھا ہوا ہے، کپڑے ہوا سے لہرا رہے ہیں، علاقہ دیکھنے میں کشمیر کا لگتا ہے اور زمین پر دور تک سبز گھاس اگی ہوئی ہے۔ محترم عبدالودود شہید کے بائیں ہاتھ میں چار رسّے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ ''ودود بھائی! آپ نے یہ رسّے کیوں پکڑے ہوئے ہیں؟'' تو کہتے ہیں کہ ''ٹھہر کر بتاتا ہوں''۔ میں کہتی ہوں کہ ''نہیں! ابھی بتائیں''۔ کہتے ہیں ''اچھا!'' اور رسّے ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ چاروں رسّے اوپر اٹھنے لگتے ہیں اور جب ان کے بل کھلتے ہیں تو مل کر ایک سفید رنگ کا جھنڈا یا بینر سا بن جاتا ہے۔ اس پر سرخ رنگ سے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوتا ہے اور سرخ رنگ سے لکھے ہوئے اس کلمہ پر سنہری افشاں لگی ہوتی ہے۔ پھر میری نظر مکرم عبدالودود صاحب شہید کے دائیں ہاتھ پر پڑتی ہے تو ان کی شہادت کی انگلی سرخ ہوتی ہے اور اس پر بھی سنہری افشاں لگی ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ گویا انہوں نے شہادت کی انگلی سے یہ کلمہ لکھا ہے اور اوپر افشاں لگائی ہے میں ان سے کہتی ہوں کہ آپ نے کلمہ تو لکھ دیا مگر الا اللہ کے نیچے زیر نہیں لگائی تو کہتے ہیں ''اب نہیں لگا سکتا تم لگا دو''۔ میں کہتی ہوں کہ میں اتنی اوپر کیسے جاؤں تو کہتے ہیں ''کوشش کرو''۔ میں بڑی کوشش کر کے ہوا میں بلند ہوتی ہوں اور الا اللہ کے نیچے ہلکی سی زیر لگا دیتی ہوں پھر وہ جھنڈا فضا میں بلند ہوتا جاتا ہے اور پورے آسمان پر پھیل جاتا ہے اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ اس کا سرا نظر ہی نہیں آتا اور سورج کی روشنی میں کلمہ بے انتہا چمک رہا ہے چمک اتنی زیادہ ہے کہ میں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر جھنڈے کو دیکھنے کی کوشش کرتی ہوں، جب میں زمین کی طرف دیکھتی ہوں تو نیچے بے شمار لوگ کھڑے ہیں ہر قسم کی قومیتوں کے، مگر افریقی اور عربی لوگ خاص طور پر نمایاں ہیں اور اچک اچک کر جھنڈے کو دیکھ رہے ہیں''۔ اس خواب میں نہ صرف جماعت احمدیہ کے لئے بلکہ پورے عالم کی سعید روحوں کے لئے ایک عظیم الشان بشارت کی بڑی واضح جھلک نظر آ رہی ہے

خونِ شہیدانِ امّت کا اے کم نظر، رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت تیرے دیکھتے دیکھتے پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گی

محترم عبدالودود شہید صاحب کی خالہ زاد بہن کے بیٹے نے آپ کی شہادت سے دو روز قبل خواب میں دیکھا کہ کسی نے کہا ہے ''عبدالودود اور شہادت''۔

معزز قارئین! ہم جب بھی اپنے ان شہید بھائیوں کے بارے میں سنتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تقریباً ان سب شہداء کو زندگیوں میں ہی اس عظیم رتبہ کی خوشخبری دے دی تھی۔ مبارک ہیں وہ وجود جو یہ عظیم رتبہ پا گئے۔ میری ایک سہیلی محترمہ امۃ القدوس خان صاحبہ جب میرے گھر آئیں تو انہوں نے مجھے کہا کہ

''فرزانہ میں تم سے افسوس کرنے نہیں آئی بلکہ تمہارے عزیزوں کی شہادت پر مبارکباد دینے آئی ہوں۔ یہ تو وہ بلند درجہ ہے جو نصیب والوں کو ملتا ہے۔ اور میں نے کہیں سنا ہے کہ جب کوئی شخص راہ مولیٰ میں شہید ہوتا ہے تو وہ اپنی شہادت پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ خواہش کرتا ہے کہ کوئی اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے اس انعام پر مبارکباد دے۔ پس تم بالکل نہ رو اور ان کے لئے دعا کرو اور کہو کہ اے میرے بھائی تجھے تیری شہادت مبارک ہو کیونکہ تم ان آخرین میں سے ہو جو اوّلین سے ملنے والے ہیں''۔ مجھے اپنی اس دوست کی بات سمجھ آ گئی۔ میں اپنی صابر و شاکر بہن اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے بلند حوصلوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہوں جو بار بار یہ کہتی ہے کہ ''میں اپنے مولا کی رضا میں تہہ دل سے راضی ہوں۔ بے شک ہم اسی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے مگر میں اس محبت کا کیا کروں؟ جو مجھے اپنے محبوب رفیق زندگی سے تھی، جس کی اوٹ میں بیٹھ کر میں بفضل خدا ہر غم سے بے فکر تھی، آج اپنے میاں کو رخصت کرتے ہوئے میں نے ان سے بہت سے وعدے کئے ہیں کہ ''میں ساری زندگی آپ کو اپنی ہر دعا میں یاد رکھوں گی، آپ کے بچوں کی اچھی تربیت کرنے کی کوشش کروں گی اور میری زندگی کا مقصد ہمیشہ خلیفہ وقت اور نظامِ جماعت کی اطاعت ہوگا''۔

میری پیاری بہنو! اس دردِ مشترک میں میں آپ سے اپنی بہن بشریٰ وودو صاحبہ اور ان تمام بہنوں کے لئے جن کے گھروں سے شہداء گئے ہیں، دعا کی درخواست کرتی ہوں ان شہداء کے اہل وعیال کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں تا کہ خدا تعالیٰ اپنی سکینت ان کے دکھی دلوں میں اتار دے اور انکے ہم و غم کو امن میں بدل دے۔ وہ کیسے کرے گا یہ صرف وہی جانتا ہے، ہم تو بس اپنے پیارے خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنے دلوں کو یہ سوچ کر تسلی دیتے ہیں کہ:-

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل، تو جان فدا کر

(طالبِ دعا :۔ فرزانہ ندیم) Koblenz City,Neuwied

مکرم نصیر احمد بٹ صاحب فیصل آباد راہِ مولیٰ میں شہید ہو گئے

مورخہ 8 ستمبر 2010ء کو تقریباً 12:15 بجے سمن آباد فیصل آباد میں مکرم نصیر احمد بٹ صاحب ولد مکرم اللہ رکھا بٹ صاحب کو ایک نامعلوم موٹر سائیکل سوار نے فائرنگ کر کے راہِ مولیٰ میں شہید کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق مکرم نصیر احمد بٹ صاحب مدنی چوک فیصل آباد میں اپنی پھل کی دوکان پر گاہکوں کو پھل دے رہے تھے کہ اسی دوران موٹر سائیکل پر ایک شخص آیا جس نے ہیلمٹ پہنا ہوا تھا اس نے مکرم نصیر احمد بٹ صاحب پر چھ سات فائر کئے جو کہ ان کے چہرے، گردن اور چھاتی پر لگے اور وہ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ حملہ آور فائرنگ کرنے کے بعد موقع سے فرار ہو گیا۔ بعد ازاں مرحوم کو الائیڈ ہسپتال لے جایا گیا جہاں ان کا پوسٹ مارٹم ہوا اور بعد نماز مغرب سمن آباد میں نماز جنازہ محترم شیخ مظفر احمد ظفر صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع فیصل آباد نے پڑھائی۔ اسکے بعد میت ربوہ لائی گئی جو رات 9.00 بجے کے قریب ربوہ دار الضیافت پہنچی جہاں پر کثیر تعداد میں احباب اور بزرگان سلسلہ نے مرحوم کا استقبال کیا۔ تھوڑی دیر میت کو دار الضیافت میں رکھ کر عزیز و اقارب اور موقع پر موجود احباب کو چہرہ دکھایا گیا۔ بعد ازاں میت کو فضل عمر ہسپتال کی مورچری میں شفٹ کر دیا گیا۔

ہسپتال سے مورخہ 9 ستمبر 2010ء کو صبح 8:35 بجے میت کو ایمبولنس کے ذریعہ احاطہ دفاتر صدر انجمن میں لایا گیا۔ جہاں 9.00 بجے محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں تقریباً 500 سے زائد افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد میت کو ایمبولنس کے ذریعہ قبرستان عام لے جایا گیا۔ جہاں پر تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے ہی دعا کروائی۔

مرحوم اپنے علاقہ میں جانے پہچانے اور ہر دلعزیز احمدی تھے۔ قریبی غیر از جماعت لوگوں سے بھی اچھے تعلقات تھے۔ ان کی عمر 50 سال تھی اور موصوف مکرم نصیب احمد بٹ صاحب معتمد خدام الاحمدیہ پاکستان کے بہنوئی تھے۔ مرحوم نے پسماندگان میں والدین کے علاوہ اہلیہ محترمہ یاسمین نصیر صاحبہ عمر 44 سال اور 3 بچے ایک بیٹا بلال احمد عمر 23 سال اور 2 بیٹیاں عائشہ عمر 18 سال اور سجیلہ عمر 11 سال یادگار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ راہِ مولیٰ میں شہید ہونے والے ہمارے اس بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے۔ آمین

(14.09.2010 روزنامہ الفضل ربوہ)

عرش کے پائے ہلا دیتی ہے مظلوموں کی آہ
ظلم دنیا میں حکومت کو ہے پیغام اجل
آگ کی بھٹی میں جلتا ہے کلاہ اقتدار
یہ سبق تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے
عدل و احساں پر ہے حاکم کی بقا کا انحصار
اک پرانی پیشگوئی تھی امام وقت کی
''رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو انجام کار''

(لیفٹیننٹ جنرل عبد العلی ملک مرحوم، از الفضل انٹرنیشنل 21 دسمبر 2007ء تا 27 دسمبر 2007ء)

واقعات اور مشاہدات

سانحہ لاہور کے کچھ واقعات اور مشاہدات قلم بند کرنا چاہتی ہوں۔اس سانحہ میں میرے شوہر مکرم ڈاکٹر رفاد عاصم صاحب ابن مکرم میجر میر محمد عاصم صاحب مرحوم گولی اور گرنیڈ لگنے سے زخمی ہوئے۔میرا بیٹا، بھائی، اور خاندان کے دیگر سات آٹھ افراد جو وہاں موجود تھے اللہ کے فضل سے محفوظ ہیں۔میرے جیٹھ کا دھماکے کی وجہ سے چہرہ اور جسم کا چالیس فیصد حصہ جل گیا۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بخیر وعافیت ہیں۔

میرے دادا مکرم میاں عبدالعزیزؓ صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ تھے۔ میرے نانا مکرم مولوی محمد اشرف صاحب مرحوم بھیرہ کے امیر جماعت رہے ہیں اور میری امی کے ماموں مکرم مولوی محمد احمد جلیل صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ میں استاد تھے۔ میرے ماموں مکرم محمد اعظم اکسیر صاحب مربی سلسلہ ربوہ ہیں۔میرے شوہر اور میں سپیشلسٹ ڈاکٹر ہیں اور ہم دونوں ملازمت کرتے ہیں۔ہمارے دو بچے ہیں۔بیٹی عزیزہ ایشاء عاصم تیرہ سال کی ہے اور بیٹا عزیزم منجاد عاصم گیارہ سال کا ہے۔اللہ کا بڑا فضل ہے۔ملک سے باہر رہنے والے عزیز رشتہ دار اکثر مشورہ دیا کرتے تھے کہ ملک سے باہر آجاؤ تو ہمارا جواب یہی ہوتا تھا کہ ہم یہاں پر خوش ہیں۔اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔پھر بھی چند مہینوں سے دل پر بوجھ رہتا تھا اور عجیب عجیب خیال آتے تھے کہ اگر میرے شوہر اور بچوں کو کچھ ہو گیا تو میں کیا کرونگی۔ان خیالات سے گھبرا کر میں نے اپنے خاندان کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کرنے شروع کر دیئے۔

حادثے والے دن ہم دونوں بچوں کو سکول چھوڑ کر اپنی اپنی ملازمت پر چلے گئے۔گاڑی میرے پاس تھی۔چھٹی کے وقت پہلے بچوں کو لیا۔پھر اپنے شوہر کے ہسپتال پہنچی تو بچوں نے مکئی کھانے کی ضد کی۔انکو پیسے دیتے وقت ایسے ہی دل میں خیال گزرا کہ جانے اس کے بعد ہم چاروں کو اکٹھے کھانے کا موقع ملے گا یا نہیں۔پھر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔

ایک بجے ہم گھر پہنچے۔سوا ایک بجے میرے شوہر اور بیٹا مسجد روانہ ہو گئے۔ایک بج کر چالیس منٹ پر ٹی وی پر حادثے کی خبریں شروع ہو گئیں۔ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ کیا ماجرا ہے؟ کہ فون کی گھنٹی بجی میرے شوہر کا فون تھا۔انہوں نے بتایا کہ مجھے گولی لگی ہے۔یہاں بہت فائرنگ ہو رہی ہے۔رشتہ داروں، پولیس اور ایمبولینس کو فون کریں۔میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔بولے ٹانگ پر گولی لگی ہے میں ٹھیک ہوں اور فون بند ہو گیا۔میں نے گھبرا کر ایک عزیز کو فون کیا۔اپنے بھائی کو ملایا۔اس وقت وہ ماڈل ٹاؤن مسجد کے ہال میں تھا اور باہر فائرنگ ہو رہی تھی ۔مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔اس نے کہا کہ باجی اللہ سے دعا کرو اگر اللہ نے زندگی دینی ہوئی تو ان کو کچھ نہیں ہوگا۔وہ بہت ہی پرسکون تھا۔پھر اس نے بتایا کہ یہاں بھی فائرنگ ہو رہی ہے۔صرف دعا کرو اس بات سے مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔تقریباً آدھ، پون گھنٹے کے بعد بھائی کا فون آیا کہ ہم باہر نکل آئے ہیں۔دو دہشت گرد پکڑے گئے ہیں اور ہم دارالذکر جا رہے ہیں۔

ہمارے فون مسلسل بج رہے تھے۔ہر کوئی فکرمند تھا اور پوچھتا تھا کہ میاں کو کہاں گولی لگی ہے اور بیٹا کدھر ہے۔میں کہتی کہ دونوں ٹھیک ہی ہوں گے ورنہ وہ ضرور بتاتے جو ضروری تھا وہ انہوں نے بتا دیا۔لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ فکر ہو رہی تھی کہ خون بہہ رہا ہوگا۔تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد میں نے اپنے شوہر کو فون کیا اور بیٹے کا پوچھا۔انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔تقریباً چار بجے ٹی وی پر خبر چلی کہ محاصرہ ختم ہو گیا ہے۔تو ہم نے تیاری کی کہ جیسے ہی وہ نکلیں گے ہم ہسپتال لے جائیں گے۔ بھائی نے گھر آکر بتایا کہ انکو میرے جیٹھ کے ساتھ ہسپتال بھجوا دیا ہے۔مگر فائرنگ دوبارہ شروع ہوگئی ہے اور بیٹا ابھی اندر ہی ہے۔آدھے گھنٹے کے بعد وہ بھی باہر آگیا۔اسکے کپڑے پسینے اور خون سے بھرے ہوئے تھے۔مگر وہ خود زخمی نہیں تھا۔اسے نہلا کر بھائی کے ساتھ ہم ہسپتال پہنچے۔میاں سے ملاقات ہوئی تو انکا پہلا جملہ یہ تھا۔افسوس میری قسمت میں شہادت نہیں تھی۔انکے بائیں گال میں سوراخ تھا۔ناک اور ٹانگ کی ہڈی فریکچر تھی۔

میرے شوہر کے پھوپھی زاد بھائی ماڈل ٹاؤن مسجد کے باہر گرنیڈ پھٹنے سے زخمی ہوئے۔ان کے جسم کا چالیس فیصد حصّہ جل گیا تھا۔15 دن تک ہسپتال میں زیر علاج رہے۔جب ان سے تفصیلات معلوم کیں تو انہوں نے بتایا کہ اتنا جل جانے کے باوجود انہیں ذرہ بھر بھی تکلیف نہ تھی۔خود چل کر ہسپتال جانے کے لئے ایمبولینس میں بیٹھے۔ہسپتال پہنچ کر ڈاکٹروں کی باتوں سے انکو احساس ہوا کہ وہ جل گئے ہیں۔ حادثے کی رات میں ان کو دیکھنے گئی تو۔مگر معجزانہ طور پر انکو کوئی تکلیف نہ تھی۔

میرے شوہر کی پھوپھی جان انگلش کی ریٹائرڈ پروفیسر ہیں اور دین کا بھی بہت علم رکھتی ہیں۔انہوں نے بتایا کہ حادثے والے دن وہ اپنے گھر ربوہ میں تھیں۔ جمعہ کے وقت سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھیں کہ ان کو شدید فائرنگ کی آوازیں آئیں۔انکو ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے ربوہ پر حملہ کر دیا ہے۔پھر انکو یوں لگا کہ انکی بہن کا پوتا چھت پر چڑھ کر جوابی فائرنگ کر رہا ہے۔اور تمام ربوہ والے مل کر جوابی فائرنگ کر رہے ہیں۔یہ سب کچھ انہیں جاگنے کی حالت میں محسوس ہو۔وہ اٹھ کر ساتھ والے گھر اپنی کزن کی طرف گئیں اور پوچھنے لگیں کہ آپ کو بھی فائرنگ کی آوازیں آ رہی ہیں۔وہ لوگ گھبرا گئے کہ ان کو کیا ہو گیا ہے۔

میرے شوہر بتاتے ہیں کہ ڈھائی تین گھنٹے وہ اندر محصور رہے۔جس جگہ وہ موجود تھے وہاں تیس پینتیس افراد اور بھی تھے۔مگر کوئی شور شرابہ یا رونا پیٹنا نہیں تھا۔تمام لوگ مسلسل اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے تھے۔ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے۔میرا بیٹا جہاں سیڑھیوں پر تھا۔وہاں چند زخمی بھی تھے۔اس کو کسی نے رومال پکڑا دیا وہ سارا وقت اس سے زخمیوں کو ہوا دیتا رہا۔کچھ لوگ سیڑھیوں کے ساتھ تیار کھڑے رہے کہ اگر دہشت گرد ادھر آیا تو پکڑ لیں گے۔وہاں بھی سب لوگ دعاؤں میں مشغول رہے۔

اللہ تعالیٰ جماعت کے تمام احباب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔اور ہمیں آنے والی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کی توفیق دے۔آمین

محترمہ ڈاکٹر زاہدہ رفاد صاحبہ۔پاکستان

سانحہ لاہور کا آنکھوں دیکھا حال

میرا نام ڈاکٹر رفاد عاصم ہے۔ میرے پڑدادا مکرم محمد اسماعیل سیالکوٹی صاحبؓ، دادا مکرم مولوی محمد جی ہزاروی صاحبؓ، نانا مکرم خواجہ محمد دین صاحبؓ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہیں، میری دادی مکرمہ احمد بی بی صاحبہؓ اور نانی مکرمہ حاکم بی بی صاحبہؓ خدا تعالیٰ کے فضل سے صحابیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ دادی جان اور نانی جان سگی بہنیں تھیں۔ مکرم مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے سگے پھوپھا اور رشتے کے چچا تھے۔ معروف شاعر جناب عبدالمنان ناہید صاحب میرے سگے ماموں ہیں۔ محض اللہ کے فضل و احسان سے خاکسار 28 مئی 2010ء کے سانحہ عظیم کے نمازیوں میں شامل تھا۔ اس اندوہناک واقعہ میں ہونے والے ذاتی تجربات کو تفصیلاً بیان کرنا چاہتا ہوں۔

اس دن میں اور میرا گیارہ سالہ بیٹا منجاد عاصم تقریباً دوپہر ایک بج کر بیس منٹ پر دار الذکر گڑھی شاہو پہنچے۔ ہماری ہمیشہ کوشش رہی کہ پہلی صف میں جگہ ملے۔ مگر اس دن ہم دوسری صف میں تھے۔ خطبہ ڈیڑھ بجے شروع ہوا۔ تقریباً دس منٹ بعد باہر کے دروازے کی طرف سے زبردست فائرنگ کی آواز آئی۔ مربی صاحب نے سب کو فرش پر لیٹنے کی ہدایت کی۔ ایک خادم نے آواز لگائی کہ کوئی ڈاکٹر ہے! باہر خدام زخمی ہیں۔ میں نے فوراً اٹھ کر ہاتھ کھڑا کیا۔ اور باہر نکلا۔ سامنے صحن میں ایک خادم زخمی تھے۔ میں نے ان کی پٹی کی۔ ان خادم کے زخموں کی نوعیت میرے ذہن میں محفوظ نہیں۔ فائرنگ جاری تھی۔ مجھے نظر آ رہا تھا کہ کوئی صحن میں کھلنے والا بڑا گیٹ بند کر رہا ہے۔ لفٹ کی پچھلی طرف موجود سیڑھیوں میں مجھے خون نظر آیا۔ میں دوڑتا ہوا اوپر گیا۔ لفٹ کے پاس ایک خادم لیٹے تھے۔ ان کے بازو سے خون کا فوارہ نکل رہا تھا۔ سینے پر بہت سے زخم تھے اور وہ خون سے لت پت تھے۔ میں نے وہاں موجود ایک انصار سے انکی قمیض اور دوسرے سے رومال لیکر ان کی پٹی کی۔ مگر ان کا خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا اور رنگ سفید ہو رہا تھا۔ اب میں دوبارہ نیچے کی طرف بھاگا۔ مرکزی ہال سے فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اور لوگ دروازوں سے نکل کر باہر بھاگ رہے تھے۔ مجھے اس وقت یاد آیا کہ اپنے بیٹے کو تو میں ہال میں ہی چھوڑ آیا ہوں۔ سیڑھیوں کے پاس ایک اور زخمی خادم گرے ہوئے تھے۔ میں ان کے اوپر جھکا اور ساتھ ہی میں نے سر جھکا کر ہال کی طرف دیکھا کہ ان بھاگنے والوں میں میرا بیٹا تو شامل نہیں ہے۔ اس لمحے میری بائیں ٹانگ پر گھٹنے کے نیچے گولی لگی۔ تکلیف کی شدت سے میں ٹانگ پر وزن نہیں ڈال سکا۔ اپنا پورا زور لگا کر میں سیڑھیوں کے ساتھ دیوار کے ساتھ جڑ کر لیٹ گیا۔ ہال سے مسلسل فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں اور بھاگتے ہوئے لوگ چاروں طرف نظر آ رہے تھے۔ انہی لوگوں میں مجھے اپنا بیٹا نظر آیا جو لفٹ کے پیچھے پہنچا تو اس نے مجھے دیکھا۔ وہ دوڑ کر میرے پاس آیا اور پوچھا! ''ابا آپکو کیا ہوا ہے''؟ میں نے جواب دیا ''بیٹا مجھے گولی لگی ہے۔ مگر میں ٹھیک ہوں۔ تم سیڑھیوں سے اوپر چلے جاؤ۔'' پھر باقی لوگوں کے ساتھ وہ بھی اوپر چلا گیا۔ (یہ مسجد کے اندر میرا اپنے بیٹے سے آخری رابطہ تھا۔ مجھے اسکی خیریت کی اطلاع ہسپتال پہنچنے کے آدھے گھنٹے بعد ملی۔)

میں صحن کے کونے میں سیڑھیوں کے ساتھ لفٹ کے پیچھے تھا۔ سامنے کنکریٹ کی وہ دیوار تھی۔ خدا کے فضل سے سینکڑوں لوگوں نے اسکے پیچھے چھپ کر جان بچائی۔ جب سب لوگ وہاں آ کر لیٹ گئے تو جگہ بھر گئی۔ میری بائیں ٹانگ بھی مڑ گئی۔ گولی کی وجہ سے میری ہڈی فریکچر ہو گئی تھی۔ اور خون بہنے کے ساتھ بہت تکلیف بھی تھی۔ میں نے اپنے ساتھ موجود خادم سے کہا کہ میری ٹانگ فریکچر ہے اسکو سیدھا کرنا چاہتا ہوں۔ جگہ نہ تھی۔ وہ بولے کیا کریں؟'' میں نے کہا اپنی قمیض مجھے دیں۔'' انہوں نے قمیض اتار کر دی۔ میں نے اسی کی مدد سے زور لگا کر پٹی باندھی۔ مگر پھر بھی خون جاری رہا۔ میں نے قمیض کا ایک ٹکڑا الگ کیا اور اسے گھٹنے کے اوپر کس کے باندھ دیا۔ پھر بھی خون جاری تھا۔ ایک دبلے پتلے سولہ سترہ سالہ خادم سے درخواست کی کہ اس جگہ پٹی کے نیچے کوئی سوراخ ہے۔ یہاں ذرا انگلی رکھ دیں۔ اس نے فوراً ہاتھ رکھا۔ جس خادم نے قمیض دی تھی وہ بولے'' میں جھک جاتا ہوں۔ آپ میرے اوپر ٹانگ رکھ لیں''۔ اگلے دو ڈھائی گھنٹے وہ میری ٹانگ اپنے اوپر رکھ کر بیٹھے رہے۔

میں جمعہ کی نماز پر کبھی بھی موبائل لیکر نہیں جاتا۔ اب ایک خادم سے موبائل مانگا کہ گھر اطلاع کرنی ہے۔ اہلیہ سے بات کر کے بتایا کہ مجھے گولی لگی ہے میں خیریت سے ہوں۔ آپ رشتہ داروں کو اطلاع کریں اور ایمبولینس کو فون کریں۔

اب میری پوزیشن یہ تھی کہ سارا جسم دیوار کے پیچھے تھا۔ مگر سر نچلی سیڑھی پر تھا۔ لفٹ کے نیچے سے مجھے دہشت گرد کے پاؤں نظر آ رہے تھے۔ جو صحن میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ بار بار نعرہ تکبیر بلند کر رہا تھا۔ اور گولیوں کا پورا میگزین اس کنکریٹ کی دیوار پر خالی کرتا جس کے پیچھے ہم سب تھے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی نادیدہ قوت اس کو آگے آنے سے روک رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ جو ہم سب اسے نظر نہیں آ رہے۔۔ میرا چہرہ دیوار سے ذرا اونچا تھا۔ اور نیچے کرنے کی جگہ نہ تھی۔ لگاتار گولیاں چل رہی تھیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ مجھے کسی وقت بھی دوبارہ گولی لگ سکتی ہے۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ میں مسلسل دعائیں کر رہا تھا۔ میرے آس پاس بھی سب لوگ دعاؤں میں مشغول تھے۔

وہ دہشت گرد بار بار گولیوں کا برسٹ مارتا پھر صحن میں گرنیڈ پھٹتے اور پھر گولیاں چلنے لگتیں۔ تقریباً آدھ پون گھنٹے بعد اسی فائرنگ اور دھماکوں کے درمیان میرے چہرے کے بائیں حصے پر کوئی زوردار چیز آ کر لگی۔ میں چند لمحوں کے لئے ہوش وحواس سے بیگانہ ہو گیا۔ ہوش آیا تو گال سے خون کا فوارہ چل رہا تھا اور میرا چہرہ، جسم خون سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ اپنے چہرہ پر رکھا اور دوسرے سے اپنی قمیض اتارنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک خادم نے میری مدد کی۔ قمیض اتار کر میں نے اپنے چہرے پر لپیٹی اور ان سے کہا کہ اس کو زور لگا کر گرہ باندھ دیں۔ خون بہت تیزی سے جاری تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو میں بچ نہیں سکوں گا۔ میں نے آس پاس موجود لوگوں سے کہا'' مجھے لگتا ہے۔ اب میرا وقت ختم ہو رہا ہے۔ میرا بیٹا اوپر ہے۔ اس کا خیال رکھنا''(بعد میں مجھے پتہ چلا کہ یہ پیغام اوپر

تک گیا۔ وہاں آواز لگائی گئی کہ ڈاکٹر صاحب کا بیٹا کون ہے۔ وہ کھڑا ہوا اسکو شناخت کے بعد دوبارہ بیٹھا دیا گیا۔) اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانی کی اور دس پندرہ منٹ بعد خون بہنا بند ہو گیا۔ (یہ بھی بعد میں پتہ چلا کہ چہرے پر گرنیڈ کے ٹکڑے لگے ہیں اور گال میں سوراخ ہو گیا، ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ایک انچ لمبا ٹکڑا اور بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اب بھی چہرے کے اندر موجود ہیں۔

فائرنگ مسلسل جاری تھی۔ گرنیڈ بھی پھٹ رہے تھے۔ ہمارے ساتھ موجود احباب زخمی بھی ہو رہے تھے۔ مگر کوئی چیخ و پکار نہ تھی۔ تمام لوگ بس دعائیں کر رہے تھے۔ میرے قریب ہی موجود ایک بزرگوار تھے۔ وہ بے حد بے چین ہو رہے تھے۔ اور بار بار کہتے کہ اب یہ دروازہ کھلنا چاہئے۔ ورنہ بہت سے زخمی خون بہنے سے شہید ہو جائیں گے۔ پھر انہوں نے کہا ''اچھا میں جا کر دروازہ کھولتا ہوں''۔ میں نے انکو روکا اور کہا کہ مستقل فائرنگ ہو رہی ہے۔ دروازہ نہیں کھل سکتا۔ مگر انہیں چین نہیں آ رہا تھا اور پھر مجھے پتہ ہی نہ چلا اور وہ اٹھ کر صحن میں اس چھوٹی دیوار کے سامنے سے گزرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے۔ ان کو چھت پر چڑھتے دیکھ کر بدبخت دہشتگرد نے فائرنگ کی اور گرنیڈ پھینک کر شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وقت کا کوئی اندازہ نہ تھا تقریباً چار بجے سب clear ہے کی آواز آئی۔ اندر والا گیٹ کھل گیا۔ پولیس اندر داخل ہوئی۔ کہا گیا کہ باہر آ جائیں۔ میں گیٹ کے دائیں جانب برآمدے کے آخری سرے پر سیڑھیوں کے پاس تھا۔ کوئی بھی نہ اٹھا۔ سب نے کہا پہلے زخمی نکالو! ریسکیو والے موجود تھے۔ میں دور تھا۔ مجھے لوگوں نے اٹھا کر نکالنے کی کوشش کی مگر ممکن نہ ہوا۔ پھر درخواست کی گئی کہ آپ پہلے نکل جائیں۔ تب لوگ اٹھے اور آرام سے نکلنے لگے۔ کوئی بھگدڑ نہ تھی۔ مجھے ریسکیو والوں نے نکالا۔ فرش پر خون کی وجہ سے پھسلن تھی۔ کچھ شہداء کی لاشیں برآمدے میں بھی موجود تھیں۔

میرے گیٹ تک پہنچتے پہنچتے دوبارہ فائرنگ شروع ہو گئی۔ گیٹ کے قریب اندر کی جانب دو افراد نے روک کر نام پوچھا اور چہرہ کی پٹی اتروا کر دیکھا۔ گیٹ کے باہر بے شمار لوگوں کے ساتھ ساتھ میرے پھوپھی زاد بھائی میرے برادر نسبتی صاحب، میرا بھانجا، میرا کزن بھی موجود تھے۔ جنہوں نے ماڈل ٹاؤن مسجد میں دہشت گرد کو پکڑ کر باندھا۔ وہ معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ میرا بھانجا باقاعدہ جمعہ پڑھنے والوں میں سے ہیں۔ اس دن وہ لیٹ ہو گیا۔ وہ ماڈل ٹاؤن مسجد کے باہر میرے برادر نسبتی سے رابطہ میں رہا۔ اندر موجود رشتہ داروں کو نکال کر میرے کزن دار الذکر پہنچے۔ یہاں انکو اطلاع ملی کہ ماڈل ٹاؤن مسجد کے باہر گرنیڈ پھٹنے سے ان کے بڑے بھائی کا چہرہ سمیت جسم کا چالیس فیصد حصّہ جل گیا ہے۔ ان کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں تھا کہ وہ بھی مسجد کے باہر پہنچ گئے تھے اور وہ ہمارے ساتھ دار الذکر کے سامنے انتظار کرتے رہے۔ میرے ساتھ ہسپتال گئے۔ ماڈل ٹاؤن مسجد میں انکے پاؤں شیشوں سے زخمی ہو گئے۔ مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور میری جرابیں اتار کر انہوں نے اپنے جوتوں میں ٹھونس لیں۔ مجھے بستر پر لٹا کر میری اہلیہ کو میری خیریت کی اطلاع دی اور پھر اپنے بھائی کی طرف روانہ ہوئے۔

دار الذکر میں دوبارہ فائرنگ کے دوران بقایا لوگ محصور ہو گئے تھے۔ ان میں میرا گیارہ سالہ بیٹا بھی تھا۔ میرے کزن اسکے باہر آنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب آدھے گھنٹے بعد وہ باہر آیا تو اسکی خیریت کی اطلاع مجھے دی۔

دار الذکر کے باہر انتظار کرنے والوں میں میرے ایک غیر از جماعت واقف کار پراپرٹی ڈیلر بھی تھے۔ وہ ساڑھے تین بجے میرے گھر گئے۔ میری اہلیہ سے میری صورت حال دریافت کرنے کے بعد وعدہ کیا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو ساتھ لیکر ہی آؤں گا۔ ایمبولینس میں میرے ساتھ ہسپتال گئے۔ راستے میں نہایت دردمندی سے میرے زخموں کو صاف کرتے اور میرا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ میرے وارڈ میں ایک احمدی میڈیکل آفیسر بھی ہیں وہ لیٹ ہونے کی وجہ سے ابھی دار الذکر سے باہر ہی تھے کہ فائرنگ شروع ہو گئی۔ انہوں نے میرے گھر فون کر کے میری کیفیت معلوم کر لی اور ہسپتال کے عملہ کو الرٹ کر دیا ان کے ساتھ وارڈ کے تمام غیر از جماعت ڈاکٹر دو بجے تک میری آمد کا انتظار کرتے رہے۔ میرے ہسپتال پہنچتے ہی میرے وارڈ کے ڈاکٹرز مجھے سٹریچر پر ڈال کر سرجیکل ایمرجنسی میں لے گئے۔ فوری طور پر بلڈ لگا دیا۔ پلاسٹر لگا دیا۔ دو گھنٹے کے اندر یہ تمام کاروائی مکمل کر کے ہم کمرے میں شفٹ ہو گئے۔ اگلے چند دنوں میں غیر از جماعت ڈاکٹرز نے میرا بے حد خیال رکھا۔ ان میں ڈاکٹر زبیر صاحب، ڈاکٹر جاوید صاحب، ڈاکٹر غالب صاحب، ڈاکٹر نعیم صاحب، ڈاکٹر ضمیر صاحب، ڈاکٹر یاسمین صاحبہ اور چند اور شامل ہیں۔ میری اہلیہ نے ہسپتال پہنچ کر میرے غیر از جماعت دوست کو فون پر درخواست کی کہ وہ آکر میڈیکل فٹنس چیک کر لیں۔ وہ دردِ شقیقہ کی وجہ سے چھٹی پر تھے۔ مگر اتنی تکلیف کے باوجود وہ آکر تسلی کروا گئے۔ میں ان سب کا بے حد مشکور ہوں۔

یہ تمام واقعات ہیں، جو اس سانحہ عظیم میں میرے ذاتی تجربہ میں آئے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں، جس نے مجھے اس اعزاز کے لئے چنا اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ شہداء کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور انکے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ تمام زخمی بغیر کسی پیچیدگی کے شفایاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمانوں کو پختہ کرے اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہم خدا اور اسکے رسول کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ظالموں سے اس ظلم کا بدلہ لے۔ آمین۔ (محترم ڈاکٹر رفاد عاصم صاحب۔ پاکستان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طالب علموں کے لئے زریں نصائح

''تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ یونیورسٹیاں اتنا طالب علم کو نہیں بناتی جتنا طالب علم یونیورسٹیوں کو بناتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لو کہ ڈگری سے طالب علم کی عزت نہیں ہوتی ہے۔ پس تمہیں اپنے پیمانہ علم کو درست رکھنے بلکہ اس کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے اور اپنے کالج کی تعلیم کو اپنی عمر کا پھل نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اپنے علم کی کھیتی کا بیج تصور کرنا چاہیے اور تمام ذرائع سے کام لے کر اس بیج کو زیادہ سے زیادہ بار آور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ اس کوشش کے نتیجے میں ان ڈگریوں کی عزت بڑھے جو تم آج حاصل کر رہے ہو۔ اور تمہاری قوم تم پر فخر کرے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 25 جنوری 2008ء تا 31 جنوری 2008ء)

مکرم ولید احمد صاحب شہید

’’میں اپنے دادا جان کی طرح شہید بنوں گا،،

28 مئی 2010ء کو تقریباً صبح ساڑھے دس بجے فون کی گھنٹی بجی۔ فون اٹھایا تو میرے میاں کے چھوٹے بھائی جو ہنوور (Hannover) میں رہتے ہیں۔ سلام لینے کے بعد کہنے لگے کہ باجی! ٹی وی لگائیں۔ ہماری لاہور کی احمدیہ مساجد پر حملہ ہوگیا ہے۔ میں نے جلدی سے ٹی وی لگایا تو اپنے میاں چوہدری عبد الواسع صاحب؛ جو دومنٹ ہوئے کسی کام سے باہر گئے تھے، سے موبائل پر رابطہ کر کے گھر بلالیا کہ ’’جلدی سے گھر واپس آجائیں۔‘‘ پھر وٹی وی کے سامنے سے ہٹنے کو دل راضی ہی نہیں ہوتا تھا۔ میں نے میاں سے کہا کہ پاکستان فون ملائیں۔ کیونکہ لاہور میں میرا بھانجا ولید احمد، بھتیجا ذیشان محمود اور میاں کا بھتیجا وسیم احمد پڑھائی کے لئے رہتے تھے۔ 15، 20 منٹ سے فون پر کوئی رابطہ نہ ہوسکا۔ پھر معلوم ہوا کہ باقی تو سب خیریت سے ہیں مگر ولید احمد گڑھی شاہو والی مسجد میں ہے۔ کیونکہ وہ یونیورسٹی سے جمعہ پڑھنے سیدھا مسجد چلا گیا تھا اور باقی ابھی نہ گئے تھے۔ انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ حملہ ہوگیا ہے۔ مگر وہاں پہنچ کر موبائل کے ذریعے اُس سے رابطہ کی کوشش میں مصروف تھے۔ ربوہ میں اپنی بہن آنسہ اور بہنوئی منور صاحب سے بات ہوئی۔ تو انہوں نے بتایا کہ وہ جمعہ پڑھ کر گھر پہنچے تو کھانا کھانے سے بھی کچھ دیر قبل ولید کا فون آیا کہ ’’ماما مسجد میں آیا ہوں مگر یہاں حملہ ہو گیا ہے۔ دعا کریں۔‘‘ وہ دردناک گھڑیاں طویل ہونے لگیں۔ دل میں خوف بڑھنے لگا۔ ایک تڑپ سب احمدیوں کے ساتھ روحانی رشتے کے سبب تھی تو دوسری اتنے قریبی رشتے کی تھی۔ سوچ کر ہی دل دہل جاتا تھا۔ لبوں پہ دعا تھی کہ ’’اے اللہ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھنا اور دشمن کے ہر شر سے بچانا۔‘‘

پیارے حضور کا خطبہ بھی سنا۔ اسی دوران یہ صبر آزما لمحہ آیا جب اطلاع آئی کہ عزیزم ولید احمد شہید ہوگیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ تب جرمنی میں شام کے پانچ بج رہے ہوں گے۔ ہوائی ٹکٹ والوں سے رابطہ کیا گیا اور رات 09 بجے کی فلائٹ سے میں اور عزیزم ولید احمد کے تین چچا صاحبان پاکستان روانہ ہوگئے۔ وقت تھا کہ گزر ہی نہ رہا تھا۔ دل میں جلد از جلد بہن اور دوسرے رشتہ داروں سے ملنے کا خیال، بہن کی دلی کیفیت کی بے حد فکر، کہ اُس کو اللہ میاں فضل سے رکھے، ولید احمد اُس کا پہلا بچہ اور اکلوتا بیٹا تھا اور بہن کا معدہ بھی کمزور رہتا تھا۔ کیسے سامنا کروں گی کہ تسلی دے سکوں؟ یا رب فضل کرنا۔ اسی کشمکش میں ہفتہ کی شام ہم ربوہ پہنچے۔ خلافت سے وابستگی کا زندہ ثبوت اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ بہن جو اکلوتے بیٹے کی ماں تھی اور دراصل ایک شہید کی بیٹی اور ایک شہید کی بہو تھی۔ اب وہ ایک شہید کی والدہ بن چکی تھی۔ بہت صبر اور ہمت سے سب کو مل رہی تھی۔ دل گرچہ خون کے آنسو روتا تھا، پر آواز نہ تھی۔ لبوں پر محض دعائیں جاری تھیں۔ جنازے کے وقت بھی کمال صبر سے اُس کے سرہانے کھڑی دعائیں پڑھتی رہی۔ 3، 4 بار پیشانی کو چوما۔ کہ اے جانے والے تو خدا تعالیٰ کی امانت تھی سو اُسی کے پاس جا رہا ہے۔ یقیناً

بُلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اُس کی پیاری بہنیں اُس کے بچھڑنے پر بہت دلگرفتہ تھیں اور تڑپتی تھیں۔ اُن کو بھی ماں سمجھاتی، بہلاتی رہی کہ تمہارا بھائی اتنا بڑا رتبہ پا گیا ہے۔ وہ خدا کے ہاں زندہ ہے۔ ننھی بہنا ضد کرنے لگی کہ ’’مجھے میرا بھائی چاہیئے۔ میں اِس کو جانے نہ دوں گی۔‘‘ باقی رشتہ دار سنبھل گئے تھے۔ ولید کی دادی جان اور والد صاحب، نیز سب نے ہی صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ تین ہفتے رہنے کا موقع ملا۔ یہی دیکھا کہ ماں کا دل جب بھی بھر آیا قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا، یا نوافل میں مصروف ہوگئی۔ نمازوں کی تو ماشاء اللہ پہلے ہی پابند تھی۔ حتیٰ کہ نمازیں جمع کرنے سے زیادہ تر پرہیز کرتی تھی۔ اس قدر مہمانوں کا تانتا بندھا تھا مگر نمازوں کو وقت پر ادا کرنے کا خیال رہتا۔ بچوں کی بھی نمازیں، تربیت اور پڑھائی کا ساتھ ساتھ خیال رکھتی۔ حضور کو خطوط لکھتے رہنا اور خاص کر ولید احمد کی شہادت کے بعد سے دل کے سکون کی خاطر، اُس کا معمول تھا۔ پیارے حضور نے سب شہدا کے ورثاء سمیت بہن آنسہ اور بہنوئی منور صاحب کو بھی فون کیا اور بہت تسلی دی۔ دل پر پیار کا یہ خوبصورت مرہم نہایت مؤثر ہوگیا۔

Waleed Ahmad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جون شائع شدہ 13 جولائی 2010ء کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عزیزم ولید احمد ابن مکرم چوہدری منور احمد صاحب کا تذکرہ فرمایا کہ۔

’’ایک ماں کا اٹھارہ سال کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک لڑکا تھا باقی لڑکیاں تھیں۔ میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ شہید ہوگیا اور انتہائی صبر و رضا کا ماں باپ نے اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ ہم بھی جماعت کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔‘‘

جن نسلوں کی تربیت ایسے خاندانوں میں ہو جہاں خدا اور اس کے رسول کی محبت میں جان پیش کرنا فرض گردانا جاتا ہو وہاں خوف نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ ان کی نسلیں بھی انہی جذبات سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔ یہ ننھا مجاہد جب گیارہ سال کا تھا۔ وقف نو کی سیکریٹری عطیہ صاحبہ بنت مکرم مسرور احمد طور صاحب آف لندن نے عزیزم ولید احمد کے گھر تعزیت کے لئے فون کیا تو بتایا کہ جب ایک کلاس میں میں نے بچوں سے پوچھا کہ آپ بڑے ہو کر کیا بنیں گے تو جب ولید احمد کی باری آئی تو اُس نے کھڑے ہو کر بڑی جرأت، نہایت معصومیت اور اعتماد کے ساتھ جواب دیا۔ میں اپنے دادا جان کی طرح شہید بنوں گا۔ خدا نے اُس کے مَن کی مراد کس طرح پوری کی۔ پڑھائی کے لئے بڑی دور سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا۔ پر نمازِ جمعہ میں کیا عجیب اتفاق کہ وہ دونوں جلد نہ پہنچ سکے اور بچ گئے۔ یہ گولیوں کی زد میں آگیا۔ شدید زخمی حالت میں گھر فون آیا۔ امی ابا سے بات ہوئی کہ اس وقت اُس کی یہ حالت ہے۔ خون بہہ رہا ہے اور گولیوں کی بوچھاڑ جاری ہے۔ ظالم مسجد میں دندناتے پھر رہے

ہیں۔ اُن کی خون کی ہوس پوری ہونے میں ہی نہیں آرہی۔ لاشوں کے ڈھیر لگ چکے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد اپنے کزن کو فیصل آباد فون کیا اور یہ صورتحال بتائی اور پھر یہ بھی بتایا کہ،''اب دوبارہ دروازہ کھلا ہے اور دہشت گرد میری طرف بڑھ رہا ہے۔'' پھر آواز بند ہوگئی۔ بڑی جرأت مندی کے ساتھ پہلے زخمی ہونے کی حالت میں مجاہدانہ وقت گذارا اور پھر سینے اور منہ پہ گولیاں کھا کر دشمن کو بتا دیا کہ تم اس طرح ہمیں ختم نہیں کر سکتے۔(شہادت کے وقت عزیزم ولید سترہ سال کا تھا اور موصی تھا)۔ پھر 11 جون 2010ء کے خطبہ جمعہ شائع شدہ 20 جولائی 2010ء کے الفضل میں پیارے حضور انور ولید احمد کے بارہ میں اوپر کی مختصر تفصیل کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ،

''شہید مرحوم کی اپنے تعلیمی ادارے میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شہادت کے بعد تدفین والے دن اس کے اساتذہ اور طلباء نے ایک ہی دن میں تین دفعہ تعزیتی تقریب منعقد کی جس میں شامل ہونے والے اکثر غیر از جماعت طالب علم تھے۔ شہید مرحوم کے استاد نے بذریعہ فون اطلاع دی کہ ہم ٹیچر اور طالب علم تدفین میں شامل ہونے کے لئے ربوہ آنے کا پروگرام بنا چکے تھے کہ تمام طالب علم بلک بلک کہ زاروقطار رونے لگے اور خدشہ پیدا ہوا کہ اگر یہی حال رہا تو ربوہ جا کر ولید کا چہرہ دیکھ کر غم کی شدت سے بالکل بے حال نہ ہو جائیں اس لئے ہم نے مجبوراً پروگرام ملتوی کر دیا اور کسی وقت آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرماتے ہوئے ہزاروں لاکھوں ولید جماعت کو عطا فرمائے۔'' آمین

ننھے مجاہد ولید احمد کی جرأت و بہادری کا ذکر یوں ہے، جو واقعہ کے بعد ایک اور بزرگ نے یوں بتایا کہ،''واقعہ کے بعد آخری وقت میں بھی بہادری سے صبر کا مظاہرہ کیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ اب مجھے نہیں لگتا کہ میں زندہ رہوں گا مگر میری موت کیسے ہوگی؟'' انہوں نے کہا کہ،''بیٹے آپ مسجد میں نماز پڑھنے آئے تھے۔ خدا کی راہ میں شہادت کا رتبہ پاؤ گے۔'' یہ سن کر اُس نے شکر الحمدللہ کیا اور اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگیا۔

عزیزم ولید اور اُس کے دادا جان اور نانا جان کے بارہ میں جنہوں نے راہِ مولیٰ میں اپنی جان کی قربانی پیش کی، الفضل 19 جولائی 2010ء میں ایک مضمون آیا ہے اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ

''اس ننھے واقف نو مجاہد کے دادا مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب نے محراب پور سندھ میں 1984ء میں یعنی آرڈیننس کے پہلے سال جان کا نذرانہ پیش کیا۔ کسی ظالم نے سینے میں خنجر کا بڑا کاری وار کیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔..... ذکرِ الٰہی اور درود شریف کا وِرد کرتے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔'' حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے نمازِ جنازہ غائب پڑھائی اور راہِ مولیٰ میں شہید ہونے والوں کے تذکرے میں فرمایا کہ''10 اپریل 1984ء کو دس بجے کے قریب ایک غیر احمدی عالم مولوی شاہ محمد صاحب کی عیادت کے بعد اپنی آڑھت کی دکان کی طرف آرہے تھے۔ راستے میں ایک جلد ساز کی دکان پر بچوں کی کتابیں جلد کروانے کے لئے دی ہوئی تھیں۔ اس دکاندار سے کتابوں کے بارہ میں پوچھ کر آپ نے سائیکل چلایا ہی تھا کہ پیچھے سے ایک شخص ...... نے آواز دی کہ''عبدالحمید میری بات سننا'' آواز سن کر آپ نے سائیکل سے پاؤں نیچے رکھا ہی تھا کہ اُس نے پیچھے آکر آپ کے سینے میں چھری گھونپ دی۔ آپ سائیکل سے اتر کر نیچے بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ سے چھری پکڑ کر باہر نکالی۔ مگر اُس کے زخم سے آپ کا پھیپھڑا بری طرح مجروح ہو گیا تھا۔ قریبی ہسپتال سے مرہم پٹی کے بعد نواب شاہ ہسپتال لے جاتے ہوئے آپ راستہ میں ہی اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔''

فرمایا''یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شہید مرحوم نے اپنے آخری لمحات میں اپنے بیٹوں اور بڑے بھائی کو وصیت کی کہ قاتل کے خلاف کسی قسم کی کوئی انتقامی کاروائی نہ کی جائے۔ کیونکہ میں نے اُسے معاف کر دیا ہے اور مجھے اس کی بدولت اعلیٰ وارفع مقام نصیب ہو رہا ہے۔''(شہدائے احمدیت ص 181-182)

اور ولید احمد کے نانا جان نے 1985ء میں راہِ مولیٰ میں قربانی دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جنازہ غائب بھی پڑھایا اور ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا کہ،''چوہدری عبدالرزاق صاحب شہید بھریا روڈ سندھ تاریخ 7 اپریل 1985ء مکرم چوہدری صاحب ایک صابر زاہد انسان تھے۔ آپ شروع سے ہی بھِریا روڈ ضلع نواب شاہ کی جماعت کے مقامی صدر تھے۔ شہادت سے ایک سال قبل امیر ضلع بھی مقرر ہوئے۔ 1984ء کے آرڈیننس کے بعد آپ کو گمنام خطوط کے ذریعہ متواتر دھمکیاں بھی ملتی رہتی تھیں۔ کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ مگر آپ کبھی بھی ان دھمکیوں سے خوفزدہ نہیں ہوئے۔ 7 اپریل 1985ء کو حسبِ معمول اپنی آڑھت کی دکان پر بیٹھے تھے کہ دن کے گیارہ بجے ایک بدبخت نے آپ پر گولی چلا دی۔ جس سے آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔''(شہدائے احمدیت ص 186)

اس کے بعد قاتل کو اُسی وقت پکڑ لیا گیا تھا۔ تو اُس نے یہ کہا کہ میں نے یہ کام صرف مولویوں کے کہنے پر کیا ہے۔ چوہدری صاحب کا شہر میں اتنا احترام تھا کہ اُن کی شہادت کے بعد شہر تین دن سوگ میں بند رہا۔ ان کا برف کا کارخانہ تھا۔ خدمت کا جذبہ اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بھِریا روڈ اسٹیشن پر، شہر کی مسجدوں میں، سکولوں میں برف بغیر پیسوں کے بھیجتے تھے۔ اگر ان کی خوبیوں کو لکھنے بیٹھو تو ایک الگ مضمون بن سکتا ہے۔

عزیزم ولید احمد کی شہادت کے بعد ہماری حضور اقدس سے ملاقات ہوئی۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ''کیا آپ نے آنسہ کا BBC والا انٹرویو دیکھا ہے؟'' میں نے کہا کہ''جی دیکھا ہے۔'' اُس کے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ سب خلافت ہی کی برکات ہیں۔ کیونکہ میری بہن خود کہتی ہے کہ اُس نے کبھی اجلاس میں بھی اونچی آواز میں بات نہیں کی اور اب عزیزم ولید احمد کی شہادت کے بعد نہ صرف MTA بلکہ BBC کے ذریعے اُسے پوری دنیا میں دیکھا اور سنا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اور ہماری اولاد در اولاد کو خلافت سے وابستہ رکھے۔ جتنے بھی شہداء کے وارثین ہیں اُن سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اُن کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ ولید احمد کی شہادت کے بعد خاکسار نے حضور کی خدمت میں دعا کے لئے خط تحریر کیا۔ تو پیارے حضور انور کا دعاؤں سے بھرا خط جو پیارے حضور نے اپنے ہاتھوں سے تحریر کیا ہے، جب مجھے موصول ہوا تو دل کو بہت خوشی اور سکون میسّر آیا۔

(ساجدہ چوہدری صاحبہ، ویسٹ فالن، حلقہ بوخولٹ)

سانجھا پتر

میرا تعلق شہداء لاہور میں سے سب سے کم عمر شہید''عزیزم ولید احمد'' سے ہے۔ رشتہ میں میں اس کی چچی لگتی ہوں وہ ہمارے گھر میں سب سے پہلا بچہ تھا اس وقت اس کے کسی چچا یا پھپھو کی شادی نہیں ہوئی تھی تو سارے ہی اس پر واری جاتے تھے اور اس کی ایک ایک بات نوٹ کرتے تھے۔ میرا اس لئے بھی اس کے ساتھ پیار کا تعلق تھا کہ عزیزم ولید احمد کی والدہ میری تایا زاد بھی ہیں۔ اور ہم ایک ہی گھر میں پلے بڑھے ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے ہم میں بے انتہا پیار تھا۔ عزیزم ولید کی پیدائش

اپنے نانا جان کے گھر ہوئی تھی۔

جب یہ تقریباً ڈیڑھ دو ماہ کا تھا تو بہت زیادہ بیمار ہو گیا تھا سارا گھر اس کے لئے فکر مند تھا۔عزیزم ولید کی والدہ ہر وقت اس دیکھ بھال میں لگی رہتی تھیں۔ان کو اپنے کھانے پینے کا بھی خیال نہیں ہوتا تھا۔آپ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق وقت پر دوائیاں دیتی تھیں۔اس میں رات کو دو دو گھنٹے کے بعد دوا دینا بھی شامل تھا۔ان دنوں مجھے ان کیساتھ کچھ دن سونے کا موقع ملا،میں اس بات پر بہت حیران ہوتی تھی کہ کس طرح بغیر کسی الارم کے یا کسی کے اٹھانے کے باجی کو ٹائم کا اندازہ ہو جاتا تھا۔

میں اکثر باجی سے مذاق میں کہتی تھی کہ لگتا ہے کہ یہ کوئی زیادہ ہی انوکھا بچہ ہے،اور مائیں بھی دیکھی ہیں لیکن آپ تو اس کے پیچھے اپنا آپ بالکل ہی بھول جاتی ہیں۔اور واقعی وہ سب سے ''انوکھا'' ہی بنا۔

ایک اور خاص بات کہ جس گود میں یہ بچہ پل کر بڑا ہوا اس ماں کا یہ حال تھا کہ اس سارے وقت میں اپنے کھانے کا خیال رکھتی تھیں یا نہیں میں نے ان کی نماز کی پابندی میں کبھی کمی نہیں دیکھی۔شادی سے قبل بھی آپ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں،وقت کے ساتھ اس میں پختگی کے ساتھ تہجد میں پابندی بھی شامل ہو گئی۔آپ نماز کے بعد بہت انہماک کے ساتھ تسبیح بھی کرتی تھیں۔

اس رمضان میں باجی سے فون پر بات ہوئی تو انھوں نے پچھلے سال کا ذکر کیا کہ پچھلے سال رمضان میں عزیزم ولید اعتکاف بیٹھا تھا۔جب عید کا چاند نظر آ گیا تو اس کے والد صاحب اس کو گھر لے آئے۔کیونکہ رشتہ دار قریب رہتے ہیں تو سب اس سے ملنے کے لئے آ گئے۔اپنی دادو سے پیار لے کر اور سب سے مل کر اپنی کزن سے کہتا ہے ''انعم میری تصویر کھینچنا ذرا۔دنیا دیکھے گی ولید پر کتنا نور آیا ہے''۔یہ واقعہ سن کر جہاں اس پر بے حد پیار آیا وہیں اس کی یاد سے آنکھوں میں آنسو بھی آئے۔کہ واقعی آج ایک دنیا نے اس پیارے بچے کے کارنامے کو دیکھا ہے۔

جب اس کی شہادت کی خبر ملی تو میں بے اختیار زار و قطار روئی۔لیکن جب گھر والوں سے پوچھا کہ ''باجی کیسی ہیں'' تو سب گھر والوں نے بتایا کہ باجی اور بھائی نے اس موقع پر جو حوصلہ دکھایا ہے،ہم تو خود حیران ہیں۔بظاہر عزیزم ولید کی چھوٹی چھوٹی تکلیف پر اس کی امی جس طرح صدقے واری جاتی تھیں اتنی بڑی بات پر کس طرح صبر کا نمونہ دکھا رہی ہیں۔واقعی یہ الٰہی کام ہیں جس خدا نے یہ شاندار شہادت اس کے نصیب میں لکھی تھی اسی نے ان کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی عطا کیا۔

اب بھی خیال آتا ہے کہ کس طرح اتنی چھوٹی سی عمر میں جلدی جلدی اپنے سب کام نبٹا کر چلا گیا۔وہ نمازوں کا پابند تھا،اس نے وصیت بھی کی ہوئی تھی،اعتکاف بھی بیٹھتا تھا،اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بڑا رتبہ عطا کیا یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔

میرے میاں کے ساتھ بہت بے تکلفی تھی اور جب فون پر بات ہوتی تو ان کے ساتھ مذاق بھی چلتا تھا اب بھی اس کی ہنستی مسکراتی آواز یاد آتی ہے۔وہ بے حد پیارا بچہ تھا جس کو ہم اکثر ''سانجھا پتر'' بھی کہتے تھے۔

ہم نے اس کو کہنا ولید آپ نے بہت اچھا بننا ہے آپ باقی سب بچوں کے لئے مثال ہو۔اس نے واقعی ایسا مثالی کام کر دکھایا کہ ہم سب کو اس پر فخر ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو بھی اس کے نقش قدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے میری پیاری باجی جو ایک شہید کی بیٹی،ایک شہید کی بہو اور اب ایک شہید کی ماں ہیں،اس کے والد اور باقی گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جماعت ان شہادتوں کے نتیجہ میں تیزی سے پھلتی پھولتی رہے اور خدا تعالیٰ ہمارے اندر عظیم روحانی تبدیلیاں پیدا کرے آمین۔

کیا خبر ان کو ہے کیا جام شہادت کا مزا
دیکھ کر خوش ہو رہے جو سراب زندگی
دست عزرائیل میں مخفی ہے سب راز حیات
موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شراب زندگی
غفلت خواب حیات عارضی کو دور کر
ہے تجھے گر خواہش تعبیر خواب زندگی

(راشدہ ناصر صاحبہ Dreieich)

☆......☆......☆

اور تم ان کو مردے نہ کھو...

28 مئی کو میری امی کا فون آیا کہ ٹی وی آن کرو اس وقت، ہم نے ٹی وی آن کیا۔حالات جان کر دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی کہ یا اللہ خیر رکھنا اور سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا آمین۔

کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ میرا خالہ زاد عزیزم ولید احمد بھی اس مسجد کے اندر ہے،فوراً خالہ جان کو فون کیا لیکن اس وقت تک خالہ جان کو بھی نہیں معلوم تھا کہ کیا صورت حال ہے۔خالو جان لاہور کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔کچھ دیر کے بعد میرے ابو جان نے بتایا کہ ''عزیزم ولید احمد زخمی ہے اور بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔اس وقت دل میں ایسا کوئی خیال تک نہیں آیا کہ عزیزم ولید احمد ایسے ہمیں چھوڑ کر چلا جائے گا۔

خطبہ جمعہ کا وقت قریب آیا تو پیارے حضور کو اتنی تکلیف میں دیکھا نہ گیا دل میں حقیقی اسلام کی سچی جماعت میں ہونے پر فخر محسوس ہوا ورنہ دنیا کی کونسی جماعت کے امام اتنی ظالمانہ حرکت کے بعد بھی صرف دعاؤں پر زور دینے اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے پر زور دیتے ہیں یہ صرف اللہ کے خاص بندے ہی کر سکتے ہیں۔

حضور اقدس کے خطبے کے بعد بھابی جان کی خالہ جان اور خالو جان نے جو کہ عزیزم ولید کے چچا جان لگتے ہیں اطلاع دی کہ عزیزم ولید احمد شہید ہو چکے ہیں یہ سوچ کر دل بیٹھا جا رہا تھا کہ ولید احمد خالہ جان کا ایک ہی بیٹا تھا اور بہت ہی پیارا اور لاڈلا بچہ تھا خالہ جان یہ صدمہ کیسے برداشت کریں گی۔لیکن جب خالہ جان سے بات ہوئی تو ایک احمدی ماں کا ایسا عظیم نمونہ دیکھا جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔وہ بہت حوصلے میں تھیں اور فخر محسوس کر رہی تھیں کہ وہ ایک شہید کی بیٹی،ایک شہید کی بہو اور اب ایک شہید کی ماں ہیں۔خالہ جان کے اس انداز کو جو یقیناً صرف اور صرف جماعت احمدیہ اور خلافت سے سچے تعلق کی وجہ سے ہے دیکھ کر میرے اندر تازگی اور ایک جوش پیدا ہوا کہ اب آئندہ کوئی سستی نہیں کرنی،اب صرف اللہ ہی ہے اور آئندہ جو بھی خواہش ہے اللہ کی خاطر ہے۔

عزیزم ولید ایک بہت پیارا نیک اور شریف بچہ تھا خالہ جان سے اکثر فون پر بات ہوتی ہے جب بھی عزیزم ولید فون اٹھاتا تو بہت خلوص اور پیار سے بات کرتا سب کی خیریت معلوم کرتا ہمیشہ پہچان لیتا کہ کون بات کر رہا ہے۔

سانحہ کے وقت اس کے باوجود کہ عزیزم ولید احمد شدید زخمی تھا دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ وہ اس دنیا سے چلا جائے گا۔اور یہ خیال بالکل درست ہے کیونکہ شہید کبھی نہیں مرتے بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام شہدائے لاہور کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(حامدہ سوسن چوہدری صاحبہ۔ ڈارمسٹڈ)

میرا بیٹا ولید احمد

28 مئی 2011 جمعۃ المبارک کا دن احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ یہ وہ دن تھا جب حسب معمول احمدی اپنے مولیٰ کے حکم کے مطابق اپنے کاروبار اور مصروفیات ترک کر کے مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت آتشیں اور جدید اسلحہ سے لیس ظالموں نے نہتے نمازیوں پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں لاہور کی دونوں مساجد یعنی دارالذکر گڑھی شاہو اور مسجد نور ماڈل ٹاؤن جہاں بڑی تعداد میں احمدی جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے مجموعی طور پر 86 نمازیوں نے جام شہادت نوش کیا۔

ان شہید ہونے والوں میں میرا اکلوتا اور بہت ہی پیارا بیٹا، تین بہنوں کا لاڈلا بھائی ولید احمد بھی تھا۔ جو لاہور میڈیکل کالج میں زیر تعلیم تھا۔ اس نے نصرت جہاں اکیڈمی سے ایف ایس سی کیا، لاہور میں فاطمہ میموریل میڈیکل ایمیجنگ ٹیکنالوجی میں پہلے سال میں تھا۔

میرا پیارا بیٹا ولید یونیورسٹی سے سیدھا جمعہ کے لئے اپنے دوستوں کے ساتھ گیا۔ ربوہ میں میں نے اپنی تینوں بیٹیوں کے ساتھ اپنے محلّہ کی مسجد میں جمعہ پڑھا اور واپس آ کر ابھی برقعہ اتار رہی تھا کہ فون کی بیل ہوئی۔ میں نے ہی فون اٹھایا دوسری طرف ولید تھا سلام کے بعد اس نے بتایا کہ ''ماما میں جمعہ کی نماز پڑھنے دارالذکر میں آیا ہوں، مسجد پر حملہ ہو گیا ہے، فائرنگ بہت ہو رہی ہے، ماما دعا کرنا''۔ ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔ میں نے اس کے پاپا کو بتایا انہوں نے اس کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کی۔

اس وقت جو حال تھا شاید میں لفظوں میں بیان نہ کر سکوں۔ ٹی وی آن کیا اس پر سب کچھ دکھا رہے تھے، فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں اور میری بیٹیاں، ولید کی دادی جان، اور اس کے پاپا ٹی وی کے آگے بیٹھے تھے، منہ میں دعائیں اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ہائے اللہ یہ کیا ہو رہا ہے کبھی رولوں۔ کبھی مصلیٰ بچھا کر نفل ادا کرنے لگ جاؤں کہ اے میرے پیارے خدا ! اس مشکل گھڑی میں ہماری مدد فرما۔ اسی دوران حضور اقدس کا خطبہ جمعہ شروع ہو گیا سارا خطبہ رو رو کر سنا کیونکہ میرے شہزادے کے ساتھ رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ اپنے پاپا کے ساتھ اس کا رابطہ کٹ گیا تھا وہ کہہ رہے تھے ولید، ولید، ولید لیکن آگے سے خاموشی تھی۔

پھر اس کے پاپا کہنے لگے کیونکہ اس کے ساتھ رابطہ نہیں ہو رہا اس لئے میں لاہور جا رہا ہوں۔ وہ گھڑی ہم سب کے لئے کسی قیامت سے کم نہ تھی دل ڈوبا جا رہا تھا، عجیب سی کیفیت تھی، میرے سینے میں درد ہو رہا تھا، ٹانگوں میں ایسے جیسے جان نکل رہی ہو۔ دعا کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔ آہستہ آہستہ عزیز و اقارب اکٹھے ہونے شروع ہو گئے، اس کے دوستوں کے بھی فون آنے لگ گئے کہ آنٹی ہمارا ولید سے رابطہ نہیں ہو رہا کیا آپ کا رابطہ ہوا ہے؟

ولید کے ابو نے راستے سے فون کیا کہ ''مجھے کسی نے بتایا ہے کہ وہ زخمی ہے بہت دعائیں کریں''۔ یہ سن کر بھی میرا دل بہت تڑپا اور رویا کہ میرا پیارا بیٹا زخمی ہے۔ وقت کیسے گزر رہا تھا یہ ہمارا خدا جانتا ہے۔

پونے آٹھ بجے ولید کے پاپا نے اطلاع دی کہ ولید شہید ہو گیا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وہ گھڑی ہمارے لئے کسی قیامت سے کم نہ تھی۔ گھر تو پہلے ہی عزیز و اقارب اور محلے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر کوئی خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میرے پیارے بیٹے کو رات 1:30 بجے لے کر ربوہ پہنچے۔ اس کے انتظار میں میں کبھی رونے لگ جاؤں کبھی جائے نماز بچھا کر دعا مانگوں کہ اے خداوند کریم مجھے صبر عظیم عطا فرما میرے جسم کو طاقت دے کہ میں اپنے شہزادے کو دیکھ سکوں۔ وہ گھڑی بھی آ گئی جب کہہ رہے تھے کہ ایمبولینس پہنچ گئی ہے اور میرے خوبصورت لعل کو اندر لایا گیا۔ خون میں لت پت اوپر چادر بھی خون سے بھری ہوئی جیسے خون میں نہایا ہو۔

31 مئی کو ہم سب نے ولید کا آخری دیدار کیا۔ اس دن عصر کی نماز کے بعد اس کی تدفین ہوئی، اللہ کے فضل سے میرا بیٹا موصی تھا۔ میرا پیارا بیٹا بہت سی صفات کا مالک تھا۔ سارے محلے کی عورتیں اس کی تعریفیں کرتی ہیں۔ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، نماز پر نیچی نظروں سے جاتے ہوئے، راستے میں محلے کے باقی بچوں کو بھی کہنا چلو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ ماں ہونے کے ناطے جو دکھ اور اس کی کمی ہے اس کی وجہ سے میرا دل اندر سے چھلنی ہے۔ آخر تسلی اس بات سے ہوتی ہے کہ میرا بچہ میرے پاس میرے خدا کی امانت تھا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے بہت بہادری سے خدا کی راہ میں جان قربان کی۔ اور سب سے بڑھ کر میرے پیارے آقا نے جب فون کیا میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتی ہوں کہ میرا دل جو زخموں سے چور چور تھا یوں لگتا تھا کہ اس پہ کسی نے ٹھنڈا مرہم رکھ دیا ہے۔ اس کے علاوہ آقا کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں، جس محبت کے ساتھ حضور اقدس اور آپا جان نے خط لکھا کہ ''آپ کا پیارا خط ملا'' میں نے یہ جملہ کئی دفعہ پڑھا میں قربان جاؤں اس پیارے آقا کے جس نے ساری جماعت کا دکھ دل میں چھپایا اور ہمیں کس محبت و پیار کے ساتھ تسلی دیتے رہے۔ ان کا ہر لفظ ہمارے دلوں پر مرہم کا کام دیتا ہے۔ اللہ آپ کو صحت و تندرست والی فعال زندگی عطا فرمائے آمین۔

(مرسلہ: محترمہ آنسہ منور صاحبہ والدہ محترم ولید احمد صاحب شہید ربوہ۔ پاکستان)

''میں کامیاب ہو گیا''

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دشمنوں نے ستر صحابہ کو دھوکہ سے تبلیغ کے بہانے بلایا مگر انتہائی سفاکی کے ساتھ شہید کر دیا۔ وفد کے سردار حضرت حرام بن ملحانؓ کو پشت کی طرف سے نیزہ مارا گیا جو جسم سے پار ہو گیا۔ جب خون کا فوارہ پھوٹا تو انہوں نے چلو بھر کر منہ اور سر پر پھیرا اور فرمایا فزت برب الکعبہ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع 13782) (روزنامہ الفضل 14 جولائی 2003ء)

''شہید کے معنی یہ ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ ایک خاص قسم کی استقامت مومن کو عطا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر مصیبت اور تکلیف کو ایک لذّت کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحہ:7،6) میں مُنعَم علیہ گروہ میں سے شہیدوں کا گروہ بھی ہے اور اس سے یہی مراد ہے کہ استقامت عطا ہو، جو جان تک دینے میں بھی قدم کو ہلنے نہ دے،،۔ (از ملفوظات جلد اوّل، صفحہ 518، 519)

شہید کا درجہ

اللہ تعالیٰ قرانِ کریم میں فرماتا ہے یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رُسولوں پر ایمان لائیں گے وہ صدیقیت اور شہادت کے درجے حاصل کریں گے اور ان کے لئے ان کا اجر اور نور ہو گا (الحدید:20)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی بھی واپس آنے کی کوشش نہیں کرتا سوائے شہید کے جو شہادت کے رُتبہ کا اعزاز و اکرام دیکھ کر خواہش کرتا ہے کہ بار بار خدا کی راہ میں مارا اور قتل کیا جائے (بخاری و مسلم)

شانِ خاتم الانبیا ﷺ (شہادتِ صحابہؓ کے آئینہ میں)

شائع کردہ:۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان پنجاب (بھارت)

شہید وفا

مکرم ملک انصار الحق صاحب شہید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”اے مصیبت زدوں کی چیخ وپکار سننے والے! اے مجبوروں کی داد رسی کرنے والے! میرے ہم وغم اور تکلیف کو دور فرما، یقیناً تو دیکھ رہا ہے کہ جو کچھ میرے اور میرے ساتھیوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔“ (احمدیہ بلیٹن جون، جولائی 2010ء)

الٰہی جماعتوں کے لئے جام شہادت نوش کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن اتنا بڑا سانحہ جماعت کی تاریخ میں اس سے قبل نہ ہوا تھا۔ ہماری آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے ہیں۔ لیکن ہم اپنے رب کی رضا پر راضی ہیں۔

لاہور کے سانحہ میں شہید ہونے والوں میں ہر وجود اپنی جگہ ہیرا تھا۔ جسے خدا نے اپنی رضا کی جنت میں سجالیا۔ انہی میں سے ایک میرے پیارے خالہ زاد بھائی اور جیٹھ مکرم ملک انصار الحق صاحب بھی تھے۔ آپ مکرم ملک انوار الحق صاحب صدر بازار لاہور کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد صاحب کے ذریعے آئی۔ جنھوں نے اپنے خاندان میں سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ آپ بہت شفیق، محبت کرنے والے، صاف گو اور شریف النفس انسان تھے۔ اپنے والدین کے ساتھ محبت کا ایک خاص تعلق تھا۔ محض اسی محبت کی وجہ سے اپنی ملازمت چھوڑ دی کیونکہ آپ کے تینوں بھائی ملک سے باہر تھے اور والدین لاہور میں اکیلے تھے۔ اور بوڑھے اور کمزور بھی تھے۔ آپ اپنی ملازمت چھوڑ کر والدین کے پاس آگئے۔ آپ اور آپ کی اہلیہ نے والدین کی وفات تک ان کی بہت خدمت کی۔ شائد یہ اسی خدمت کا نتیجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو شہادت جیسا عظیم رتبہ عطا کیا۔ آپ آرمی میں ملازمت کرتے تھے۔

مکرم ملک صاحب غریبوں سے بہت ہمدردی کرنے والے، ہمہ وقت غریبوں کی مدد کے لئے تیار رہنے والے تھے۔ انتہائی محدود آمدنی کے باوجود اگر پتہ چلتا کہ محلہ میں کسی کے گھر آٹا نہیں ہے تو خاموشی سے جا کر اس گھر میں آٹا رکھ آتے اور کسی کو خبر بھی نہ ہونے دیتے۔ آپ کی شہادت کے بعد بہت سے ایسے غیر احمدی احباب آئے جنھوں نے بتایا کہ ملک صاحب نے ان کا راشن لگایا ہوا تھا۔

غریبوں کی خدمت کر کے بھی بہت خوش ہوتے تھے۔ خاکسار 2009ء میں اپنی فیملی کے ساتھ پاکستان گئی۔ جس ٹیکسی میں ہم نے ربوہ جانا تھا اس کے ڈرائیور کو اندر ڈرائنگ روم میں لے آئے اور اس کے لئے خاص طور پر بازار سے نان اور پائے لائے اور مجھے کہا کہ ڈرائیور لوگ بہت خوش ہو کر ایسی چیزیں کھاتے ہیں۔ اپنی اہلیہ سے کہا کہ دودھ پتی بنا کر دو، اور پاس بٹھا کر ڈرائیور کو ناشتہ کروایا۔ اس دوران ان کے چہرے پر ایک غیر معمولی خوشی تھی۔

مرکز احمدیت ربوہ سے ایک خاص محبت تھی۔ جب تک جلسے ہوتے رہے جلسہ پر ربوہ جاتے رہے۔ مرکز سے محبت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی کا تمام فرنیچر ربوہ سے بنوایا، اور خود لینے گئے۔

Malik Ansar Ul Haq Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

آپ میں عاجزی اور انکساری بہت زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ آپ کی غلطی نہ بھی ہوتی تو بھی معافی مانگ لیتے تھے۔ صرف یہی نہیں کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا۔ بلکہ اپنی اہلیہ کے رشتہ داروں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔

آپ نے جمعہ کی نماز کبھی نہیں چھوڑی تھی بلکہ اس کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ اپنے پوتے عزیزم دبیر کو ہمیشہ ساتھ لے کر جاتے تھے۔ لیکن شہادت کے دن صبح آٹھ بجے کسی کام سے گھر سے چلے گئے۔ آپ نے جمعہ کی وجہ سے نیا سوٹ پہنا اور اپنی بہو سے پوچھا کہ یہ رنگ کیسا لگ رہا ہے۔ اس نے کہا بہت اچھا ہے اور آپ کو پہنا ہوا بھی بہت اچھا لگ رہا ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہی لباس ان کا کفن ثابت ہوگا۔ آپ دار الذکر میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے جسم میں پانچ گولیاں لگیں۔ حکومت کی بے حسی اور پولیس کی نااہلی کے باعث بہت سے زخمی ابتدائی طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ ان میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ کی شہادت شام پانچ بجے ہسپتال میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ عشق ووفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جاں کی کیا پرواہ جاتی ہے اگر تو جانے دو

ان کی شہادت کے بعد خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت خوب صورت جگہ ہے۔ جہاں شائد جلسہ ہو رہا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں ان میں میرے دادا جان اور دادی جان بھی ہیں، میں اندر چلی جاتی ہوں۔ اندر کچھ کمرے ہیں۔ ایک کمرے میں بہت خوب صورت خاتون بیٹھی ہیں۔ میں ان سے پوچھتی ہوں کہ آپ کون ہیں۔ وہ کہتی ہیں میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی بہن ہوں۔ میں ان سے کہتی ہوں میرے جیٹھ 28 مئی کو شہید ہوئے تھے۔ آپ ان کی بیوی بچوں اور بہن بھائیوں کے لئے دعا کریں۔ یہ سن کر وہ مجھے گلے لگا لیتی ہیں اور کہتی ہیں، مجھے پتہ ہے وہ یہیں ہمارے پاس ہی رہتے ہیں۔ اس خواب کے بعد دل کو بہت تسلی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو وہ درجہ دیا کہ وہ آخرت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ ہیں۔ ان کے بھانجے عزیزم مدثر احمد نے بھی خواب میں دیکھا کہ ماموں نے حضرت المسیح الموعود علیہ السلام کا کوٹ پہنا ہوا ہے اور بہت خوش ہیں۔

شہادت کے وقت انکی عمر 62 سال تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے سوگوار اہلیہ اور پانچ بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے آمین۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان شہدائے احمدیت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کے لواحقین کو یہ صدمہ ہمت وحوصلہ کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان سب کا حافظ و ناصر ہو آمین۔

محترمہ شازیہ ملک صاحبہ (Hattersheim)

وہ پیارے جو اپنے ہی خون میں نہا گئے

مکرم عمیر ملک صاحب شہید، مکرم ملک عبدالرحیم صاحب لاہور فیصل ٹاؤن کے صاحبزادے اور مکرم ملک حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم (ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز) کے پوتے تھے۔ خاکسار کے ماموں زاد بھائی تھے۔ بہت ہی خوبصورت، انتہائی خوش اخلاق، بہت سلجھے ہوئے اور متعدد خوبیوں کے مالک تھے۔ عزیزم عمیر کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی تھی۔ لاہور سے ہی تعلیم حاصل کی۔ M.C.S. کیا۔ بہت محنتی تھے۔ چھوٹی سی عمر میں ہی بزنس کو خوب ترقی دی۔

بہت آغاز میں ہی وصیت کر لی۔ جماعتی خدمات کا بہت شوق تھا۔ ضلع اور علاقہ کی سطح پر خدام الاحمدیہ میں کافی عرصہ خدمت انجام دی۔ ناظم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور رہے۔ ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ مرکزی آڈیٹر کی ذمہ داریاں بھی خوب نبھائیں۔ آج کل مرکزی فنانس سیکرٹری کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ کو خدا کے فضل سے تین دفعہ اعتکاف بیٹھنے کی توفیق ملی۔ کچھ عرصہ سے گھر کے کاموں پر بہت توجہ دے رہے تھے۔ گھر کے ڈرائنگ روم اور فرنیچر کو نئے سرے سے بنوایا۔ اسی دن صبح گھر سے جاتے ہوئے دروازہ کھول کر کاریگروں کو کہنے لگے کہ بہت دن ہوگئے آج ہر حال میں کام ختم ہو جانا چاہیے۔ جیسے ان کو کسی کام کی جلدی تھی۔ پوچھنے پر کہنے لگے کہ اس سے پہلے کہ مہمان آجائیں کام ختم ہونا چاہئے۔

Umair Ahmad Malik Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

شہادت کے بعد رات بارہ بجے جب ان کے جسد خاکی کو گھر لایا گیا تو اسی ڈرائنگ روم میں جس کو جاتے ہوئے مکمل کرنے کا کہہ رہے تھے۔ ممانی جان نے چارپائی بچھائی سفید چادر ڈالی اور عزیزم عمیر کو اس پر لٹایا گیا۔ پورا گھر اور گارڈن لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ وہ مہمان جسکی عزیزم عمیر کو توقع تھی آگئے تھے۔

سانحہ کے دن صبح دس بجے سفید کلف شدہ کپڑے پہن کر آفس کے لئے نکلے۔ آپ خلاف معمول بہت اچھے لگ رہے تھے۔ کام کے بعد جمعہ کے لئے مسجد النور ماڈل ٹاؤن پہنچے۔ ڈائس کے سامنے دوسری صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پیٹ اور جسم میں گولیاں لگیں جس سے شدید زخمی ہوگئے۔ عزیزم عمیر نے زخمی حالت میں مسجد سے فون کر کے اپنی بہن اور بیوی کو کہا کہ "میں بہت زخمی ہوں کوئی میرے پاس آئے"۔ پھر مربی صاحب کو فون کیا کہ "مربی صاحب یہاں مسجد پر حملہ ہوگیا ہے۔"

تقریباً پونے گھنٹے کے بعد جب سب کچھ کلیئر ہوگیا تو کسی نے ماموں جان کو بتایا کہ "عزیزم عمیر بھی زخمی حالت میں اندر لیٹا ہوا ہے۔" جب ماموں جان نے اندر جا کر دیکھا تو وہ الٹا لیٹا ہوا تھا۔ پسینے اور خون سے لت پت تھا۔ ہلکی آواز میں کہا ابو مجھے گولیاں لگی ہیں اور میں سیدھا نہیں ہو سکتا۔ خون کافی بہہ گیا ہے۔ اس کے بعد پانی مانگا اور سب گھر والوں کا پوچھا۔ ذرا آنکھیں کھول کر ماموں جان کو دیکھا اور کہا مجھے معاف کر دیں۔ اپنا موبائل، کار کی چابی اور پرس نکال کر ان کو دیا۔ جناح ہسپتال لے جایا گیا۔ بلڈ پریشر 50 تک آگیا ڈاکٹرز نے خون کی بوتل لگائی تو خون بہنا شروع ہوگیا۔ اپریشن کے لئے لیکر گئے مگر اپریشن کے دوران ہی جام شہادت نوش کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شہادت کے وقت آپکی عمر 35 سال تھی۔ آپ کی ایک بیٹی عمر ڈیڑھ سال اور بیٹا دو سال کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ماں، باپ بہن، بھائیوں اور بیوی بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور خود انکا حامی و ناصر ہو آمین۔

مکرمہ روبینہ منیر صاحبہ Neuisenburg

ہر ایک قطرۂ خوں فصلِ گل اگائے گا
یہ خون اب کے انوکھا ہی رنگ لائے گا

بنے گا باعثِ تزئینِ گلشنِ احمد
خوں شہیدوں کا یوں رائیگاں نہ جائے گا

یہ ہوگا قلبِ حزیں کے سکوں کا موجب بھی
کل اس پہ دیکھنا جب برگ وبار آئے گا

گھڑی وہ آئے گی اور بغتۃً ہی آئے گی
خدا ہے کس کا وہ آکر یہ خود بتائے گا

وہ وقت آتا ہے اے ظالمو! یہ مت بھولو
نمونہ ایک قیامت کا وہ دکھائے گا

وہ دھرتی چوس رہی ہے جو خونِ معصوماں
مٹے گا ظلم یا دھرتی خدا مٹائے گا

خدا کے گھر میں اگر دیر ہے اندھیر نہیں
منالے خیر عدو، کب تلک منائے گا

اب اس کے آنے کی آہٹ سنائی دینے لگی
گھڑی وہ جس میں خدا فیصلہ سنائے گا

وہ جس نے عُسر میں بھی یُسر کا دیا مژدہ
غموں کے بعد وہ خوشیوں سے بھی ملائے گا

﴿مبارک احمد ظفر صاحب از الفضل ربوہ 2 نومبر 2010ء ص 2﴾

زندہ لوگ

مکرم سردار افتخار الغنی صاحب شہید

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

ترجمہ: تاکہ اللہ جانچ لے ان کو جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہیدوں کے طور پر اپنا لے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔(سورۃ ال عمران: آیت نمبر: 141)

مکرم سردار افتخار الغنی شہید میرے بھتیجے تھے۔ان کے والد کا نام مکرم سردار عبدالشکور صاحب ہے۔ جو میرے بڑے بھائی ہیں۔شہید مرحوم نے 28 مئی کو دارالذکر میں جامِ شہادت نوش کیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ طبیعت کے بہت ہی پیارے تھے۔میرا بڑا بیٹا سید مسرور احمد جو جرمنی میں مقیم ہے۔اس کے ساتھ بہت گہری دوستی تھی۔بچپن میں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا۔جب کہ یہ آپس میں نہ ملتے ہوں۔بہت ہی فرمانبردار اور تابعدار بیٹا تھا۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں بھائی کی طرف گئی ہوں اور مجھے واپس گھر چھوڑ کر نہ گیا ہو۔فوراً اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تھا کہ ''پھوپھو میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں''۔اس کے ساتھ گزری ہوئی یادیں اور واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ تحریر میں لانا بہت ہی مشکل ہے۔میرا تعلق اس کی اہلیہ طیبہ صاحبہ اور ان کی والدہ مکرمہ شاہدہ شکور صاحبہ سے بھی بہت زیادہ تھا۔اور مجھے اس کے بچوں سے بھی بہت پیار ہے۔کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ وہ آنکھوں سے دور ہوں۔

شہید مرحوم مکرم حضرت فیض علی صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے پڑپوتے تھے۔مکرم حضرت فیض علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ افریقہ میں مکرم حضرت رحمت علی صاحب کے ہاتھ پر احمدی ہوئے۔افریقہ سے واپسی پر امرتسر کی بجائے قادیان میں ہی سیٹ ہو گئے۔شہید نظام وصیت میں شامل تھے۔شہادت کے وقت ان کی عمر 43 سال تھی۔مسجد دارالذکر گڑھی شاہو میں شہادت پائی۔عموماً مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جمعہ ادا کرتے تھے۔اور ہمیشہ گیٹ پر ڈیوٹی ہوتی تھی۔لیکن وقوعہ کے روز نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے اپنے دفتر سے (اپنے کام سے) مسجد دارالذکر چلے گئے۔شہادت سے قبل مکرم سردار عبدالباسط صاحب (جو ان کے ماموں ہیں) سے بھی فون پر بات ہوئی۔گھر میں بھی فون کرتے رہے اور یَا حَفِیْظُ ، یَا حَفِیْظُ کا ورد کرتے رہے۔ماموں جان کو بھی دعا کے لئے کہتے رہے کہ دعا کریں دہشتگردوں نے ہمیں گھیرا ڈالا ہوا ہے۔اہلیہ محترمہ کو پتہ چلا کہ مسجد پر حملہ ہوا ہے تو آپ کو فون کیا اور کہا کہ آپ جمعہ کے لئے نہ جائیں۔لیکن پتہ لگا کہ آپ تو دارالذکر میں موجود ہیں۔گھر میں بھی دعا کے لئے کہتے رہے۔انکی بیٹی مہوش نے ان سے بات کی اور کہا کہ ''پاپا آپ باہر آجائیں دوسرے لوگ بھی باہر آرہے ہیں'' تو جواب دیا ''بیٹا بس میرے لئے دعا کرو''۔اور ساڑھے تین بجے ایک دوست جو ملٹری میں ہے ان کو فون کر کے کہا کہ اس طرح کے حالات ہیں، پولیس تو کچھ نہیں کر رہی تم لوگ مسجد میں لوگوں کی مدد کے لئے آؤ۔شہید ہونے تک دوسروں کو بچانے کی کوشش کرتے رہے۔اور انہوں نے موقع پاتے ہی بھاگ کر ایک دہشتگرد کو پکڑا تو دوسرے دہشتگرد نے فائرنگ کر دی۔جس دہشتگرد کو پکڑا تھا اس نے اپنی خودکش جیکٹ بلاسٹ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پوری طرح بلاسٹ نہیں ہوسکی،دھماکا تھوڑا ہوا لیکن اس دھماکے سے شہید ہو گئے اور دہشتگرد شدید زخمی ہو گیا۔لوگ کہتے ہیں کہ یہ آسانی سے بچ سکتے تھے اگر یہ اس وقت ایک طرف ہو جاتے اور دہشتگرد پر نہ جھپٹتے۔

شہید مرحوم کو خدمتِ خلق کا بہت شوق اور جذبہ تھا۔جب بھی کسی کو ضرورت پڑتی۔خون کا عطیہ دے دیا کرتے۔ہمیشہ اپنی تکلیف کے باوجود دوسروں کی مدد کرتے۔روّیہ کے بہت اچھے تھے۔ان کی اہلیہ کہتی ہیں'' مجھے کبھی محسوس نہیں ہوا کہ مجھے کوئی دوست یا سہیلی بنانی چاہئے۔گھر کے سارے کاموں میں میرا ہاتھ بٹاتے تھے۔یہاں تک کہ برتن بھی دھلوا دیتے تھے۔'' مہمان نوازی بھی ان کی بہت بڑی خوبی تھی۔مہمان بہت آتے تھے۔ہر ایک کا کام خندہ پیشانی سے کرتے تھے۔مجال ہے جو ماتھے پر شکن آئے۔پچھلے سال میرے بھائی مکرم سردار عبدالسمیع اور بھابھی مکرمہ طاہرہ سمیع صاحبہ اور ان کی والدہ مکرمہ شاہدہ شکور صاحبہ قادیان جلسہ پر گئے۔اس نے ان سب کی اتنی خدمت کی کہ بے اختیار اس کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔بڑی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔نیکی کو ہمیشہ چھپا کر رکھتے تھے۔استغفار اور درود شریف بہت پڑھتے تھے۔یوں لگتا تھا کہ انگلیوں میں تسبیح کر رہے ہیں۔

Sardar Iftikhar ul Ghani Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

کچھ دن پہلے اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے کزن مکرم سردار محمود الغنی صاحب، مکرم سردار انوار الغنی صاحب، اور مکرم سردار نسیم الغنی صاحب اور ایک ان کے دوست مکرم ڈاکٹر عمران سوری صاحب گھیرا ڈال کر کھڑے ہیں اور درمیان میں ایک قبر کی کھدائی ہو رہی ہے۔اور کوئی کہتا ہے کہ یہ افتخار کی قبر ہے۔اس نے یہ خواب اپنی اہلیہ کو سنائی تو اس نے کہا کہ آپ صدقہ دیں۔

حضور انور نے بھی اپنے خطبہ جمعہ 11 جون 2010ء میں شہید مرحوم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ''شہید بے لوث خدمت کرنے والے تھے، رحم دل تھے۔ہر رشتے کے لحاظ سے وہ بہترین تھے اور بطور انسان بھی۔بچوں سے بھی دوستانہ تھے۔والدہ کے بہت خدمت گزار تھے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے جو پیچھے رہنے والے لواحقین ہیں ان کو بھی صبر اور ہمت اور حوصلے سے اس صدمے کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔نیکیوں پر قائم رکھے''۔آمین

اس کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔سب غیر شادی شدہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کے نصیب اچھے کرے۔نیک وصالح اور خادم دین بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔آمین۔

محترمہ ناصرہ شاہین صاحبہ والدہ سید مسرور احمد گولڈشٹائن فرینکفرٹ

"میرا تو جینا مرنا مسجد میں ہے"!

میرے پیارے بھائی مکرم کامران ارشد صاحب شہید

28 مئی 2010ء کا دن تاریخ احمدیت میں ایک یادگار دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ دن تھا جب اطلاع ملی کہ ہماری دو مساجد دارالذکر اور بیت النور پر دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے۔ ایسی تکلیف ایسا درد تھا کہ گویا دل ہی پھٹ جائے گا۔ ہم کچھ نہیں کر پا رہے تھے۔ دُور بیٹھے لاچار اور مجبور احمدی تڑپ تڑپ کر اور بلک بلک کر اپنے مولا، اپنے آقا کو پکار رہے تھے کہ "اے ہمارے مولا! ہماری مدد کو آ۔ دیکھ تیرے معصوم نمازیوں کو یہ ظالم مار رہے ہیں۔ ان کو بچالے میرے مولا کریم"۔ کیا مکرم عبدالودود صاحب اور کیا مکرم کامران ارشد صاحب شہید ہر بھائی میرا بھائی تھا، میرا اپنا احمدی بھائی۔ جن کی زندگیوں اور بقا کے لئے ہم ہمیشہ دعا کرتے ہیں۔ مگر وہ دردناک گھڑیاں لمبی ہوتی گئیں اور تقریباً تین گھنٹے کے بعد گولیوں کی آواز ٹھنڈی ہوئی تو بہت سے ہنستے مسکراتے زندگی کی حرارتوں سے گرم گرم وجود موت کی ٹھنڈی لہر میں بہہ گئے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سفید کپڑے پہنے وہ شہزادے اپنے پیارے خدا کی محبت بھری آغوش میں جا بیٹھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ کے منتخب کردہ ان پیارے بندوں میں سے ایک مکرم کامران ارشد صاحب شہید بھی تھے۔ وہ میرے چچازاد بھائی تھے۔ میرے بڑے چچا مکرم محمد ارشد قمر صاحب کے بیٹے تھے اور ہمارے دادا ابو کا نام مکرم حافظ محمد عبداللہ صاحب مرحوم ہے۔ میرے چچا جان کے ماشاءاللہ پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ شہید مرحوم چھ بہن بھائیوں میں سے دوسرے نمبر پر تھے۔ بیٹی چونکہ سب سے چھوٹی ہے اس لئے چچا جان کے بچوں نے ہمیشہ ہم سب بہنوں کو اپنی بہنوں کی طرح عزت اور محبت دی اور یہی وجہ تھی کہ ہمیں بھی ان سے اپنے بھائیوں کی طرح پیار ہے۔ 28 مئی 2010ء کے اس لرزا دینے والے وقت میں جب مجھے کچھ ہوش آیا تو سب سے پہلے اپنے بھائی مکرم کامران ارشد صاحب شہید اور بہنوئی مکرم عبدالودود صاحب شہید کی فکر ہوئی۔ مکرم کامران صاحب شہید مسجد دارالذکر کے بالکل سامنے رہتے تھے۔ اس لئے پہلے انہی کا خیال آیا۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ جمعہ کا دن ہو اور مکرم کامران صاحب جمعہ پر نہ جائیں۔ مکرم کامران شہید کے بارے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ "کامران تو صرف تین جگہوں پر ہی مل سکتے ہیں، گھر، دفتر یا مسجد۔ مسجد سے محبت تو مکرم کامران صاحب شہید کے خون میں شامل تھی"۔ خدام اور انصار سب یہی کہتے تھے کہ "مکرم کامران صاحب تو واقف زندگی ہیں" شہید مرحوم کی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے اگر کبھی گھر والوں نے کہہ دینا کہ "کامران! آپ ہر وقت مسجد میں رہتے ہیں۔ بے شک دین کا کام کریں مگر کچھ وقت دنیا کے کاموں کو بھی دیں" تو ان کا ہمیشہ یہی جواب ہوتا تھا کہ "نہیں! دین پہلے اور دنیا بعد میں۔ ہمارا تو جینا مرنا مسجد میں ہی ہے"

مکرم کامران ارشد صاحب شہید بہت سادہ مزاج، خوش اخلاق، اور ہر ایک کا خیال رکھنے والے انسان تھے۔ آپ شعبہ کتب کے انچارج تھے اور MTA کے لئے بھی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ MTA کے شعبہ کے انچارج مکرم محمود خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ "28 مئی کے روز میں، مکرم کامران ارشد شہید اور مکرم آصف فاروق شہید MTA کے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ باہر سے گولیاں چلنے کی آواز آئی۔ جس پر مکرم کامران ارشد شہید نے کہا کہ "چلیں! مینار پر چڑھ کر باہر کی ویڈیو بنا لیتے ہیں کہ کیا ہوا ہے" اور ساتھ ہی یہ دونوں شہداء کیمرے اٹھا کر باہر نکل گئے۔ میں ان سے دو قدم پیچھے تھا۔ ابھی ہم سیڑھیوں پر ہی تھے کہ سامنے سے آتے ہوئے دہشت گرد نے فائرنگ شروع کر دی اور مکرم کامران ارشد صاحب موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ مکرم کامران ارشد صاحب شہید اور مکرم آصف فاروق صاحب شہید میرے دونوں بازوؤں کی طرح تھے۔ میں مکرم کامران ارشد صاحب شہید کو عرصہ پچیس سال سے جانتا ہوں۔ وہ بے حد صاف گو انسان تھے۔ اس لمبے عرصہ میں میں نے کبھی ان کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا۔ چاہے کتنا ہی نقصان ہو جائے انہوں نے صرف سچ ہی بولنا ہے"۔

Kamran Arshad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

مکرم کامران صاحب شہید کے والدین اور بہن بھائی عرصہ نو سال سے کینیڈا میں تھے۔ پاکستان کے حالات کو دیکھتے ہوئے جب بھی مکرم کامران صاحب شہید کے والد صاحب نے ان سے ملک سے باہر آنے کے لئے کہا تو وہ ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ "اگر مجھے باہر بلانا ہے تو سچ کی بنیاد پر بلائیں۔ میں نے باہر آنے کے لئے جھوٹ بالکل نہیں بولنا۔ اگر ایمبیسی والوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے صاف کہہ دینا ہے کہ جماعتی طور پر بے شک حالات خراب ہیں مگر مجھے ذاتی طور پر کوئی دھمکی نہیں ملی۔ پھر نہ کہنا کہ سچ بول کر سارا کام خراب کر دیا"۔

مکرم کامران ارشد صاحب شہید شروع سے ہی دینی رجحان رکھنے والے تھے۔ اپنی چھوٹی اور اکلوتی بہن محترمہ غزل صاحبہ کو ہمیشہ نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں تلقین کیا کرتے تھے اور پردہ کی اہمیت کو قرآنی آیات سے سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ جب میں نے اپنی چچی جان محترمہ بشریٰ ارشد صاحبہ سے ان کے پیارے بیٹے کے بارے میں بات کی تو انہوں نے کہا "عزیزم کامران صاحب شہید میرے بہت ہی پیارے بیٹے تھے۔ ان کی اچھی عادتیں اور دین کی طرف غیر معمولی رجحان ان کو باقی سب میں ممتاز کر دیتا تھا۔ ہر ایک سے حسن سلوک کرنے والے اور ہمسائیوں کے حقوق کا بہت خیال رکھنے والے تھے۔ ہر ایک کی مدد کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ ان میں ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ رحمی رشتوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ عزیزم کامران صاحب شہید کی شادی پر ان کے کچھ رشتہ داروں کی آپس میں ناراضگی تھی۔ ان کے ایک رشتہ دار نے کہا کہ ان کی شادی میں اگر آپ فلاں رشتہ دار کو بھی بلائیں گے تو ہم نہیں آئیں گے اور وہ واپس گھر چلے گئے۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ ٹھیک ہے اگر وہ بارات میں نہیں آنا چاہتے تو نہ آئیں۔ جب یہ صورت حال عزیزم کامران صاحب شہید کے سامنے آئی تو وہ پریشان ہو گئے اور کہنے لگے کہ "امی جان! آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ہمارے کچھ رشتہ دار بارات میں نہ آئیں۔ ہم ان سے فون پر بات کر کے ان کو راضی کرتے ہیں اور اگر وہ پھر بھی نہ مانے تو ہم خود ان کے گھر جا کر ان کو منا کر لائیں گے۔ ہم ان رحمی رشتوں کو کیسے توڑ سکتے ہیں جن کو قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہوا ہے"۔ میں ان کی یہ بات سن کر حیران رہ گئی اور کہا کہ "کامران آپ تو ہمارے گرو بن گئے ہیں"۔

کسی وجہ سے عزیزم کامران کے خاندان کی اپنے ایک رشتہ دار اور ان کی بیگم سے

ناراضگی تھی دونوں خاندانوں میں ناراضگی کے باعث آنا جانا ختم تھا۔ان کے ان عزیز صاحب کے سسر صاحب بیمار ہوگئے ہیں اور اُن کو خون کی ضرورت ہے تو عزیزم کامران گھر میں ذکر کئے بغیر اُن کے پاس ہسپتال چلے گئے اور جا کر خون دیا تا کہ رشتوں کے حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ رہ جائے۔مکرم کامران صاحب کے خالو جان باہر کے ملک میں جانے کی کوشش کر رہے تھے تو مکرم کامران صاحب نے سارے کام کروانے میں اُن کی بہت مدد کی اور جب وہ کینیڈا چلے گئے تو پیچھے کافی عرصے تک اُنکی فیملی میں بڑے بیٹے کی حیثیت سے ذمہ داریاں اُٹھاتے رہے۔مکرم کامران صاحب شہید کی خالہ جان بتاتی ہیں کہ وہ ہر لحہ خدمت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔بچوں کو اسکول لانے لے جانے میں بہت مدد کرتے تھے۔آج اُن کے جانے پر مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے میرا بیٹا مجھ سے دُور چلا گیا ہے۔

لاہور میں لجنہ MTA کی انچارج کا کہنا ہے کہ ''مکرم کامران صاحب شہید ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا کرتے تھے۔ہمیں تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے ان کے جانے کے بعد ہم سے کام کرنا بہت ہی مشکل ہے''۔اس پر مکرم کامران صاحب شہید کی والدہ محترمہ نے کہا کہ ''ایک کامران گیا ہے تو کیا ہوا۔خدا تعالیٰ آپ کو اور بہت سے کامران دے گا''۔اس پر انچارج صاحبہ نے کہا کہ ''بے شک ! لیکن کامران صاحب شہید کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا''۔

جب میری بات مکرم کامران صاحب شہید کی اہلیہ محترمہ سدرہ کامران صاحبہ سے ہوئی تو اُنہوں نے بتایا کہ ''ہماری شادی کو صرف 6 سال ہی ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں ہمیں ایک بیٹی صدیقہ کامران عمر4 سال اور ایک بیٹا نعمان احمد جس کی عمر2 سال ہے عطا فرمائے۔جب میری اپنی عمر5,4 سال کی تھی تو میرے ابو کی وفات ہوگئی تھی۔اُس وقت میرا اپنے باپ کی شفقت سے محروم ہونا بالکل ایسا ہی تھا جیسے میں نے اپنے والد صاحب کو دیکھا ہی نہ ہو۔خدا تعالیٰ نے اِس محرومی کے بعد مجھے کامران صاحب کی شکل میں زندگی کا مہربان ساتھی عطا کیا۔اُن کے ساتھ میں بہت خوش تھی۔کامران صاحب ہر مشکل میں ساتھ دینے والے تھے۔بچوں کی ذمہ داریوں میں بھی میری مدد کرتے تھے۔خاص طور پر لوڈشیڈنگ (لائٹ جانے کا وقفہ) کے دنوں میں ساری ساری رات بیٹی کو گود میں لے کر ٹہلتے رہتے تھے۔سسرالی عزیزوں کے ساتھ بھی بہت عزت اور محبت کا تعلق تھا۔میری والدہ کی بہت عزت کرتے تھے اور فون کر کے اکثر ان کا حال پوچھتے رہتے تھے۔میرے بھائی بھی MTA کیلئے کامران صاحب کے ساتھ ہی کام کرتے تھے۔اُن کے ساتھ بھی بالکل اپنے سگے بھائیوں والا تعلق تھا۔شادی کے شروع کے دنوں میں مجھے کھانا پکانا نہیں آتا تھا۔مگر جیسا بھی بنا کر دیتی تھی کامران صاحب شوق سے کھا لیتے تھے۔کبھی بھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے۔وہ مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ میری لمبی زندگی کے لیے بہت دُعا کیا کرو۔مجھے دُعا کی بہت ضرورت ہے۔ہر ایک سے حُسنِ سلوک کامران کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔دروازے پر آئے کسی بھی سوالی کو خالی ہاتھ نہ بھیجتے تھے۔اگر مانگنے والا کھانا مانگتا تو کھانے کی دُکان پر لے جاتے اور کھانے کی رقم کی ادائیگی کر دیتے تا کہ سوالی پیٹ بھر کر کھانا کھا لے۔ یہ رحم کا سلوک صرف انسانوں سے ہی نہیں بلکہ جانوروں سے بھی تھا۔ایک روز بلی کا چھوٹا سا بچہ کہیں سے گھومتا ہوا ہمارے گھر کے دروازے پر آ گیا۔محلے کے بچے اُس کو تنگ کر رہے تھے۔جب کامران صاحب کو اُس کا علم ہوا تو باہر جا کر بلّی کے بچے کو اندر لے آئے۔ایک گتے کا بڑا ڈبہ خالی کر کے اُس کے اندر نرم سا کپڑا بچھایا اور بلّی کے بچے کو اُس کے اندر رکھ دیا۔تھوڑی دیر کے بعد میں دیکھ کر حیران رہ گئی کہ کامران صاحب فیڈر میں دودھ ڈال کر بلّی کے بچے کو پلا رہے تھے''۔

جب میں نے محترمہ سدرہ صاحبہ سے محترم کامران صاحب شہید کی عام مصروفیات کے بارہ میں بات کی تو اُنہوں نے بتایا ''کہ شہادت سے کچھ روز پہلے کامران صاحب بالکل خاموش سے ہوگئے تھے۔وہ شام کو مجھے باقاعدگی سے سیر کے لئے لے کر جاتے اور زندگی کی مختلف ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طرف توجّہ دلاتے۔مثال کے طور پر کہتے تھے کہ اب بیٹی کا اسکول میں داخلہ ہو جائے گا تو تُم نے ہی اُسے اسکول چھوڑ کر آنا ہے اور تُم نے ہی اُس کو واپسی پر لے کر آنا ہے۔میں نے کہا کہ بیٹا ابھی چھوٹا ہے۔اس لیے آپ کام پر جاتے ہوئے بیٹی کو اسکول چھوڑ دیا کرنا۔مگر کہنے لگے کہ نہیں یہ کام تم نے ہی کرنا ہے اس لیے ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ۔میں اُس وقت سمجھ ہی نہ سکی کہ اتنا مہربان شوہر جو ہر لحہ میری مدد کے لیے تیار رہتا ہے۔اِن کاموں کی کُلّیتاً ذمہ داری میرے اوپر کیوں ڈال رہا ہے۔بہر حال میں اللہ تعالیٰ کی شُکر گذار ہوں کہ اُس نے میرے شوہر کو اپنے پیارے بندوں میں شامل کر لیا اور شہادت کا بلند رُتبہ اُن کو نصیب کیا۔ہماری بیٹی صدیقہ اپنے ابو کو بہُت یاد کرتی ہے۔میں نے صدیقہ سے کہا کہ نماز پڑھا کرو۔آپ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگو گی اللہ تعالیٰ دے گا۔4 سالہ بچی نے جلدی سے کہا ''ٹھیک ہے ماما میں اللہ میاں سے کہوں گی کہ وہ مجھے میرے پاپا واپس کر دیں۔مجھے پاپا بہُت یاد آتے ہیں''

اتنی محبت کرنے والے زندگی کے ساتھی سے ساری عمر کے لیے جدائی محترمہ سدرہ صاحبہ کے لیے اگر چہ بہُت مشکل تھی۔مگر اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ ہم خلافت کی ٹھنڈی چھاؤں تلے بیٹھے ہیں اور خلافت کا یہ سائباں ہمیں زندگی کی ہر گرمی اور سردی سے بچاتا ہے اور ہماری حالت خوف کو امن میں بدل دیتا ہے۔وہ مزید بتاتی ہیں کہ ''میں بہت تکلیف میں تھی اور یہ امتحان میری برداشت سے باہر تھا۔ایسے وقت میں پیارے خلیفہء وقت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا فون آ گیا۔اُن سے بات کر کے مجھے ایسے لگا کہ جیسے کسی نے میرے زخموں پر مرہم رکھ دیا ہو۔میں سکون میں آ گئی اور میرے دل میں یہ حوصلہ اور فخر آ گیا کہ میں ایک شہید کی بیوہ ہوں۔ جس کے لیے پیارے آقا اور دُنیا کا ہر احمدی دُعا گو ہے''۔

''محبت'' سُکھ بھی دیتی ہے اور دُکھ بھی دیتی ہے۔جب تک وہ مخلص رفیق زندگی آپ کے ساتھ ہوتا ہے تو اُس کو دیکھ کر ایک بیوی کے دل میں سکون اُتر آتا ہے اور جب وہ آپ سے ہمیشہ کیلئے بچھڑ جائے تو اُس کی خوبصورت یادیں جہاں کبھی کبھی اہلیہ کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھیرتی ہیں وہاں بے حساب، بے شمار آنسو اُس کی آنکھوں سے گرتے ہی رہتے ہیں۔شائد اسی کو زندگی اور زندگی کا سب سے بڑا امتحان کہتے ہیں۔آج ہماری بہت سی بہنیں ان آزمائش کی گھڑیوں سے گذر رہی ہیں۔لیکن اُن کے قدم لڑکھڑا نہیں رہے۔وہ بڑے حوصلے اور وقار کے ساتھ کھڑے ہونے کی کوشش کر رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ میرا شوہر خُدا کی راہ میں شہید ہوا ہے مگر میں خالی ہاتھ نہیں ہوں۔میری گود میں ان کی نسل ہے جو کل کو بڑے ہو کر اپنے باپ کی جگہ لیں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو پھیلانے کے لیے پھر کھڑے ہوں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اُن سب، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کو جن کے بیٹے، بھائی، باپ اور شوہر راہِ خُدا میں شہید ہوئے اور ہماری سدرہ کامران صاحبہ کو بھی صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اِن کے بچوں کو بہترین رنگ میں پروان چڑھائے اور وہ اپنے شہید باپ کی نیکیوں کو قائم رکھنے والے بنیں۔(آمین)

(فرزانہ ندیم صاحبہ حلقہ Neuwied (City Koblenz)

خطبہ جمعہ

لاہور میں دارالذکر اور مسجد النور ماڈل ٹاؤن میں شہادت پانے والے 25 مزید شہداء کا دلگداز تذکرہ

مکرم عبدالرشید ملک صاحب شہید ابن مکرم عبدالحمید ملک صاحب۔ مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب شہید ابن مکرم منیر شاہ ہاشمی صاحبؓ۔ مکرم مظفر احمد صاحب شہید ابن مکرم مولانا ابراہیم صاحب قادیانی درویش مرحوم۔ مکرم میاں مبشر احمد صاحب شہید ابن مکرم میاں برکت علی صاحب۔ مکرم فدا حسین صاحب شہید ابن مکرم بہادر خان صاحب۔ مکرم خاور ایوب صاحب شہید ابن مکرم محمد ایوب خان صاحب۔ مکرم شیخ محمد یونس صاحب شہید ابن مکرم شیخ جمیل احمد صاحب۔ مکرم مسعود احمد بھٹی صاحب شہید ابن مکرم احمد دین صاحب بھٹی۔ مکرم حاجی محمد اکرم ورک صاحب شہید ابن مکرم چوہدری اللہ دتہ ورک صاحب۔ مکرم میاں لئیق احمد صاحب شہید ابن مکرم میاں شفیق احمد صاحب۔ مکرم مرزا شاہل منیر صاحب شہید ابن مکرم مرزا محمد منیر صاحب۔ مکرم ملک مقصود احمد صاحب شہید ابن مکرم ایس اے محمود صاحب۔ مکرم چوہدری محمد احمد صاحب شہید ابن مکرم ڈاکٹر نور احمد صاحب۔ مکرم الیاس احمد اسلم قریشی صاحب شہید ولد مکرم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب۔ مکرم طاہر محمود احمد صاحب شہید ابن مکرم سعید احمد صاحب۔ مکرم سید ارشاد علی صاحب شہید ابن مکرم سید سمیع اللہ صاحب۔ مکرم نور الامین صاحب شہید ابن مکرم نذیر نسیم صاحب۔ مکرم چوہدری محمد مالک صاحب چدھڑ شہید ابن مکرم چوہدری فتح محمد صاحب۔ مکرم شیخ نعیم ساجد صاحب شہید ابن مکرم شیخ امیر احمد صاحب۔ مکرم سید لئیق احمد صاحب شہید ابن مکرم سید محی الدین احمد صاحب۔ مکرم محمد اشرف بھلر صاحب شہید ابن مکرم محمد عبداللہ صاحب۔ مکرم مبارک احمد طاہر صاحب شہید ابن مکرم عبدالمجید صاحب۔ مکرم انیس احمد صاحب شہید ولد مکرم صوبیدار منیر احمد صاحب۔ مکرم منور احمد صاحب شہید ابن مکرم صوبیدار منیر احمد صاحب۔ مکرم سعید احمد طاہر صاحب شہید ولد مکرم صوفی منیر احمد صاحب۔

یہ تمام شہداء قسم قسم کی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی دعائیں اور ان کی نیک خواہشات اپنے بیوی بچوں اور نسلوں کے لئے قبول فرمائے اور سب پسماندگان کو صبر اور حوصلہ سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ 18 جون 2010ء مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

شہدائے لاہور کا ذکر جاری ہے۔ اس سلسلے میں کچھ اور شہداء کا ذکر کرتا ہوں۔

مکرم عبدالرشید ملک صاحب شہید ابن مکرم عبدالحمید ملک صاحب۔ شہید مرحوم لالہ موسیٰ کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا حضرت مولوی مہر دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے 313 صحابہ میں شامل تھے۔ شہید کی عمر شہادت کے وقت 64 سال تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ مجلس انصار اللہ کے فعال رکن تھے۔ وصایا و تعلیم القرآن کے سیکرٹری تھے۔ مسجد دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی ہے۔ عموماً کڑک ہاؤس میں نمازِ جمعہ ادا کرتے تھے اور کافی عرصہ بعد دارالذکر گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شہادت کا رتبہ دینا تھا۔ جمعہ پر جانے سے قبل اہلیہ کو کہا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ کبھی کبھی بڑی مسجد میں جمعہ پڑھنا چاہئے اس لئے میں آج دارالذکر جا رہا ہوں۔ مین ہال میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گھر فون کیا کہ میرے پاؤں میں گولی لگی ہے۔ اہلیہ کہتی ہیں ان کی بات کے دوران گولیوں کی آوازیں آتی رہیں۔ اپنا فون تو تھا نہیں، کسی کے فون سے بات کر رہے تھے۔ بہرحال پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ اہلیہ کا بھی بڑا صبر اور حوصلہ ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ ان کی شہادت پر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوری جماعت کا حامی و ناصر ہو اور بہت ترقیات عطا فرمائے۔ یہ بھی لجنہ کی کارکن ہیں۔ کہتی ہیں کہ بطور باپ بہت شفیق انسان تھے۔ تین بیٹیاں ہیں اور کبھی اظہار نہیں کیا کہ بیٹا نہیں ہے۔ بیٹیوں پر بہت توجہ دی اور دینی اور دنیاوی تعلیم میں ہمیشہ آگے رکھا اور تینوں بچیوں سے برابری کا سلوک کیا۔ ایک نو مبائع بچی جو گھر کا کام کرنے کے لئے آتی تھی، کو بھی تبلیغ کرتے رہے۔ اس کو پالا، اس کی بیعت کروائی اور اس کی شادی کے بھی انتظامات کئے تھے۔ اور بڑی پیار کرنے والی طبیعت تھی۔ دعا گو، سادہ، متقی، ملنسار اور اطاعت گزار شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب شہید ابن مکرم منیر شاہ ہاشمی صاحبؓ۔ شہید مکرم شاہ دین ہاشمی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے تھے اور شہید کے والد مکرم محمد منیر شاہ ہاشمی صاحب ایبٹ آباد میں جنرل پوسٹ ماسٹر تھے۔ 1974ء کے فسادات میں آپ کے گھر کو مخالفین نے جلا دیا۔ ریڈیو پاکستان پشاور سٹوڈیو میں ملازمت کرتے تھے۔ خبریں پڑھتے تھے۔ نوائے وقت اخبار میں کالم نویسی بھی کرتے تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 78 سال تھی۔ مجلس انصار اللہ کے بڑے فعال کارکن تھے۔ 16 سال تک صدر حلقہ بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ اور آپ کی شہادت بھی دارالذکر لاہور میں ہوئی ہے۔ تین گولیاں آپ کو لگی تھیں۔ بہت ہی پیار کرنے والے تھے، جماعت کا درد رکھنے والے تھے۔ خدمتِ دین کا شوق رہتا تھا۔ اور بیوی بچوں کو بھی یہ تلقین کرتے تھے۔ صدر شالی چھاؤنی کو جمعہ کے روز فون کیا کہ میرے پاس جماعت کی ایک امانت ہے۔ یہ رقم قومی بچت سے پرافٹ (profit) ملا تھا وہ آ کر لے جائیں۔ شہادت کے وقت بھی یہ رقم ان کی جیب میں موجود تھی اور گولی لگنے سے اس

رقم میں (پیسوں میں بھی) نوٹوں پہ بھی سوراخ ہوئے تھے۔ ہر کام میں وقت کی پابندی کا بہت خیال تھا، لاہور میں وہاں کے ایک صدر صاحب نماز سینٹر بنانا چاہتے تھے لیکن نقشہ کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ انہوں نے راتوں رات خود ہی پنسل سے نقشہ بنایا اور اس کی منظوری لے لی۔ غیر احمدی بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ سارے محلے والے تعزیت کے لئے گھر آئے۔ بہت بہادر تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ اپنے حلقے کو جماعتی طور پر بڑا اونچا رکھا تھا۔ ان کے بارے میں عطاء القادر طاہر صاحب کا ایک خط مجھے ملا۔ وہ کہتے ہیں کہ انتہائی مہمان نواز، ملنسار، منکسر المزاج تھے۔ تلاوت اور نظم پڑھتے تھے۔ کمزوری صحت کے باعث چلنے پھرنے میں دشواری آتی تھی لیکن صدارت سے معذوری ظاہر کرنے کے باوجود جماعتی کاموں کے لئے ہر وقت تیار تھے۔ خلافت سے آپکو والہانہ عشق تھا اور ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

مکرم مظفر احمد صاحب شہید ابن مکرم مولانا ابراہیم صاحب قادیانی درویش مرحوم۔ شہید مرحوم کے خسر حضرت میاں علم دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور ان کے والد سابق ناظر اصلاح وارشاد واشاعت قادیان کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادوں کے استاد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ شہید مرحوم اپنے حلقے کے امام الصلوٰۃ تھے۔ لمبے عرصے تک مجلس دھرم پورہ کے سیکرٹری مال رہے۔ شہادت کے وقت آپکی عمر 73 سال تھی اور انکی شہادت بھی دارالذکر میں ہوئی۔ باقاعدہ نمازیں دارالذکر میں ادا کرتے تھے۔ بارہ بجے جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے گھر سے نکل گئے۔ بیٹا نمازِ جمعہ کے لئے مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن گیا۔ چھ بجے معلوم ہوا کہ مظفر صاحب شہید ہو گئے ہیں۔ وہاں مردہ خانے میں ان کی نعش ملی۔ پانچ گولیاں ان کو لگی ہوئی تھیں۔ زخمی ہونے کی حالت میں ان کو دیکھنے والے جوان کے قریبی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ خود بھی درود شریف پڑھ رہے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے کہ درود پڑھو اور استغفار کرو۔ ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ مظفر صاحب بچپن سے ہی نمازِ تہجد ادا کرنے کے عادی تھے۔ کبھی تہجد نہیں چھوڑی۔ بچوں کو بھی یہ تلقین کرتے تھے۔ اونچی آواز میں تلاوت کرتے تھے۔ بلکہ پانچوں وقت نماز کے بعد تلاوت کیا کرتے تھے۔ کچھ دن قبل روزے بھی رکھے۔ تھوڑے تھوڑے دنوں بعد روزے رکھتے رہتے تھے۔ ہر ایک کو یہی کہتے تھے کہ میرے لئے دعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو۔ گھر کی سب ذمہ داریاں پوری کرتے تھے۔ نہ کبھی جھوٹ بولا نہ جھوٹ برداشت کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو شہادت کا رتبہ دیا۔ اور جس چیز کے لئے دعا کے لئے کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کا انجام بھی قابلِ رشک کیا ہے۔ ان کی ہمشیرہ قادیان میں ہیں جو ناظر صاحب اعلیٰ کی اہلیہ ہیں۔ انہوں نے بھی لکھا کہ داماد سے دوستوں کی طرح تعلق تھا۔ بہنوں سے بھی بڑا حسنِ سلوک کرتے تھے۔ بڑی بیٹی نے بتایا کہ میرے ماموں کی بیٹی وہاں ربوہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ اس کے گھر گئے تو دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایم ٹی اے پر خلافت جوبلی والا عہد دہرایا جارہا تھا تو کھڑے ہو کر بلند آواز سے اس عہد کو دہرانے لگے۔ جس طرح کمرے میں اور کوئی موجود نہیں ہے اور صرف انہی کو کہا جارہا ہے کہ عہد دہرائیں۔ 1980ء میں ان کو حج کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔

مکرم میاں مبشر احمد صاحب شہید ابن مکرم میاں برکت علی صاحب۔ شہید مرحوم کے والد میاں برکت علی صاحب نے 1928ء میں بیعت کی تھی اور پھر تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل ہوئے۔ شہید مرحوم حضرت میاں نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے ہیں۔ کھاریاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ پھر یہ 2008ء میں لاہور شفٹ ہو گئے۔ پہلے یہ لوگ وزیر آباد رہتے تھے۔ ان کا کوکا کولا کا ڈسٹری بیوشن کا کاروبار تھا۔ 1974ء میں کاروبار ختم ہو گیا۔ لوگوں نے تمام سامان لوٹ لیا۔ شدید مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں ایک دفعہ جماعتی ڈاک مرکز دے کر ربوہ سے واپس وزیر آباد جارہے تھے تو چنیوٹ پہنچنے پر ان کو گاڑی سے اتارنے کی کوشش کی گئی کہ مرزائی ہے، اسے مارو۔ لیکن بہرحال ڈرائیور نے گاڑی چلادی اور وہاں تو کچھ نہیں ہوا۔ پھر گوجرانوالہ پہنچنے پر بھی جلوس نے آپ پر حملہ کیا۔ بہر حال اس طرح بچتے بچاتے آدھی رات کو اپنے گھر پہنچے۔ ان دنوں جو حالات تھے بڑے خوفناک حالات تھے۔ اور مرکز سے رابطہ کے لئے جو لوگ آتے تھے وہ بڑی قربانی دے کر آتے تھے۔ بہرحال قربانیوں کے لئے تو یہ ہر دم تیار تھے۔ اور پھر دوبارہ انہوں نے 1998ء میں ڈسٹری بیوشن کا کام شروع کیا۔ کوکا کولا کے ڈسٹری بیوٹر بنے۔ جب بوتلوں کا کام کرتے تھے تو کئی پارٹیاں آکر یہ لالچ دیتی تھیں کہ آپ کی ایمانداری کی بہت شہرت ہے۔ جب آپ بوتلیں تقسیم کرتے ہیں تو آپ کی کوئی بوتل جعلی نہیں ہوتی۔ بالکل خالص چیز ہوتی ہے۔ پاکستان میں تو جعلی بوتلوں کا، کسی بھی چیز کا جعلی کاروبار بہت زیادہ ہے۔ ہر چیز میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ تو انہوں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ کی شہرت تو ہے ہی، آپ اپنے جو کریٹ بیچتے ہیں ان میں دو جعلی بوتلیں ڈال دیا کریں۔ اس سے آپ کا منافع جو ہے کئی گنا بڑھ جائے گا اور کروڑپتی ہو جائیں گے۔ لیکن آپ نے کبھی ان کی بات نہیں مانی اور نہ کبھی ایسے سوچا۔ جو مشورہ دینے آتے تھے آپ ان لوگوں کی بڑی مہمان نوازی کرتے تھے اور اس وقت بڑے آرام سے کہہ دیا کرتے تھے کہ آپ غلط جگہ پر آگئے ہیں۔ چھ سال امیر جماعت تحصیل وزیر آباد بھی رہے۔ آپ کے ایک بیٹے قمر احمد صاحب مربی سلسلہ آجکل بینن میں ہیں۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 65 سال تھی۔ وصیت کی ہوئی تھی اور آپ کی شہادت بھی دارالذکر مسجد میں ہوئی۔ جب حملہ ہوا ہے تو اپنی جگہ پر لیٹے رہے اور حملہ کے بعد محراب کے پاس گرنیڈ گرا تو زخمی ہو گئے۔ گردن کا بائیں طرف کا حصہ گرنیڈ پھٹنے سے اڑ گیا اور کافی بلیڈنگ ہوئی اور بھانجے کو فون کیا کہ بیٹا میں کافی زخمی ہو گیا ہوں۔ پانچ چھ گولیاں میرے جسم میں بھی لگی ہیں۔ انتہائی نرم دل، غریب پرور اور توکل کرنے والے انسان تھے۔ ہر ایک سے شفقت اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔ دعا گو انسان تھے۔ کسی کی تکلیف کا پتہ چلتا تو فوری دعا شروع کر دیتے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ میری رفاقت ان سے 39 سال رہی۔ کبھی انہوں نے مجھے اُف نہیں کہا۔ اور نہ ہی بچوں کو کچھ کہا۔ میں اگر کچھ کہتی تھی تو یہی کہتے تھے کہ دعا کیا کرو، میں بھی ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ بچوں کے لئے بہت محبت تھی۔ گھر میں کسی قسم کی غیبت کو ناپسند کرتے تھے اور منع کر دیتے۔ اور کوئی بات شروع کرتا تو فوراً روک دیتے۔ گوجرانوالہ میں کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ وہاں کی مالکن جو غیر احمدی تھی وہ شہید مرحوم کے بارے میں کہتی تھیں کہ میری یہ سعادت ہے کہ میاں مبشر صاحب میرے کرایہ دار ہیں اور میں یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بچوں کو بھی ان جیسا انسان بنائے اور بھائی جان آپ بھی میرے بچوں کی تربیت کریں۔ کاروبار میں جب کھانے کا وقت آتا تھا تو اپنے کام کرنے والے جو ملازمین تھے، ان کے کھانے وانے کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ تبلیغ بھی کرتے رہتے تھے۔ اہلیہ کہتی ہیں کہ اکثر یہ فقرہ کہا کرتے تھے کہ میں تو نالائق انسان ہوں اللہ تعالیٰ مجھے 33 نمبر دے کر ہی پاس کردے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اپنے فضل سے سو فیصد نمبر دے کر شہادت کا رتبہ دے دیا۔

مکرم فدا حسین صاحب شہید ابن مکرم بہادر خان صاحب۔ ان کا تعلق کھاریاں ضلع گجرات سے ہے۔ وہیں پیدا ہوئے۔ قریباً چار سال کی عمر میں ہی والدین ایک ماہ کے وقفہ سے وفات پا گئے۔ یہ میاں مبشر احمد صاحب جن کا پہلے ذکر آیا ہے ان کے کزن بھی تھے۔ اور والدین کی بچپن میں وفات کی وجہ سے میاں مبشر احمد صاحب کے زیر کفالت ہی رہے۔ غیر شادی شدہ تھے۔ ان کی عمر شہادت کے وقت 69 سال تھی اور انہوں نے دارالذکر میں شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ یہ تھوڑے سے معذور تھے، جمعہ کے روز مسجد کے صحن میں معذوری کے پیشِ نظر کرسیوں پر بیٹھتے تھے، لیکن سانحہ کے روز اندر ہال میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ دہشتگردنے جب گولیوں کی بوچھاڑ کی تو آپ کو 35 کے قریب گولیاں لگیں اور موقع پر شہید ہو گئے۔ اللہ درجات بلند فرمائے۔

مکرم خاور ایوب صاحب شہید ابن مکرم محمد ایوب خان صاحب۔ شہید مرحوم کا خاندان گلگت کا رہنے والا تھا۔ تاہم ان کی پیدائش بھیرہ ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ دسویں تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور آ گئے۔ 1978ء میں واپڈا میں ملازمت شروع کر دی۔ اس وقت اکاؤنٹ اور بجٹ آفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ 1984ء میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 50 سال تھی۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ سیکرٹری وقفِ نو اور محاسب کی حیثیت سے خدمات بجا لا رہے تھے۔ سابق قائد مجلس انصار اللہ بھی تھے۔ دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔ ایک عرصے سے دارالذکر میں نمازِ جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ سانحہ کے روز بھی ملازمت سے جمعہ پڑھنے کے لئے گئے اور مین ہال میں بیٹھے تھے۔ دو گولیاں لگیں ایک دل کے قریب، اور دوسری گھٹنے میں۔ قریباً سوا دو بجے گھر فون کیا کہ دہشت گرد آ گئے ہیں، ان کے پاس اسلحہ ہے، آپ دعا کریں۔ پھر اہلیہ رابطہ کرتی رہیں۔ تیسری دفعہ رابطہ ہوا تو یہی کہا کہ بس سب دعا کرو۔ اس کے بعد پھر شہید ہو گئے۔ اہلیہ کہتی ہیں بڑے اچھے انسان تھے۔ باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان کے متعلق یہی رائے دی ہے کہ بڑے اچھے انسان تھے اور آپ میں بڑی انتظامی صلاحیت تھی۔ بچوں کی تربیت بھی خوب اچھی طرح کی۔ حقوق العباد ادا کرنے والے بھی تھے خلافت کے وفادار اور شیدائی تھے۔ خاور ایوب صاحب کے بارے میں الیاس خان صاحب نے لکھا ہے کہ 1980ء میں خاور ایوب صاحب کو بی اے کے بعد واپڈا میں ملازمت مل گئی اور یہ عزیز داری کی بنیاد پر بھیرہ ضلع سرگودھا سے ہمارے گھر رحمان پورہ آ گئے۔ ہمارے گھر کا احمدی ماحول تھا الیاس خان صاحب کہتے ہیں ہماری تربیت احمدی تعلیمات کے مطابق تھی۔ تو خاور ایوب صاحب بھی ہمارے ماحول کا ایک حصہ بن چکے تھے۔ مگر احمدی نہیں ہوئے تھے۔ البتہ احمدیت کی تعلیم سن کے روایتی اعتراضات جو مولوی کرتے ہیں وہ کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم ان کو چھیڑا کرتے تھے کہ سوال کرو۔ کیونکہ شہید مرحوم بہت سوال کیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک ہمارے مبلغ سلسلہ برکت اللہ صاحب مرحوم نے مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا۔ خاور صاحب سوال کی کثرت کی وجہ سے مشہور تھے۔ اس لئے مربی صاحب نے شہید مرحوم کو مخاطب کر کے فرمایا خاور صاحب سوال کریں۔ تو انہوں نے کہا اب میرا کوئی سوال نہیں ہے۔ اور پھر کچھ عرصے بعد بیعت کر لی۔ ان کے عزیز کہتے ہیں کہ ہم ان کو کہتے تھے کہ سوچ لو۔ لیکن انہوں نے ہمارا یہ کہہ کر منہ بند کرا دیا کہ اگر تم میری بیعت نہیں کرواؤ گے تو میں حضور کو لکھوں گا کہ یہ میری بیعت نہیں کرواتے۔ اور پھر بیعت کرنے کے بعد نیکی اور روحانیت میں اللہ کے فضل سے بڑی ترقی کی۔

مکرم شیخ محمد یونس صاحب شہید ابن مکرم شیخ جمیل احمد صاحب۔ شیخ یونس صاحب مرحوم 1947ء میں امروہہ (انڈیا) میں پیدا ہوئے تھے۔ 1950ء میں قادیان اور پھر 1955ء میں ربوہ آ گئے۔ ان کے والد شیخ جمیل احمد صاحب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ اور درویشانِ قادیان میں سے تھے۔ شہید مرحوم نے میٹرک ربوہ سے کیا۔ اس کے بعد صدر انجمن احمدیہ میں کارکن رہے۔ 2007ء میں ریٹائرمنٹ ہو گئی۔ پھر یہ اپنے بیٹے کے پاس لاہور چلے گئے اور بطور سیکرٹری اصلاح و ارشاد اور دعوت الی اللہ خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ 63 سال ان کی عمر تھی۔ مسجد النور ماڈل ٹاؤن میں ان کی شہادت ہوئی۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ اور ان کا معمول یہی تھا کہ جمعہ کے لئے جلدی مسجد میں جاتے تھے اور اس روز بھی جمعہ کے دن کے لئے مسجد بیت النور میں گیارہ بجے پہنچ گئے اور پہلی صف میں بیٹھے تھے۔ بیٹا بھی ساتھ تھا۔ لیکن وہ دوسرے ہال میں تھا۔ پہلی صف میں سب سے پہلے زخمی ہو کر گرتے ہوئے دیکھے گئے۔ ان کے سر اور سینے میں گولیاں لگی تھیں۔ گرنیڈ پھٹنے کی وجہ سے پسلیاں بھی زخمی ہو گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے شہادت ہوئی۔ شیخ صاحب نے ایک خواب میں دیکھا کہ ربوہ میں ایک بہت خوبصورت سڑک ہے یا خوبصورت قالین بچھے ہوئے ہیں، بڑی بڑی کرسیوں پر خلفاء تشریف فرما ہیں اور سب سے اونچی کرسی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں اور کہتے ہیں میں بھی (یعنی شیخ صاحب خود) ساتھ گھٹنے جوڑ کر بیٹھا ہوا ہوں۔ اہل خانہ نے بتایا کہ خلافت کے شیدائی تھے۔ پنجوقتہ نماز کے پابند۔ دل کے مریض ہونے کے باوجود شدید گرمیوں اور سردیوں میں نمازیں مسجد میں جا کر ہی ادا کیا کرتے تھے۔ کسی شکرانہ کے موقع پر جب الحمدللہ ادا کرتے تو ساتھ ہی ان کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔ خدا پر توکل بہت زیادہ تھا۔ کہتے تھے کہ بظاہر ناممکن کام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ممکن ہو جاتے ہیں۔ تہجد گزار تھے، ضرورت مندوں کا خیال رکھتے تھے جو بھی معمولی آمدنی تھی اس سے دوسروں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مختلف علمی مقالہ جات لکھے اور نمایاں پوزیشن حاصل کیں۔ دعوت الی اللہ میں مستعد تھے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ ڈاور (یہ ربوہ کے قریب ایک گاؤں ہے) کے قریب ایک گاؤں میں، ہم دونوں میاں بیوی مختلف اوقات میں قریباً چھ سات سال تک دعوت الی اللہ کرتے رہے۔ اور قرآنِ مجید کی کلاسیں لیتے رہے۔ پھر مخالفت شروع ہوئی تو کام روکنا پڑا۔ لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کو پھل بھی عطا فرمائے۔

مکرم مسعود احمد بھٹی صاحب شہید ابن مکرم احمد دین صاحب بھٹی۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد کھر پڑ ضلع قصور کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا مکرم جمال دین صاحب نے 12-1911ء میں بیعت کی تھی۔ 1975ء میں یہ خاندان لاہور شفٹ ہو گیا۔ اپنے والد کے ساتھ یہ ٹھیکے داری کا کام کرتے تھے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ خدام الاحمدیہ کے بہت دلیر اور جرأت مند رکن تھے۔ دوسرے دو بھائی بھی ان کے کاروبار میں شریک تھے۔ ان کے ایک بھائی مکرم محمد احمد صاحب صدر جماعت ہڈیارہ ضلع لاہور ہیں۔ دارالذکر میں انہوں نے شہادت پائی۔ اور ان کی عمر 33 سال تھی۔ مسجد دارالذکر میں نمازِ جمعہ سے قبل سنتیں ادا کر رہے تھے کہ شیلنگ شروع ہو گئی۔ سلام پھیرنے کے بعد اپنی بنیان اتار کر ایک لڑکے کے زخموں کو باندھا جو ان کے ساتھ ہی زخمی تھا اور اس کو تسلی دی اور اس کے بعد انتہائی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دہشت گرد کو پکڑ کر گرانے اور قابو پانے

میں کامیاب ہوگئے۔اسی دوران دوسرے دہشت گرد نے گولیوں کی بوچھاڑ کی اوران کو شہید کردیا۔

مکرم حاجی محمد اکرم ورک صاحب شہید ابن مکرم چوہدری اللہ دتہ ورک صاحب۔شہید مرحوم کے آباؤ اجداد قاضی مرال ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے تھے۔ان کے آباؤ اجداد نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بیعت کی تھی۔بعد میں یہ خاندان علی پور قصور میں شفٹ ہوگیا۔جہاں شہید مرحوم کی پیدائش ہوئی۔میٹرک تک ان کی تعلیم تھی۔پچاس کی دہائی میں یہ خاندان لاہور شفٹ ہوگیا۔محکمہ اوقاف میں ملازم تھے۔1966ء میں ریٹائر ہوگئے۔کافی عرصہ اپنے حلقے کے زعیم انصاراللہ رہے۔شہادت کے وقت سیکرٹری تعلیم اور نائب صدر حلقہ تھے اوران کی عمر74 سال تھی۔ان کی شہادت بھی دارالذکر میں ہوئی ہے۔چوتھی صف میں مسجد میں بیٹھے تھے۔جہاں دہشت گردوں کی فائرنگ سے شہید ہوگئے۔ان کے والد صاحب نے اپنا پتوکی والا آبائی گھر جماعت کوتحفہ میں پیش کردیا تھا جو آجکل مربی ہاؤس ہے۔ان کے والد صاحب پتوکی جماعت کے کافی عرصہ صدر رہے ہیں۔اہل خانہ نے بتایا کہ بہت محنتی تھے۔بزرگ ہونے کے باوجود اہل خانہ اور دیگر چھوٹے بچوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔بڑے صاف گو انسان تھے۔

مکرم میاں لئیق احمد صاحب شہید ابن مکرم میاں شفیق احمد صاحب۔شہید مرحوم کے آباؤ اجداد انبالہ کے رہنے والے تھے۔پڑدادا مکرم بابو عبدالرحمٰن صاحب انبالہ کے امیر رہے۔پارٹیشن کے بعد یہ خاندان ہجرت کرکے لاہور آگیا۔یہ شہید مرحوم انبالہ میں پیدا ہوئے۔بنیادی تعلیم لاہور سے حاصل کی۔شہادت کے وقت ان کی عمر66 سال تھی۔ان کو بطور سیکرٹری اشاعت حلقہ کینال پارک خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔مسجد دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔مسجد کے مین ہال میں کرسی پر تیسری صف میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دہشت گردوں کی فائرنگ سے شدید زخمی ہوگئے۔تین گھنٹے تک تو وہاں سے کوئی نکل نہیں سکتا تھا۔اس دوران ان کو بلیڈنگ اتنی ہوگئی تھی کہ ایمبولنس کے ذریعے ہسپتال لے جارہے تھے کہ راستے میں خالق حقیقی سے جاملے۔شہید مرحوم پیشہ کے لحاظ سے الیکٹریشن تھے۔نہایت سیدھے سادھے اور خاموش طبیعت کے مالک تھے۔کبھی کسی سے کوئی زیادتی نہیں کی۔تہجد گزار تھے۔گھر میں بچوں سے دوستانہ ماحول تھا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

مکرم مرزا شابل منیر صاحب شہید ابن مکرم مرزا محمد منیر صاحب۔شہید مرحوم کے پڑدادا حضرت احمد دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔جبکہ شہید مرحوم کے والد مکرم مرزا محمد منیر صاحب کا ساؤنڈ سسٹم وغیرہ کا بزنس تھا۔شہید مرحوم بی کام کے بعد بی بی اے(BBA) کررہے تھے۔اورشہادت کے وقت ان کی عمر19 سال تھی۔خدام الاحمدیہ کے بڑے سرگرم رکن تھے۔ہر آواز پر لبیک کہا۔اوردارالذکر میں جامِ شہادت نوش کیا۔شہید مرحوم کے چھوٹے بھائی شہزاد منیر صاحب کے ہمراہ مین ہال میں محراب کے سامنے سنتیں ادا کرنے کے بعد بیٹھے ہوئے تھے کہ فائرنگ شروع ہوگئی۔پہلا حملہ محراب پر ہوا۔اس موقع پر شہید مرحوم پہلے ہال سے باہر نکل گئے۔پھرتھوڑی دیر بعد اندر واپس آئے اور دروازے کے پاس بیٹھ گئے،اور دوسرا بھائی بھی پاس آگیا۔گھر فون پر بات کی اور دوستوں سے بھی بات کی۔اتنے میں مینار کی طرف سے ایک دروازے سے ایک دہشت گرد اندر داخل ہوا اور فائرنگ کردی جس سے کافی لوگ شہید ہوگئے۔شہید مرحوم اس وقت گولی لگنے سے شدید زخمی تھے۔ان کا بھائی کہتا ہے کہ میں نے آواز دی لیکن خاموش رہے۔میں نے دیکھا کہ ٹانگ سے کافی خون بہہ رہا ہے اور مجھے کہا کہ میری ٹانگ سیدھی کرو۔میں نے اپنی قمیص اتار کرپٹی باندھنے کی کوشش کی،لیکن نہیں باندھ سکا کیونکہ کہتے تھے جہاں میں ہاتھ لگاتا تھا وہیں سے گوشت لٹک جاتا تھا۔قریباً آدھا گھنٹہ اسی کیفیت میں رہے۔اوراسی عرصے میں پھرتھوڑی دیر بعد شہادت کا رتبہ پایا۔بھائی کہتا ہے کہ میں ساتھ بیٹھا تھا انہوں نے بڑی ہمت دکھائی۔ایسی حالت میں بھی کوئی چیخ وپکار نہیں تھی۔بلکہ آنکھوں سے لگ رہا تھا خوش ہیں کہ چلو میرا بھائی تو بچ گیا اور بالکل سلامت بیٹھا ہے۔آپ کے ایک دوست نے،ایک کارکن نے لکھا ہے کہ خدام الاحمدیہ میں حزب کے سائق تھے۔کچھ ماہ سے نہایت جذبہ اوراخلاص کیساتھ کام کررہے تھے۔ایک مرتبہ خاکسار رات ساڑھے گیارہ بجے گھر گیا کہ حقیقۃ الوحی کے پرچے پُر کروانے تھے۔وہ اسی وقت موٹر سائیکل لے کر نکل کھڑے ہوئے اور گھروں کا دورہ کیا۔ان کے پاس گاڑی ہوتی تو اس کے علاوہ بھی مجلس کے کاموں کے لئے پیش کرتے۔غرض نہایت شریف،سادہ اورکبھی نہ نہ کرنے والے وجود تھے۔ان کے ایک دوست نے لکھا کہ مجھے خواب میں شابل منیر ملا میں اس سے کہتا ہوں کہ تم کدھر ہو تو وہ مجھے جواب دیتا ہے،(شہادت کے بعد کا ذکر ہے) کہ بھائی میں تو ادھر ہوں تم کدھر ہو۔پھروہ ساتھ ہی مجھے کہتا ہے کہ بھائی میں ادھر بہت خوش ہوں تم بھی آجاؤ۔مجھے خود بھی وہ خوش محسوس ہوتا ہے۔پھر یہ منظر ختم ہوجاتا ہے۔بہرحال اللہ تعالیٰ اس نوجوان کے بھی درجات بلند فرمائے۔یہ وہ نوجوان ہیں،جو اپنے پیچھے رہنے والے نوجوانوں کو اپنا عہد پورا کرنے کی یاد دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہم تو قربان ہوگئے،تم اپنے عہد سے پیچھے نہ ہٹنا۔

مکرم ملک مقصود احمد صاحب شہید ابن مکرم ایس اے محمود صاحب۔شہید مرحوم کے دادا بٹالہ کے رہنے والے تھے۔جبکہ ان کے والد صاحب مکرم ایس اے محمود صدر پاکستان ایوب خان کے مشیر بھی رہے۔اسی طرح ان کے نانا حضرت ملک علی بخش صاحب ؓ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے اور ریاست بھوپال کے رہنے والے تھے۔بچپن میں ان کی والدہ محترمہ کے سر پر بھی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ پھیرا تھا،شہید مرحوم کے نانا،دادا اور والدہ محترمہ صحابی تھے۔شہید مرحوم کی پیدائش بھوپال میں ہوئی۔نانی محترمہ مختار بی بی صاحبہ کے پاس انہوں نے قادیان میں پرورش پائی۔تعلیم الاسلام کالج میں زیرِ تعلیم رہے۔ایف اے کے امتحان سے قبل واپس بھوپال چلے گئے۔پھر یہ فیملی لاہور آکر سیٹل(Settle) ہوگئی۔شہادت کے وقت ان کی عمر80 سال تھی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور اپنے حلقے میں بطور سیکرٹری تعلیم،سیکرٹری تعلیم القرآن،امین اور آڈیٹر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔شہید مرحوم ملک طاہر صاحب قائمقام امیر ضلع لاہور کے بہنوئی تھے۔مسجد دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔شہید مرحوم کے نواسے نے بتایا کہ وہ مسجد کے مین ہال میں دوسری صف میں بیٹھے تھے۔فائرنگ کے وقت مربی صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے صحن کی طرف باہر نکلے تو دیکھا کہ شہید مرحوم کانوں میں انگلیاں ڈال کر لیٹے ہوئے تھے۔لیکن مجھے ان کے اندر کوئی حرکت نظر نہیں آرہی تھی۔شاید اس وقت شہید ہوچکے ہوئے تھے کیونکہ کافی گولیاں لگی ہوئی تھیں۔

شہید مرحوم کے اہلِ خانہ نے بتایا کہ پنجوقتہ نماز اور تہجد کے پابند تھے۔باقاعدگی سے چندے ادا کرتے تھے۔تبلیغ کا بہت شوق تھا۔جماعتی کتب کا مطالعہ اور خلیفہ وقت کے خطبات باقاعدگی سے سنتے تھے۔ایم ٹی اے کے دیگر پروگرام بھی دلچسپی سے دیکھتے اور سنتے تھے۔اکاؤنٹس کے ماہر تھے۔ایک مرتبہ بتایا کہ بچپن میں قادیان میں مقابلہ ہوا کہ کون سب سے پہلے مسجد آئے گا تو دیکھا کہ آپ صبح اڑھائی بجے مسجد پہنچے ہوئے تھے۔حالانکہ اس وقت آپکی بہت چھوٹی عمر تھی۔ان کے ایک بیٹے تبسم مقصود صاحب وکیل ہیں اور

زندگی وقف کر کے آجکل ربوہ میں کام کر رہے ہیں۔

مکرم چوہدری محمد احمد صاحب شہید ابن مکرم ڈاکٹر نور احمد صاحب۔ شہید مرحوم کے والد صاحب اور دادا مکرم چوہدری فضل داد صاحب نے 22-1921ء میں بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ آبائی تعلیم کھیوہ ضلع فیصل آباد سے حاصل کی۔ شہید مرحوم کے والد صاحب حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کیساتھ جونیئر ڈاکٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔ ان کے والد صاحب نے شدھی تحریک کے دوران ایک سال سے زائد عرصہ وقف کیا تھا۔ شہید مرحوم 1928ء میں کھیوہ میں پیدا ہوئے۔ فیصل آباد سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کے بعد ائیر فورس (Join) کر لی۔ دو سال کی ٹریننگ کے بعد وارنٹ افسر کے طور پر کام کرتے رہے۔ پھر دورانِ سروس 65ء اور 71ء کی جنگوں میں حصہ لیا۔ 65ء کی جنگ کے دوران ایک موقع پر جب طیارے کا بم لوڈر خراب ہو گیا تو ساتھیوں کو ہمت دلا کر بم کندھوں پر لاد کر خود لوڈ کیا کرتے تھے۔ آج یہ نام نہاد ملک کے ہمدرد احمدیوں پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ ملک کے ہمدرد نہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ملک کی خاطر بھی قربانیاں دیں اور دینے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ حکومت کی طرف سے غیر ممالک کے دورے پر بھی ٹریننگ کے لئے جاتے رہے۔ 1971ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد سول ڈیفنس کے بم ڈسپوزل اسکواڈ کے ہیڈ کے طور پر 1988ء تک کام کرتے رہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 85 سال تھی۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں ان کی شہادت ہوئی۔ یہ اکثر وہیں جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ جمعرات کو جمعہ کی تیاری کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے۔ جمعرات کو ہی کپڑے استری کروا کر لٹکوا دیا کرتے تھے اور بارہ بجے مسجد چلے جاتے تھے۔ عموماً ہال کے اندر بائیں طرف کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔ وقوعہ کے روز ایک نوجوان نے ان کو دوسری اور تیسری صف کے درمیان خون میں لت پت دیکھا۔ انہوں نے اس نوجوان کو آواز دی اور کہا کہ مجھے گولیاں لگی ہیں میرے پیٹ پر کپڑا باندھ دو۔ اس کے بعد انہوں نے دیگر زخمیوں کو پانی پلانے کی ہدایت کی۔ خود زخمی تھے، اس کے بعد انہوں نے نوجوان کو کہا کہ زخمیوں کو پانی پلاؤ۔

ساتھ ساتھ دیگر احباب کو بچاؤ کی ہدایات دیتے رہے کہ یہ اس شعبہ کے ماہر تھے۔ ایک گولی ان کی ہتھیلی پر بھی لگی ہوئی تھی۔ زخمی حالت میں ان کو جناح ہسپتال میں لے جایا گیا۔ جہاں رات آٹھ بجے کے قریب ان کی شہادت ہوئی۔ شہید کی فیملی میں ایک خاتون نے دو دن قبل خواب میں دیکھا کہ لاہور میں فائرنگ ہو رہی ہے۔ اس طرح کی خوابیں اکثر احمدیوں کو پاکستان میں بھی اور باہر کے ملکوں میں بھی آئی ہیں جو اس واقعہ کی نشاندہی کرتی تھیں۔ کسی سے بغض نہیں رکھتے تھے، صحت اچھی تھی اور بچوں کے ساتھ بہت پیار کا تعلق تھا۔ نماز باجماعت اور قرآن کریم کی تلاوت کے شوقین کبڈی اور فٹ بال کے بڑے اچھے کھلاڑی رہے۔ خلافت سے عشق تھا۔ ان کے بارے میں ان کی بیٹی نے ایک عینی شاہد کے حوالے سے لکھا ہے کہ اباجی ہال میں کرسیوں پر بیٹھے تھے جہاں مربی صاحب خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ ابھی شروع ہوا ہی تھا کہ باہر سے گولیوں کی آوازیں آئیں اور پھر یہ آوازیں لحظہ بہ لحظہ قریب ہوتی گئیں۔ اس دوران مربی صاحب لوگوں کو درود شریف پڑھنے کی ہدایت دیتے رہے اور کہا کہ خطبہ جاری رہے گا۔ کہتی ہیں کہ میرے اباجی کیساتھ چوہدری وسیم احمد صاحب صدر کینال ویو اور ان کے بزرگ والد بیٹھے تھے۔ وہ اپنے عمر رسیدہ والد کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے Basement کی طرف لے گئے۔ اور میرے والد صاحب سے بھی کہا کہ بزرگو اٹھو! لیکن آپ نہ اُٹھے۔ بقول وسیم صاحب کے وہ ایسے بیٹھے تھے جیسے ان کے اندر کا فوجی جاگ گیا ہو اور وہ حالات کا بغور مطالعہ کر رہے ہوں۔ اسی بھیڑ چال میں چند اور لوگوں نے بھی ان سے کہا کہ اُٹھ جائیں لیکن وہ نہیں اُٹھے۔ اسی دوران اس دہشت گرد نے گولیوں کا رخ کرسیوں کی طرف کر دیا اور فائرنگ کرتا ہوا اباجی کے نزدیک ہوتا گیا۔ بقول کرنل بشیر احمد باجوہ صاحب (جو کرسیوں کے پیچھے تھے) ان پر بھی فائر ہوئے لیکن وہ بچ گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس دوران یہ زخمی ہو چکے تھے۔ وہ دہشتگرد سمجھا کہ میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ فارغ ہو کر مڑا اور شاید اپنی گن لوڈ کرنے لگا۔ تو کہتی ہیں کہ کرنل صاحب نے بتایا کہ اسی دوران میرے اباجی نے زخمی ہونے کے باوجود موقع غنیمت جانا اور پیچھے سے ایک دم چھلانگ لگا کر اس کی گردن پکڑ لی۔ یقیناً کوئی خاص طاقت تھی جو ان کی مدد کر رہی تھی کرنل بشیر صاحب نے جو کرسیوں کے پیچھے تھے انہوں نے بھی فوراً چھلانگ لگائی اور دہشتگرد کو قابو کرنے لگے۔ وسیم صاحب کا بیان ہے کہ ہم سیڑھیوں سے چند step ہی نیچے تھے اور دیکھ رہے تھے۔ جب دیکھا کہ دہشت گرد قابو آ رہا ہے تو دوسرے خدام بھی اسی دوران میں مدد کے لئے آگئے اور اس ہاتھا پائی کے دوران ان کے بقول ان کو گولیاں لگ چکی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے بھی لگ چکی تھیں۔ اور ایک ہتھیلی سے بھی پار ہوئی، دوسری بازو میں کلائی کے پاس لگی۔ اور تیسری پسلیوں میں پیٹ کے ایک طرف۔ پہلے کم زخمی تھے، اس ہاتھا پائی میں مزید گولیاں بھی لگیں بہرحال ان کی اس ابتدائی کوشش کے بعد کرنل بشیر اور باقی نمازی شامل ہوئے۔ اور اس دہشتگرد کی جیکٹ کو (Defuse) کر دیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ عمر کے اس حصے میں بھی گولیاں لگنے کے باوجود آپ کا دماغ صحیح کام کر رہا تھا۔ اور جیکٹ کو ڈیفوز (Defuse) کرنے کے بارے میں بھی وہی ہدایت دیتے تھے۔ کیونکہ ان کا یہی کام تھا، بم ڈسپوزل میں کام کرتے رہے ہیں۔ اور دیکھنے والے مزید کہتے ہیں کہ اس وقت ان کی حالت دیکھ کر ہماری بری حالت ہو رہی تھی۔ لیکن ایک دفعہ بھی انہوں نے ہائے نہیں کی اور بڑے آرام سے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور شہادت کا رتبہ پایا۔

مکرم الیاس احمد اسلم قریشی صاحب شہید ولد مکرم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب۔ شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق قادیان سے تھا۔ پھر گوجرانوالہ شفٹ ہو گئے۔ آپکے والد محترم مبلغ سلسلہ تھے۔ تحریک شدھی کے دوران انہوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ان کے بھائی یونس احمد اسلم صاحب 313 درویشانِ قادیان میں سے تھے۔ گریجوایشن کے بعد نیشنل بنک جوائن کیا۔ اور اے وی پی کے اسسٹنٹ وائس پریزیڈنٹ کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 76 سال تھی۔ اللہ کے فضل سے وصیت کے نظام میں شامل تھے۔ اور بطور صدر جماعت جوہر ٹاؤن خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ مسجد النور میں ان کی شہادت ہوئی۔ پچھلے ہال میں پہلی صف میں بیٹھے تھے۔ دیگر دوساتھیوں کے ساتھ ہال کا دروازہ بند رکھنے کی کوشش کے دوران حملہ آوروں کی فائرنگ سے شدید زخمی ہو گئے اور زخمی حالت میں کئی گھنٹے پڑے رہے۔ چار بجے کے قریب یہ شہید ہوئے ہیں۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ بہت سادہ دل، نیک اور ہر حال میں صبر و شکر کرنے والے اور متوکل انسان تھے۔ دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ تھی۔ جماعتی کام خوشی سے سرانجام دیتے تھے۔ آپکے بچے کہتے ہیں، آپ ایک نہایت شفیق باپ اور ایک ہمدرد انسان تھے۔ نمازوں اور تہجد کے پابند تھے۔ کبھی ہم نے انہیں نماز قضاء پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اپنی اولاد کو بھی نماز کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ بڑے ہنس مکھ، ملنسار انسان تھے۔ پانچ سال سے حلقہ جوہر ٹاؤن کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ کبھی بھی کوئی کا

رکن یا کوئی جماعتی کام کے لئے خادم یا انصار میں سے کسی بھی وقت آجاتا، دوپہر کو یا رات کو تو کبھی برا نہیں مناتے تھے۔ اور اپنے بچوں سے بھی کہتے تھے کہ اگر کوئی جماعتی کام سے گھر آئے تو بے شک میں سو بھی رہا ہوں تو مجھے اُٹھا دیا کرو۔ اور انہوں نے اسی پر ہمیشہ عمل کیا۔ اکثر نصیحت کرتے کہ جماعت اور خلافت سے وفا کرنا۔

مکرم طاہر محمود احمد صاحب (پرنس) شہید ابن مکرم سعید احمد صاحب مرحوم۔ یہ کوٹ اڈو ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ 1953ء میں آپ کے والد صاحب خاندان میں پہلے احمدی ہوئے۔ 1993ء میں لاہور منتقل ہوگئے۔ شہید مرحوم نے کوٹ اڈو سے میٹرک کیا۔ پھر ایک پرائیویٹ ملازمت اختیار کرلی۔ پھر ملائیشیا چلے گئے۔ تھوڑے سے ذہنی طور پر پسماندہ بھی تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 53 سال تھی۔ مسجد النور ماڈل ٹاؤن میں ان کی شہادت ہوئی۔ جمعہ پر آنے سے قبل حلقے کے صدر صاحب کے گھر گئے تو صدر صاحب نے ویسے ہی مذاقاً کہہ دیا کہ چلو میں تمہیں جمعہ پڑھا کر لاتا ہوں اس طرح صدر صاحب کیساتھ پہلی دفعہ مسجد بیت النور گئے تھے۔ اور وہیں ان کی شہادت ہوئی ورنہ اکثر ٹھوکر نیاز بیگ سنٹر یا کبھی کبھی دارالذکر جا کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ رات شام سات بجے ان کی شہادت کا علم ہوا۔ چھاتی میں دو گولیاں اور ماتھے پر ایک گولی لگی ہوئی تھی۔ بڑے دبنگ احمدی تھے۔ زندگی میں بھی کہتے تھے کہ میں گولیوں سے نہیں ڈرتا، میں نے شہید ہی ہونا ہے۔ سارے علاقے میں واقفیت تھی۔ مخلص اور جذباتی احمدی تھے اور ہر راہ چلتے کو السّلام علیکم کہا کرتے تھے۔

مکرم سید ارشاد علی صاحب شہید ابن مکرم سید سمیع اللہ صاحب۔ شہید مرحوم کو چہ میر حسام الدین (سیالکوٹ) کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا حضرت سید خصلت علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نانا حضرت سید میر حامد شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب سیالکوٹی صحابی تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے رفقائے خاص میں شامل تھے۔ سیالکوٹ کے قیام کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے گھر قیام کیا۔ ان کے والد صاحب جامعہ احمدیہ چنیوٹ اور ربوہ کے پرنسپل بھی رہ چکے ہیں۔ انہوں نے اپنا گھر جماعت کو وقف کر دیا تھا۔ شہید مرحوم بی اے کے بعد مقابلے کا امتحان پاس کر کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر بھرتی ہوئے اور ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر ڈیپارٹمنٹ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ گارڈن ٹاؤن میں اس وقت سیکرٹری مال کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 80 سال تھی۔ مسجد بیت النور میں ان کی شہادت ہوئی۔ ان کے گھر والے کہتے ہیں کہ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے جانے سے قبل گھر میں سینے پر ہاتھ باندھے لیٹے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ آج سکون کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔ جانے کو جی نہیں چاہ رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے چلے گئے اور جاتے ہوئے آواز دی کہ میں جا رہا ہوں۔ پھر دوسری دفعہ کہا کہ میں جا ہی رہا ہوں۔ داماد کے ساتھ مسجد النور میں باہر صحن میں بڑی کرسیوں پر بیٹھے تھے، شروع کے حملے میں کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو فوری طور پر ہال کے اندر بھجوا دیا گیا۔ جہاں ان کی شہادت ہوئی۔ جسم پر تین گولیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان کے اہلِ خانہ نے بتایا کہ کافی سال قبل شہید مرحوم نے بتایا کہ ان کو آواز آئی کہ اِنِّیْ رَافِعُكَ وَ مُتَوَفِّيْكَ۔ شاید سننے والے نے یا بیان کرنے والے نے اُلٹا لکھ دیا ہو۔ ہوسکتا ہے اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ ہو بہرحال جو بھی ہے، کہتے ہیں مجھے آواز آئی لیکن مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ کہتے ہیں شہادت سے دس پندرہ بیس دن پہلے مجھے یہ آواز آئی کہ We recieve you with open arms with red carpet . شہید مرحوم نے شہادت سے چند دن قبل خواب میں ایک گھر دیکھا۔ اس میں ایک خوبصورت بگھی آکر رکی اور آواز آئی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد [رضی اللہ عنہ] آئے ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ دو ماہ سے کہا کرتے تھے کہ میں اپنے آباؤ اجداد کی طرح دین کی خدمت نہیں کرسکا۔ اس سے بڑے پریشان ہوتے تھے۔ حقوق العباد کی ادائیگی ان کا خاص وصف تھا۔ صلہ رحمی کرنیوالے تھے۔ اور بڑے زندہ دل آدمی تھے۔

مکرم نور الامین صاحب شہید ابن مکرم نذیر نسیم صاحب۔ شہید مرحوم راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے میٹرک کیا۔ اس کے بعد نیوی میں بطور فوٹو گرافر بھرتی ہو گئے۔ ان کے دادا حضرت پیر فیض صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف اٹک صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ جبکہ ان کے پڑنانا مکرم بابو عبدالغفار صاحب تھے جو امیر ضلع حیدر آباد رہے اور خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے بڑے ذمے دار اور محنتی رکن تھے۔ منتظم عمومی حلقہ ماڈل ٹاؤن خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ کلوز سرکٹ سسٹم کی مانیٹرنگ کرتے رہے جو مسجد میں لگایا تھا۔ کچھ عرصے کے لئے کراچی چلے گئے شہادت کے وقت ان کی عمر 39 سال تھی اور مسجد دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔ سانحہ کے دوران ان کا اپنے گھر والوں کو اور دوستوں کو فون آیا کہ میں ایسی جگہ پر ہوں کہ اگر چاہوں تو نکل سکتا ہوں، لیکن میری یہاں ڈیوٹی ہے۔ یہ دارالذکر کے صحن میں بڑی ڈش انٹینا کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہیں گرینیڈ لگنے سے شہید ہوئے۔ شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ جمعہ کو جب دو بجے فون کیا تو انہوں نے کہا کہ خیریت سے ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ وہاں سے نکل آئیں تو انہوں نے کہا یہاں بہت لوگ پھنسے ہوئے ہیں میں ان کو چھوڑ کر نہیں آسکتا۔ بچوں کی تربیت کے بارے میں خاص طور پر وقفِ نو بچوں کے بارے میں فکر مند رہتے تھے اور جماعتی ڈیوٹیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

چوہدری محمد مالک صاحب چدھڑ شہید ابن مکرم چوہدری فتح محمد صاحب۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد گکھڑ منڈی کے رہنے والے تھے، وہاں سے گوجرانوالہ اور پھر لاہور شفٹ ہوگئے۔ ان کی پیدائش سے قبل ہی ان کے والد صاحب وفات پا گئے تھے۔ میٹرک میں پڑھتے تھے کہ والدہ نے بازو میں پہنی ہوئی سونے کی چوڑی اتار کر ہاتھ میں دے دی کہ جا کر پڑھو۔ مرے کالج سیالکوٹ سے بی۔ اے کیا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل کی نوکری ملتی تھی لیکن نہیں کی بلکہ زمینداره کرتے رہے۔ اسی سے بچوں کو تعلیم دلوائی۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 93 سال تھی اور موصی بھی تھے۔ اب اس عمر میں جانا تو تھا ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ رتبہ عطا فرمایا۔ مسجد بیت النور میں ان کی شہادت ہوئی۔ اہلِ خانہ بتاتے ہیں کہ ان کو بڑھاپے کی وجہ سے بھولنے کی عادت تھی جس کی وجہ سے تقریباً سات آٹھ جمعے چھوڑے۔ اور 28 مئی کو جمعہ پر جانے کے لئے بہت ضد کر رہے تھے۔ ان کی بہو بتاتی ہیں کہ ان کو کہا گیا کہ باہر موسم ٹھیک نہیں ہے، آندھی چل رہی ہے اس لئے آپ جمعہ پر نہ جائیں۔ بچوں کی بھی یہی خواہش تھی کہ جمعہ پر نہ جائیں۔ لیکن نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے تیار ہو کر گھر سے چلے گئے۔ عموماً مسجد کے صحن میں کرسی پر بیٹھ کر نمازِ جمعہ ادا کرتے تھے۔ ہمیشہ کی طرح سانحے کے روز بھی صحن میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور حملے کے شروع میں ہی گولیاں لگنے

سے شہادت ہوگئی۔ بہت امن پسند تھے کبھی کسی سے زیادتی نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب بہت شوق سے پڑھتے تھے اور گھر والوں کو بھی تلقین کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے داؤد احمد صاحب بتاتے ہیں کہ جب میں نے ایم اے اکنامکس پاس کیا والد صاحب سے ملازمت کی اجازت چاہی تو انہوں نے جواب دیا کہ میری نوکری کر لو۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا تم باقاعدہ دفتر کی طرح تیار ہو کر صبح نو بجے آنا، درمیان میں وقفہ بھی ہوگا اور شام کو پانچ بجے چھٹی ہو جایا کرے گی۔ اور یہاں میز پر بیٹھ جاؤ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں پڑھا کرو اور اپنی نوکری سے جتنی تنخواہ ملنے کی تمہیں امید ہے اتنی تنخواہ میں تمہیں دے دیا کروں گا تو کتابیں پڑھوانے کے بعد پھر اس نوکری سے فارغ کیا۔ تو بچپن سے لے کر شادی تک بچوں کی اس طرح تربیت کی۔ اذان کے وقت سب بچوں کے دروازے کھٹکھٹاتے، اور جب تک انہیں اٹھا نہیں لیتے تھے نہیں چھوڑتے تھے۔ اور پھر وضو کروا کے گھر میں باجماعت نماز ادا ہوتی تھی۔ بچوں کی تربیت کے لئے انہیں کبھی بھی نہیں مارا۔ اور لڑکے کہتے ہیں کہ ہمیں بھی یہی فلسفہ سمجھاتے تھے کہ بچوں کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ یہی ان کی ہمدردی ہے اور مار پیٹ سے تربیت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ جب بھی رات کو میری آنکھ کھلتی میں نے رو رو کر ان کو اپنی اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ 1974ء میں لڑکے کہتے ہیں کہ ہم سیٹلائیٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں تھے۔ حالات خراب ہونے پر کافی احمدی احباب ہمارے گھر جمع ہو گئے۔ اور ڈیڑھ دو ماہ ان کا کیمپ ہمارے گھر کے پاس تھا۔ چنانچہ ان سب کی بہت خدمت کی، بہت دیانتدار تھے۔ جھوٹ تو منہ سے نکلتا ہی نہیں تھا۔ ہمیشہ سچ بولا اور سچ کا ساتھ دیا اور سارے خاندان کی خود کہہ کر وصیت کروائی۔

شیخ نعیم ساجد صاحب شہید ابن مکرم شیخ امیر احمد صاحب۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد کا تعلق بھیرہ سے تھا۔ انہوں نے لاہور سے بی اے کیا۔ راولپنڈی میں ایم سی بی بینک میں گریڈ تھرڈ کے افسر بھرتی ہوئے۔ اور 2003ء میں بطور مینیجر ریٹائرمنٹ لی۔ بچے چونکہ لاہور میں تھے اس لئے لاہور آ گئے۔ مکرم شیخ محمد یوسف قمر صاحب امیر ضلع قصور کے برادرِ نسبتی تھے شہید مرحوم مجلس انصاراللہ کے بہت ہی ذمہ دار رکن تھے۔ اور بطور نائب منتظم تعلیم القرآن خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 59 سال تھی۔ نظامِ وصیت میں شمولیت کے لئے درخواست دی ہوئی تھی۔ مسل نمبر مل چکا تھا۔ مسجد بیت النور میں ان کی شہادت ہوئی۔ نمازِ جمعہ کے لئے وقت سے پہلے ہی گھر سے نکل جاتے اور نماز بہت سنوار کر پڑھتے۔ عموماً اپنی جگہ بیت النور کے دوسرے ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فائرنگ شروع ہونے کے پندرہ بیس منٹ کے بعد اپنے بیٹے شہزاد نعیم کو فون کیا کہ تم ٹھیک ہو؟ وہ ٹھیک تھا اور بتایا کہ ہم لوگ مسجد میں ہی ہیں۔ دیگر ساتھیوں کے ساتھ ہال کے مین دروازے کو بند کیا اور اس کے آگے کھڑے رہے، کیونکہ اس دروازے کی کنڈی صحیح طرح نہیں لگ رہی تھی۔ اس وجہ سے ہال میں موجود اکثر لوگ بیسمینٹ میں جانے میں کامیاب ہو گئے۔ دہشت گرد کے اندھا دھند فائرنگ اور بعد میں گرینیڈ کے پھٹنے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ ایک بیٹے کی شادی اور ملازمت کی وجہ سے فکرمند تھے۔ اور اس دن بھی، جمعہ والے دن بیٹے کا انٹرویو دلوایا۔ اس سے سوال جواب پوچھے، کیسا ہوا؟ اور خوش تھے کہ انشاءاللہ نوکری مل جائے گی۔ اور پھر اللہ کے فضل سے یکم جون سے بیٹے کو نوکری مل بھی گئی۔ بیوی بچوں کے حقوق کا بہت خیال رکھتے تھے۔ سسرالی رشتوں اور دیگر رشتے داروں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ نرم طبیعت اور اطاعت گزار تھے۔ خلافت سے عشق تھا۔ بچوں کی ہر قسم کی ضرورت کا خیال رکھتے تھے۔ ان کے بیٹے نے بتایا کہ محلے کے غیر احمدی یا غیر از جماعت دوکاندار نے سانحہ کے بعد اتوار کو خواب میں دیکھا کہ شیخ صاحب کہہ رہے ہیں کہ پتہ نہیں میں یہاں کیسے پہنچا ہوں لیکن بہت خوش ہوں اور مزے میں ہوں۔

مکرم سید لئیق احمد صاحب شہید ابن مکرم سید محی الدین احمد صاحب۔ شہید کے والد محترم کا تعلق رانچی ضلع بہار، بھارت سے تھا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے سٹوڈنٹ تھے۔ یونیورسٹی میں ایک احمدی سٹوڈنٹ سے ملاقات ہوئی جس نے ان کے والد سے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور امام مہدیؑ آ چکے ہیں۔ تو شہید کے والد محی الدین صاحب نے غصے میں اس احمدی سٹوڈنٹ کا سر پھاڑ دیا۔ بعد میں شرمندگی بھی ہوئی، پھر کچھ کتابیں پڑھیں تو مولوی ثناءاللہ امرتسری سے رابطہ کیا۔ اس نے گالیوں سے بھری ہوئی کتابیں انکو بھیج دیں۔ یہ دیکھ کر ان کو غصہ آیا اور کہا کہ میں نے ان سے مسائل پوچھے ہیں اور یہ گالیاں سکھا رہے ہیں۔ چنانچہ احمدیت کی طرف مائل ہوئے اور بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہو گئے۔ یہ مُلّاں کی عادت جو ہمیشہ سے ہے آج تک بھی یہی قائم ہے۔ اب پوچھنے پر یہ گالیوں کا لٹریچر نہیں بھیجتے بلکہ ٹی وی پہ بیٹھ کے جماعت کے خلاف جو منہ میں آتا ہے بکتے چلے جاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بڑی دریدہ دہنی کرتے ہیں۔ بہر حال اس سے لوگوں کو توجہ بھی پیدا ہوتی ہے، اسی طرح ان کو توجہ پیدا ہوئی۔ شہید تو پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے والد وکیل تھے، پھر انجمن کے ممبر بھی تھے۔ رانچی میں انہوں نے میٹرک کیا اور میٹرک فرسٹ ڈویژن میں کیا۔ تو والد بہت خوش ہوئے۔ پھر پٹنہ یونیورسٹی سے ایم اے انگلش کیا۔ پارٹیشن کے بعد یہ لاہور آ گئے اور 1969ء میں ایم سی بی جوائن کیا۔ 1997ء میں بینک مینیجر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ لیکن ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ایم سی بی بنک میں کام کرتے رہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 72 سال تھی۔ اور نظامِ وصیت میں شامل تھے۔ مسجد میں آتے ہی سنتیں ادا کیں۔ مربی صاحب سے ایک صف پیچھے بیٹھ گئے۔ اور ساتھ بیٹھے بزرگ مکرم مبارک احمد صاحب کے ماتھے پر گولی لگی تو ان کو تسلی دیتے رہے۔ اسی دوران دہشتگرد کی گولیوں کا نشانہ بنے اور زخمی ہو گئے، اٹھنے کی بہت کوشش کی لیکن اُٹھ نہیں سکے۔ سامنے سے گولی نہیں لگی تھی البتہ ریڑھ کی ہڈی میں گولی لگی اور وہیں شہید ہو گئے۔ بہت دھیمی طبیعت کے مالک تھے۔ لیکن اگر کوئی شخص جماعت یا بزرگانِ سلسلہ کے متعلق بات کرتا تو ان کو ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے۔ کم گو تھے لیکن اگر کوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خلفائے سلسلہ کا ذکر چھیڑ دیتا تو گھنٹوں ان سے باتیں کرتے رہتے تھے۔ جماعت سے خاموش لیکن گہری وابستگی تھی اور عشق کی حد تک پیار تھا۔ سب بچوں کو تکلیف کے باوجود پڑھایا۔ بچے ڈاکٹر بنے۔ ایک کو آئی ٹی میں تعلیم دلوائی۔ اور ایک بیٹی کو فرنچ میں ایم اے کروایا۔ سب بچے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے اچھے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں اہلِ خانہ لکھتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کا خاص طور پر بڑا خیال رکھتے تھے اور یہی وجہ تھی جس نے اولاد میں نماز کی محبت پیدا کی۔ ایک دفعہ ایک بار ان کی اہلیہ بہت بیمار ہو گئیں اور انہیں ہسپتال داخل کروانا پڑا اور جمعہ کا وقت ہو گیا تو یہ سیدھے وہیں سے مسجد چلے گئے۔ یہ نہ سوچا کہ واپس آؤں گا تو اہلیہ زندہ بھی ہوں گی کہ نہیں۔ وہ کافی شدید بیمار تھیں۔

مکرم محمد اشرف بھلر صاحب شہید ابن مکرم محمد عبداللہ صاحب۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد کھ شیخ ضلع لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا مکرم چوہدری سکندر احمد صاحب احمدی ہوئے تھے۔ چوہدری فتح محمد صاحب سابق نائب امیر ضلع لاہور کے تایا تھے آباؤ اجداد کی زرعی زمین تھی، کھیتی باڑی کرتے تھے، لیکن کچھ عرصے بعد رائے ونڈ میں

اینٹوں کا بھٹہ بنالیا۔تعلیم صرف پرائمری تھی۔2004ء میں عمرہ کرنے کے لئے بھی گئے اور سب بھائیوں کو جماعتی کام کرنے کی تلقین کرتے تھے۔شہادت کے وقت ان کی عمر 47 سال تھی۔گھر کے واحد کفیل تھے۔ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں ان کی شہادت ہوئی۔جمعہ با قاعدگی سے ادا کرتے تھے۔سانحہ کے روز بھی مسجد بیت النور کے مین ہال میں تھے۔ہال کا چھوٹا دروازہ بند کر کے کمر دروازے کے ساتھ لگا کر اس کے آگے کھڑے ہو گئے۔دہشت گرد باہر سے زور لگا تا رہا لیکن دروازہ نہیں کھولنے دیا۔تو دہشت گرد نے باہر سے ہی گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس سے ان کی کمر چھلنی ہوگئی اور موقع پر شہید ہو گئے۔دروازہ توڑنے کے لئے جو گولیوں کی بوچھاڑ کی تو ان کو لگتی رہیں۔دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔اپنے علاقے میں اپنی شرافت اور ایمانداری کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔بعض غیر از جماعت بھی ان کی نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے۔اور 30 مئی کو نوائے وقت میں خبر آئی کہ مولویوں کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ جنہوں نے بھی (غیر احمدیوں نے) ان کا جناہ پڑھا ہے ان کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔اور یہ خبر ایکسپریس ٹی وی پر بھی چلتی رہی۔جنازہ پڑھنا تو بڑی بات ہے یہ مولوی تو جنہوں نے تعزیت کی ہے اور ہمدردی کی ہے ان کے بھی نکاح توڑ کے بیٹھے ہوئے ہیں۔گھر والے کہتے ہیں کہ عمرہ ادا کرنے کے بعد تہجد کی ادائیگی میں بڑے با قاعدہ ہو گئے تھے۔قرآنِ کریم پڑھنے کی بھی روزانہ تلقین کرتے تھے۔اپنے بچوں کو بھی کہتے تھے کہ قرآن کریم روزانہ پڑھو۔چاہے ایک لائن پڑھو اور پھر ترجمہ پڑھو، کیونکہ اس کے بغیر کوئی فائدہ نہیں۔

مکرم مبارک احمد طاہر صاحب شہید ابن مکرم عبدالمجید صاحب۔شہید لاہور کے رہنے والے تھے۔ان کی دادی محترمہ قادیان کی تھیں۔ان کے والد محترم نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بیعت کی۔یہ ایک بینک میں ٹائپسٹ کے طور پر بھرتی ہوئے اور اس سروس کے دوران پہلے بی اے کیا۔پھر ایم اے کیا۔اور بنک کے مختلف کورسز بھی کئے اور بنک میں ہی ترقی کرتے کرتے اس وقت نیشنل بنک میں وائس پریزیڈنٹ کے طور پر کام کر رہے تھے۔اور سینئر پریزیڈنٹ کی پروموشن بھی ان کی ڈیو (Due) تھی۔بینک کے بیسٹ ایمپلائی (Best Employee) ہونے کا ان کو کیش پرائز بھی ملا۔یہ مولانا دوست محمد شاہد مرحوم مؤرخ احمدیت کے داماد تھے۔شہادت کے وقت ان کی عمر 57 سال تھی۔بطور نائب قائد اور ناظم تعلیم حلقہ دارالذکر خدمت سرانجام دے رہے تھے۔اللہ کے فضل سے موصی تھے۔سانحہ والے روز نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں آئے اور خود مین ہال میں پیچھے بیٹھ گئے۔اور دونوں بیٹے دوسرے ہال میں بیٹھ گئے۔جب دہشتگرد نے اپنی کارروائی شروع کی اور مربی صاحب نے دعا کے لئے کہا تو انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی شروع کر دی۔دعا کے دوران ہی ایک گولی ان کے بائیں بازو میں لگی اور دوسری دل کے پاس، جس سے موقع پر ہی ان کی شہادت ہوگئی۔بہت ہمدرد انسان تھے۔بینک میں اپنے لیول کے آفیسر سے اتنی دوستی نہیں تھی جتنی کہ ان کی اپنے ماتحت ورکر سے دوستی تھی۔اپنے گھر میں نماز سینٹر بنایا ہوا تھا۔اور پہلی منزل صرف نماز سینٹر کے لئے ہی تعمیر کروائی تھی۔خلافت سے بہت عشق تھا۔ان کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ جماعتی کام سے واپس آتے ہوئے اگر رات کے تین بج جاتے تو ہمیں کچھ نہیں کہتے تھے۔لیکن اگر کسی اور کام سے ہم گھر سے باہر جاتے اور عشاء کی نماز سے لیٹ واپسی ہوتی تو بڑی ڈانٹ پڑا کرتی تھی۔سخاوت ان کی زندگی کا ایک بڑا خلق تھا۔لوگوں کو بڑی بڑی چیزیں مفت بھی دے دیا کرتے تھے۔مربیانِ سلسلہ سے بہت لگاؤ ہوتا۔ان کی بہت عزت کرتے تھے اور مہمان نوازی کرتے تھے۔جہاں بھی گھر لیا حلقے کا مرکز اور سینٹر اپنے گھر کو ہی بنانے کی کوشش کرتے تھے۔بہت ملنسار تھے۔

مکرم انیس احمد صاحب شہید ولد مکرم صوبیدار منیر احمد صاحب۔شہید مرحوم کا خاندان ضلع فیصل آباد سے تھا جہاں سے بعد میں لاہور شفٹ ہو گئے۔میٹرک کی تعلیم کے بعد کمپیوٹر ہارڈ ویئر کا کام کرتے تھے۔گلبرگ میں ان کا آفس تھا۔شہادت کے وقت ان کی عمر 35 سال تھی۔نظامِ وصیت میں شامل تھے۔مسجد دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے عموماً ماڈل ٹاؤن جایا کرتے تھے۔سانحہ کے روز کسی کام سے نکلے اور نمازِ جمعہ کے لئے مسجد دارالذکر چلے گئے۔اپنے والد صاحب کے ساتھ محراب کے قریب ہی بیٹھے تھے۔فائرنگ شروع ہوگئی تو والد صاحب نے چھپنے کے لئے کہا تو جواباً کہا کہ آپ چھپ جائیں میں ادھر لوگوں کی مدد کرتا ہوں اور اس دوران دہشتگرد کی گولیوں سے شہید ہو گئے۔بیوی بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔اسی طرح والد صاحب کی بہت اطاعت کرتے تھے۔سسرالی رشتے داروں سے بھی بھائیوں جیسا تعلق تھا۔خدمتِ خلق کا بہت شوق تھا۔ایک جگہ کسی احمدی دوست کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تو اس وقت فوری طور پر خون نہیں مل رہا تھا اپنا خون بھی دیا اور پھر اس نے علاج کے لئے قرض کے طور پر پانچ ہزار یا جتنے بھی پیسے مانگے تو وہ دے دیئے اور قرض واپس بھی نہیں لیا۔اپنے بیٹے کو با قاعدگی سے قرآن کلاس کے لئے بھجواتے تھے۔اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔اس سانحے میں ان کے چھوٹے بھائی مکرم منور احمد صاحب بھی شہید ہو گئے ہیں۔

مکرم منور احمد صاحب شہید ابن مکرم صوبیدار منیر احمد صاحب۔اپنے بھائی کی طرح ان کا تعلق بھی فیصل آباد سے تھا۔پیدائشی احمدی تھے۔لیکن کچھ عرصہ شیعہ عقائد کی طرف مائل رہے، کیونکہ انہوں نے اپنی نانی جو ذاکرہ تھیں، ان کے پاس پرورش پائی تھی۔پھر یہ ذاکر اور پیر بن گئے تھے اور اسی دوران انہوں نے خواب میں حضرت امام حسینؓ اور حضرت علیؓ کو دیکھا۔وہ آئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے بارے میں ان کو بتایا تو دوبارہ انہوں نے بیعت کر لی اور بڑے فعال کارکن تھے۔فطرت نیک تھی۔اللہ تعالیٰ نے خود ان کی راہنمائی فرما دی۔احمدیت کا بہت علم تھا، بہت تبلیغ کرتے تھے، انہوں نے بہت ساری بیعتیں بھی کروائیں۔دعوتِ الی اللہ کے شیدائی تھے۔بڑے بڑے مولویوں کو لاجواب کر دیتے تھے۔شہادت کے وقت ان کی عمر 30 سال تھی۔بطور نائب ناظم اصلاح وارشاد خدمت کی توفیق ملی۔اللہ کے فضل سے موصی تھے۔مسجد دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔دارالذکر میں نمازِ جمعہ کے وقت حملے کے وقت یہ بیرونی گیٹ سے فائرنگ کی آواز آئی۔تو یہ نہایت پھرتی سے کرالنگ (Crawling) کرتے ہوئے باہر نکلے اور جلدی سے واپس آ کر مین ہال کی طرف جانے والے اندرونی گیٹ کو بند کیا اور ہال کے مین گیٹ میں دروازے بند کروائے۔حملے کے دوران مسلسل فون سے گھر رابطہ رکھا اور اپنے چچا سے دعا کے لئے کہتے رہے اور کہا کہ میں اوپر جا رہا ہوں میرے لئے دعا کریں۔ایک عینی شاہد دوست نے بتایا کہ حملہ کے شروع میں ہی ہال کے اندر آئے اور زور سے آوازیں دینی شروع کر دیں کہ اگر کسی کے پاس اسلحہ ہے تو مجھے دو کیونکہ دہشتگرد اندر آ گئے ہیں۔(وہاں لوگ مسجد میں نمازیں پڑھنے آئے تھے، اسلحہ لے کر تو نہیں آئے تھے) اس کے بعد جب اندر فائرنگ سے لوگ زخمی ہوئے اور جب دہشتگرد ہال سے اوپر گئے تو یہ موقع پا کر بڑی پھرتی سے کرالنگ (Crawling) کرتے ہوئے زخمی

بزرگان کو پانی پلاتے رہے۔ پولیس اور انتظامیہ یہی اعتراض کر رہی ہے نہ کہ آپ لوگ کیوں نہیں اسلحہ لے کر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ غیر احمدیوں کا مقام ہے کہ وہ لے کر بیٹھ سکتے ہیں لیکن احمدی نہیں۔ یا پولیس بالکل ہاتھ اٹھالے اور کہہ دے کہ اپنی حفاظت کا خود انتظام کریں۔ بہر حال مسلسل موقع کی تلاش میں رہے کہ دہشتگرد کو پکڑیں۔ بالآخر موقع پا کر نہایت بہادری سے دہشت گرد کو پکڑا جس کی وجہ سے دہشتگرد نے اپنے آپکو دھماکے سے اڑا لیا۔ دھماکے کی وجہ سے یہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کو شروع میں معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے بھائی مکرم انیس احمد صاحب شہید ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بڑی بہادری سے لوگوں کی مدد کرتے رہے۔ ان کے گھر بڑے عرصے سے باہر منافرت پھیلانے والے اشتہارات اور پوسٹر چسپاں تھے۔ اس سے پہلے بھی غیر از جماعت انتشار پسند ایسی کاروائیاں کرتے رہتے تھے بچوں کے ذریعے سے ہی کام کرواتے ہیں۔ لیکن شہید مرحوم نے پوسٹر لگانے والے بچوں کو بڑے پیار اور اخلاق سے سمجھایا اور بچوں کو اثر بھی ہو گیا ان کو سمجھ بھی آ گئی۔ لیکن پھر وہ بڑوں کے کہنے پر مجبور تھے، لگا جایا کرتے تھے۔ ان کے ناظم اصلاح وارشاد صاحب ضلع منور احمد صاحب نے بتایا کہ سانحہ سے قریباً ایک ڈیڑھ ماہ قبل انہوں نے اپنی ایک خواب مجھے بتائی۔ خواب میں ان کی وفات یافتہ والدہ ملی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے تمہارا کمرہ تیار کر لیا ہے، میں تمہیں بلالوں گی۔ حافظ مظفر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ اپنے عزیزوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا بلکہ پچھلے سال شادی ہوئی ہے تو اپنی بیوی کو بھی پہلے دن ہی کہہ دیا کہ میں نے تو شہید ہو جانا ہے، اس لئے میرے شہید ہو جانے کے بعد کوئی واویلا نہ کرنا۔

ایک شہید ہیں مکرم سعید احمد طاہر صاحب ولد مکرم صوفی منیر احمد صاحب۔ ان کا میں آج جنازہ غائب بھی پڑھوں گا۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد ضلع کرنال بھارت کے رہنے والے تھے۔ ان کے پڑدادا حضرت رمضان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ ہجرت کے بعد تخت ہزارہ ضلع سرگودھا میں آباد ہوئے ان کا خاندان لاہور میں مقیم تھا۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 37 سال تھی۔ مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں شہید ہوئے۔ سانحہ کے روز کام سے سیدھے جمعہ پڑھنے چلے گئے۔ مسجد بیت النور میں ان کے پہنچنے سے پہلے مسجد میں فائرنگ شروع ہو چکی تھی۔ دو دہشتگرد جو موٹر سائیکل پر ماڈل ٹاؤن آئے تھے، اپنی موٹر سائیکل پھینک کر گیٹ پر فائرنگ کرتے ہوئے داخل ہو گئے تھے۔ چند سیکنڈ بعد موٹر سائیکل پھٹ گیا۔ یہ اس کے قریب تھے اس کی وجہ سے ان کو آگ لگ گئی اور جسم جھلس گیا۔ آٹھ دن یہ ہسپتال میں رہے ہیں لیکن جانبر نہ ہو سکے اور 5 جون کو جامِ شہادت نوش کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شہادت سے ایک دن پہلے انہوں نے اپنی بہن کو گاؤں فون کیا کہ گوشت کی دیگ پکوا کر تقسیم کر دو۔ انہوں نے خواب دیکھی تھی، بہر حال اللہ تعالیٰ کی یہی تقدیر تھی، اور پھر جمعہ والے دن بچوں کو پیار کیا اور جلدی جلدی تیار ہو کر کام کے لئے نکل گئے اور اس کے بعد پھر جمعہ پڑھنے مسجد نور چلے گئے۔ مرحوم کی بیوہ نے چند ڈائریاں دکھائی ہیں جن میں کئی مقامات پر یہ لکھا تھا کہ شہادت میری آرزو ہے۔ انشاء اللہ۔ ڈائری میں ایک اور جگہ تحریر ہے کہ اے اللہ! شہادت نصیب فرما۔ یہ گردن تیری راہ میں کٹے۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے تیری راہ میں ہوویں۔ پیارے حبیب کے صدقے میرے مولا میری یہ دعا قبول فرما۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول بھی کر لی۔ 30 نومبر 2000ء کو انہوں نے ڈائری میں یہ الفاظ لکھے تھے۔ ڈائری میں نمازوں کی ادائیگی، جمعہ کی ادائیگی، خطبہ جمعہ کا مختصر خلاصہ اور نوٹس، چندہ جات کی باقاعدہ ادائیگی کا جا بجا ذکر ملتا ہے اور چونکہ تخت ہزارہ کے رہنے والے تھے، وہاں کچھ سال پہلے چار پانچ شہید ہوئے تھے ان کے لئے دعا کی تحریک کا بھی ذکر ملتا ہے۔ والدین اور رشتے داروں کے حقوق کا بہت خیال رکھتے تھے۔ غرباء کو صدقہ دیتے تھے۔ بہت ہنس مکھ تھے، بہت پیار کرنے والے تھے۔ ماں باپ، بہن بھائی، اہلیہ سب کا خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک ڈبہ رکھا ہوا تھا جس میں روزانہ کچھ رقم ڈال دیتے تھے۔ اور جب گاؤں جاتے تھے تو وہاں مستحقین میں یہ رقم تقسیم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ تمام شہداء جو ہیں ان کے درجات بلند فرمائے۔

یہ تمام شہدا قسم قسم کی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں اور ان کی نیک خواہشات اپنے بیوی بچوں اور نسلوں کے لئے قبول فرمائے۔ سب (پسماندگان) کو صبر اور حوصلہ سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب یہ ذکر خیر تو ابھی آئندہ بھی چلے گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 9 جولائی 2010ء تا 15 جولائی 2010ء)

خدا کے بندوں کو اکثر ستایا جاتا ہے
دل ان کا دنیا میں ناحق دُکھایا جاتا ہے

غرض خدا سے ہو جن کو بھی عشق کا دعویٰ
قدم قدم پہ انہیں آزمایا جاتا ہے

بلائیں سہتے ہیں وہ محض صدق کی خاطر
نظر سے دنیا کی ان کو گرایا جاتا ہے

نوازے جاتے ہیں پھر وہ جو صبر کرتے ہیں
انہیں کو ساغر کوثر پلایا جاتا ہے

شہید کر کے اسے پھر خدا کے گھر کو بھی
ثواب جان کے بم سے اڑایا جاتا ہے

ہزار بار بھی مر کر وہ زندہ رہتے ہیں
نبیؐ کے نور سے ان کو جلایا جاتا ہے

(مکرم محمد صدیق امرتسری صاحب مرحوم از الفضل ربوہ ۱۴ جولائی ۲۰۰۳ء)

اللہ تعالیٰ نے ان کو سو فیصد نمبر دے دیئے!

مکرم میاں مبشر احمد صاحب شہید

میرے پیاروں پہ جو گزری سو گزری عصر ڈھلنے تک
پھر اس کے بعد کا منظر بتا، اے چشمِ نم کیا ہے
ہمیں تم کیا سمجھتے ہو؟ کہ ہم تو اک اشارے پر
کٹا دیتے ہیں سر اپنا سرِ تسلیم خم کیا ہے

مکرم میاں مبشر احمد صاحب شہید میرے خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں سے ہیں۔ آپ اکتوبر 1944ء کو کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم میاں برکت علی صاحب نے 1928ء میں بیعت کی۔ وہ وزیر آباد میں رہائش پذیر تھے۔ میاں مبشر احمد شہید نے بی۔اے تک تعلیم وزیر آباد سے حاصل کی تھی۔ آپ نو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ آپ کے بہن بھائی ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے اپنے بھائی بہنوں کو والد صاحب جیسا ہی پیار دیا اور اُن کا بہت خیال رکھا۔ شہید اکثر بتاتے تھے کہ میرے والد صاحب نے مجھے وصیت کی تھی کہ میرے بعد اپنے بھائی بہنوں کا بہت خیال رکھنا۔

آپ کی شادی 1971ء میں اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جس سے آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے آپ کے ایک بیٹے مکرم قمر احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں، جو اس وقت بینن میں مقیم ہیں۔ آپ بہت پیار کرنے والے باپ تھے اور بہت نرم طبیعت کے مالک تھے، خاندان والوں سے بھی بہت اچھا سلوک کرتے تھے، اور ہر فرد کو خوش ہو کر ملتے تھے کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوئے تھے اگر کوئی ناراض ہو بھی جاتا تو اس سے جا کر خود ہی معافی مانگ کر صلح کر لیتے تھے۔ میری ایک بہن کی شادی ان کے چھوٹے بھائی سے ہوئی ہے۔ ہم جب بھی اپنی بہن کے گھر جاتے، آپ کو پتہ چلتا تو خود ملنے کے لئے آتے۔ آپ ہم سب بہن بھائیوں سے بہت پیار کرتے تھے اور میری امی سے بھی بہت پیار کرتے تھے، میری امی جب بھی بیمار ہوتی تھیں تو آپ کو پتہ چلتا تو فوراً پتہ کرنے آتے تھے۔

جماعت سے آپ کو بہت محبت تھی۔ آپ کافی عرصہ قائد کے عہدے پر فائز رہے پھر آٹھ سال آپ امیر جماعت کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ پانچ وقت کے نمازی تھے آپ نے نماز کبھی قضا نہیں کی تھی۔ ان کا کوکا کولا کا ڈسٹری بیوشن کا کاروبار تھا۔ آپ بہت ایماندار تھے۔ کئی پارٹیاں آ کر یہ مشورہ دیتی تھیں کہ آپ جو اپنے کریٹ بیچتے ہیں ان میں دو جعلی بوتلیں ڈال دیا کریں۔ اس سے آپ کا منافع کئی گنا بڑھ جائے گا آپ ان لوگوں کی بڑی مہمان نوازی کرتے اور آرام سے ان کو کہہ دیا کرتے تھے کہ آپ غلط جگہ پر آئے ہیں۔ اپنے ملازمین کا بہت خیال رکھتے تھے۔

1998ء میں آپ گوجرانوالہ کینٹ شفٹ ہو گئے اور وہاں آپ کی اہلیہ کافی عرصہ تک ضلع صدر رہی ہیں۔ گوجرانوالہ میں آپ کرایہ کے مکان میں رہتے تھے، مکان کا مالک غیر احمدی تھا۔ مالک مکان کی بیوی کہتی تھی "کہ میری بڑی خواہش ہے کہ آپ میرے بچوں کی تربیت کریں اور وہ آپ جیسے بنیں۔"

مکرم میاں مبشر احمد صاحب شہید اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے تو یہ بات اکثر کہتے تھے "کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا بڑا عاجز بندہ ہوں میں تو دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے 33 نمبر دے کر پاس کر دے" اس کا ذکر حضور انور نے بھی خطبہ جمعہ میں کیا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تو اپنے فضل سے سو فیصد نمبر دے کر شہادت کا رتبہ دے دیا"۔

2008ء میں آپ لاہور شفٹ ہو گئے وہاں بھی آپ کا جماعت سے بہت گہرا تعلق رہا۔ آپ جمعہ کی نماز ہمیشہ دارالذکر میں ادا کرتے تھے۔ ان کے چھوٹے بیٹے نے بتایا کہ آپ 28 مئی کو جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے دارالذکر گئے، وہاں پر دہشت گردوں نے حملہ کر دیا آپ اگلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پھوپھی زاد بھائی مکرم فدا حسین صاحب شہید بھی آپ کے ساتھ گئے تھے وہ معذور تھے اس لئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک بھانجا بھی ساتھ ہی جمعہ کی نماز پڑھنے گیا تھا اس کی گیٹ پر باہر ڈیوٹی تھی اس نے بتایا جب دہشت گردوں نے حملہ کیا تو اس نے ایک گھر میں گھس کر پناہ لی اس نے جب مکرم میاں مبشر صاحب کو فون کیا تو انہوں نے بتایا "کہ مجھے پانچ چھ گولیاں لگی ہیں اور گرینیڈ کا ٹکڑا بھی لگا ہے جس کی وجہ سے میں بہت زخمی ہو گیا ہوں" اس کے بعد فون بند ہو گیا۔ اس نے پھر ان کے بیٹے کو فون کیا۔ آپ کا بیٹا اس وقت اپنے دفتر میں تھا اس نے بتایا "کہ جب مجھے پتہ چلا تو میں گاڑی لے کر سیدھا دارالذکر پہنچا، تو وہاں بہت رش تھا۔ میں نے گاڑی دور ہی کھڑی کر دی اور خود بھاگ کر مسجد کی طرف گیا تو مسجد سے زخمیوں اور جنازوں کو نکال رہے تھے۔ تیسرے نمبر پر جو جنازہ باہر نکلا تو بے اختیار میرے منہ سے نکلا کہ یہ تو میرے ابو جان ہیں۔ پھر میں ان کا جسد خاکی لے کر ہسپتال پہنچا وہاں پر میرے چچا جان بھی پہنچ گئے تھے میں نے گھر والوں کو فون کر کے بتایا کہ ابو شہید ہو گئے ہیں۔ جب میں نے اپنے چچا جان کو دیکھا تو بے اختیار ان کے گلے سے لگ کر رونے لگا۔ تو مجھے احباب جماعت اور چچا نے تسلی دی کہ "بیٹا مت رو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت عظیم رتبہ سے نوازا ہے"۔ پھر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا کہ "شہید تو کبھی نہیں مرتے وہ تو ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور اگر میں اس طرح روؤں گا تو میری ماں کو کون تسلی دے گا"۔ پھر میں ابو جان کا جنازہ سیدھا گوجرانوالہ کینٹ اپنے چچا جان کے گھر لے گیا۔ پھر ایک دن بعد میری بہن کینیڈا سے پاکستان پہنچ گئیں۔ میرے والد صاحب کی وصیت تھی۔ ابو جان کو ربوہ لے جایا گیا اور ان کی تدفین کی گئی"۔

Mian Mubashar Ahmad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

میاں مبشر احمد صاحب شہید اکثر کہا کرتے تھے کہ جزا دینے والا خدا تعالیٰ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت اچھی جزا دی وہ تھے ہی اسی لائق کہ انہیں شہادت جیسا عظیم رتبہ ملتا۔ جب خود میں نے بھی سنا کہ بھائی جان شہید ہو گئے ہیں تو بڑی تکلیف ہوئی۔ میں نے ان کی اہلیہ کو فون کیا ان کی اہلیہ بھی میری خالہ زاد بہن ہے تو انہوں نے بڑے صبر سے بات کی اور کہا کہ آپ کے بھائی کو بہت عظیم رتبہ ملا ہے اور وہ اس کے صحیح حق دار تھے۔ ان کی اہلیہ اور ان کے بچے کہتے ہیں کہ ''جب حضور انور نے ہم سے فون پر بات کی تو ہمیں بڑی تسلی ہوگئی اور ہماری تکلیف بہت کم ہوگئی''۔ اللہ تعالیٰ ان کے بیوی بچوں کو صبر دے اور شہید کے درجات بلند کرے اور ہمیں انکی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محترمہ ساجدہ منصورہ صاحبہ (حلقہ صدر سٹاڈے سٹی)

میرے پیارے والد محترم شیخ محمد یونس صاحب شہید لاہور

1947ء امروہہ انڈیا

بہت ہی پیارا دن طلوع ہوا۔ میری دادی جان محترمہ تمیزہ خانم صاحبہ کی گود میں خدا نے ایک ننھا سا پھول کھلایا، جس کی آمد پر میرے دادا جان محترم شیخ جمیل احمد صاحب درویش قادیان اور دادی جان بہت خوش تھے۔ مگر شاید وہ بھی نہ جانتے تھے کہ یہ ننھا بچہ صرف ہمارے آنگن کی ہی روشنی نہیں بلکہ ایک وقت یہ احمدیت کے آسمان پر روشن ستارہ بن کر چمکے گا۔ اور احمدیت کی تاریخ میں اپنے ان مٹ نقوش چھوڑ جائے گا۔ اور جس کی درازیٔ عمر کی دعا ہم مانگ رہے ہیں یہ روحانی طور پہ تا قیامت زندہ رہے گا اور کبھی نہیں مرے گا۔ وہ بچہ خاکسار کے والد محترم شیخ محمد یونس صاحب شہید لاہور تھے۔

بچپن اور ابتدائی تعلیم

1950ء میں دادا جان تمام خاندان کو لے کر قادیان آ گئے، دادی جان جو کہ پیدائشی احمدی تھیں اور صحابی حضرت مسیح موعودؑ مکرم چوہدری عبدالسمیع صاحبؓ کی بیٹی تھیں۔ ان کی دعاؤں اور کوششوں سے دادا جان نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور خلافت میں بیعت کی اور خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خود کو درویشِ قادیان کے لئے پیش کیا اور 14 سال تک قادیان میں درویشی کی زندگی گزاری۔ اسطرح خاکسار کے والد صاحب نے اپنے بچپن کے پانچ سال مسیح پاکؑ کی پیاری بستی میں روحانیت سے پر ماحول میں گزارے۔ 1955ء میں دادی جان بچوں کو لے کر ربوہ آ گئیں اور حلقہ دارالرحمت غربی میں رہائش پذیر ہوئیں۔ اسی ماحول کی وجہ سے کم عمری میں ہی والد صاحب کو لغو فعل اور بری صحبت سے نفرت تھی اور بزرگوں کی صحبت میں رہنا پسند کرتے تھے۔

ملازمت اور شادی

خاکسار کے پیارے والد ربوہ میں ہی بڑے ہوئے اور صدر انجمن میں ملازمت کے پیشہ سے منسلک ہوئے اور تا حیات اس پیشہ سے وابستہ رہے۔ 1976ء میں آپکی شادی مکرم چوہدری محمد سعید صاحب کی بیٹی مکرمہ نرگس سعید صاحبہ سے ہوئی اور آپکی خوشگوار ازدواجی زندگی کے سفر کا آغاز ہوا۔ خدا نے آپکو دو بیٹوں، مکرم بشارت الرحمٰن صاحب اور مکرم طارق یوسف صاحب اور ایک بیٹی خاکسار فائزہ سعید سے نوازا۔

عائلی زندگی

خاکسار نے آنکھ کھولتے ہی نہایت شفیق اور نیک والدین کا سایہ اپنے سر پر پایا۔ چونکہ میں اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی اس لئے وہ مجھ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ والد صاحب مجھے حقیقتاً خدا کی رحمت سمجھتے۔ میری تکلیف میں بے چین ہو جاتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دونوں بھائیوں کے پیار میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہم تینوں میں سے ہر کوئی یہ سمجھتا کہ اس سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ والد صاحب نے کبھی ہم پر سختی نہ کی بلکہ ہمیشہ دوستانہ ماحول دیا۔ بچوں پر ہمیشہ اعتماد کا اظہار کیا۔ اپنے عمل اور باتوں سے ہمارے دل میں خلافت اور خلیفۂ وقت کی محبت ڈالی۔ جماعت اور خلافت کے بارہ میں اس قدر غیرت مند تھے کہ کبھی کوئی جماعت یا خلافت پر کوئی اعتراض کرتا تو چہرہ تکلیف سے سرخ ہو جاتا۔ اور اسکو اس طرح خاموش کرواتے کہ دوبارہ اعتراض نہ کرے۔

Sheikh Muhammad Younas Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

والد صاحب خاکسار کی والدہ کا بے حد خیال رکھتے۔ گھر کے کاموں میں بھی ان کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے۔ کبھی ہماری والدہ کی طبیعت ٹھیک نہ ہوتی تو والد صاحب خود سارے کام کر لیتے۔ والدہ کو بالکل تکلیف نہ دیتے۔ والدہ کو کبھی تم کہہ کر نہ بلاتے بلکہ ہمیشہ عزت سے آپ کہہ کر بلاتے۔ انکی عائلی زندگی کی مثال پورے خاندان میں نہیں ملتی۔ آپس میں ایک دوسرے کی عزت اور احترام کرتے۔ ہمیں ہمیشہ والدہ صاحبہ سے حسنِ سلوک کی تاکید کرتے مگر شہادت سے کچھ ماہ قبل تو کثرت سے والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کرنے لگے تھے اور کہتے تھے کہ ''میں آپکی والدہ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا، انکو کبھی اُف تک نہ کہنا''۔

عبادت اور توکل الی اللہ

خاکسار نے بچپن سے ہی والد صاحب کو انتہائی دعا گو اور تہجد گزار پایا۔ اکثر رات کو پچھلے پہر جب ہم سو رہے ہوتے تو میری آنکھ ان کی پر رقت آواز سے کھل جاتی، اور دیکھتی کہ والد صاحب خدا کے حضور سجدہ ریز ہیں اور دعائیں کرتے ہوئے یوں رقت طاری ہے کہ لگتا ہے کہ آج خدا سے بات منوا کر ہی اٹھنا چاہتے ہیں۔ ربوہ میں رہتے ہوئے باجماعت نماز کی اسقدر عادت تھی کہ اگر ایک مسجد میں نماز سے تھوڑا لیٹ ہو جاتے تو فوراً دوسری مسجد میں چلے جاتے کہ شاید وہاں باجماعت نماز مل جائے۔

ضرورت مندوں کا اسقدر خیال رکھتے کہ اگر کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت کا اظہار کرتا تو خود کو مشکل میں ڈال کر بھی اس کی مدد کرتے۔ کسی کی تکلیف برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اکثر اوقات حلقہ کے لوگ آپ کے پاس کسی کام سے آتے تو آپ بالکل انکار نہ کرتے۔ چاہے دن ہو یا رات یا آپ آرام کر رہے ہوتے، فوراً دوسروں کی مدد کے لئے گھر سے نکل پڑتے۔ آپ ہر شخص کے ساتھ اچھا سلوک کرتے چاہے کوئی آپ سے برا سلوک بھی کرے۔ خدا تعالیٰ پر آپکو اسقدر توکل تھا کہ ہر مشکل سے مشکل وقت میں بھی نہ گھبراتے بلکہ کہتے تھے کہ "دیکھو میں کیا تھا اور آج اس خدا نے مجھے کیا بنا دیا۔ اس نے تو کبھی بھی مجھے تنہا نہیں چھوڑا، پھر اس مشکل وقت میں وہ میری مدد کیوں نہ کرے گا"۔ خدا تعالیٰ پر آپکے توکل کے نظارے ہم بچے اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں اور آج بھی دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے والد صاحب نے ہمارے اندر بھی وہی توکل الی اللہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

والدین سے حسن سلوک

اپنے والدین سے آپکو بہت محبت تھی۔ آپ نے والدہ کی بیماری میں ان کی ایسے خدمت کی کہ کوئی بیٹی بھی کیا اپنی ماں کی خدمت کر سکتی ہے۔ کبھی والدہ کی نافرمانی نہ کی۔ ان کے جذبات و احساسات کا خاص خیال رکھتے۔ آپکی والدہ کی وفات آپکی شادی سے قبل ہوئی۔ والدہ کی وفات کے بعد چالیس دن تک آپ بلاناغہ والدہ کی قبر پر جاتے رہے۔ اس طرح والد صاحب کے ہر حکم پر اپنا سر ادب سے جھکاتے۔ کبھی کوئی غلطی ہوتی تو فوراً معافی مانگ لیتے۔ اگر کبھی والد صاحب کسی بات پر ناراض ہوتے تو کبھی بھی ان کے آگے نہ بولتے خواہ اپنی غلطی نہ بھی ہوتی۔ تا وقت شہادت آپ ہم بچوں سے اپنے والد صاحب کا ذکر خیر کرتے رہے اور بات کرتے ہوئے ہمیشہ آپکی آنکھیں نم ہو جاتیں۔ اسی طرح اپنے ساس سسر کے ساتھ بھی بالکل اپنے والدین جیسا ہی سلوک کرتے اور انکی بھی بیٹوں کی طرح ہی خدمت کرتے۔ کھانا کھانے لگتے تو پہلے جو بھی بزرگ آپ کے پاس بیٹھے ہوتے تو پہلے انہیں ڈال کر دیتے، پھر بچوں کو اور سب سے آخر میں خود کھاتے۔

بچوں کی تربیت اور ان سے محبت

ہمارے والد صاحب نے جس قدر ہمیں پیار دیا ہے شاید ہی کوئی باپ اپنے بچوں کو اتنا پیار دیتا ہو۔ بچپن سے ہی ہم نے والدین کا آپس میں ایک دوسرے سے اچھا تعلق اور ہم سے پیار دیکھا۔ گھر میں کبھی لڑائی جھگڑا یا کسی بچے کو بھی آپس میں اونچی آواز میں بولتے نہ دیکھا۔ والد صاحب نے ہمیشہ ہمارے ساتھ دوستانہ تعلق قائم رکھا۔ ہمیں کسی غلط بات سے غصہ ہو کر منع نہ کیا بلکہ دلائل سے سمجھا کر منع کیا۔ ہمیشہ ہم پر اعتماد کرتے، کبھی شک نہ کرتے۔ گھر میں ہمیں خوشگوار ماحول دیا۔ آپ کہتے تھے کہ "بچوں کی تربیت دعاؤں کے ساتھ کرو کیونکہ یہ سب اختیار خدا کے پاس ہے۔ آپ اپنے زور اور غصہ سے بچے کی تربیت نہیں کر سکتے۔ اسلئے میں اپنے بچوں کے لئے بہت دعا کرتا ہوں اور ان پر اعتماد کرتا ہوں اور بچوں کو ایسا ماحول دیتا ہوں کہ وہ اپنی دلچسپیاں گھر سے باہر تلاش نہ کریں"۔ یہی وجہ ہے کہ خاکسار کے دونوں بھائی اکیلے رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مگر ہر قسم کے لوگ دیکھنے کے باوجود بھی خدا کے فضل سے کسی برائی میں مبتلا نہیں ہوئے۔ جب ہم چھوٹے تھے تو آپ سب کو باجماعت نماز کے لئے ساتھ لے کر جاتے۔ ہم جب بھی کہانی سننے کے لئے کہتے تو کبھی جھوٹی کہانی نہ سناتے۔ بلکہ انبیاء اور خلفاء کے ایمان افروز واقعات سناتے۔ آپ نے بچپن میں کافی عرصہ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی صحبت میں گزارا۔ اس کے بارہ میں بتاتے ہیں کہ ہم حضرت مولوی صاحبؓ کے لئے مسجد میں بیٹھنے کا انتظام کرتے اور آپ کے لئے جگہ صاف کرتے تاکہ حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں سنیں۔

والد صاحب ہمیں ہمیشہ توکل الی اللہ کا درس دیتے اور کہتے کہ کبھی کنجوسی نہ کرو۔ جو بھی میرے پاس ہوتا ہے اس کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں اور جب ضرورت پڑتی ہے تو خدا تعالیٰ خود ہی میری مدد کر دیتا ہے۔

رشتہ داروں سے حسن سلوک

گو کہ آپ خاندان میں سب سے بڑے نہ تھے مگر آپ نے تمام خاندان کو ایک ہاتھ پر جمع کر رکھا تھا۔ صلح میں ہمیشہ پہل کرتے، غلطی نہ ہونے کے باوجود پہلے قدم آگے بڑھاتے۔ آپکی شخصیت بے لوث محبت کرنے والی تھی۔ انتہائی خوش مزاج، خاندان کے ہر بڑے اور بچے کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھتے۔ ہر وقت مسکراتے رہتے اور دوسروں کو بھی خوش رکھتے۔ آپکا سایہ سارے خاندان پر باپ کی طرح تھا۔ آپ انتہائی مہمان نواز تھے۔ یہاں تک کہ بچوں کے دوستوں کی بھی خدمت اسطرح کرتے۔ جیسے وہ آپ سے بڑے ہیں۔ کسی کام میں عار نہ محسوس کرتے، بہت محنت کے عادی تھے۔ اپنی زندگی کا حاصل یہی بتاتے تھے کہ کبھی نیتاً کسی کا برا نہ چاہو، خدا تمہارا برا نہیں چاہے گا۔

خدمت دین

آپ نے تمام عمر خدمت دین میں گزاری۔ بیوی بچوں کو بھی ہمیشہ خدمت دین کے لئے کہا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق رکھتے تھے۔ عرصہ اٹھارہ سال بطور سیکریٹری دعوت الی اللہ حلقہ دارالرحمت غربی میں کام کرتے تھے۔ حضرت سیدہ آپا جان صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) نے اپنے عرصہ صدارت لجنہ ربوہ کے دوران خاکسار کی والدہ صاحبہ کو ایک گاؤں غلام کا ٹھٹھہ بطور دعوت الی اللہ دیا۔ والد صاحب نے والدہ صاحبہ کی بھرپور مدد کی۔ اور دونوں سات سال تک وہاں تعلیم القرآن کلاسز لگاتے رہے۔ وہاں سے کافی بیعتیں بھی حاصل ہوئیں۔ بعد ازاں مخالفت کی وجہ سے مرکز کے حکم کے مطابق وہ علاقہ چھوڑ دیا۔ اسکے علاوہ دیگر علاقوں میں میڈیکل کیمپس اور تبلیغی دورہ جات کے لئے جاتے۔ اور مخالفت کی کبھی پرواہ نہیں کرتے۔ شدید گرمی میں دل کے مریض ہونے کے باوجود کئی کئی میل کا سفر کر کے تبلیغ کے لئے جاتے اور پھل حاصل کرتے۔

1997ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے (اس وقت حضور اقدس ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تھے) آل ربوہ بہترین داعی الی اللہ کی شیلڈ بطور انعام وصول کی۔ اسکے علاوہ سیکریٹری تربیت، وصایا، نومبائعین اور زعیم انصار اللہ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ 2007ء میں آپ نے ریٹائرمنٹ لی اور بڑے بیٹے کی شادی کے بعد بچوں کے ساتھ لاہور شفٹ ہو گئے۔ حلقہ اقبال ٹاؤن ڈھائی سال کا عرصہ رہے۔ زعیم انصار اللہ صاحب نے ایک دفعہ "ہستی باری تعالیٰ" کے موضوع پر مقالہ لکھنے کو کہا۔ تو آپ نے کہا کہ "میں نے تو کبھی قلم نہیں اٹھایا مگر آپ کا حکم ہے تو ضرور لکھوں گا"۔ آپ نے دن رات محنت سے مقالہ لکھا جس کی وجہ سے

آپکی نظر پر شدید اثر پڑا اور آپریشن کروانا پڑا۔ مقالہ لکھتے وقت آپ ہمیشہ کہتے کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میں تو کسی قابل نہیں پر تو اس مقالہ کو اس قابل بنا دینا کہ یہ لائبریری میں آجائے اور کسی کے کام آئے۔ اور خدا نے آپ کی سچی محنت اور اطاعت کو ایسا رنگ لگایا کہ آل پاکستان مقالہ میں تیسری پوزیشن پر آیا۔ اور مارچ 2010ء میں امیر مقامی مکرم میاں خورشید احمد صاحب سے سند وصول کی۔ اس کے بعد حلقہ جوہر ٹاؤن میں آئے تو حلقہ کے صدر صاحب کے اسرار پر دوسرا مقالہ "تقویٰ" کے موضوع پر لکھنا شروع کیا۔ یہ مقالہ آپ نے لکھنا شروع کیا تو دن رات ایک کر دیئے۔ سب نے کہا کہ چھ ماہ کا عرصہ ہے آپ آرام سے کام کریں، اتنی محنت نہ کریں مگر آپ نے کہا کہ "نہیں میں نہیں چاہتا کہ خدا تعالیٰ کا جو کام بھی وقت سے پہلے ختم ہو جائے اچھا ہے"۔ مقالہ پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ آپ نے ہر لفظ تقویٰ کے مضمون کو خود محسوس کر کے اپنے آپ پر طاری کر کے لکھا ہے۔ ایک لاکھ سے زائد الفاظ پر مشتمل یہ مقالہ آپ نے پونے دو ماہ کے عرصہ میں مکمل کر لیا۔ نمازوں کے مضمون کے بارہ میں مقالہ میں لکھتے ہیں کہ انسان کو خدا تب ملتا ہے جب وہ نمازوں میں اپنے آپکو غرق کر دے، اور سمجھے کہ خدا میرے سامنے ہے اور میں خدا کے سامنے ہوں۔

والد صاحب کی اپنی نمازوں کی بالکل یہی کیفیت تھی۔ یوں لگتا تھا کہ سجدہ میں خدا تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ 25 مئی 2010ء کو اپنا مقالہ مکمل کر لیا اور 27 مئی 2010ء کو خاکسار سے کہنے لگے کہ میں نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ کون جانتا تھا کہ وہ اپنا کام اتنی تیزی سے مکمل کیوں کر رہے ہیں۔ 28 مئی 2010ء کے دن بھی ہمیشہ کی طرح 11 بجے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد جا کر پہلی صف میں بیٹھ گئے اور نوافل ادا کرتے رہے۔ ابھی خطبہ جمعہ شروع ہی ہوا تھا کہ دہشت گردوں نے مسجد نور ماڈل ٹاؤن پر حملہ کر دیا۔ والد صاحب حملہ کے وقت غالباً سنتیں ادا کر رہے تھے، اور خاکسار کے بھائی دوسرے ہال میں بیٹھے تھے۔ بھائی پہلے تو مربّی صاحب کے ارشاد پر اپنی جگہ ہی بیٹھے رہے مگر جب فائرنگ کی آواز کافی قریب سے آنے لگی تو سب نے چند بڑوں کے کہنے پر ہال خالی کر دیا۔ اور رینگتے ہوئے نیچے تہہ خانے کی سیڑھیوں میں چلے گئے۔ اس عرصہ میں دو انصار ہال کے دروازہ کو مضبوطی سے بند کئے کھڑے رہے تاکہ تمام لوگ بحفاظت محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ اسی کوشش میں یہ دونوں انصار شہید ہو گئے اور کئی بھائیوں کی جان بچا گئے۔ نیچے سیڑھیوں میں لوگ اس طرح پیک ہو گئے کہ سانس لینا دشوار ہو گیا مگر سب کی یہی کوشش تھی کہ جو بھی یہاں پناہ لے سکے ہم اسے جگہ دے دیں۔ اس چھوٹے سے حصہ میں سو سے زائد افراد پناہ لئے ہوئے تھے۔ شدید گرمی میں اگر کچھ دیر اور وہاں رہتے تو شاید سب بے ہوش ہو جاتے۔ تقریباً پونا گھنٹہ دہشت گرد ہمارے پیاروں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے اور پولیس باہر کھڑی تماشائی بنی رہی۔ خدام بار بار انہیں کہتے رہے کہ اندر جائیں مگر پولیس اندر نہ گئی، ہار کر خدام نے ان سے بندوقیں مانگیں کہ اگر تم نے اندر نہیں جانا تو یہ ہمیں دے دو، ہم اپنے بھائیوں کی جانیں بچائیں۔ غرض انسانیت کا قتل عام ہوتا رہا اور حکومت کے یہ کٹ پتلے تماشہ دیکھتے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد کسی خادم نے آکر آواز دی کہ اگر نیچے کوئی ڈاکٹرز ہیں تو اوپر آجائیں کیونکہ اوپر بہت سی شہادتیں ہوئی ہیں کئی بھائی ابھی زخمی ہیں۔ یہ سن کر تمام لوگ اور بھائی باہر آگئے کہ سب کلیئر ہو چکا ہے۔ اوپر ہال میں زمین خون سے رنگی ہوئی تھی، باہر صحن میں ایک دہشت گرد زمین پر پڑا تھا جو کہ ابھی زندہ مگر زخمی حالت میں تھا۔ بھائی فوراً مین ہال کی طرف بھاگے کہ والد صاحب کا پتہ لگا سکیں۔

والد صاحب چونکہ پہلی صف میں دائیں طرف تیسرے نمبر پر بیٹھے تھے اور دہشت گردنے سب سے پہلے مسجد کی مغربی کھڑکی سے فائرنگ کر کے پہلی تین صفوں کو نشانہ بنایا تھا۔ ہال میں موجود لوگوں کے مطابق والد صاحب نماز کے دوران سب سے پہلے زخمی ہو کر گرتے نظر آئے۔ اور جس خدا کے حضور سجدہ ریز تھے اسی کے حضور انتہائی خوشی کے ساتھ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محمود عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں سامنے خدا ہو

جب تک بھائی وہاں پہنچے تو خدام شہداء پر صفیں ڈال چکے تھے۔ صف اٹھا کر والد صاحب کو ڈھونڈنا چاہا تو صف اٹھاتے ہی آپکا چہرہ نظر آگیا اور گویا پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اپنے وجود کی کچھ خبر نہ رہی، ایسا لگا کہ گویا سب ختم ہو گیا ہے۔ مگر دوسرے ہی لمحے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو اپنا دکھ بہت چھوٹا محسوس ہوا، اور فوراً خدا سے مدد مانگی کہ اے خدا اگر تو نے مجھ پر اسقدر بوجھ ڈالا ہے تو مجھے اسے اٹھانے کی بھی توفیق عطا فرما اور صبر بھی دے۔ اس کے بعد خدا نے غیر معمولی طور پر بھائی کو ہمت اور حوصلہ عطا کیا کہ آپ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر شہداء کو ایمبولینس میں پہنچایا اور پھر والد صاحب کو بھی۔ ہم سب بہن بھائی اور والدہ کو والد صاحب کی شہادت پر انتہائی فخر ہے۔ خدا کے غیبی ہاتھ نے ہمیں وہ صبر عطا کیا جسکی ہم اپنی زندگی میں کبھی توقع نہ کرتے تھے۔ آپکی قربانی ہمارے اندر وہ روحانی تبدیلی پیدا کر گئی ہے جو شاید اور کسی طرح سے نہ آتی۔ نمازوں اور تہجد میں جو سرور آپ کی شہادت کے بعد آنا شروع ہوا وہ آج سے پہلے نہ تھا۔ اس پیارے وجود کو ایک پل کے لئے بھی بھلانا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے مگر ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں اور ہمیشہ ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ حضور اقدس نے ان کا ذکر خطبہ فرمودہ 18 جون 2010ء میں فرمایا ہے۔

خدا تعالیٰ ہمیں ان کی قربانی کی روح کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور ہماری نسلوں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

محترمہ فائزہ ماہم صاحبہ ہائیڈل برگ

شہداء کے ورثا کا خیال

حضرت اسلم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ بازار گیا ایک نوجوان عورت ان سے ملی اور عرض کیا اے امیر المومنین! میرا خاوند فوت ہو گیا اور بچے چھوٹے ہیں۔ جن کا فاقہ سے برا حال ہے۔ نہ ہماری کوئی کھیتی ہے نہ جانور اور مجھے ڈر ہے کہ یہ یتیم بچے بھوک سے ہلاک نہ ہو جائیں اور میں ایماء غفاریؓ کی بیٹی خفاف ہوں، میرا باپ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مضبوط اونٹ پر دو بورے غلے کے بھرے لدوائے۔ ان کے درمیان دیگر اخراجات کے لئے رقم اور کپڑے رکھوائے اور اونٹ کی مہار اس خاتون کو تھما کر فرمایا "یہ تو لے جاؤ اور انشاء اللہ اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اور بہتر سامان پیدا فرما دے گا"۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ حدیث نمبر 3843)

کر چلے ہم فدا جان و تن ساتھیو......

اے راہ حق کے شہیدو، وفا کے پروانو، تمہیں دین مسیحؑ محمدی کا فخر ہو۔ تمہیں دل وجان سے سلام خلوص ومحبت پیش کرنا ہے۔

قارئین! یہ تاثرات جو مجھے بیان کرنے ہیں یہ صرف میرے ہی تاثرات نہیں بلکہ ہم سب کے آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے تاثرات ہیں۔ راہ وفا کے ان معصوم شہیدوں کی داستان سننے کے بعد ہم بہتے اشکوں، سسکیوں، اور آہوں کے ساتھ ان کو سلامی پیش کرتے ہیں میں سلام پیش کرتی ہوں ان ماؤں بہنوں بیٹیوں کو جن کے پیارے ہنستے مسکراتے جام شہادت نوش کرتے اس جہان فانی سے جہاں سے سب نے ایک دن جانا ہے دین کی خاطر عشق ووفا کی انمٹ داستان چھوڑ کر عاشق حقیقی سے جاملے۔

اللہ تعالیٰ شہیدوں کے بارے میں قرآن پاک میں فرماتا ہے" جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے"

(سورۃ البقرہ آیت 155)

میں جب پاکستان میں تھی تو ایک غیر از جماعت عورت نے کہا کہ "اگر تم سچے ہو تو آسمان وزمین میں زلزلہ کیوں نہیں آجاتا"۔ میں نے اس سے کہا کہ "اگر ایسا ہوتا تو جو کچھ کربلا کے میدان میں رسول پاک ﷺ کے نواسوں کے ساتھ ہوا تو اس وقت تو قیامت ہی آجاتی، پھر بعد میں جب عباسی حکومت آئی تو ان کا جو برا انجام ہوا وہ سب کو ہی معلوم ہے۔ لیکن ہم احمدیوں کے پاس ایک ہی ہتھیار ہے وہ ہے دعا سے خدا کی مدد مانگنا اور اس کی رضا میں ہر حال میں راضی رہنا۔

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

جس دن یہ واقعہ ہوا دو دن پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ 'ایک بہت بڑا ہال ہے ایک بہت بڑا کفن ہال میں داخل ہوتے ہی پڑا ہے۔ اور دوسرا کفن ہال کے سٹیج کے پاس پڑا ہے۔ اور بہت سے لوگ اکٹھے ہیں۔' اس وقت میرا دھیان اپنے ایک عزیز کی طرف گیا جو کہ سر پہ چوٹ لگنے کی وجہ سے کوما کی حالت میں تھے۔ مگر وہ تو اب خدا کے فضل سے ٹھیک ہیں۔ اس خواب کا اندازہ لاہور کے سانحہ کے بعد ہوا۔

اس ملک کے بارے میں کیا کہوں؟ بس اتنا ہی

نہ کوئی دوست ہے نہ رقیب ہے
تیرا شہر کتنا عجیب ہے
میں کیسے کہوں میرے ساتھ چل
یہاں سب کے سر پہ صلیب ہے

لیکن ہم ناامید نہیں ہیں۔ کیونکہ

زمین جب بھی بنی کربلا ہمارے لئے
تو آسمان سے اترا خدا ہمارے لئے

اے میرے شہیدو تمہاری جبیں پر وہ نور یقیں دمک رہا تھا، جو شہادت تھا اس بات کی کہ ہم نے راہ خدا میں جان وار کر عہد بیعت کا حق ادا کر دیا۔ الوداع اے میرے پیارو الوداع

مرسلہ:۔ ﴿ضیاء ساہی صاحبہ۔ روسلز ہائم﴾

ہے اوڑھ لی گلوں نے تو ربوہ کی سر زمیں

ہے اوڑھ لی گلوں نے تو ربوہ کی سر زمیں
چھاتی پہ کھل رہے ہیں گلابوں کے قافلے

ربوہ کی سر زمین کے زخموں کو بھر گئے
لاہور سے جو آئے تھے لاشوں کے قافلے

شاہد اٹھا کے لائے ہیں مقتول مشعلیں
مشہود بن گئے ہیں حوالوں کے قافلے

بن کر سوال گئے اہل قلم کے سر
لکھتے ہیں خون سے ہی جوابوں کے قافلے

لخت جگر کہیں ہے تو سر تاج ہے کہیں
کٹ کٹ کے گر رہے ہیں شہیدوں کے قافلے

ارضِ وطن کو کھا گئی کس کی نظر منیبؔ
اپنوں کے بازوؤں میں ہیں اپنوں کے قافلے

(از کلام مکرم محمد مقصود احمد منیب صاحب) الفضل انٹرنیشنل 18 جون 2010ء تا 24 جون 2010ء

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پرواہ نہ کر

مکرم مرزا شابل منیر صاحب شہید

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ؕ بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ۝

ترجمہ:۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مُردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔(سورۃ البقرۃ: آیت نمبر 155)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کے لئے جن انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں ایک انعام شہادت کا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں شہید جس کی جمع شہداء ہے۔ ان خوش نصیبوں کو کہا جاتا ہے جو ایمان کی حالت میں راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کرتے ہیں۔ کبھی یہ شہادت کا انعام میدان جنگ میں حاصل ہوتا ہے اور کبھی عبادت کی حالت میں دشمنوں کے ظلم کا نشانہ بن کر جان قربان کرنے سے۔ تاریخ احمدیت میں خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کا سلسلہ بانی سلسلہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ مکرم صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہید اوّل کی شہادت پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے''

(روحانی خزائن جلد نمبر 20 تذکرۃ الشہادتین صفحہ نمبر 60)

28 مئی 2010ء کا دن کسے یاد نہیں رہے گا جس دن کسی کے باپ کسی کے بھائی کسی کے شوہر اور کسی کے جگر کے ٹکڑوں کو ظالمانہ طریق سے شہید کیا گیا۔ ظلم کرنے والے تو اپنی طرف سے مار گئے جس پر غصہ بھی آیا اور دل بھی تڑپے مگر خدا تعالیٰ نے انہیں شہادت کا عظیم مرتبہ بھی عطا کرنا تھا۔ یہ سب صرف ایک خدا کا نام لینے اور اس کے برگزیدہ مسیح موعودؑ کو ماننے کی خاطر ہوا۔ جس کی وجہ سے ہمارے سر فخر سے بلند ہو گئے۔ ان شہداء میں ایک میری سب سے چھوٹی خالہ محترمہ صفیہ صاحبہ کے بیٹے مکرم شابل منیر ابن مکرم محمد منیر صاحب بھی تھے۔ جن کا ذکر میں کرنا چاہوں گی۔ شہید مرحوم کے پڑدادا حضرت احمد دینؓ صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔ جبکہ شہید مرحوم کے والد مکرم مرزا محمد منیر صاحب کا ساؤنڈ سسٹم وغیرہ کا بزنس تھا۔ عزیزم شابل میری خالہ کے بیٹے تھے جو میری خالہ کم، بہن اور دوست زیادہ ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے بچوں کے ساتھ بہت پیار ہے۔ اور وہ بھی بہت پیار کرتے ہیں۔ خالہ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ عزیزم شابل اِن میں سب سے بڑے انیس سال کے تھے۔ ان سے چھوٹے عزیزم شہزاد سترہ سال پھر عزیزم شہروز بارہ سال اور بیٹی عزیزہ شیزہ آٹھ سال کی ہے۔ اِس واقعہ کا ذکر کرنا چاہوں گی جو عزیزم شہزاد کی زبانی مجھے معلوم ہوا۔

اِس جمعے کے روز عزیزم شابل گیارہ بجے ہی شہزاد سے کہنے لگے چلو جمعہ پر چلیں شہزاد نے کہا بھائی ابھی گیارہ بجے ہیں۔ اور میں ابھی پیپر کی تیاری کر رہا ہوں۔ پھر آدھا گھنٹہ نہیں گذرا کہ پھر آ گئے کہ چلو جمعہ پر چلیں۔ شہزاد نے پھر کہا کہ بھائی ابھی بہت وقت ہے۔ اس طرح بار بار اُسے جلدی جانے کا کہتے رہے۔ اُس روز اُنہیں جمعہ پر جانے کی بہت جلدی تھی۔ شہزاد نے بتایا کہ ہم نہا کر جمعہ کے لئے روانہ ہوئے عزیزم شابل کار خود ڈرائیو کر رہے تھے۔ مسجد دارالذکر کے گیٹ کے قریب پہنچے۔ پارکنگ کی جگہ تھی۔ لیکن شابل نے کار وہاں نہیں پارک کی شہزاد نے کہا بھائی یہ جگہ خالی ہے یہاں لگالو۔ کہنے لگے یہاں نہیں پھر کچھ فاصلے پر کار پارک کی اور دونوں مسجد کی طرف آ گئے۔

Shabil Munir Mirza
Martyred on 28th May 2010, Lahore

عزیزم شہزاد نے بتایا ''کہ اس روز موسم عجیب سا تھا۔ آسمان لال تھا مسجد سے باہر شامیانے بھی نہیں لگے تھے جو عام طور پر لگائے جاتے تھے۔ سکیورٹی بھی کم تھی اور آج تلاشی بھی نہ لی گئی۔ ہم دونوں بھائی مسجد کے مین ہال میں داخل ہوئے۔ پہلی صف میں جگہ مل گئی۔ مکرم مربی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مکرم اسلم صاحب اعلانات کر رہے تھے۔ ہم نے سُنتیں ادا کیں اتنے میں مکرم مربی صاحب نے یوم خلافت کے بارے میں خطبہ ابھی شروع ہی کیا تھا کہ فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ مکرم مربی صاحب نے کہا بیٹھے رہیں۔ اتنے میں ایک خادم مکرم منور صاحب اندر آئے (جو بعد میں شہید ہو گئے) کہنے لگے ''اگر کسی کے پاس کوئی ہتھیار ہے تو مجھے دیں باہر لوگ شہید ہو گئے ہیں''۔ اور دہشتگرد اندر آ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا ''ہمارے پاس تو کوئی ہتھیار نہیں''۔ اتنے میں کسی نے کہا۔ ''جو کوئی ڈاکٹر یا اس سے متعلقہ افراد ہیں وہ کھڑے ہو جائیں''۔ وہ اُٹھے اور خدام اُنہیں باہر لے گئے پھر فائرنگ کی آواز قریب سے آنے لگ گئی۔ تب اچانک محراب کی طرف سے دہشتگرد اندر آ گیا۔ اِس نے محراب پر گرنیڈ پھینکا لوگ باہر کو بھاگنے لگے شابل بھائی بھی ساتھ باہر نکل گئے۔ مجھے لگا باہر خطرہ زیادہ ہے میں وہیں بیٹھا رہا۔ اتنے میں دوسرا گرنیڈ پھٹا میں دائیں طرف بھاگا ایک بزرگ بھی تھے اُن کی ٹانگ پر گرنیڈ لگا اُنہوں نے مجھے پکڑ کر اپنے پیچھے کر لیا اور مجھے بچا لیا۔ پھر خود بھی لیٹ گئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ لٹا لیا۔ ہم لیٹے اندازہ لگا رہے تھے کہ گولیاں کہاں سے آ رہی ہیں؟ پھر مسجد کے صحن میں دو گرنیڈ پھٹے۔ تقریباً آدھا گھنٹہ مجھے بھائی نظر نہیں آئے۔ پھر دیکھا کہ بھائی باہر سے اندر آ کر دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ بھائی نے مجھے اشارہ کیا کہ میرے پاس آ جاؤ میں نے کہا کہ میں کیسے آؤں؟ گولیاں چل رہی ہیں پھر میں رینگتے ہوئے بھائی کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ گولیاں چل رہی تھیں کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ رہے تھے لوگ شہید ہو رہے تھے۔ ایک دروازہ مینار کو جاتا تھا وہاں سے ایک اور دہشتگرد دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوا اِس نے

شلوار قمیض پہن رکھی تھی، داڑھی تھی، اچھا مضبوط جسم تھا، کوئی پچیس سال کا معلوم ہوتا تھا۔ کالی پگڑی اور کالی ہی بندوق تھی اُس نے آکر ہماری طرف ہی فائرنگ شروع کردی۔ اُس نے چھ گرنیڈ پھینکے۔ میرے دائیں بائیں سے اتنی گولیاں گذریں کہ پتہ نہیں میں کسطرح بچ گیا۔ ایک گولی میرے بازو کو چھو کر گذر گئی جس سے مجھے جلن ہونے لگی۔ پھر اس دہشتگرد نے اپنے آپ کو خود ہی بم سے اڑا دیا۔ اُس کا سر جسم سے الگ ہوا ہمارے سامنے پڑا تھا۔ یہ بہت بڑا دھماکہ تھا۔ اُس وقت میں نے سر اُٹھا کر بھائی کو آواز دی دیکھا تو بھائی لیٹے ہوئے تھے۔ اور ہر طرف خون ہی خون تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ کہنے لگے میری ٹانگ سیدھی کرو میں نے بھائی کی ٹانگ سیدھی کی وہ مجھ سے اُٹھائے نہیں جا رہے تھے۔ میں جہاں ہاتھ ڈالتا ہاتھ گوشت میں چلا جاتا۔ اُسی دوران میرے کزن بھائی وجی اور ریاض کا فون آیا (وہ دونوں ٹی وی پر خبر سنتے ہی ربوہ سے لاہور روانہ ہو چکے تھے) تو میں نے اُنہیں زخموں کا بتایا تو اُنہوں نے زخموں پر پٹی باندھنے کا کہا میں نے اپنی قمیض پھاڑ کر پٹی کی کوشش کی مگر زخم اس قدر بڑے تھے کہ آدھے گھنٹے میں پٹی نہ بندھ سکی۔ پھر ابو جان کا فون آیا تو بھائی نے کہا کہ "ابو جان سے کہو فوراً ڈاکٹر بھیجیں"۔ اُنہوں نے کہا "میں کیسے بھیجوں"؟ جب یہ واقعہ ہو رہا تھا تو میرے دل میں خدا کی طرف سے یہ بات ڈالی گئی کہ میں بچ جاؤں گا۔ اب اگر جماعت کو ضرورت پڑی تو ہم انشاءاللہ قربانی کے لئے آگے ہوں گے۔ اس سانحے کے دوران جرمنی سے ماموں محمود صاحب کا فون آیا اُن کو بھی یہی کہا کہ ہمارے لئے بہت دعا کریں۔ تو اُنہوں نے کہا "ساری دنیا کے احمدی اِس وقت آپ کیلئے دعا کر رہے ہیں گھبرانا نہیں"۔ پھر بھائی کو دیکھا ان کو چھ گولیاں لگیں تھیں، اور اُنہیں سانس نہیں آ رہا تھا میں نے اپنے منہ کے ذریعہ سانس دینے کی کوشش کی معلوم نہیں اُس وقت میرے اندر اتنی طاقت کہاں سے آئی کہ میں نے بھائی کو اُلٹا لٹایا۔ پھر میں نے بھائی کو چھوڑ کر ایک اور لڑکا جو میرے پاس ہی تھا اُس کی ایک ٹانگ الگ ہو چکی تھی اُس کو سیدھا کیا چہرے سے شیشے صاف کئے اور اُسے ہوا دینے لگا۔ شابل بھائی زخمی حالت میں بھی بہت حوصلہ میں تھے اور منہ سے کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ کی آواز نہیں نکالی بلکہ آخری وقت میں درود شریف پڑھتے رہے اور مجھے ایسی نظر سے دیکھ رہے تھے جیسے اس بات پر خوش ہوں کہ میرا بھائی تو بچ گیا ہے۔ اُس کے کچھ ہی دیر بعد وہ شہید ہو گئے۔ میرا بھائی میرے سامنے شہید ہوا لیکن میری ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ میں یہ خبر اپنی والدہ کو سناتا میں نے ابو کو بھی بھائی کی حالت نہ بتائی۔

اوپر لجنہ ہال میں دوسرا دہشتگرد ابھی چل رہا تھا اور اُس کے چلنے کی آواز صاف آ رہی تھی اتنے میں کھڑکیوں سے پولیس والے نظر آئے اور کچھ ریسکیو والے تو میں نے ہاتھ ہلایا تو انہوں نے جلدی سے باہر آنے کو کہا۔ میں نے بھائی کو ساتھ لینے کا کہا تو اُنہوں نے مجھے جلدی نکلنے کا کہا اور بھائی کو کہا کہ نکال لیں گے۔ جب میں باہر نکلا تھا تو میں قمیض کے بغیر تھا پولیس نے تلاشی لی پوچھ گچھ کی خدام نے بھی مجھے پوچھا میری حالت عجیب تھی میں خود سے بھی پہچانا نہ جاتا تھا۔ پھر مجھے ابو تک پہنچایا گیا ابو امی بھائی کا پوچھنے لگے میں نے کچھ نہ بتایا ابو کو صرف کان میں کہا کہ بھائی کو گولیاں لگی ہیں۔ میں فوراً گھر آ گیا۔ ابو امی اور میرے دونوں کزن بھائی کو تلاش کرتے ہوئے ہسپتال پہنچ گئے۔ ایک گھنٹہ انتظار کے بعد میں گھر کی ملازمہ کے ساتھ ہسپتال چل پڑا۔ وہاں زخمیوں کے پاس گئے تو بتایا گیا کہ بھائی ساتھ والے حصہ میں ہے۔ ساتھ والے حصہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ تو ڈیڈ باڈیز والا حصہ ہے۔ ہماری ملازمہ (جو غیر احمدی تھی) اندر گئی تو چیختی ہوئی واپس آئی اور کہہ رہی تھی۔ "ساڈا شابل لما پیا اے"۔ پھر ابو اور کزن وغیرہ بھی فوراً وہاں آ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کچھ دیر تو کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کریں؟ پھر گاڑی پر ہی فوراً بھائی کو گھر لے آئے۔ اسکے بعد ربوہ کی تیاری کی رات دو بجے ربوہ پہنچ گئے ربوہ میں سب سے پہلا لاہور کا یہی شہید پہنچا تھا پہلے گروپ میں نمازِ جنازہ ہوئی اور پہلے گروپ میں ہی نمازِ فجر کے بعد تدفین عمل میں آئی"۔

یہ سب عزیزم شہزاد کی زبانی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ عزیزم شابل کے متعلق اب میں خود چند باتیں لکھنا چاہتی ہوں۔

ربوہ میں شابل شہید کو سب سے پہلے اُس کی بیمار نانی اماں کے پاس لائے اُن کو دکھایا۔ میرے ابو جان جو رشتے میں عزیزم شابل شہید کے خالو تھے، ان کا نام مکرم مہردین صاحب ابن مکرم ناظر دین صاحب تھا۔ وہ بہت مالی قربانی کرنے والے تھے۔ اور تقریباً دو ماہ سے بستر پر ہی تھے اُنہوں نے بھی عزیزم شابل کو گھر میں ہی دیکھا۔ اُن کو بھی شابل سے بے حد پیار تھا میرے ابو خالہ کو اپنی بیٹی ہی کہا کرتے تھے اور خالہ بھی میرے ابو کو اپنے باپ کی طرح ہی سمجھتی تھیں۔ ابو نے بھی شابل کو پیار کیا۔ نمازِ جنازہ کے لئے شابل کو لے گئے۔ شابل کے تین روز بعد ہی ابو بھی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عزیزم شابل کی والدہ محترمہ صفیہ صاحبہ نے بتایا کہ شہادت کے بعد میں بہت پریشان تھی کہ "ایک عورت ربوہ میں گھر آئی اور گلے لگا کر کہا" کہ اے شہید کی ماں تجھے سلام" یہ لفظ سنتے ہی مجھے ایسے لگا جیسے میرا غم ختم ہو گیا اور سوچا میں کیوں روتی ہوں مجھے تو میرے خدا نے بہت بڑا رتبہ عطا فرمایا ہے"۔ ان کی کزن فضیلت صاحبہ بتاتی ہیں کہ خالہ جان کا بلند حوصلگی کا نمونہ دیکھیے کہ اتنے بڑے صدمہ سے گزرنے کے باوجود اگلے دن شہزاد کو پیپر دینے کے لئے بھجوا دیا۔ اور ہر طرح سے اپنے پورے ہوش وحواس قائم رکھے۔ اگلے جمعہ والے دن شہزاد کا پیپر تھا۔ پیپر دینے کے بعد گھر نہیں پہنچا۔ گھر والوں کو گھبراہٹ ہوئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ دارالذکر جمعہ پڑھنے چلا گیا تھا۔ عزیزم شہزاد کا کہنا ہے کہ اگر وقت پڑا تو مجھے اس سے بھی آگے پائیں گے انشاءاللہ شابل شہید کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ "عزیزم شابل ہمیشہ سے نرم مزاج اور محنتی تھا" ان کے والد مکرم مرزا محمد منیر صاحب کا ساؤنڈ سسٹم وغیرہ کا بزنس ہے۔ خدام الاحمدیہ میں ایک حزب کے سائق تھے، جماعتی کاموں میں سستی نہیں کرتے تھے، جب بھی ضرورت پڑتی، چاہے آدھی رات ہو گاڑی نکالتے اور ساتھ چل پڑتے۔

ان کی والدہ صاحبہ نے بتایا کہ "شہادت سے کچھ دن قبل کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے کہ میں نے اپنے میاں سے کہا کہ مجھے اس دفعہ کچھ پیسے چاہئیں، میں نے عید کے کپڑے بنانے ہیں تو شابل نے جھٹ اپنی جیب سے پانچ ہزار روپے نکال کر مجھے دیئے عزیزم شابل بہت مہمان نواز تھا، اس کو دوستوں کو کھانا کھلانے کا بہت شوق تھا" شابل مرحوم کی والدہ صاحبہ بھی شروع سے بڑی رحمدل اور غریب پرور ہیں، اکثر غریبوں کی امداد کرتیں ہیں اور غیر از جماعت غریب لڑکیوں کی بھی شادی کے موقعوں پر ان کو لہنگے وغیرہ بنا کر دیتی رہی ہیں۔

عزیزم شابل کی شہادت کے بعد خالہ کو بار بار حضور اقدس کا خیال آ رہا تھا کہ کسی طرح حضور انور سے بات ہو جائے۔ لاہور واپس جانے پر سب سے پہلے حضورِ انور ہی کی طرف سے فون کے لئے پیغام ملا کہ شام کو آپ فون کریں گے۔ سب

گھر والے وقت پر گھر میں موجود تھے کہ پیارے امام کا تقریباً 45 منٹ کا فون آیا حضور اقدس نے سب سے بات کی اور سب کو تسلی دی اُس وقت اپنی خوش قسمتی پر خدا کا شکر بھی کیا سارا غم بھول کر ہم حضور اقدس کی ہی باتوں میں مگن ہو گئے۔ حضور اقدس نے میرے ابو جان کی وفات کا بھی افسوس کیا۔ شہزاد سے کافی لمبی بات کی بہت سی نصائح فرمائیں۔ حضورِ انور کی جو شہزاد سے بات ہوئی اُس میں آپ نے فرمایا، ''یہ جو اِن لوگوں نے حرکت کی ہے یہ تو اُنھوں نے اپنی ہی تباہی کو دعوت دی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے''۔ شہزاد نے حضور انور سے پوچھا کہ حضور میں ڈر گیا ہوں ،کہیں اس سے میرا ایمان کمزور تو نہیں ہوا۔ حضور اقدس نے فرمایا ''نہیں! بلکہ آپ کا ایمان زیادہ مضبوط ہو گا، ابھی تو یہ مسجدوں میں ہوا ہے آگے چل کر گلیوں میں ہو گا۔ اپنے آپ کو مضبوط کرو''۔

شابل کی والدہ حضورِ انور کے فون کے بعد اِس قدر خوش ہوئیں کہ کہنے لگیں ''اب سب کا منہ میٹھا کراؤ''۔ ابو کی وفات کو ابھی تین دن بھی نہ ہوئے تھے دونوں بڑے صدمے تھے میری والدہ نے ہم کو جرمنی حضور اقدس کے فون آنے پر مبارک باد دی اور بتایا کہ حضور انور نے خود فون کر کے عزیزم شابل اور پھر میرے ابو کی وفات کا افسوس کیا اور بہت سی دعائیں دیں اب کوئی غم نہیں کرنا۔ ہم اِس قابل نہ تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ جس نے ہمیں خلافت کی نعمت سے نوازا ہے۔ جس سے ہماری ہر غم کی حالت فوراً امن میں بدل جاتی ہے۔ الحمد للہ۔

عزیزم شابل سے وابستہ بہت زیادہ یادیں اور باتیں ہیں، چند لکھ رہی ہوں۔ شابل شہید کی والدہ صاحبہ نے بتایا کہ ''تیرہ، چودہ سال کی عمر سے روزے رکھ رہا تھا۔ مجھے کبھی اُسے جگانے کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ خود مجھے جگاتا۔ پچھلے چند ماہ سے نماز کا بھی بہت خیال رکھتا بلکہ بہن اور بھائیوں کی بھی خاص نگرانی کرتا کہ سب نے نماز پڑھ لی ہے۔ ربوہ جاتا تو تمام نمازیں مسجد میں ادا کرتا۔ قرآن بھی باقاعدہ قرأت سے سیکھا ہوا تھا۔ جماعتی کام بھی بہت شوق سے کرتا تھا جس کا ذکر حضورِ انور نے بھی اپنے خطبہ جمعہ میں کیا''۔

عزیزم شابل اپنی مختصر سی زندگی میں بہت سی یادیں چھوڑ گیا ہے۔ اُس کے چہرے پر ہمیشہ میں نے ایک مسکراہٹ دیکھی جو شہادت کے وقت بھی اس کے چہرے پر موجود تھی۔ کبھی فالتو بات کرتے نہ دیکھا۔ میری امی بتاتی ہیں کہ ''جب میرے پاس ربوہ آتا تو فرمائش کر کے کھانے بنواتا خاص طور پر بریانی، کڑہی چاول، قیمے والے نان اور میٹھی روٹی''۔

اُس کے تمام ہم عمر کزنز کا یہ کہنا ہے کہ ''وہ بہت پیار کرنے والا، سب کی عزت کرنے والا، خیال رکھنے والا اور کبھی ناراض نہ ہونے والا ہمارا بھائی تھا۔ اس کی ایک کزن کا کہنا ہے کہ ''آخری بار جب ہم لاہور شابل کے گھر گئے تو اپنے کمرے میں ہمارے سونے کا انتظام کیا اور خود شہزاد کے کمرے میں سویا اور اِس پر بہت خوش تھا کہ ہم اُس کے کمرے میں سوئے ہیں''۔ اپنے خالہ زاد بھائی کے نکاح پر چند روز قبل آیا تو خالہ جان نے اسے واٹر کولر لانے کو کہا تو ایک بہت بڑا کولر لے آیا اُنہوں نے کہا اتنا بڑا کیا کرنا تھا کہنے لگا کسی اور موقع پر کام آجائے گا۔ کیا معلوم تھا اِس کی شہادت پر ہی وہ کام آنا تھا۔

عزیزم شابل کی ایک خاص بات یہ تھی کہ کسی نے کوئی کام کہا تو انکار بالکل بھی نہیں کرتا تھا حتی کہ گھر کے ملازم بھی اِس بات پر اُس سے بہت خوش تھے۔ اُس کو اپنے ایک ایک عزیز رشتہ دار سے پیار تھا سب کا خاص خیال رکھنے کی کوشش کرتا۔ دوست جو اکثر غیر از جماعت تھے اُن کا بھی بہت خیال رکھتا۔ اُس کی شہادت پر سب اُس کے گھر تعزیت کے لئے آئے''۔

عزیزم شابل شہید کی شہادت سے کچھ عرصہ قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ ''ایک مولوی ہے اور وہ بھاگتے ہوئے دو دھماکے کرتا ہے اور پھر دیکھا کہ ایک بڑا سا کمرہ ہے، اور میری خالہ اُس کے باہر پریشانی میں چکر لگا رہی ہیں، اور اُس کمرے میں شابل اور شہزاد ہیں اور اب اُن میں سے ایک زندہ نہیں ہے۔ شہادت کے بعد جب میں نے خالہ سے اِس خواب کا ذکر کیا تو کہنے لگیں کہ واقعی ہی اُس روز میں مسجد دارالذکر کے باہر تڑپ رہی تھی کہ میرے بچے اور بہت سے دوسرے احمدی مسجد کے اندر ہیں۔ اور پتہ نہیں کس حال میں ہیں؟

پھر ایک اور خواب دیکھی کہ لائنوں میں گھر بن رہے ہیں اور اُن میں ہر قسم کی سہولت ہے اور بہت پیارے ہیں اور کوئی مجھے کہتا ہے کہ ایک لائن کینیڈا کی ہے اور پھر میں اُن گھروں کو قریب جا کر دیکھتی ہوں تو دوسری لائن میں ایک گھر ہمارے کسی اپنے قریبی رشتہ دار کا ہے پھر وہ گھر ایسے نظر آتے ہیں کہ جیسے دروازہ سے دروازہ جڑا ہوا ہے۔ یہ خواب بعد میں مجھے بھول گئی شہادتوں کے بعد جب لائنوں میں قبریں کھدی ہوئی دیکھیں تو ایکدم مجھے یہ خواب یاد آ گئی۔ قبر سے قبر جڑی ہوئی تھی اسی طرح میں نے دروازہ سے دروازہ جڑا ہوا دیکھا تھا مجھے لگا جیسے اِس خواب کا شائد یہی مطلب تھا۔ فضیلت صاحبہ نے بتایا کہ شابل مرحوم کی پھوپھو صدیقہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ انکی زبان پر یہ شعر ہے:۔

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

''وہ کہتی ہیں کہ خواب میں ہی سوچتی ہوں کہ میں نے تو لفظی ترجمہ میں حصہ لیا ہے، بیت بازی میں تو نہیں پھر یہ شعر کیوں پڑھ رہی ہوں''۔ شابل کی شہادت کے بعد اس خواب کا مطلب سمجھ آیا۔

طاہرہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ شابل مرحوم کے بھائی شہزاد نے خواب میں دیکھا کہ ''ہم دونوں بھائی کہیں جا رہے ہیں اور قادیان پہنچ جاتے ہیں راستے میں کچھ سکھ آتے ہیں، لیکن ہم ان سے آگے نکل جاتے ہیں، ایک کھلا صحن ہے، جس میں حضرت مسیح موعودؑ کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے آنحضرت ﷺ کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں، ہم دونوں بھی بیٹھ جاتے ہیں، حضورؑ اٹھ کر بائیں طرف کو جانے لگتے ہیں، بھائی بھی ساتھ جاتا ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے بھی جانا ہے، لیکن آپؑ منع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہیں جا سکتے''۔ ربوہ میں شابل کے ایک دوست نے جس کو وہ بھائی کہتا تھا بتایا ''اگلے جمعہ کو حضورِ انور کے خطبہ جمعہ سنتے ہوئے ایکدم معمولی سی نیند کے دوران میں نے دیکھا کہ شابل خواب میں آیا ہے میں اُسے دیکھ کر کہتا ہوں کہ تم کدھر ہو؟ تو شابل آگے سے جواب دیتا ہے کہ میں تو ادھر ہوں تم کدھر ہو۔ پھر وہ مجھے ساتھ ہی کہتا ہے کہ بھائی میں اِدھر بہت خوش ہوں تم بھی آجاؤ''۔ حضرت امیر المومنین نے بھی اپنے خطبہ جمعہ مؤرخہ 18 جون 2010ء میں شابل کی شہادت اور پاک خصائل کا ذکر کرتے ہوئے اس خواب کا بھی ذکر فرمایا۔

(امۃ النصیر بشریٰ صاحبہ Rüsselsheim West وطاہرہ نورین صاحبہ Goddelau)

"اُن کے گلے میں میڈل پہنایا گیا ہے"

جیو تو کامراں جیو، شہید ہو تو اس طرح
کہ دین کو تمہارے بعد عمرِ جاوداں ملے
ہے زندہ قوم وہ نہ جس میں ضعف کا نشاں ملے
کہ طفل طفل، پیر پیر جس کا نوجواں ملے

شہیدانِ لاہور میں میرے بھائی مکرم چوہدری محمد احمد صاحب شہید ولد ڈاکٹر نور محمد صاحب بھی شامل ہیں۔ ہمارے دادا جان چوہدری فضل داد اولکھ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ احمدیت ہمارے خاندان میں آئی۔ ہمارے دادا جان نے 1895ء، 1896ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ (حوالہ روایات کی کتابیں۔ دفتر روایات نمبر 3 میں صفحہ نمبر 132,131,130 میں اِن کے متعلق روایت ہے)

ابتدائی تعلیم میرے بھائی نے کھیوہ ضلع فیصل آباد سے حاصل کی۔ ہمارے والد صاحب حضرت میر محمد اسماعیلؓ صاحب کے ساتھ جونیئر ڈاکٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔ والد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی تحریک پر ہندوؤں کی طرف سے شروع کی جانے والی شدھی کی تحریک کے دوران ایک سال سے زیادہ عرصہ وقف کیا تھا۔

میرے بھائی جان شہید 1928ء میں کھیوہ میں پیدا ہوئے۔ فیصل آباد سے میٹرک کی تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کے بعد Airforce جوائن کر لی۔ 24 سال Airforce میں سروس کی۔ 1972ء میں ریٹائر ہوئے۔ پھر Evil Defence Lahore میں بم ڈسپوزل کی ٹریننگ کے لئے امریکہ گئے۔ 2 سال کی ٹریننگ کے بعد وارنٹ آفیسر کے طور پر کام کرتے رہے۔ 1965ء کی جنگ میں special اسلحہ لانے کے لئے جاپان گئے۔

آپ ایک فرض شناس اور نڈر فوجی تھے۔ آپ نے 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں بھی بڑی بہادری سے اپنا فرض نبھایا۔ 1965ء میں طیارے کا لوڈر جس کے ذریعے سے بم لوڈ کئے جاتے تھے، وہ خراب ہو گیا۔ آپ نے خود بڑی بہادری سے کندھوں پر رکھ کے بم لوڈ کئے۔ باقی ساتھیوں کو بھی ایسا کرنے کی ہدایت کی اور ان کی ہمت بندھائی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کی شہادت پر ان کے بارے میں فرمایا کہ "آج یہ نام نہاد ملک کے ہمدرد احمدیوں پر الزام لگاتے ہیں اور خود ملک کے ہمدرد بنے بیٹھے ہیں۔ یہ شہید وہ لوگ ہیں جو ملک کی خاطر قربانیاں کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔"

میرے شہید بھائی جڑواں پیدا ہوئے تھے اور یہ دونوں بھائی ہم تین بہنوں سے بڑے ہیں۔ بچپن ہی سے بہت اچھی طبیعت تھی۔ والدین کی عزت کرنے والے تھے۔ آپ نے خصوصاً والدہ کی بہت خدمت کی۔ ہم بہن بھائیوں میں بہت پیار تھا۔ بڑے بھائی ہونے کے ناطے اگر بھی کچھ کہا بھی ہو تو مگر نہ کبھی جھڑکا، نہ کبھی مارا۔ بلکہ ہمیشہ پیار سے سمجھاتے تھے۔

فٹ بال اور کبڈی کھیلنے کے شوقین سکول کے مانے ہوئے کھلاڑی تھے۔ اس وجہ سے سکول میں بہت عزت تھی۔ بچپن ہی سے بات میں لطافت نمایاں ہوتی، نیز ایسے بہادر کہ وقت پڑنے پہ بہادری دکھاتے بھی تھے۔ بے حد سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ پانچوں وقت کی نماز سنوار کے ادا کرتے۔ قرآن کریم کی تلاوت باقاعدگی سے کرتے۔ خلافت سے بہت محبت تھی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو باقاعدگی سے خط لکھتے۔ ماشاءاللہ موصی تھے۔ چندہ ہر تحریک میں پہلے ادا کرتے۔ میں ایک دفعہ جب لاہور گئی تو مجھے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے موصول شدہ خطوط بہت خوشی سے دکھائے اور پڑھ کر سنائے۔

انہیں مجھ سے بہت پیار تھا۔ انہوں نے میرے بچوں کا بہت خیال رکھا کیونکہ میرے میاں اس وقت فوت ہو گئے تھے جب بچے بہت چھوٹے تھے۔ میرے بیٹے عزیزم طاہر احمد کو پاس رکھ کر تعلیم دلائی۔ میں اپنے گاؤں 312 کھتو والی کے پاس شہر گوجرہ میں بچوں کے ساتھ رہتی تھی۔ اکثر آتے تھے۔ میرے بچوں کی تعلیم اور ہر چیز کا خیال رکھتے اور کہتے "انہیں اچھی تعلیم دلانی ہے"۔ بچوں سے خاص کر اپنے نواسے نواسیوں سے بہت پیار کرتے۔ ان سے بچوں کی طرح گھل مل کر کھیلتے اور ان کے آنے پہ بہت خوش ہوتے۔ اپنا کام بڑی دیانتداری اور بہادری سے کرتے۔ کسی سے بغض نہ رکھتے تھے۔
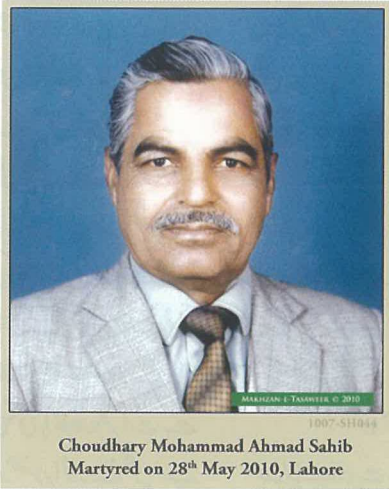
Choudhary Mohammad Ahmad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

ایک دفعہ گوجرہ میں سبزی منڈی میں پھلوں کی پیٹیوں میں بم کی افواہ پر اپنے عملے کے ساتھ آئے۔ عملے کے آفیسر کو بلایا۔ نوکر نے کہا سر تو سوئے ہوئے ہیں۔ آپ اتنی دیر چائے پئیں۔ تو انہوں نے بڑی دلیری سے کہا، "یہ چائے کی، تمہارے سر کو ضرورت ہے۔ اُسے دو کہ اُس کی آنکھیں کھل سکیں اور ہم اپنا کام وقت پر کر سکیں۔ تاکہ کسی قسم کا جانی و مالی نقصان نہ ہو"۔ بم ناکارہ کر کے اسی گاڑی میں میرے گھر آئے تو مجھے بھی سب صورتحال کا علم ہو گیا۔

اسی طرح جب راولپنڈی اوجھڑی کیمپ میں فوج کے اسلحہ ڈپو میں آگ لگ گئی۔ اُس وقت بھائی کو بلوایا گیا۔ انہوں نے ایک مشورہ دیا۔ جس کو اتنی اہمیت نہ دی گئی۔ لیکن بعد میں امریکہ سے آئی ہوئی special ٹیم نے بھی اس مسئلے کے حل کے لئے وہی مشورہ دیا جو شہید بھائی پہلے ہی دے چکے تھے۔

جمعہ باقاعدگی سے پڑھنے جاتے اور جمعرات کو ہی اپنے کپڑے استری کروا کر لٹکا دیتے۔ جمعہ کے روز 12 بجے تک مسجد پہنچ جاتے۔ شہادت کے دن بھی مسجد جانے کی جلدی تھی۔ بار بار اپنے نواسے کو کہہ رہے تھے کہ تیار ہو جاؤ۔ موسم بھی بہت خراب تھا اور بہت آندھی چل رہی تھی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہم نے جلدی ہی جانا ہے۔ کھانا جمعہ کی نماز کے بعد گھر آ کے کھانا اُن کا معمول تھا۔

شہید بھائی کے بارے میں اُن کی بیٹی ایک عینی شاہد کے تاثرات لکھتی ہیں کہ "ابا جی ہال میں کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔ جہاں مربی صاحب خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ باہر سے گولیوں کی آوازیں آئیں اور پھر یہ آوازیں لحظہ بہ لحظہ قریب ہوتی گئیں۔ اس دوران مربی صاحب لوگوں کو درود شریف

پڑھنے کی ہدایت دیتے رہے اور کہا خطبہ جاری رہے گا۔" بیٹی مزید کہتی ہیں کہ "میرے ابا جی کے ساتھ چوہدری وسیم احمد صاحب کینال ویو اور اُن کے بزرگ والد بیٹھے تھے۔ وہ اپنے بزرگ عمر رسیدہ والد کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے تہہ خانے کی طرف لے گئے اور میرے والد صاحب کو بھی کہا کہ بزرگو اٹھو۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے انہیں کہا کہ اُٹھ جائیں۔ لیکن والد صاحب نہ اٹھے۔ اسی طرح اس دہشت گرد نے گولیوں کا رخ کرسیوں کی طرف کر دیا اور فائرنگ کرتا ہوا ابا جی کے نزدیک ہو گیا۔"

بقول مکرم کرنل بشیر احمد باجوہ صاحب جو کرسیوں کے پیچھے تھے، ان پر بھی فائر ہوئے لیکن وہ بچ گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس دوران یہ زخمی ہو چکے تھے۔ وہ سمجھا کہ میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ فارغ ہو کر مڑا اور شاید اپنی گن لوڈ کرنے لگا ہو۔ کرنل صاحب بتاتے ہیں کہ بھائی جان نے زخمی ہونے کے باوجود موقع غنیمت جانا اور پیچھے سے اک دم چھلانگ لگا کر اس کی گردن پکڑ لی۔ کرنل بشیر صاحب نے جو کرسیوں کے پیچھے تھے، نے بھی فوراً چھلانگ لگائی اور دہشت گرد کو قابو کرنے لگے۔ وسیم صاحب کا بیان ہے کہ ہم سیڑھیوں سے چند قدم ہی نیچے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ دہشت گرد قابو میں آ رہا ہے۔ دوسرے خدام بھی اس دوران مدد کے لئے آ گئے۔ اس ہاتھا پائی کے دوران ان کو گولیاں لگی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے بھی گولیاں لگ چکی تھیں۔ ایک ہتھیلی سے پار، دوسری کلائی کے پاس اور تیسری پسلیوں میں پیٹ کی طرف اور اس ہاتھا پائی میں مزید گولیاں لگیں۔ بہر حال اُن کی اس ابتدائی کوشش کے بعد مکرم کرنل بشیر صاحب اور باقی نمازی بھی شامل ہو گئے، اس دہشت گرد کی جیکٹ کو Diffuse (ناکارہ) کر دیا اور اس دہشت گرد کے ہاتھ باندھ دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کا رتبہ دینا تھا مگر اس موقع پر بھی بڑی بہادری دکھائی۔ گولیاں لگے ہونے کے باوجود دہشت گرد کو پکڑا۔ اُس کی جیکٹ Diffuse کرنے کے بارے میں بتاتے رہے۔ اُن کی کیفیت اُس وقت ایسی تھی کہ جیسا کہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے، بقول وسیم صاحب کے بتایا کہ "کوئی غیبی طاقت اُن کا ساتھ دے رہی ہو۔" اور اُن کے اندر کا فوجی جاگ اٹھا ہو۔ جو انہیں حالات کا جائزہ لینے کی طرف مسلسل متوجہ کر رہا تھا۔ اتنے زخمی ہونے کے باوجود، بتانے والوں کے مطابق اُن کے حواس بالکل ٹھیک اور چہرہ پُرسکون تھا۔ دیکھنے والوں کی حالت بُری ہو رہی تھی مگر انہوں نے ہائے تک نہ کی۔ حتیٰ کہ چہرے پر درد کے کوئی آثار نہ تھے۔ بلکہ دوسرے زخمیوں کو پانی پلاتے اور باقیوں کو مختلف ہدایات دیتے جاتے تھے، گویا یہ اُن کا اولین فرض ہو۔ زخمی حالت میں اُن کو جناح ہسپتال لے جایا گیا۔ جہاں آپریشن کے دوران ان کی آٹھ بجے شہادت ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اُس وقت اُن کی عمر 85 سال تھی۔ ہمارے خاندان کی ایک خاتون نے بھی کچھ دن قبل خواب میں دیکھا کہ لاہور میں فائرنگ ہو رہی ہے۔ جو اس سانحہ کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔

بھائی کے نواسے عزیزم طلحہ نے اُن کی شہادت کے بعد خواب میں دیکھا کہ "ایک بڑا اسٹیج ہے اور ایک تقریب میں میڈل دیئے جا رہے ہیں۔ نانا جان (محمد احمد صاحب) کو اُن کے نام سے بلایا گیا ہے۔ نانا جان نے سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہیں۔ ان کے گلے میں میڈل پہنایا گیا ہے۔ نانا جان بہت خوش نظر آتے تھے۔" اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

ہر انسان کی طرح بھائی نے بھی اس دنیا سے جانا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کا رتبہ عطا کیا۔ جس پر ہم سب کو فخر ہے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام شہداء کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ خاص کر ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ہر آن ان کا حامی و ناصر ہو۔ پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بیان الفضل یکم جون 2010ء میں درج ہے کہ "کوئی دہشت گرد اور کوئی حکومت جماعت احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکتی۔ کیونکہ یہ ایک خدائی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر سعید روح کو اپنی حفاظت میں رکھے اور شر پسندوں کے شر سے محفوظ رکھے آمین"

امۃ النصیر صاحبہ Rüsselsheim، ذکیہ بیگم صاحبہ، حلقہ Raunheim Nord

---

چھوٹا سا گواہ

میرا نام پوچھو تو میں احمدی ہوں

میری عمر گیارہ سال ہے 28 مئی کو حسبِ معمول میں اور میرے ابو جان جمعہ کی نماز پڑھنے گڑھی شاہو گئے۔ ہم خطبہ سے کچھ دیر پہلے پہنچے تھے، اور دوسری صف میں بیٹھے تھے۔ خطبہ شروع ہونے کے کچھ دیر بعد باہر بہت زیادہ فائرنگ شروع ہو گئی مربی صاحب نے کہا کہ سب لیٹ جائیں ہم لیٹ گئے۔ اتنے میں کسی نے باہر کے دروازے سے آواز لگائی کہ باہر خدام زخمی ہیں یہاں کوئی ڈاکٹر ہے میرے ابو اٹھے اور لوگوں کے اوپر سے پھلانگتے ہوئے باہر چلے گئے میں ان کے پیچھے جانے لگا، مگر وہ بہت تیزی سے چلے گئے، میں ہال کے درمیان میں ہی پہنچا تھا کہ فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی۔ اور میں وہیں لیٹ گیا۔

چند منٹ کے بعد محراب کی طرف سے زور دار دھماکے کی آواز آئی میں باقی لوگوں کے ساتھ ہال کے دروازے کے قریب چلا گیا۔ پھر ہال کے اندر دھماکا ہوا تمام لوگ باہر بھاگنے لگے میں بھی باہر نکلا اب اندر سے فائرنگ کی بھی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں باہر چاروں طرف دیکھا مجھے لفٹ کے پیچھے جو سیڑھیاں ہیں وہ سب سے بہتر جگہ لگی، میں اس طرف بھاگا، لفٹ کے پاس ایک انکل کے کان کے اوپر سے فوارے کی طرح خون نکل رہا تھا اور ایک اور انکل لفٹ کے قریب خون میں لت پت پڑے تھے۔ سیڑھیوں کے ساتھ ہی مجھے میرے ابو لیٹے ہوئے نظر آئے۔ ان کی ٹانگ سے خون بہہ رہا تھا۔ انہوں نے مجھے اوپر سیڑھیوں پر جانے کے لئے کہا اور بتایا کہ انہیں گولی لگ گئی ہے سیڑھیوں پر بہت زیادہ لوگ تھے میں پہلی منزل پر رک گیا مگر وہاں بہت زیادہ رش کی وجہ سے سخت گرمی اور حبس تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر میں وہاں رکا لیکن وہاں دروازے کے قریب گرنیڈ آ کر پھٹا اور زور دار دھماکا ہوا اور ہر طرف دھواں پھیل گیا۔ کسی نے مجھے کہا کہ اور اوپر چلے جاؤ میں اور اوپر چلا گیا۔ وہ جگہ ذرا کھلی تھی، وہاں کچھ اور زخمی بھی لیٹے ہوئے تھے۔ کسی نے مجھے رومال دیا کہ میں ان کو ہوا دوں میں آخر وقت تک ان کو ہوا دیتا رہا۔ چار لوگ چھت کے دروازے کے ارد گرد حفاظت کے لئے پوزیشن بنا کر کھڑے تھے۔ سب لوگ دعائیں کر رہے تھے میں بھی دعائیں کر رہا تھا۔ بہت دیر کے بعد نیچے سے آواز آئی کے سب ٹھیک ہے ایک ایک کر کے آرام آرام سے لوگ نیچے آ جائیں۔ ایک بزرگ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے میں نے بتایا کہ میرے ابو تو زخمی تھے وہ تو ہسپتال چلے گئے ہوں گے۔ انہوں نے کہا میں تمہیں گھر چھوڑ دوں گا۔ جب ہم باہر نکلے تو مجھے میرے ابو کے کزن نظر آئے اور بعد میں میرے ماموں جان بھی مل گئے وہ لوگ مجھے لے کر گھر آ گئے۔

اس واقعہ کے بعد بھی میں باقاعدگی سے جمعہ پڑھنے جاتا ہوں۔ اور مجھے بالکل ڈر نہیں لگتا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے ابو جان پہلے سے بہت بہتر ہیں اور تھوڑا بہت چل پھر لیتے ہیں۔ الحمد للہ

مرسلہ:۔ عزیزم منجاد عاصم پاکستان

راہِ مولا میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں

مکرم مبارک احمد طاہر صاحب شہید کا ذکرِ خیر

میرے بہنوئی مکرم مبارک احمد طاہر صاحب اُن خوش نصیبوں میں سے تھے جن کو لاہور میں راہِ خدا میں جامِ شہادت پینے کی سعادت ملی۔

مکرم مبارک احمد طاہر صاحب ایک نہایت مخلص احمدی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپکے والد کا نام مکرم عبدالمجید صاحب تھا آپ کی والدہ کا نام مکرمہ منیرہ بیگم صاحبہ ہے جو مکرم منشی سبحان علی مرحوم کاتب الفضل کی صاحبزادی ہیں۔ آپ مکرم دین محمد صاحب کے پوتے، مولانا دوست محمد شاہد صاحب (مورخ احمدیت) کے داماد، مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کے بہنوئی اور مکرم عبدالسلام ظفر صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ لندن کے بھانجے تھے۔ آپ لاہور میں 19 مارچ 1953ء کو پیدا ہوئے۔

آپ بچپن ہی سے منفرد عادات کے مالک تھے۔ والدین کی اطاعت و خدمت، بہن بھائیوں سے محبت، بیوی بچوں سے پیار، اپنے سسرال کا احترام، بزرگوں سے عقیدت اور سب سے بڑھ کر خلیفۂ وقت کی اطاعت و عقیدت اُنکا خاص وصف تھا۔ آپ نے 1981ء میں ایم۔ اے انگریزی کا امتحان پاس کیا اور نیشنل بنک آف پاکستان میں باقاعدہ اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ اپنی محنت سے بنک کے امتحان بہت اعلیٰ نمبروں سے پاس کئے اور ترقی کرتے کرتے وائس پریزیڈنٹ کے عہدے پر جا پہنچے۔ شہادت کے وقت بھی آپ پریزیڈنٹ کے عہدے پر فائز تھے۔ آپ نے دورانِ ملازمت انتہائی محنت، دیانت داری اور خلوصِ نیت سے کام کیا جس کے نتیجہ میں آپکو بنک سے

شہادت سے قبل best Parformance employee award بھی ملا چونکہ آپ کا تعلق بنک میں آڈٹ کے شعبہ سے تھا اس لئے ملازمت کا زیادہ حصہ لاہور سے باہر دوروں پر گزارا لیکن سہولتیں ہونے کے باوجود کبھی بھی بنک کی رقم کا بے جا استعمال نہ کیا۔ مورخہ 11 اپریل 1982ء کو آپکی شادی میری سب سے بڑی بہن مکرمہ شاہدہ بشریٰ صاحبہ سے ہوئی۔ اس دن کی خاص بات یہ ہے کہ اس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا عقدِ ثانی بھی ہوا تھا۔ مکرم مبارک بھائی صاحب جماعت کے تمام بزرگان سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ اُن ہی میں سے میرے ابی جان بھی تھے جن کی تقاریر کی کیسٹس آپ بڑے شوق سے سنتے تھے۔ شادی کے بعد مکرم مبارک بھائی صاحب نے اپنی بہنوں کو بتایا کہ لاشعوری طور پر میری خواہش تھی کہ میں مولانا صاحب کے بہت قریب ہو جاؤں اور ان کے خاندان میں میری شادی ہو اور مجھے انکی خدمت کا موقع ملے۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی اس خواہش کو پورا کیا۔ پھر آپ نے اس رشتہ کو اس خوبصورتی سے نبھایا کہ داماد نہیں بلکہ بڑے بیٹے ہونے کا ثبوت دیا۔ میری امی جان اور ابی جان بھی اُن سے بہت پیار کرتے تھے اُن سے مشورے لیتے اُنکی رائے کا احترام کرتے اور داماد نہیں بلکہ بڑے بیٹے کا درجہ دیا۔ آپکی یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ آپ نے سسرال اور اپنے خاندان کو ایک لڑی میں پروئے رکھا اور دونوں خاندانوں میں سے کسی کو بھی شکایت کا موقع نہ دیا۔ بڑی خوش اسلوبی سے رشتوں کو نبھایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو چار بچوں سے نوازا۔ آپکے بڑے بیٹے عزیزم محمد عطاالمحسن اب اے۔ سی۔ سی کر رہے ہیں۔ بیٹی عزیزہ عطیۃ الناصر ماریہ نے Special Education میں M.A کیا ہے۔ بیٹا عزیزم محمد ندالنصر چین میں M.B.B.S کے دوسرے سال میں ہے اور چھوٹا بیٹا عزیزم ندالظفر احسان نے English Literature میں B.A کا امتحان دیا ہے۔ عزیزم محمد ندالنصر اور ندالظفر احسان وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ آپ نے بچوں کی تعلیم و تربیت پر ہمیشہ خاص توجہ دی۔ شروع ہی سے آپکی شدید خواہش تھی کہ آپ کے بچے حافظِ قران بنیں کیونکہ آپکو قرآن سے عشق تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور آپکی کوششوں سے آپکے دو

Mubarak Ahmad Tahir Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

بچوں عزیزم محمد ندالنصر اور بیٹی عزیزہ عطیۃ الناصر ماریہ نے مکمل قرآن حفظ کیا جبکہ دو بچوں عزیزم محمد عطاالمحسن اور عزیزم ندالظفر احسان نے قرآن کا کچھ حصہ حفظ کیا آپ ہر رمضان میں گھر پر تراویح کا انتظام فرماتے۔ آپ نے دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھا اور بیوی بچوں کے معاملہ میں بھی اس طریق کو ملحوظ رکھا۔ بچوں کا گھر میں دیر سے آنا آپکو پسند نہ تھا لیکن کبھی جماعت کے کام کی وجہ سے دیر سے آتے چاہے کتنی بھی دیر ہو جائے کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ آپ ایک مثالی باپ تھے۔

بچوں کی ہر جائز خواہش کو پورا کرتے اور بڑی توجہ سے انکی بات سنتے۔ آپ کے لہجے میں بڑا دھیما پن اور نرمی تھی۔ آپ کی بیگم شاہدہ بشریٰ صاحبہ اس وقت صدر لجنہ واپڈا ٹاؤن لاہور اور معاونہ وقفِ نو ہیں۔ بیٹا عزیزم محمد عطاالمحسن نائب قائد مجلس واپڈا ٹاؤن ہیں۔ بیٹا عزیزم ندالظفر حلقہ میں سائق اور منتظم صحت وجسمانی ہیں۔ بیٹی عزیزہ عطیۃ الناصر ماریہ سیکرٹری اشاعت لجنہ حلقہ ہیں۔ آپ نے ہمیشہ مثالی شوہر کا کردار ادا کیا اس کے ساتھ ساتھ آپ نے والدین کی خدمت اور اطاعت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ اس طرح اپنے بہن بھائیوں کا بھی بہت خیال رکھا۔ آپ کے بہن بھائی بھی آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ ہمیشہ اپنے والدین کو اپنے ساتھ رکھا۔

گھر میں جب بھی داخل ہوتے تو سب سے پہلے انہیں سلام کرتے۔ اپنے تمام دور نزدیک کے رشتے داروں کیساتھ نہایت عزت و احترام اور پیار سے پیش آتے۔ محترم مبارک بھائی بہت مہمان نواز تھے۔ ہر کوئی ان کے گھر میں آکر بہت خوشی محسوس کرتا کیونکہ آپ انکا بہت گرم جوشی سے استقبال کرتے اور پھر تحفے تحائف بھی دیتے۔ آپ کو شروع ہی سے دوسروں کو تحائف دے کر بہت خوشی محسوس ہوتی تھی۔ آپکی طبیعت میں عاجزی، انکساری اور مزاح کا عنصر بہت نمایاں تھا جسکی وجہ سے ہر کوئی آپ کا گرویدہ تھا۔ آپ ضرورت مندوں اور غریبوں کا خاص خیال رکھتے یہ عادت آپکی بچپن ہی سے تھی۔ زمانہ طالب علمی کی بات ہے کہ آپ کے محلے میں ایک ٹی بی کا مریض رہتا تھا آپ اسے اپنے جیب خرچ میں سے کچھ رقم اور کھانے پینے کی

اشیاء دیتے رہتے تھے۔ خاص طور پر عید کے موقع پر غرباء کے گھر گوشت اور تحائف بھجواتے۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے بنک کے گارڈ نے بتایا کہ "یہ صرف آپکے والد ہی تھے جو میرا اتنا خیال رکھتے تھے جب بنک سے سب لوگ چلے جاتے تو وہ مجھے اندر بلاتے اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ آپ کے علاوہ دفتر کا کوئی شخص بھی میرے ساتھ اچھے طریق سے پیش نہیں آتا تھا۔ ہمسایوں کے ساتھ بھی آپکے تعلقات بہت اچھے رہے۔ جب بھی کسی دورے پر جاتے تو واپسی پر وہاں سے کوئی سوغات لاتے تو اس میں سے ہمسایوں کا بھی حصہ رکھتے انکی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے۔ آپ ایک سچے اور کھرے انسان تھے۔ رحمدلی، دوسروں کی تکلیف کا احساس اور سخاوت بھی آپکی طبیعت کا خاصہ تھی۔

مبارک بھائی کو بچپن ہی سے خلیفۂ وقت کیساتھ گہرا تعلق تھا۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ شادی سے پہلے والدین کا گھر اور پھر اپنا گھر ہمیشہ جماعتی سرگرمیوں کا نمایاں مرکز رہا۔ ہر قسم کے لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور واقفینِ نو کے اجلاسات گھر پر ہوتے رہتے۔ آپ مختلف جماعتی عہدوں پر فائز رہے جن میں زعیم خدام الاحمدیہ، نائب قائد، معتمد مجلس، ناظم تعلیم دارالذکر، مربی اطفال، محاسب سیکرٹری تربیت نومبائعین حلقہ واپڈا ٹاؤن لاہور رہے آپ احباب جماعت سے پیار کرنے والے، اُنکا خیال رکھنے والے، ایماندار، شفیق مہمان نواز اور سادہ زندگی بسر کرنے والے انسان تھے۔ جماعتِ احمدیہ کیساتھ گہرا تعلق تھا۔

آپ نے اپنے گھر کا اوپر والا حصہ صرف اس خاطر بنوایا کہ یہ حلقے کا جماعت سینٹر بنے گا چنانچہ آپکا گھر گزشتہ سات سالوں سے حلقہ کا جماعت سینٹر ہے۔ بچوں کو ہمیشہ جماعتی کاموں میں مصروف رکھتے اور کہتے کہ تمام کامیابیاں جماعت کی خدمت کی وجہ سے ہیں۔ آپکی طبیعت میں عاجزی اتنی زیادہ تھی کہ جب کسی کا فون آتا تو سلام کے بعد کئی دفعہ مہربانی مہربانی کے الفاظ دہراتے اور پھر بات کرتے۔

آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے اور گولی آپکے بائیں بازو سے سیدھی دل کی طرف جا کر لگی اور اس طرح 28 مئی 2010ء کو بیت النور لاہور (ماڈل ٹاؤن) میں خدا تعالیٰ نے آپکو شہادت کا رتبہ عطا کیا اور ابدی زندگی کا تاج پہنایا۔ الحمدللہ

ان کی جدائی سے ہمارے دل حزیں اور آنکھیں نمناک ہیں لیکن خدا کی راہ میں اپنے ہی لہو میں نہا کر جو درجہ انہیں ملا ہے وہ خود بھی زندہ ہو گئے ہیں اور دوسروں کیلئے بھی ایسی زندگی کیلئے اس زمانہ میں مثال قائم کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان شہیدوں کو قصر احمدیت میں بلند مقام عطا فرماتا چلا جائے۔ اور ان پر خدا تعالیٰ بے شمار برکات اور انعامات نازل فرماتا چلا جائے (آمین ثم آمین)

کتنی مقبول اُن کی عبادت ہوئی
سجدہ گاہوں میں اُن کی شہادت ہوئی
میرے پیاروں کا بے شک لہو تو بہا
پیکرِ عزمِ نو احمدیت ہوئی

(محترمہ قانتہ بشریٰ صاحبہ گریس ہائم۔ فرینکفرٹ)

فقط اک مولیٰ ہے جو دادرس ہے......

یہ مولیٰ کا ہے فضل جس کو نوازے
جسے چاہے جام شہادت پلائے
نہیں کہنا مردہ وہ زندہ ہیں برحق
انہیں مل گئے اپنے رازق کے سائے
بہت مضطرب ہوں گے آقا ہمارے
خدایا نہ ان پہ کوئی آنچ آئے
گر اارض کابل پہ خونِ شہیداں
وہاں اک صدی سے بھلے دن نہ آئے
یہ پودا خدا کا لگایا ہوا ہے
جو آئے مقابل وہی منہ کی کھائے
وطن ہے مسلسل عذابوں کی زد میں
خدایا ہٹا دے نحوست کے سائے
یہ کس درس گاہ نے تراشے ہیں شیطاں
فرشتے جنہیں ایک پل کو نہ بھائے
مسلماں تو کیا وہ تو انساں بھی نہیں ہیں
جو بیدردی سے اتنی لاشیں گرائے
خدا پہ ہی چھوڑا ہے انصاف اس کا
جو ظالم نہتوں پہ گولی چلائے

(کلام مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ از الفضل ربوہ 23 جون 2010ء ص 2)

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کا پیغام عالمی جماعت احمدیہ کے نام۔

حرم حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نایاب اور روح پرور تحریر مرقومہ 14 مارچ 1943ء۔ قادیان

"اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خلافت کے ذریعے ایک ہاتھ پر جمع کر رکھا ہے اور اسے حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کی تکمیل اور مضبوطی کا واسطہ بنایا ہے۔ پس اس کی قدر کرو کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ آپ لوگ نبوت کے انعاموں کو اپنے لئے لمبا بلکہ دائمی بنا سکتے ہیں"۔

(الفضل انٹرنیشنل 14 دسمبر 2007ء تا 20 دسمبر 2007ء صفحہ 16)

؎ خون شہیدان امت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا

مکرم الیاس احمد اسلم صاحب شہید

میرے پیارے والد صاحب مکرم الیاس احمد اسلم صاحب شہید جنہوں نے 28 مئی 2010ء کو بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جام شہادت نوش فرمایا ان میں بے شمار خوبیاں تھیں ان میں سے چند ایک کا میں ذکر کروں گی۔ وہ انتہائی شفیق باپ تھے۔ ان کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک تھا۔ گھر کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں بہت احسن طریقہ میں نبھاتے تھے۔ ہر معاملہ میں اپنی بیوی بچوں کو ساتھ لے کر چلتے تھے۔ کبھی اپنا فیصلہ گھر والوں پر مسلط نہیں کیا ہمیشہ اپنی بیوی اور بچوں کی رائے کا احترام کیا۔

والد صاحب نے اپنے کیریئر کا آغاز ائیر فورس سے کیا اور 12 سال ائیر فورس سے منسلک رہے اس کے بعد نیشنل بینک کی ملازمت کی۔ اور نیشنل بینک میں Assistant Vice President کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ بحیثیت انسان آپ انتہائی سادہ اور شریف طبیعت کے مالک تھے اور طبیعت میں بہت عاجزی اور انکساری تھی۔ آپ کی ہر طبقہ کے لوگوں کے ساتھ دوستی تھی۔ ان کے ماتحت بھی ان کے بہت قریب اور بہت بے تکلف تھے اپنی بینک کی جاب بہت ایمانداری سے کی اور اس دوران دوسرے لوگوں کے بھی بہت کام آئے۔ میرے والد صاحب وقت کے بہت پابند تھے جب شام کو گھر آتے تو ان کا پورا وقت ہمارے لئے ہوتا ہماری تربیت میں اور گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھنے میں ہمارے والد صاحب کا خاص کردار تھا۔

گھر میں نماز کا باقاعدگی سے اہتمام کرتے اور پوری فیملی کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے۔ فجر کی نماز کے لئے بھی باقاعدہ اٹھاتے اور جب تک ہم سب بہن بھائی اُٹھ نہیں جاتے ہمیں اٹھانا نہیں چھوڑتے تھے۔ ہر وقت ہمیں اچھی باتوں کی نصیحت کرتے رہتے تھے اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ آپ نہ صرف ہماری دینی تعلیم کا ہر وقت خیال رکھتے تھے بلکہ معاشرہ میں ہمیں اپنا کردار کیسے ادا کرنا ہے اس کے متعلق بھی بتاتے رہتے تھے۔ ہمسائیوں کے حقوق کے متعلق خاص طور پر بتاتے رہتے تھے۔ والد صاحب نہ صرف ہمیں دینی احکامات کی پابندی کرنے کی نصائح کرتے بلکہ ان کا اپنا عملی نمونہ بھی انہی نصائح پر مشتمل تھا۔ آپ جوانی ہی سے نماز، روزہ کی پابندی کرتے تھے اور تہجد بھی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔

بحیثیت شوہر بھی وہ بہت خیال رکھنے والے اور بہت محبت سے پیش آنے والے تھے۔ ہماری امی کے احساسات خواہشات اور جذبات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ میری امی جان بھی ایک مثالی بیوی ثابت ہوئیں اور ہم نے ہمیشہ اپنی امی جان کو ابو جان کی فرمانبرداری کرتے دیکھا دونوں میاں بیوی کا حسن سلوک ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ میری امی کو ہر قدم پر اپنے خاوند کے ساتھ مشورہ کرنے کی عادت تھی اور میرے ابو جان نے بھی ہمیشہ بہت حسن سلوک سے ان کی رہنمائی کی دونوں میاں بیوی کو ہم نے ہمیشہ نمازیں پڑھتے نوافل ادا کرتے اور تہجد پڑھتے دیکھا، خود بھی بہت دعائیں کرتے اور ہم بچوں کو بھی ہر مسئلہ کا حل دعا بتایا۔ تمام رشتہ داروں کے ساتھ بھی دونوں میاں بیوی کا سلوک بہت اچھا رہا۔

میں نے اپنے ابو جان کو شکرانے کے کلمات ادا کرتے بہت دفعہ دیکھا، اکثر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا بہت ذکر کرتے گھر کی چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کا بھی بہت شکر ادا کرتے اور کہتے دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی نعمتوں سے نوازا ہے، ہزاروں لاکھوں لوگوں کے پاس یہ نعمتیں نہیں ہونگی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا اور بے حد فضل کئے ہیں۔ میں گھر میں تین بھائیوں کے بعد اکلوتی بہن ہوں اس لئے شروع سے ہی بھائیوں اور والدین سے بہت زیادہ پیار ملا میرے ابو جان ہر بات بہت پیار سے سمجھاتے تھے کبھی کسی غلط بات پر حمایت نہیں کی۔ لاڈ پیار اپنی جگہ لیکن تربیت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جب گھر میں میں کوئی مشورہ دیتی تو میرے مشورے کا بہت احترام کرتے تھے، میری شادی کے موقع پر بھی بہت پیاری نصائح فرمائیں۔ اور میرے بچوں کے لئے بھی ہمیشہ اچھی تربیت کی نصیحت کرتے تھے۔ ابو جان ہر جمعہ کا اہتمام بہت فکر سے کرتے تھے ہمیشہ پہلے وقت پر پہلی صف پر بیٹھتے تھے۔ اسی طرح 28 مئی 2010ء کو بھی صبح ناشتہ کے بعد جمعہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور معمول کے مطابق پچھلے ہال میں پہلی صف میں بیٹھے تھے، جب حملہ آوروں نے حملہ کیا تو دیگر دو ساتھیوں کے ساتھ ہال کا دروازہ بند رکھنے کی کوشش کے دوران شدید زخمی ہو گئے اور زخمی حالت میں کئی گھنٹے پڑے رہے شام چار بجے کے قریب شہید ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون
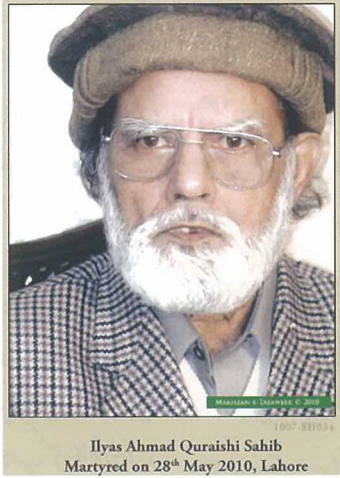
Ilyas Ahmad Quraishi Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

عرصہ پانچ سال سے اپنے حلقہ کے صدر جماعت رہے، اس سے قبل بھی جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے اور بہت خلوص سے جماعتی خدمات سرانجام دیتے تھے، گھر والوں کو تاکید کر رکھی تھی کہ ''جب بھی کوئی جماعتی کام کے سلسلہ میں گھر آئے تو مجھے فوراً بتایا جائے اگر میں سو بھی رہا ہوں تو مجھے فوراً اُٹھا دیا جائے''۔ اللہ کی راہ میں صدقات کرنے کی بہت عادت تھی اور ہم بچوں کو بھی اس کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ میرے پیارے والد کو اللہ تعالیٰ نے بہت پیارے رتبہ سے نوازا ہے، ان کی یادیں ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گی۔ تاریخ احمدیت میں ان شہداء کا ذکر سنہری حروف میں لکھا جائے گا اور یہ شہداء ہمیشہ جگمگاتے ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان شہداء کا خون کبھی بھی رائیگاں نہیں جانے دے گا۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر شہید کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

خون شہیدان امت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت تیرے دیکھتے دیکھتے
پھول پھل لائے گی پھول پھل جائے گی

(محترمہ سارہ اشرف صاحبہ Beshofshei)

اے ملت اسلام کے معصوم شہیدو

بھولے گا نہ وہ لمحۂ شورِ قیامت
پھٹتا ہے جگر لکھوں جو تفصیلِ شہادت
کس کس کا لہو تھا جو سرِفرشِ عبادت
بہتا تھا اٹھائے ہوئے اک بارِ امانت
ہر قطرۂ خوں سے چھلکتی تھی اطاعت
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

یہ روزِ قیامت ہے سناتے رہے قاتل
بارود تھا ہاتھوں میں چلاتے رہے قاتل
پھر گولیاں سینوں پہ سجاتے رہے قاتل
بے خوف وخطر خون بہاتے رہے قاتل
چھینٹے جو لہو کے تھے اڑاتے رہے قاتل
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

ہنستے ہوئے ہونٹوں سے پیا جامِ شہادت
مقبول ہوئی عرش پہ کیا خوب عبادت
اک جست میں پاگئے پہلوں کی رفاقت
سکھلا گئے دنیا کو عجب طرزِ شجاعت
یہ شان تمہاری تھی مسیحا کی کرامت
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

وہ نورِ یقیں تھا کہ دمکتا تھا جبیں پر
جاں وار دی قائم رہے دینِ متیں پر
کل تک تو رہا کرتے تھے آپ زمیں پر
رتبے ہیں بلند آج مگر عرشِ بریں پر
کیوں ناز فرشتے نہ کریں ایسے مکیں پر
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

توحیدِ حقیقی کے پرستار ہوئے تم
پھر دینِ محمدؐ کے وفادار ہوئے تم
قرآن کی عظمت کے علمدار ہوئے تم
مہدیؑ کی محبت میں گرفتار ہوئے تم
بس جرم یہی تھا جو سزاوار ہوئے تم
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

رنگ لائے گا جب آپ کا خوں دیکھے گی دنیا
مٹ جائے گا ظالم کا جنوں دیکھے گی دنیا
ملاؤں کا اب حالِ زبوں دیکھے گی دنیا
اغیار کا سر ہوگا نگوں دیکھے گی دنیا
پھر عرش سے اترے گا سکوں دیکھے گی دنیا
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

﴿ مکرم مبارک احمد ظفر صاحب۔لندن ﴾
﴿ ازالفضل انٹرنیشنل 02 جولائی 2010 تا 08 جولائی 2010ء۔ص 02 ﴾

مسافر راہ وفا کے!

مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب شہید

اکیسویں صدی کی اس دہائی میں کچھ انمول ہیرے ایسے بھی تھے جنہوں نے خالصتاً قیام توحید کے لیے رہ یار میں احد، احد کی صدائیں بلند کرتے ہوئے جان کی بازی لگا کر اپنے محبوب حقیقی سے عشق و وفا کی لازوال داستانیں رقم کرتے ہوئے اس راہ میں سرتاپا لہو میں نہا کر اولین سے جاملے۔

خدائے ذوالجلال نے حضرت انسان کو اشرف المخلوقات کے بلند رتبے سے سرفراز فرمایا۔ لیکن یہی انسان جب حیوانیت پر اتر تا ہے تو ہابیل بن کر ظلم و بربریت کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ اور اُس وقت یہ نام نہاد مسلمان نبی پاک حضرت محمد ﷺ سے محبت کے دعویدار اُس فرمان رسول ﷺ کو بھی فراموش کر بیٹھتے ہیں کہ:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں،،۔

28 مئی کو سرزمین پاکستان کے دل شہر لاہور میں ایک ایسی ہی خونچکاں داستان رقم ہوئی۔ آج کے ہابیلوں نے خانہ خدا میں سجدہ ریز 86 نہتے مسلمان احمدیوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ ایسے انسانیت سوز مظالم کہ چشم فلک ورطہ حیرت میں گم اور زمین اپنی بے بسی پر ماتم کناں ہے۔ آفرین ہے جاں نثاروں کے اس قافلہ پر جنھوں نے اپنے خون سے شجر احمدیت کی آبیاری کی اور اپنے عہد کو بڑی شان سے نبھایا۔ یہ غم میں لپٹی خبر دُنیائے احمدیت کو سوگوار کر گئی۔ غم واندوہ میں ڈوبا ہر دل اشکبار آنکھوں سے خُدا تعالیٰ کے حضور مجسم فریاد تھا۔ ایسے میں ہمارے اولوالعزم امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا بصیرت افروز پیغام غمزدہ دلوں کو ڈھارس دے گیا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا! ''جماعت احمدیہ کے افراد کو مسلسل ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اس ظالمانہ سلوک کے باوجود جماعت کی حب الوطنی میں کوئی کمی نہیں آئی، ہماری بقا خُدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونے میں ہے اور خُدا تعالیٰ ہماری مدد ضرور کرے گا'' (اقتباس روزنامہ الفضل 20 جون 2010ء) انہی راہ حق کے شہیدوں میں ایک نام خاکسار کے پھوپھاجان مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب شہید ابن مکرم سید محمد منیر ہاشمی صاحب کا تھا۔

محترم پھوپھاجان شہید مرحوم حضرت شاہ دین ہاشمی صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے تھے۔ آپ 1932ء میں صوبہ سرحد کے شہر ٹوپی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سناتن دھرم ہائی اسکول سے حاصل کی۔ 1957ء میں اعلیٰ نمبروں میں ڈگری حاصل کی اور لاہور ہی سے بطور کنٹونمنٹ انجینئر اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ اور 1992ء میں پورے اعزاز سے راولپنڈی کینٹ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ دوران ملازمت مختلف جگہوں پر آپ کی پوسٹنگ ہوتی رہی اور ترقیات کی منزلیں طے کرتے آگے بڑھتے رہے۔ لیکن ہر مقام پر احمدیت کے دفاع کے لیے سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوتے۔ بہت بہادر انسان تھے۔ خُدا تعالیٰ نے دُنیاوی لحاظ سے رزق میں بے انتہا فراخی اور برکتوں سے نوازا تھا لیکن دینی لحاظ سے شہادت کا عظیم رتبہ پا کر خاندان بھر میں سبقت لے گئے۔

مکرم پھوپھاجان صاحب شہید نے دوشادیاں کیں پہلی بیگم سے اولاد نہ ہونے کی بناء پر انہی کی خواہش پر 1974ء میں خاکسار کی پھوپھی جان مکرمہ مبشرہ ناز صاحبہ سے عقد ثانی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا۔ تینوں بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ ہمیشہ خدا کی رضا پر راضی رہے کبھی اولاد نرینہ نہ ہونے کا گلہ نہ کیا۔ بلکہ بیٹوں سے بڑھ کر بیٹیوں کی تربیت کی اور انھیں محبت، شفقت، خود اعتمادی اور بھرپور توجہ دی۔ دونوں بیگمات سے شہید مرحوم کا سلوک مثالی تھا کہ جس کی نظیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ نہایت خوش اسلوبی سے انصاف کے تقاضے پورے کرتے۔ اور عائلی زندگی کے تعلقات میں برابری کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے۔ جو دوسروں کے لیے قابل تقلید نمونہ تھا

Muhammad Rasheed Hashmi Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

1986ء میں پھوپھاجان بائی پاس آپریشن کے لیے لندن گئے تو وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے دوران ملاقات دونوں بیگمات کے اکٹھا رہنے اور حسن سلوک کے بارہ میں بتایا تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ بہت دیر تک انتہائی دلچسپی سے سُنتے رہے۔ یہاں تک کہ ملاقات کا وقت طویل ہو گیا۔ اور بلاشبہ اس لحاظ سے ان کی زندگی قابل رشک تھی اور ان کا گھر جنت کا نمونہ تھا۔

عزیز واقرباء سے باہمی میل جول اور محبت کا تعلق تھا۔ رحمی رشتہ داروں کے حقوق کا اسقدر خیال رکھتے کہ دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہوتی۔ پھوپھو جان بیان کرتی ہیں کہ ہاشمی صاحب کے ساتھ 36 سالہ رفاقت کے دوران کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ ان کی ذات سے کوئی شکوہ دل میں آیا ہو۔ انتہائی محبت اور دوسروں کے جذبات کا احترام کرنے والے انسان تھے۔

جماعتی خدمات میں پیش پیش رہتے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد 16 سال تک بطور صدر حلقہ شمالی چھاؤنی لاہور خدمات سرانجام دیں۔ خرابی صحت کی بناء پر اس خدمت سے معذرت کی۔ لیکن کسی بھی جماعتی خدمت کے بجالانے کے لیے مستعد رہتے۔ مجلس انصاراللہ کے فعال رکن تھے۔ ان گنت خوبیوں کے مالک انتہائی مہمان نواز، ملنسار، منکسر المزاج اور بااصول انسان تھے۔ نماز پنجگانہ کا باقاعدگی سے التزام کرنے والے تھے۔ اور اس غرض کے لیے ایک کمرہ مخصوص کیا ہوا تھا۔ تلاوت قرآن کریم خوش الحانی سے کرتے۔ خلافت سے والہانہ عشق تھا ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ خطبہ جمعہ نہ صرف خود براہ راست سُنتے بلکہ بڑے اہتمام سے گھر والوں کو بھی شامل کرتے۔

28 مئی کی صبح صدر صاحبہ حلقہ کو فون کر کے مطلع کیا کہ میرے پاس جماعت کی کچھ رقم امانت ہے۔ جو نماز جمعہ کے بعد وصول کر لیں۔ بوقت شہادت وہ رقم آپ کی جیب میں تھی اور گولیاں لگنے سے نوٹوں میں سوراخ ہو گیا۔ بعد ازاں وہ امانت اُسی طرح جماعت کے سپرد کر دی گئی۔ دارالذکر لاہور میں آپ کی شہادت ہوئی۔

اُس وقت کرسیوں پر تشریف فرما تھے۔آپ کو تین گولیاں لگیں اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ بوقت شہادت آپ کی عمر 78 سال تھی۔آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں شامل ہیں۔صرف ایک بیٹی شادی شدہ ہیں۔ پھوپھا جان کی شہادت سے تقریباً ایک سال قبل ان کی پہلی بیگم صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا۔اس شہادت پر محترمہ پھوپھی جان نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا۔

ان کے حوصلے بلند ہیں وہ راضی بارضا ہیں۔کہ خُدا تعالیٰ نے ان سے عظیم قربانی لی اور ان کے شوہر کو بلند رتبہ سے نوازا۔لیکن ساتھ ہی بچیوں کی ذمہ داری کا خوف دامنگیر ہے۔خدا ان کے لیے بہترین سامان پیدا کرے۔آمین

اللہ تعالیٰ راہ حق کے شہیدوں کی لازوال قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے انھیں اپنے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کا حامی و ناصر ہو اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور۔تائید غیبی سے نوازے اور ان کی اولاد کو شہید مرحوم کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔آمین۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کا ذکر خیر خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جون 2010ء میں فرمایا۔آخر میں ملت اسلام کے ان جانثاروں کے نام:

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخوُن غلطیدن

خدا رحمت کُند ایں عاشقانِ پاک طینت را

"اے راہِ حق کے شہیدو! تم نے خاک وخُون میں غلطان ہو کر جو حسین رسم جاری کی ہے اس کے اعتراف میں ہم بڑے عجز سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے مولیٰ کریم ان پاک باز عشاق کی رُوحوں کو اپنی رحمت و محبت کی چادر میں لپیٹ لے"۔

(محترمہ لبنیٰ ثاقب مسعود صاحبہ فرینکفرٹ)

زندہ لوگ۔ شہدائے احمدیت

شہداء لاہور میں سے ایک شہید، ہمارے عزیز محترم محمد انور صاحب ابن مکرم محمد خان صاحب ہیں۔۲۸ مئی کو وہ مسجد نور ماڈل ٹاؤن میں بطور سیکورٹی گارڈ ڈیوٹی دے رہے تھے۔جب دہشت گردوں نے حملہ کیا تو، انہوں نے حفاظت کے جذبے کے تحت سب سے آگے ہو کے گولیاں کھائیں اور راہ مولیٰ میں جان قربان کی۔انا اللہ وانا الیہ راجعون

؎ راہ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں

موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہو جاؤ

Muhammad Anwar sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

وہ ایک دلیر اور باہمت ریٹائرڈ فوجی تھے۔شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۴۵ سال تھی۔وہ میری کزن کے نندوئی تھے۔نہایت سادہ طبیعت کے مالک بیوی بچوں سے محبت کرنے والے انسان تھے۔بھائی انور صاحب کے پسماندگان میں بیوہ اور 4 بچے ہیں۔بڑا بیٹا عزیزم عطاء الحیٰ 18 سال کا ہے جو سانحہ لاہور میں سخت زخمی ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بہتر ہے، خدا تعالیٰ اسے کامل و عاجل شفا دے۔والدہ صاحبہ کا سہارا اور بہن بھائیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے آمین۔

ایسے ہی اور بھی جو خوش نصیب شہید ہوئے ہیں، ان میں میرے دیور کے دو بیٹوں کے ساتھ لاہور میڈیکل کالج میں پڑھنے والے دو احمدی نوجوان بھی شامل ہیں۔جو دارالذکر میں نماز پڑھنے گئے اور وہیں ان کی شہادت ہوگئی۔خدا تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

اے شہدائے احمدیت! آپ پر ہزاروں ہزار سلامتی ہو۔آپ لوگ ایسے قابل رشک انسان ہیں جو خود تو ابدی زندگی پا گئے ہیں مگر ہمارے دلوں میں ایسی ہی قربانی اور انجام کی خواہش بیدار کر گئے ہیں۔جس میں پیارے رب کی قربت میں ابدی زندگی کی نوید ہے۔

آپ تو جماعت احمدیہ کی وہ سرسبز شاخیں ہیں جن سے بچھڑنے کی سب احمدوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ہمارے پیارے خلیفۂ وقت کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا، لیکن حضور اقدس نے صبر کا بہت اعلیٰ نمونہ دکھایا جس سے تمام ممبران جماعت کے دلوں کو ڈھارس ملی اور صبر کا پھل جماعت کی پہلے سے بڑھ کر ترقی کی صورت میں ہمیں نظر آ رہا ہے جس کا ذکر حضور اقدس نے اپنے خطبات میں فرمایا ہے۔

ربوہ میں تدفین کے وہ نظارے، جب کیسے کیسے پیارے لوگ ہماری آنکھوں کے سامنے تابوتوں میں لائے جا رہے تھے، دل ہلا دینے والے تھے۔سارا ربوہ سوگوار تھا۔ مگر صبر کی اعلیٰ مثال تھا، وہ نوجوان جو شہداء کو سپرد خاک کر رہے تھے ان نوجوانوں میں شہداء کے عزیز بھی تھے۔ان کے حال بیان سے باہر ہیں۔پیارے شہداء جو اپنے خاندانوں کے نام قیامت تک کے لئے روشن کر گئے اور جنت الفردوس کے وارث بن گئے۔یہ پیارے لوگ اپنے رب کی خاطر جان قربان کر کے، آنحضور ﷺ کے سچے ماننے والے اور حضرت مسیح موعودؑ کی آنحضور ﷺ سے کامل محبت و پیروی کا جیتا جاگتا ثبوت بن گئے۔ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔خدا تعالیٰ تمام شہداء کے لواحقین اور ساری جماعت کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنی قربت ووصل کی بیش بہا برکات سے نوازے آمین۔نیز ان شہداء کے لواحقین کا کفیل ہو جائے اور جماعت احمدیہ کو مزید ترقیات سے نوازے۔آمین

محترمہ رضیہ صادق صاحبہ جماعت برلین۔

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ پاکستانی احمدیوں کو ثبات قدم عطا فرمائے۔ ان کی قربانیوں کو قبول فرماتے ہوئے ان کو خارق عادت طور پر نشان دکھائے

پاکستان میں احمدیوں کے لئے نہایت تنگ حالات کے پیش نظر احباب جماعت کو دعاؤں کی خاص تاکید

لاہور میں شہادت پانے والے مزید 19 شہداء کی شہادت کے واقعات اور ان کے خصائل حمیدہ پر مشتمل ذکر خیر۔

جماعت احمدیہ جرمنی کے جلسہ سالانہ کا خطبہ جمعہ سے افتتاح۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس جلسہ کو بابرکت فرمائے۔ جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے اہم نصائح۔

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ 25 جون 2010ء بمقام منہائم فرینکفرٹ (جرمنی)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ میرے اس خطبہ کے ساتھ شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس جلسہ کو بابرکت فرمائے یہ جلسہ اپنی تمام تر برکات کے ساتھ ہمارے ایمانوں میں تازگی پیدا کرنے والا اور ایک نئی روح پھونکنے والا ہو۔ اُن مقاصد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں جن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کا انعقاد فرمایا تھا۔ اور وہ مقاصد یہ تھے کہ بیعت کی حقیقت کو سمجھ کر ایمان اور یقین میں ترقی کرنا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام دنیاوی محبتوں پر حاوی کرنا، نیکیوں میں ترقی کرنا اور قدم آگے بڑھانا، علمی، تربیتی اور روحانی تقاریر سن کر علم و معرفت میں ترقی کرنا، آپس میں محبت، پیار اور بھائی چارے کا تعلق قائم کرنا اور پھر ان رشتوں کو بڑھاتے چلے جانا۔ سال کے دوران ہم سے رخصت ہونے والے بھائی ہیں، بہنیں ہیں ان کے لئے دعائیں کرنا جو اپنا عہدِ بیعت نبھاتے ہوئے ہم سے جدا ہوئے۔ پس ان تین دِنوں میں ان مقاصد کو پیشِ نظر رکھیں تبھی ہم اس جلسے کے انعقاد کی برکات سے فیض پا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے آپ اپنے ان تین دنوں میں خاص طور پر اپنی حالتوں کو بدلنے کی کوشش بھی کریں اور دعا بھی کریں۔ جہاں اپنے لئے دعا کر رہے ہوں وہاں یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر فرد کو، دنیا کے کسی بھی کونے میں وہ رہتا ہو، اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے۔ خاص طور پر پاکستانی احمدیوں کے لئے بہت دعائیں کریں۔ پاکستان میں آج کل جماعت پر حالات تنگ سے تنگ تر کئے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مخالفین کو کھلی چھٹی دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستانی احمدیوں کو بھی ثباتِ قدم عطا فرمائے۔ ان کے ایمان کو مضبوط رکھے، ان کو ہر شر سے بچائے۔ ان کی قربانیوں کو قبول فرماتے ہوئے خارق عادت طور پر نشان دکھائے۔

آج کے خطبہ کے اصل مضمون کی طرف آنے سے پہلے میں جلسہ سالانہ کے بارے میں کچھ انتظامی باتیں بھی کہنا چاہوں گا۔ اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جلسہ کے انتظامات کی سرانجام دہی کے لئے آپ سب جانتے ہیں کہ مختلف شعبہ جات ہوتے ہیں اور ہر شعبے کا ہر افسر اور ہر کارکن مہمانوں کی خدمت کیلئے مقرر ہے۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افرادِ جماعت اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے عموماً محض للہ بے نفس ہو کر خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں، جوان بھی ہیں اور بوڑھے بھی ہیں اور بچے بھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے فرائض انجام دینے والا ہے۔ پس شاملین جلسہ ان کارکنان سے مکمل طور پر تعاون کریں۔ جلسہ کے بہترین انتظامات کے حصول کے لئے بعض اصول و قواعد انتظامات کے لئے بنائے جاتے ہیں اور بنائے گئے ہیں پس اگر کوئی کارکن کسی مہمان کو اس طرف توجہ دلاتا ہے تو اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں، نہ کہ کسی بات پر ناراض ہو جائیں۔ کارکنان کو تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ خوش اخلاقی سے اپنے فرائض ادا کریں۔

دوسری اہم بات جو شامل ہونے والوں کو خاص طور پر میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خاص طور پر اپنے گردوپیش پر نظر رکھیں۔ اپنے ماحول پر نظر رکھیں۔ سیکیورٹی انتظامات کے باوجود کوئی شریر عنصر شرارت کر سکتا ہے۔ جبکہ آج کل ہر جگہ مخالفین کے منصوبے جماعت کو نقصان پہنچانے یا کم از کم بے چینی پیدا کرنے کے ہیں۔ جلسہ میں بھی وہ باوجود تمام تر سیکیورٹی کے بعض دفعہ دھوکے سے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ سیکیورٹی کا تو پورا انتظام ہے، اس لئے سیکیورٹی کے انتظام سے خاص طور پر مکمل تعاون کریں۔ دس مرتبہ بھی آپ کو اپنے آپ کو چیک کرانے کیلئے پیش کرنا پڑے تو پیش کریں۔ یہ آپ کی ہتک یا کسی قسم کے شک کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ آپ کی حفاظت کے لئے ہے اسے کسی قسم کا اَنا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ کسی کے ساتھ اگر کوئی مہمان بھی آ رہا ہے تو اسے اسی صورت میں اجازت ہوگی جب انتظامیہ کی طرف سے اجازت ہوگی اور ان کی تسلی ہوگی۔ یا جو بھی انتظامیہ نے اس کیلئے طریقہ کار مقرر کیا ہوا ہے اس سے گزرنا پڑے گا اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور جلسہ سے حتی المقدور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب میں خطبہ کے مضمون کی طرف آتا ہوں اور آج کے خطبہ کا مضمون بھی انہی شہداء کے ذکرِ خیر پر ہی ہے جنہوں نے اپنی جان کی قربانیاں دے کر ہماری سوچوں کے نئے راستے متعین کر دیئے ہیں۔

آج کی فہرست میں سب سے پہلا نام جو میرے سامنے ہے، مکرم خلیل احمد صاحب سولنگی شہید ابن مکرم نصیر احمد سولنگی صاحب کا ہے یہ ترتیب کوئی خاص وجہ سے نہیں

ہے، جس طرح کوائف میرے سامنے آتے ہیں میں وہ بیان کر رہا ہوں۔ مکرم خلیل احمد سولنگی صاحب شہید کے آباؤ اجداد کا تعلق قادیان کے ساتھ گاؤں کھارا سے تھا وہاں سے ہے۔ ان کے دادا حضرت ماسٹر محمد بخش سولنگی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابی تھے۔ مکرم عبدالقادر سوداگر مل صاحب بھی ان کے عزیزوں میں سے تھے۔ پارٹیشن کے بعد یہ لوگ گوجرانوالہ شفٹ ہو گئے۔ شہید نے گورنمنٹ کالج لاہور سے الیکٹریکل انجینئر نگ کرنے کے بعد پانچ سال واپڈا میں ملازمت کی، پھر اپنے والد صاحب کے ساتھ کاروبار شروع کر دیا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد اپنا کاروبار شروع کیا۔ 1997ء میں یہ لاہور آ گئے اور یہاں کاروبار کرتے رہے اور ایک سال پہلے گارمنٹس کے امپورٹ کا امریکہ میں کاروبار شروع کیا اور امریکہ میں رہائش پذیر تھے۔ اس سے قبل پاکستان میں بھی کافی عرصہ ٹھہر کے کاروبار کرتے رہے ہیں۔ بطور ناظم اطفال انہوں نے پاکستان میں خدمات سرانجام دیں قائد ضلع، قائد علاقہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گوجرانوالہ، مجلس انصار اللہ علاقہ لاہور، مرکزی مشاورتی بورڈ برائے صنعت وتجارت کے صدر اور ممبر کے علاوہ جنرل سیکرٹری ضلع لاہور کی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 51 سال تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کی مسجد دارالذکر میں شہادت ہوئی ہے۔ شہید ایک ماہ قبل امریکہ سے پاکستان اپنے کاروبار کے سلسلے میں آئے تھے اور نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد دارالذکر پہنچے تھے۔ حملہ کے دوران صحن میں سیڑھیوں کے نیچے باقی احباب کے ساتھ قریباً ایک گھنٹہ رہے۔ شائد بیسمنٹ میں چلے جاتے لیکن انہوں نے دیکھا کہ ایک زخمی بھائی ہے اس کو بچانے کے لئے سیڑھیوں سے نیچے کھینچنے کی کوشش میں یہ دہشتگرد کی فائرنگ کا نشانہ بن گئے اور ان کے سینے کی دائیں طرف گولی لگی۔ کافی دیر تک زخمی حالت میں سیڑھیوں کے نیچے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی شہادت منظور تھی، اس لئے مسجد میں ہی شہادت کا رتبہ پایا۔ جب دارالذکر پر حملہ ہوا تو انہوں نے اپنے بڑے بیٹے شعیب سولنگی کو فون کیا کہ اس طرح حملہ ہوا ہے، بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے اور گھر والوں کو بھی دعا کے لئے کہو۔

انتہائی مخلص مالی جہاد میں پیش پیش تھے، ان کو چھوٹی عمر سے ہی اعلیٰ جماعتی عہدوں پر کام کرنے کی سعادت ملی۔ جماعتی خدمت کا بھرپور جذبہ رکھتے تھے۔ ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ مالی قربانیوں میں ہمیشہ سبقت لے جانے والے تھے۔ گوجرانوالہ میں محلّہ بھگوان پورہ میں مسجد تعمیر کروائی۔ دارالضیافت ربوہ کی reception کے لئے انہوں نے خرچ دیا۔ محنتی اور نیک انسان تھے۔ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف بڑی توجہ دیتے رہے۔ ہر کام شروع کرنے سے پہلے خلیفۂ وقت سے اجازت اور رہنمائی لیتے تھے۔ ان میں خلافت کی اطاعت بے مثال تھی۔ ان کا بزنس پاکستان میں تھا۔ ان کے کاروباری اور بعض دوسرے حالات کی وجہ سے میں نے ان کو کہا کہ امریکہ چلے جائیں۔ تو لاہور سے اسی وقت فوری طور پر وائنڈ اَپ کر کے امریکہ چلے گئے۔ انہوں نے بہت سے احمدی بے روزگار افراد کی ملازمت کے سلسلے میں مدد کی۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں ہماری گھریلو زندگی بھی بڑی مثالی تھی۔ مثالی باپ تھے، مثالی شوہر تھے۔ ہر طرح سے بچوں کا اور بیوی کا خیال رکھنے والے۔ دروازے پر کوئی ضرورت مند آ جاتا تو کبھی اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا، لوگ آپ کے پاس اپنے مسائل کے حل کے لئے آتے اور بڑا اچھا مشورہ دیا کرتے تھے اسی لئے مرکزی صنعتی بورڈ کے ممبر بھی بنائے گئے تھے۔ بڑے ہنس مکھ اور زندہ دل انسان تھے۔ ہر مشکل کام جو بھی ہوتا ان کے سپرد کیا جاتا بڑی خوشی سے لیتے، بلکہ کہہ دیتے تھے انشاء اللہ ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صلاحیت دی ہوئی تھی اس کو بخوبی سر

انجام دیتے تھے۔ انہیں دوسروں سے کام لینے کا بھی بڑا فن آتا تھا۔ بہت نرم گفتار تھے، اخلاق بہت اچھے تھے مثلاً یہ ضروری نہیں ہے کہ جو اپنے سپرد فرائض ہیں انہی کو صرف انجام دینا ہے۔ اگر کبھی سیکرٹری وقفِ جدید نے کہہ دیا کہ چندہ اکٹھا کرنا ہے میرے ساتھ چلیں۔ گو ان کا کام نہیں تھا لیکن ساتھ نکل پڑتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسجد بیت الفتوح کی جب تحریک کی ہے تو فوراً فیکس کے ذریعے اپنا وعدہ کیا اور وعدہ فوری طور پہ ادا بھی کر دیا۔ چوہدری منور علی صاحب سیکرٹری امورِ عامہ بیان کرتے ہیں کہ جلسہ سالانہ قادیان کے انتظامات میں ان کے پاس ٹرانسپورٹ کا شعبہ ہوتا تھا اور انتہائی خوبی سے یہ کام کرتے تھے۔ بسوں، کاروں اور دیگر ٹرانسپورٹ کا کام انتہائی ذمہ داری سے کرتے تھے اور یہ ہے کہ سارا دن کام بھی کر رہے ہیں اور ہنستے رہتے تھے۔ بڑے خوش مزاج تھے۔ امریکہ شفٹ ہونے کے باوجود 2009ء کا (قادیان کا) جو جلسہ ہوا ہے اس میں پاکستان آئے اور اس کام کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ قادیان جانے والے جو لوگ تھے ان کی مدد کی۔

میرے ساتھ بھی ان کا تعلق کافی پرانا خدام الاحمدیہ کے زمانہ سے ہے۔ مرکز سے مکمل تعاون اور اطاعت کا نمونہ تھے۔ جیسے بھی حالات ہوں جس وقت بلاؤ فوراً اپنے کام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ عام طور پر بزنس مین اپنے بزنس کو چھوڑا نہیں کرتے۔ اب بھی جب یہاں سے گئے ہیں، مجھے لندن مل کے گئے ہیں اور گو حالات کی وجہ سے میں نے ان کو کہا بھی تھا کہ احتیاط کریں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے شہادت مقرر کی تھی۔ شہید ہوئے۔ ان کو یہ بھی فکر تھی کہ جو پرانے بزرگ ہیں، جو پرانے خدمتگار ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ماننے میں پہل کرنے والے ہیں، ان کی بعض اولادیں جو ہیں وہ خدمت نہیں کر رہیں۔ تو یہ ان کو ایک بڑا درد تھا اور میرے ساتھ درد سے یہ بات کر کے گئے اور بعض معاملات میرے پوچھنے پر بتائے بھی اور ان کے بارے میں بڑی اچھی اور صاف رائے بھی دی۔ رائے دینے میں بھی بہت اچھے تھے۔

سابق امیر صاحب گوجرانوالہ نے لکھا کہ سولنگی صاحب کہا کرتے تھے کہ خلافت کے مقابلے پہ کوئی دوستی اور رشتہ داری کسی قسم کی حیثیت نہیں رکھتی۔ 1974ء میں سولنگی صاحب کے خاندان کے بعض افراد نے کمزوری دکھائی۔ یہ اس وقت بہت کم عمر تھے مگر اپنے خاندان کو اسی حالت میں چھوڑ کر امیر جماعت چوہدری عبدالرحمٰن صاحب کے گھر چلے گئے جہاں ساری جماعت پناہ گزین تھی اور وہاں ڈیوٹیاں دینی شروع کر دیں۔ چوہدری صاحب پہ بھی ان کی اس قربانی کا بڑا اثر تھا۔ جیسا کہ میں نے کہا مالی قربانی کی بھی بڑی توفیق ملی۔ یہ سابق امیر صاحب لکھتے ہیں کہ کھلے دل سے خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے والے تھے۔ ایک دفعہ ایک پلاٹ مل رہا تھا جو بعد میں نہیں ملا۔ لیکن اس کی قیمت پچاس لاکھ روپے تھی۔ انہوں نے کہا میں ادا کر دوں گا۔ بہر حال وہ تو نہیں ملا لیکن اس کے مقابلے پر ایک اور کوٹھی چوالیس لاکھ روپے کی مل گئی، جس کی قیمت انہوں نے ادا کی اور جو جماعت کے گیسٹ ہاؤس کے طور پر استعمال ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے مسجد کے لئے بھی کافی بڑی رقم دے چکے تھے لیکن کبھی یہ نہیں کہا کہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا میں نے رقم دی ہے۔ خلافت جوبلی کے موقع پر لاہور کی طرف سے جو قادیان میں گیسٹ ہاؤس بنا ہے، اس کی تعمیر کے لئے بھی انہوں نے دس لاکھ روپیہ دیا۔ خدام الاحمدیہ گیسٹ ہاؤس جو ربوہ میں ہے اس کی

رینوویشن (Renovation) کے لئے انہوں نے بڑی رقم دی۔غرض کہ مالی قربانیوں میں بھی پیش پیش تھے، وقت کی قربانی میں بھی پیش پیش تھے۔اطاعت اور تعاون اور واقفینِ زندگی اور کارکنان کی عزت بھی بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔پیسے کا کوئی زعم نہیں۔جتنا جتنا ان کے پاس دولت آتی گئی میں نے ان کو عاجزی دکھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

دوسرے شہید ہیں مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب ابنِ مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب۔یہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے۔اور چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب جو سابق امیر ضلع لاہور ہیں ان کے چچازاد بھائی تھے۔ان کو بھی جماعتی خدمات بجالانے کا موقع ملتا رہا۔چار خلفائے احمدیت کے ساتھ کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ان کے والد مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب سابق امیر ضلع لاہور تھے۔ان کی ابتدائی تعلیم قادیان کی تھی۔میٹرک اور گریجویشن لاہور سے کی۔انہوں نے لائرزاِن کالج لندن سے بارایٹ لاء کیا۔کچھ عرصہ لندن میں پریکٹس کی۔پھر والد صاحب کی بیماری کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر واپس آگئے اور پھر حضور رحمہ اللہ کے ارشاد پر ہی اسلام آباد میں سیٹ ہوگئے اور 1984ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔پھر انہوں نے کوئی دنیاوی کام نہیں کیا بلکہ جماعتی کام ہی کرتے رہے۔متعدد جماعتی عہدوں پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔سابق امیر جماعت اسلام آباد، نائب امیر ضلع لاہور، ممبر قضاء بورڈ، ممبر فقہ کمیٹی کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔شہادت کے وقت ان کی عمر 83 سال تھی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔جمعہ کے دن تیار ہو کر کمرے سے نکلے تو کمرے سے نکلتے ہی کہا کہ کمزوری بہت ہوگئی ہے۔پھر ناشتہ کیا اور بیٹے کو کہا کہ میں نے بارہ بجے چلے جانا ہے۔تو بیٹے نے کہا کہ اتنی جلدی جا کر کیا کرنا ہے۔تو جواب دیا کہ میرا دل نہیں چاہتا کہ لوگوں کے اوپر سے پھلانگ کر جاؤں اور پہلی صف میں بیٹھوں۔بیٹا اور پوتا ساتھ تھے۔بیٹے نے ڈیوٹی پر جانے سے پہلے کہا کہ پوتے کو اپنے ساتھ بٹھالیں۔پہلے یہ ہمیشہ ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔انہوں نے کہا کہ نہیں اس کو اپنے ساتھ لے کے جاؤ۔بیٹے نے کہا کہ میری ڈیوٹی ہے۔تو کہا کہ نہیں بالکل نہیں۔چنانچہ بیٹے نے اپنے بیٹے کو یعنی ان کے پوتے کو کسی اور کے پاس چھوڑا اور اللہ تعالیٰ نے بیٹے اور پوتے دونوں کو محفوظ رکھا۔شہید مسجد دارالذکر کے مین ہال میں محراب کے اندر پہلی صف میں کرسی پر بیٹھے تھے۔ان کے دائیں طرف سے شدید فائرنگ شروع ہوئی جس سے ان کے پیٹ میں گولیاں لگیں۔کسی نے بتایا کہ امیر صاحب ضلع نے ان کو کہا کہ چوہدری صاحب آپ باہر نکل جائیں تو انہوں نے جواباً کہا کہ میں نے تو شہادت کی دعا مانگی ہے۔چنانچہ امیر صاحب کے اور ان کے دونوں کے جسم ایک ہی جگہ پر پڑے ہوئے ملے۔

مولوی بشیر الدین صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے سفید رنگ کی بہت بڑی گاڑی آئی ہے، اس میں سے آواز آئی کہ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر جلدی سو جاتے تھے۔اور رات ایک بجے اٹھ جاتے تھے پھر نمازِ تہجد اور دعاؤں میں مشغول رہنا ان کا کام تھا۔ہر ایک کو دعا کے لئے کہتے کہ خاتمہ بالخیر کی دعا کرو۔خلافت سے محبت انتہا کی تھی۔جو جماعت کے خدمت گزار تھے ان کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے کہ کتنی پیاری جماعت ہے کہ لوگ اپنا کام ختم کر کے جماعت کے کاموں میں جُت جاتے ہیں۔لوگوں میں بیٹھتے تو تبلیغ کرتے۔مجلس برخاست ہوتی تو کہتے اگر کسی کو بُرا لگا ہے تو معاف فرمائیں۔یک صد یتامیٰ میں مستقل ایک یتیم کا خرچ دیتے تھے۔ربوہ سے ایک ملازم آیا، وہ ساتویں جماعت تک پڑھا ہوا تھا گھر میں کہا کہ اسے بھی پڑھاؤ اور جو کچھ پڑھائی کے لئے اپنے بچوں کو چیزیں دیتی ہو وہ ہی اس کو بھی دو۔خدا کے فضل سے موصی تھے۔ان کے بیٹے کا بیان ہے اور کسی اور نے بھی یہ لکھا ہے کہ بچپن سے ہی ایک خواہش کا اظہار فرماتے تھے کہ خدا زندگی میں وصیت کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے شہادت سے تین سال پہلے ان کو اپنی جائیداد پر وصیت کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمادی اور شہادت سے چند روز پہلے اپنے سارے چندے ادا کر دیئے۔آپ اسلام آباد میں ملازمت کے دوران مونا پلی کنٹرول اتھارٹی میں رجسٹرار کے طور پر فائز تھے۔اس دوران اس وقت کے وزیرِ اعظم کی سفارش کے ساتھ فائل آئی۔بھٹو صاحب وزیرِ اعظم تھے۔جب فائل آئی تو چوہدری صاحب کو کوئی قانونی سقم نظر آیا۔انہوں نے انکار کے ساتھ اس فائل کو واپس کر دیا۔اب وزیرِ اعظم پاکستان کی طرف سے فائل آئی ہے انہوں نے کہا کہ یہ قانونی سقم ہے میں اس کی منظوری نہیں دے سکتا۔یہ غلط کام ہے۔تو وزیرِ اعظم صاحب جو اس وقت سیاہ و سفید کے مالک تھے۔بہت سیخ پا ہوئے اور دھمکی کے ساتھ نوٹ لکھا کہ یا تو تم کام کرو ورنہ تمہارے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائے گی۔تو چوہدری صاحب نے اپنے احمدی ہونے کا بھی نہیں چھپایا تھا اور موقع و محل کے مطابق تبلیغ بھی کرتے تھے۔وزیرِ اعظم صاحب کو بھی یہ پتہ تھا کہ یہ احمدی ہے۔کیونکہ اس نے اس معاملے میں بعض غلط قسم کے الفاظ چوہدری ظفر اللہ خان ؓ صاحب کے بارے میں بھی استعمال کئے تھے۔بہر حال یہ معاملہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور ؒ نے دعا کے ساتھ فرمایا "ٹھیک ہے، ہمت کرے اور اگر بزدل ہے تو استعفیٰ دے دے"۔جب چوہدری صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا یہ پیغام ملا تو انہوں نے کہا جو مرضی ہو جائے میں استعفیٰ نہیں دوں گا اور ایک لمبا خط وزیرِ اعظم صاحب کو لکھا کہ اگر میں استعفیٰ دوں تو ہو سکتا ہے کہ سمجھا جائے کہ میں کچھ چھپانا چاہتا ہوں۔مجھے کچھ چھپانا نہیں ہے اس لیے میں نے استعفیٰ نہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔اس پر ان کے خلاف کارروائی ہوئی اور ان کو ایک نوٹ ملا کہ تمہاری خدمات سے تمہیں فارغ کیا جاتا ہے۔اور کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔انہوں نے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا اور دعا کے لئے کہا۔انہوں نے دعا کی۔اگلی صبح کہتے ہیں کہ میں فجر کی نماز کے لئے باہر نکلا تو اس وقت کے امیر جو چوہدری عبدالحق ورک صاحب تھے ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں آپ کے لئے دعا کر رہا تھا مجھے آواز آئی کہ "چھٹیاں مناؤ عیش کرو"۔تو جب بھٹو صاحب کی حکومت ختم ہوئی اور مارشل لاء والوں نے تمام سرکاری دفاتر کی تلاشی لینی شروع کی تو ان کی فائل بھی سامنے آئی اور ان کے کاغذات مل گئے، اور جو انکوائری ہوئی پھر بغیر وجہ ملازمت سے برطرف کیا گیا تھا اس پر فوراً ایکشن ہوا اور ان کو بحال کر دیا اور ساتھ یہ نوٹ بھی اس پہ لکھا ہوا آگیا کہ دو سال کا عرصہ جو آپ کو برطرف کیا گیا ہے، یہ چھٹی کا عرصہ سمجھا جائے گا۔تو اس طرح وہ خواب جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے احمدی بھائی کو دکھائی تھی وہ بھی پوری ہوئی۔اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عجیب کام ہے کہ اگر ایک مخالف احمدیت نے ان کو برطرف کیا تو بحالی بھی مخالفِ احمدیت سے ہی کروائی اور ضیاء الحق نے ان کی بحالی کی۔ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ لاہور کی انتظامیہ نے ہمیں کہا کہ حفاظت کے پیشِ نظر اپنی کار بدل لو تا کہ نمبر پلیٹ تبدیل ہو جائے اور دارالذکر آنے جانے کے راستے بدل بدل کر آیا کرو۔تو اپنے والد صاحب کو جب میں نے کہا تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے یہ کر لو، اور ساتھ یہ بھی ہدایت تھی کہ کبھی کبھی جمعہ چھوڑ دیا کرو جب یہ بات میں نے والد صاحب سے کی تو انہوں نے کہا کہ جمعہ تو نہیں چھوڑوں گا چاہے جو مرضی ہو جائے، دشمن زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے، ہمیں شہید ہی کر دے گا اور ہمیں کیا چاہیے۔

اگلے شہید ہیں مکرم چوہدری حفیظ احمد کاہلوں صاحب ایڈووکیٹ ان کے والد تھے چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی۔ان کا تعلق بھی ضلع سیالکوٹ سے ہے، تعلیم ایل ایل بی تھی۔ باقاعدہ وکالت کرتے تھے۔ پہلے سیالکوٹ میں پھر لاہور شفٹ ہوگئے سپریم کورٹ میں ایڈووکیٹ کے طور پر کام کرتے تھے شہادت کے وقت ان کی عمر 83 سال تھی اور ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں ان کی شہادت ہوئی۔ جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد بیت النور کے مین ہال میں تھے حملے کے دوران سینے میں گولی لگنے سے زخمی ہوگئے سانس بحال کرنے کی کافی کوشش کی گئی لیکن وہیں شہادت ہوگئی۔ جنرل ریٹائرڈ ناصر شہید، مکرم محمد غالب صاحب شہید، مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب شہید بھی یہ سب حفیظ صاحب کے رشتہ دار تھے۔شہید بہت ہی نرم طبیعت کے مالک تھے۔ کبھی کسی کو ڈانٹا نہیں۔ گھر میں ملازموں سے بھی حسنِ سلوک کرتے تھے۔نماز کے پابند۔اکثر پیدل ہی نماز کے لئے جاتے تھے۔ان کے ایک بیٹے ناصر احمد کاہلوں صاحب آسٹریلیا میں ہمارے نائب امیر ہیں۔ بڑی اچھی طبیعت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ درجات بلند کرے۔ان کے بارے میں کسی نے مجھے لکھا کہ غریبوں کے کیس مفت کرتے تھے بلکہ لوگوں کی مالی مدد بھی کرتے تھے۔ مارشل لاء کے زمانے میں لجنہ کے امتحانی پرچے میں پنجتن پاک کا لفظ لکھنے پر کیس بن گیا۔ چوہدری صاحب نے اس کیس میں احسن رنگ میں پیروی کرا کر اسے ختم کروادیا۔ آپ کی تعزیت کے لئے بہت سے غیر از جماعت دوست بھی آئے۔ بلکہ کہتے ہیں بعض متعصب لوگوں نے بھی تعزیت کی۔ ان کا کورٹ میں، دفتر میں جو منشی تھا وہ کہتا ہے ایک سابق جج صاحب کا تعزیت کا فون آیا اور بہت دیر تک افسوس کا اظہار کرتے رہے۔ منشی نے جج صاحب سے کہہ دیا کہ آپ ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔ تو جج صاحب کا جواب تھا (تعصب کی انتہا آپ دیکھیں) کہ میں افسوس تو کرسکتا ہوں لیکن مغفرت کی دعا نہیں کر سکتا۔ جمعہ کی نماز باقاعدگی سے بیت النور ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں ادا کرتے تھے اور باوجود نظر کی کمزوری کے مغرب کی نماز پر پیدل چل کر آیا کرتے تھے۔ اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز ادا کرتے تھے۔ گھنٹوں قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ آپ کی چھوٹی پوتی کو جب آپ کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا، تو اس کی والدہ نے اسے بتایا کہ اس طرح آپ آسمان پر چلے گئے ہیں، شہید ہوگئے ہیں تو اس پر آپ کے قرآنِ کریم پڑھنے کا اتنا اثر تھا، ہروقت دیکھتی تھی کہتی تھی کہ وہاں بھی بیٹھے قرآن شریف پڑھ رہے ہوں گے۔ تو یہ ہے وہ اثر جو بچوں پر عملی نمونے دکھا کر ہر احمدی کو قائم کرنا چاہیے۔

اگلے شہید جن کا ذکر کرنے لگا ہوں مکرم چوہدری امتیاز احمد صاحب شہید ابنِ مکرم چوہدری نثار احمد صاحب ہیں۔ شہید مرحوم کے دادا مکرم چوہدری محمد بوٹا صاحب آف بھینی محرمہ ضلع گرداسپور میں 1935 میں بیعت کی تھی۔ ان کے دادا اکیلے احمدی ہوئے تھے اور سارا گاؤں مخالف تھا۔ ان کے دادا کی وفات کے وقت مولویوں نے شور مچایا اور ان کی قبر کشائی کی گئی جس کی وجہ سے ان کی تدفین ان کی زمینوں میں کی گئی۔ پارٹیشن کے بعد یہ خاندان ساہیوال کے ایک چک میں آگیا۔ اور 1972ء میں ان کے والد صاحب لاہور آگئے۔ بوقتِ شہادت شہید امتیاز احمد کی عمر 34 سال تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے، معاون قائد ضلع، ناظم تربیت نومبائعین ضلع، سابق ناظم اطفال اور سیکرٹری اشاعت ڈیفنس خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ ان کی شہادت بھی مسجد دارالذکر میں ہوئی ہے۔ مسجد دارالذکر کے مین گیٹ پر دائیں جانب ان کی ڈیوٹی تھی۔ دہشتگروں نے جب حملہ کیا تو یہ بھاگ کر ان کو پکڑنے کے لئے گئے۔ اس دوران فائرنگ کے نتیجے میں زخمی ہوگئے۔ سر اور سینہ میں گولیاں لگیں جس کے نتیجے میں سانحہ کے اولین شہداء میں شامل ہو گئے۔ بہرحال جماعتی خدمات میں پیش پیش تھے، شوریٰ کے نمائندے بھی رہے، بچپن ہی سے اطفال کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلہ میں اپنے حلقہ میں نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔ سیکورٹی کی ڈیوٹی بڑی عمدگی سے ادا کرتے تھے۔ عموماً گیٹ کے باہر ڈیوٹی کرتے تھے۔ نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔ اپنے دونوں بچوں کو وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل کیا ہوا تھا۔ جماعتی عہدیداران کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ لیڈر شپ کی کوالیٹیز (Qualities) تھیں۔ وقف کرنے کی بہت خواہش تھی۔ اور ڈیوٹی کا کام بھی اپنے آپ کو وقف سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ ان کی ڈائری کے پہلے صفحے پر لکھا ہوا ملا (بعد میں انہوں نے دیکھا) کہ بزدل بار بار مرتے ہیں اور بہادر کو صرف ایک بار موت آتی ہے۔ پھر ان کی ایک بہن امریکہ میں رہتی ہیں پاکستان کچھ عرصہ پہلے آئی ہوئی تھیں، انہوں نے کہا کہ میری ڈائری میں کچھ لکھ دیں۔ تو اس پر شہید نے یہ شعر لکھا کہ

یہ ادا عشق و وفا کی ہم میں　　　اک مسیحا کی دعا سے آئی

ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ شہادت سے پہلے ان کو خواب آئے تھے کہ میرے پاس وقت کم ہے اور اپنی زندگی میں مجھے کہتے تھے کہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاؤ۔ اور اس کے لئے بزنس بھی تھوڑا سا ان کے لئے establish کردیا۔ ہمیشہ تہجد پڑھنے والے اور نماز سینٹر میں فجر کی نماز اپنے والد صاحب کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ایک دن رات کو دارالذکر سے ساڑھے بارہ بجے آئے اور صبح ساڑھے تین بجے پھر اٹھ گئے۔ میں نے کہا کہ کبھی آرام بھی کرلیا کریں۔ تو کہنے لگے، اس دنیا کے آرام کی مجھے کوئی پرواہ نہیں، مجھے آرام کی فکر ہے جو میں نے آگے کرنا ہے۔

اگلا ذکر ہے مکرم اعجاز الحق صاحب شہید ابن مکرم رحمت حق صاحب۔ شہید مرحوم کا تعلق حضرت الٰہی بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھا آبائی وطن پٹیالہ ضلع امرتسر تھا، والد صاحب ریلوے میں ملازم تھے اور لاہور میں ہی مقیم تھے۔ ہال روڈ پر الیکٹرانکس ریپئر (Repair) کا کام کرتے تھے ان دنوں لاہور کے ایک پرائیویٹ چینل میں بطور سیٹلائٹ ٹیکنیشن کام کر رہے تھے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 46 سال تھی۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ وقوعہ کے روز ایم ٹی اے پر جو خلافت کا عہدِ وفا نشر ہو رہا تھا تو سر پر تولیہ رکھ کر کھڑے ہو کر عہد دوہرانا شروع کر دیا۔ اور اہلیہ نے بھی ان کو دیکھ کر عہد دہرایا۔ مسجد دارالذکر میں ہی نمازِ جمعہ ادا کیا کرتے تھے اور سانحہ کے روز بھی اپنے کام سے سیدھے ہی نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے دارالذکر پہنچ گئے۔ باہر سیڑھیوں کے نیچے بیٹھے رہے۔ دہشتگردوں کے آنے پر گھر فون کیا اور بڑے بھائی سے کہا کہ اسلحہ لے کر فوری طور پر دارالذکر پہنچ جاؤ۔ اور یہ ساتھ ساتھ اپنے ٹی وی کو فون پر رپورٹنگ بھی کر رہے تھے۔ اسی دوران گولیوں کی بوچھاڑ سے موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ اہلِ خانہ نے بتایا کہ ہمدرد اور ملنسار انسان تھے۔ سب کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ چندہ جات کی ادائیگی باقاعدہ تھی اور ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے

تھے۔حلقہ کے ناظم اطفال تھے ان کے بارے میں ناظم اطفال نے بتایا کہ میں جب بھی ان کے بچوں کو وقارِ عمل یا جماعتی ڈیوٹی کے لئے لے کر گیا اور جب واپس چھوڑنے آیا تو انہوں نے خصوصی طور پر میرا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے ہمیں یہ خدمت کا موقع دیا۔

اگلا ذکر ہے مکرم شیخ ندیم احمد طارق صاحب شہید ابن مکرم شیخ محمد منشاء صاحب۔شہید کے آباؤ اجداد چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔کاروبار کے سلسلے میں کلکتہ چلے گئے، 1947ء کے بعد ان کے والد صاحب کلکتہ سے ڈھاکہ چلے گئے جہاں سے 1971ء میں لاہور آ گئے۔ شہید مرحوم کی اہلیہ صاحبہ کا تعلق بھی کلکتہ سے ہے۔اہلیہ کے دادا مکرم سیٹھ محمد یوسف صاحب بانی تھے جو مکرم صدیق بانی صاحب کلکتہ کے چھوٹے بھائی تھے۔شہید مرحوم نے آئی کام کرنے کے بعد سپیئر پارٹس کا کاروبار شروع کیا۔شہادت کے وقت ان کی عمر 40 سال تھی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔ ہمیشہ دارالذکر میں ہی جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔اور میرے خطبہ جمعہ تک جو لائیو نشر ہوتا ہے وہیں رہتے تھے اور وہ سن کر آیا کرتے تھے۔سانحہ کے وقت یہ امیر صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔دایاں بازو بہت سوجا ہوا تھا۔باقی جسم پر کوئی زخم نہیں تھا۔غالب خیال یہی ہے کہ بازو میں گولی جو لگی ہے تو خون بہہ جانے کی وجہ سے شہید ہوئے۔بہت صلح پسند، شریف اور بے ضرر اور نرم گفتار انسان تھے۔کام پر ہوتے تو بچوں کو فون کر کے نماز کی ادائیگی کا پوچھتے۔کام پر بیٹھے ہوئے ہیں، نماز کا وقت ہو گیا تو گھر بچوں کو فون کرتے تھے کہ نماز ادا کرو۔یہ ذمہ داری جو ہر باپ کو ادا کرنی چاہیے۔اسی سے دعاؤں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی عادت پڑتی ہے۔نمازِ تہجد کا بہت خیال رکھتے تھے قریباً چار کلومیٹر دور جا کر نماز با جماعت پڑھا کرتے تھے یہاں یہ فاصلے اتنے نہیں لگتے کیونکہ سڑکیں بھی ہیں، سواریاں بھی ہیں۔لیکن گو وہاں سواری تو ان کے پاس تھی لیکن حالات ایسے ہیں ٹریفک ایسا ہے کہ مشکل ہو جاتی ہے۔مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔حلقے کی مسجد کی ضروریات کو پورا کرنے میں نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔جماعتی ضرورت کے لئے اگر کبھی موٹر سائیکل ان سے مانگا جاتا تو پیش کر دیتے اور خود رکشہ پر چلے آتے۔خدمتِ خلق نہایت مستقل مزاجی سے کرتے تھے۔یہ خاندان بھی، ان کے باقی افراد بھی حسبِ توفیق مالی قربانیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔

اگلا ذکر ہے مکرم عامر لطیف پراچہ صاحب شہید کا ابن عبداللطیف پراچہ صاحب۔موصوف شہید کے والد ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔اور والد صاحب ضلع سرگودھا کی عاملہ کے فعال رکن تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔حضورؒ جب جابہ تشریف لے جاتے تو راستے میں اکثر اوقات شہید مرحوم کے والد مکرم عبداللطیف صاحب کے گھر ضرور قیام کرتے تھے۔شہید کے والد کے نانا مکرم بابو محمد امین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔شہید نے ابتدائی تعلیم سرگودھا سے حاصل کی اور ایم بی اے لاہور سے کیا۔جماعتی چندہ جات اور صدقات باقاعدگی سے دیتے تھے۔بزرگان کی خدمت کرتے تھے۔سابق امیر ضلع سرگودھا مرزا عبدالحق صاحب کے ساتھ کام کرتے رہے۔سانحہ کے دوران بھائی کو فون کیا کہ میرے اردگرد شہداء کی نعشیں پڑی ہیں۔جب آ کے دیکھا گیا تو ان کے چہرے پر گن کے بٹ کے کندے کے نشان بھی تھے۔شاید کسی دہشتگرد سے گتھم گتھا ہوئے اور اس وقت اس نے مارا۔یا یہ دیکھنے کے لئے کہ شہادت ہوئی ہے کہ نہیں، بعض لوگوں کو ویسے بھی گن مار کے دیکھتے رہے ہیں۔اسی طرح ایک گرنیڈ بھی ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔اس کے زخم تھے۔دارالذکر میں باہر سیڑھیوں کے نیچے بیٹھے تھے۔وہیں پر شہید ہوئے۔ان کے اہلِ خانہ نے بتایا کہ نہایت دیانت دار اور امانت دار انسان تھے۔دیانت داری کی وجہ سے جیولرز ڈیڑھ ڈیڑھ کروڑ کی جیولری ان کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔احمدیت کو کبھی نہیں چھپایا۔والد صاحب عرصہ دراز بیمار رہے۔ان کی وفات تک علالت میں ان کی بہت خدمت کی۔اسی طرح والدہ صاحبہ بھی بیمار ہیں۔ان کی بے پناہ خدمت کرتے تھے۔چندہ جات اور مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔صدقہ و خیرات عموماً طور پر چھپا کر کرتے۔اپنے آبائی علاقے سرگودھا کے بہت سارے مریضوں کو لاہور لا کر مفت علاج کرواتے تھے۔قربانی کا بہت جذبہ تھا۔نماز کے پابند، قرآن باقاعدگی سے پڑھتے۔گھر والوں نے کہا کہ رات اڑھائی تین بجے، ان کو تہجد پڑھتے اور قرآن پڑھتے دیکھا ہے۔شہید مرحوم کی والدہ محترمہ نے بتایا کہ میں شہید مرحوم کے والد صاحب مرحوم کو کچھ عرصہ خواب میں مسلسل دیکھ رہی تھی شہید کی ایک خادمہ نے بتایا کہ شہادت سے چند دن قبل والدہ کے لئے چار سوٹ لے کر آئے تو والدہ نے کہا کہ میرے پاس تو پہلے ہی بہت سوٹ ہیں تو انہوں نے کہا کہ ماں پتہ نہیں کب تک میری زندگی ہے آپ میرے لائے ہوئے سوٹ پہن لیں۔

اگلا ذکر ہے مکرم مرزا ظفر احمد صاحب شہید ابن مکرم مرزا اصفدر جنگ ہمایوں صاحب کا۔شہید مرحوم اکتوبر 1954ء میں منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئے۔خاندان میں احمدیت کا آغاز حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کے دادا مکرم مرزا نذیر احمد صاحب کے ذریعے سے ہوا۔مرزا نذیر احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کی۔میٹرک لاہور سے کیا اس کے بعد لائلپور یونیورسٹی سے دو سال تعلیم حاصل کی۔ہوسٹل میں بعض مشکلات کی بناء پر یونیورسٹی چھوڑ دی اور کراچی چلے گئے۔جہاں سے مکینکس میں تین سال کا ڈپلومہ کیا۔بعد ازاں مزید ایک سال کا کورس کیا۔اپنے شعبہ سے متعلق ایک ملازمت کراچی میں کی۔۔اس کے بعد جاپان چلے گئے 1981ء سے سولر انرجی میں انجینئر کی حیثیت سے 21 سال جاپان میں مقیم رہ کر کام کیا وہاں جماعتی خدمات کی توفیق پائی۔جاپان میں ٹوکیو مشن بند ہوا تو آپ کا گھر بطور مشن ہاؤس استعمال ہوتا تھا 1983ء میں کوریا میں وقفِ عارضی کا موقع ملا۔1985ء میں جلسہ سالانہ یو کے میں جاپان کی نمائندگی کی توفیق حاصل ہوئی۔1993ء میں صدر خدام الاحمدیہ جاپان کی حیثیت سے ایک پہاڑ کی چوٹی کو سر کرنے اور اس پر اذان دینے کی سعادت پائی۔1999ء میں بیت الفتوح کے سنگِ بنیاد کے موقع پر آپ کو اور آپکی بیگم کو جاپان کی نمائندگی کی توفیق ملی۔جاپان میں بطور صدر جماعت ٹوکیو سیکرٹری مال کے علاوہ 2001ء سے 2003ء تک نائب امیر جاپان کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی، ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کی اطاعت اور تقویٰ کے نمونہ پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کرے کہ سب جماعت جاپان ان کے نمونے پر چلنے کی توفیق پائے۔جاپان میں اکیس سال قیام کے دوران ملازمت کے علاوہ دیگر تعلیمی کوششیں بھی کرتے رہے۔2003ء میں پاکستان شفٹ ہو گئے۔لاہور میں کیولری گراؤنڈ میں رہتے تھے، آپکا گھر وہاں بھی نماز سینٹر تھا۔شہادت کے وقت ان کی عمر 56 سال تھی۔اللہ کے فضل سے موصی تھے۔دارالذکر میں شہادت پائی۔ہمیشہ پہلی صف میں بیٹھتے تھے اور وہاں امام صاحب کے قریب بیٹھے تھے۔ان کے سر کے پچھلی طرف گولی لگی اور دایاں ہاتھ گرنیڈ سے زخمی ہوا جس سے شہادت ہو گئی۔

شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ خلافت سے بے انتہا محبت کرنے والے تھے۔جب بھی لندن جاتے تو ان کی کوشش ہوتی کہ نماز خلیفۂ وقت کے پیچھے ادا کریں۔

خطبات کو ہمیشہ بڑے غور سے سنتے تھے۔ یہاں سے جو لائیو خطبات جاتے ہیں کسی وجہ سے براہِ راست نہ سن سکتے تو جب تک سن نہ لیتے، اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ کہتی ہیں کہ حقیقی معنوں میں 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' کے مصداق تھے۔ سب بچے بوڑھے ہر ایک ان سے عزت سے پیش آتا، سب کے دوست تھے۔ امانتوں کی حفاظت کرنے والے، وعدوں کا ایفاء کرنے والے اور اعلیٰ معیار کی قربانی کرنے والے تھے۔ ہر چیز میں سادگی ان کا شعار تھا۔ ایک نہایت محبت کرنے والے شوہر تھے۔ کہتی ہیں میری چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ اور کبھی تھکی ہوتی تو کھانا بھی بنا دیا کرتے۔ گلے شکوے کی عادت نہ تھی۔

جاپان میں ہمارے ایک ملک منیر صاحب ہیں، انہوں نے لکھا کہ مرزا ظفر احمد صاحب جب جاپان تشریف لائے تو ابھی شادی شدہ نہ تھے۔ بڑے سادہ طبیعت کے مالک اور بہت کم گو تھے۔ سعید فطرت اور نیک سیرت انسان تھے۔ دین کی خدمت کا جذبہ آپ کی سرشت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ اس مقصد کے حصول کے لئے ہر وقت تیار نظر آتے۔ اطاعت کے بہت بلند معیار پر فائز تھے۔ جماعت کے چھوٹے چھوٹے عہدیداروں سے لیکر بڑے عہدیدار تک سب کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے اور عزت سے پیش آتے۔ کسی جماعتی خدمت کا کبھی انکار نہ کرتے۔ ایک سال جاپان کے مثالی خادم بھی قرار پائے۔ آپ پر رشک آتا تھا۔ آپ جب بھی کوئی کام اپنے اوپر لیتے تو اسے بہت ایمانداری اور احسن طریق پر نبھانے کی کوشش کرتے۔ جاپان سے جانے سے پہلے مستقل طور پر اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔

مغفور احمد صاحب منیب صاحب مبلغ ہیں ربوہ میں ہمارے مربی ہیں۔ یہ بھی جاپان میں رہے ہوئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مرزا ظفر احمد صاحب جو لمبا عرصہ جاپان میں مقیم رہے اللہ کے فضل سے جاپان میں موصوف کی دینی خدمات کسی طرح بھی واقفینِ زندگی سے کم نہیں تھیں۔ بلکہ ان کی قربانیاں احباب کے لئے قابلِ تقلید تھیں۔ وقت کی قربانی، مال کی قربانی میں سب سے آگے تھے۔ آنریری مبلغ تھے، سیکرٹری مال جاپان تھے، صدر جماعت ٹوکیو رہے۔ خلافت سے والہانہ عشق تھا۔ نماز میں توجہ سے دعا کرتے۔ ان کی آنکھیں نمناک ہو جاتیں۔ محبت کرنے والے تھے، ہر ایک کی تکلیف کا سن کے آنکھیں نمناک ہو جاتیں۔

اگلا ذکر ہے مکرم مرزا محمود احمد صاحب شہید ابن مکرم اکبر علی صاحب کا۔ شہید مرحوم بدوملہی ضلع نارووال کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا حضرت عنایت اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ محکمہ ٹیلیفون سے وابستہ تھے 2008ء میں ریٹائر ہوئے۔ اور 35 سال سے لاہور میں مقیم تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 58 سال تھی۔ مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ نمازِ جمعہ عموماً ماڈل ٹاؤن میں ادا کرتے تھے۔ سانحہ کے روز مسجد کے عقبی ہال میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران ایک گولی ان کے ماتھے پر لگی جس سے موقعہ پر شہید ہو گئے۔ اہلِ خانہ نے بتایا کہ جماعتی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ وقفِ عارضی کی متعدد مرتبہ سعادت ملی۔ بہت نرم دل اور انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ محنتی انسان تھے۔ ان کے بیٹے قیصر محمود صاحب اس وقت ڈیوٹی پر موجود تھے جو اس سانحہ میں محفوظ رہے۔ شہادت سے چار دن قبل ان کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت باغ ہے جس میں ٹھنڈی ہوا اور نہریں چل رہی ہیں خوبصورت محل بنا ہوا ہے۔ محمود صاحب مجھے کہتے ہیں کہ تم لوگوں کے لئے میں نے گھر بنا دیا ہے یہ میرا محل ہے اب میں نے یہاں رہنا ہے۔ پورے محل میں خوشبو ہی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

مکرم شیخ محمد اکرام اطہر صاحب شہید ابن مکرم شیخ شمس الدین صاحب۔ شہید مرحوم کے والد صاحب چنگڑ انوالہ ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ طاعون سے جب سب رشتے دار وفات پا گئے تو مڈھ رانجھا ضلع سرگودھا میں آ کر آباد ہوئے۔ شہید مرحوم کے والد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بعد میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کرنے یعنی دبانے کا موقع ملا۔ تاہم بیعت کی سعادت حضرت مصلح موعودؓ کے دورِ خلافت میں ملی۔ شہید مرحوم کے خسر مکرم خواجہ محمد شریف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ان کے والد محترم شیخ شمس الدین صاحب کی تبلیغ کی وجہ سے حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے خاندان میں احمدیت آئی۔ مولوی عطاء اللہ خان صاحب درویش قادیان ان کے بھائی تھے اور مکرم منیر احمد مربی سلسلہ جو یہاں (جرمنی میں) بھی رہے ہوئے ہیں آجکل پولینڈ میں ہیں، ان کے بھانجے ہیں۔ بوقت شہادت ان کی عمر 66 سال تھی۔ مسجد دارالذکر گڑھی شاہو میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مسجد دارالذکر کے مین ہال میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ بڑھاپے کے باعث سانحے کے دوران سب سے آخر میں اٹھے۔ لیکن اس دوران دہشتگرد کی گولیاں سر اور پسلیوں میں لگنے سے شہید ہو گئے۔ اہلِ خانہ نے بتایا کہ شہید مرحوم دو تین ماہ سے کہہ رہے تھے کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ کچھ عرصے سے بالکل خاموش رہتے تھے۔

ان کی بہو نے خواب میں دیکھا کہ ربوہ میں انصار اللہ کا ہال ہے (جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا) تو وہاں سے مجھے تین تحفے ملے ہیں اور وہ لے کر میں لاہور روانہ ہو رہی ہوں۔ شہداء کے سب جنازے بھی انصار اللہ کے ہال ہی میں ہوئے تھے۔

شہید مرحوم کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ قریبی دیہاتی علاقوں میں جا کر مختلف لوگوں سے گھروں میں رابطہ کر کے تبلیغ کیا کرتے تھے۔ خاص طور پر الفضل جیب میں ڈال کر لے جاتے۔ سگریٹ نوشی کے خلاف بڑا جہاد کیا کرتے تھے اور چلتے چلتے لوگوں کو منع کر دیتے اور کوئی دوسری چیز کھانے کی دے کر کہتے کہ یہ کھا لو اور سگریٹ چھوڑ دو۔ تہجد گزار تھے۔ نیک عادات کی بناء پر ان کا رشتہ ہوا تھا یعنی عبادت اور تبلیغ کی وجہ سے۔ بہت دعا گو اور تہجد گزار تھے خاص طور پر بہت سارے لوگوں کے نام لے کر دعا کیا کرتے تھے۔ چندوں میں باقاعدہ تھے، تنخواہ ملنے پر پہلے سیکرٹری مال کے گھر جاتے اور چندہ ادا کرتے۔ یہ ہے صحیح طریق چندے کی ادائیگی کا، نہ کہ جب بقایا دار ہوتے ہیں اور پوچھو کہ بقایا دار کیوں ہیں تو الٹا یہ شکوہ ہوتا ہے کہ سیکرٹری مال نے ہمیں توجہ نہیں دلائی نہیں تو ہم بقایا دار نہ ہوتے۔ یہ تو خود ہر ایک کا اپنا فرض ہے کہ چندہ ادا کرے۔ خلافت جوبلی کے امسال میں مقالہ تحریر کیا جس میں A گریڈ حاصل کیا۔

اگلا ذکر ہے مکرم مرزا منصور بیگ صاحب شہید ابن مکرم مرزا سرور بیگ صاحب مرحوم کا۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد پٹی ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ ان کے تایا مرزا منور بیگ صاحب، ان کی 1953ء سے قبل بیعت تھی ان کو (تایا کو بھی) 1985ء میں ایک معاند احمدیت نے شہید کر دیا۔ ان کی زری کی دوکان تھی۔ بوقتِ شہادت مرزا منصور احمد بیگ صاحب کی عمر 29 سال تھی۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ بطور سیکرٹری اشاعت، ناظم تحریکِ جدید اور عمومی کی ڈیوٹی سکواڈ میں ان کو خدمت کا موقع مل رہا تھا۔

بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ جمعہ کی صبح ان کی مجلس کے قائد صاحب نے ان کو ڈیوٹی پر جانے کے لئے کہا۔ پھر گیارہ بجے کے قریب دوبارہ یاددہانی کے لئے قائد نے فون کیا تو انہوں نے جواب دیا ''قائد صاحب فکر نہ کریں اگر ضرورت پڑی تو پہلی گولی اپنے سینے پر کھاؤں گا''۔ بیت النور ماڈل ٹاؤن میں چیکنگ پر ڈیوٹی تھی۔ مین گیٹ کے باہر پہلے بیریئر کے پاس کھڑے تھے۔ خدام کی نگرانی پر متعین تھے کہ دہشتگردنے آتے ہی ان پر فائرنگ کر دی۔ سب سے پہلے ان کو ہی فائر لگا۔ کئی گولیاں لگنے کی وجہ سے موقع پر ہی شہادت ہوئی۔ شہید مرحوم نے سانحہ سے قبل صبح کے وقت گھر میں اپنی خواب سنائی کہ ''مجھے کوئی مار رہا ہے اور میرے پیچھے کالے کتے لگے ہوئے ہیں''۔ شہید مرحوم جماعتی خدمت کرنے والے اور اطاعت کا جذبہ رکھنے والے تھے۔ نرم مزاج، ہنس مکھ اور پنج وقتہ نماز کے پابند، اہلیہ کی عمر 26 سال ہے۔ ان کی شادی ہوئی تھی اور ان کے ہاں اولاد متوقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک، صالح، صحت مند اور لمبی عمر پانے والی ان کو اولاد عطا فرمائے۔ ان کی والدہ اور اہلیہ خوشیاں دیکھیں۔

اگلا ذکر ہے مکرم میاں محمد منیر احمد صاحب شہید ابن مکرم مولوی عبدالسلام صاحب عمر کا۔ شہید مرحوم حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ آپ 11 اکتوبر 1940ء کو حیدر آباد دکن میں اپنے نانا حضرت مولوی میر محمد سعید صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت مولوی میر محمد سعید صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت لینے کی اجازت دی تھی۔ آپکے نانا کی وجہ سے حیدر آباد دکن میں کافی لوگ جو آپ کے مرید تھے احمدی ہو گئے۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی اور 1962ء میں لاہور شفٹ ہو گئے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 70 سال تھی۔ بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے ہر جمعہ قریباً 12 بجے گھر سے نکلتے تھے۔ وقوعہ کے روز ناسازی طبیعت کے باعث قریباً ایک بجے ماڈل ٹاؤن بیت النور میں پہنچے۔ مسجد کے صحن میں جنرل ناصر صاحب کے ساتھ کرسی پر بیٹھے تھے۔ حملے کے دوران موصوف ہال کے اندر داخل ہو کر پہلی صف میں بیٹھ گئے۔ اس دوران دروازہ بند کرنے کی کوشش کے دوران دہشتگرد نے بندوق کی نالی دروازے میں پھنسالی اور فائرنگ کرتا رہا۔ پہلی گولی آپ کے سر میں لگی جس سے موقع پر ہی شہادت ہو گئی۔

قریباً دس سال قبل آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے ساتھ ایک قبر تیار کی گئی ہے۔ پوچھنے پر بتایا کہ یہ آپ کی قبر ہے۔ شہادت کے بعد یہ تعبیر بھی سمجھ آئی کہ وہ واقعہ میں آپکی قبر تھی۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل میں سے تھے اور شہادت بھی دونوں کی قدرِ مشترک ہے۔ شہادت کے بعد ان کی بیٹی نے خواب میں دیکھا کہ والد صاحب شہید خواب میں آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا کمرہ (جو گھر کا کمرہ تھا) سیٹ کر دو تو خادم نے ٹھیک کر دیا۔ اور کہتی ہیں کہ کچھ دیر بعد کچھ مہمان آئے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم نے کمرہ دیکھنا ہے۔

شہید مرحوم کے بیٹے مکرم نورالامین واصف صاحب بتاتے ہیں کہ جب والد صاحب شہید کے نکاح کا مرحلہ پیش ہوا تو بعض لوگوں نے ان کا تعلق غیر مبائعین سے قائم کرنے کی کوشش کی کہ یہ غیر مبائعین ہیں یعنی خلافت کی بیعت نہیں کی جس پر معاملہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی شفقت سے فرمایا ''کہ ان کو تجدید بیعت کی کیا ضرورت ہے یہ تو اس شخص کے پوتے ہیں جس نے سب سے پہلے بیعت کی تھی اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت ہی پیارا تھا''۔ اس پر حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب نے ان کا نکاح پڑھایا۔ آپ کے ایک عزیز نے آپکی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ شہید مرحوم میں حسنِ سلوک، غریبوں کی مدد کرنا مہمان نوازی، بیماروں کی تیمارداری کرنے کی خوبیاں نمایاں تھیں۔ شہید مرحوم کو سندھ قیام کے دوران متعدد ضرورت مند بچیوں کی شادی کروانے اور ضرورت مند بچوں کے تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کی بھی توفیق ملی۔ مہمان نوازی کی صفت تو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اگر کوئی مہمان آجاتا اپنے گھر سے بغیر کھانا کھلائے اس کو جانے نہیں دیتے تھے۔ باقاعدہ تہجد گزار تھے۔

اگلا ذکر ہے مکرم ڈاکٹر طارق بشیر صاحب شہید ابن مکرم چوہدری یوسف خان صاحب کا۔ شہید مرحوم کے والد شکر گڑھ کے رہنے والے تھے اور والد صاحب نے بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی۔۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر زمینوں کی نگرانی کے لئے سندھ چلے گئے۔ کراچی قیام کیا۔ شہید مرحوم کی پیدائش کراچی میں ہوئی۔ تاہم بعد میں یہ خاندان شکر گڑھ آ گیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد شہید مرحوم لاہور آ گئے جہاں سے MBBS کے علاوہ میڈیکل کی دیگر تعلیم حاصل کی۔ 15 سال قصور گورنمنٹ ہسپتال میں کام کیا۔ شہادت کے وقت میو ہسپتال لاہور میں بطور A.M.S کام کر رہے تھے نیز قصور میں کلینک بھی بنایا ہوا تھا۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 57 سال تھی اور دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

مسجد دارالذکر کے مین ہال میں محراب کے بائیں طرف بیٹھے تھے کہ باہر سے حملہ کے بعد جو پہلا گرنیڈ اندر پھینکا گیا اس میں زخمی ہوئے اور اسی حالت میں ہی شہید ہو گئے۔ شہید مرحوم کی اہلیہ نے شہادت سے چند روز قبل خواب میں دیکھا کہ آسمان پر ایک اچھا سا گھر ہے جو فضا میں تیر رہا ہے اور آپ اس میں اُڑتے پھر رہے ہیں۔ دوسری خواب میں دیکھا کہ زلزلہ اور طوفان آیا ہے چیزیں ہل رہی ہیں۔ اور میں دوڑتی پھر رہی ہوں اور وہ مجھے نہیں مل رہے۔ ان کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ بہت نفیس آدمی تھے، کبھی کسی سے سخت بات نہیں کی۔ بچوں سے اور خصوصاً بیٹیوں سے بہت پیار تھا۔ مریضوں سے حسنِ سلوک سے پیش آتے۔ ہر ایک سے ہمدردی کرتے تھے۔ ان کے غیر از جماعت مالک مکان نے جب اپنے حلقہ احباب میں ان کی شہادت کی خبر سنی تو اسے اتنا دکھ ہوا کہ وہ چکرا گئے۔ کئی سعید فطرت لوگ ایسے ہیں۔ چھ سال کے عرصہ کے دوران مالک مکان کو کرایہ گھر جا کر ادا کرتے تھے۔ کبھی موقع ایسا نہیں آیا کہ مالک مکان کو کرایہ لینے کیلئے آنا پڑا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب بہت شوق سے پڑھتے تھے۔ چندہ باقاعدگی سے دیتے۔ بیوی کو کہا ہوا تھا کہ روزانہ آمدنی میں سے ایک حصہ غریبوں کے لئے نکالنا ہے۔ میرے خطبات باقاعدگی سے سنتے تھے۔ بعض اوقات بار بار سنتے تھے۔ ان کے ایک بیٹے نے بھی MBBS کر لیا ہے اور ہاؤس جاب کر رہا ہے۔ وہ بھی اس سانحہ میں زخمی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس زخمی بیٹے کو اور تمام زخمیوں کو بھی صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرم ارشد محمود بٹ صاحب شہید ابن مکرم محمود احمد بٹ صاحب کا۔ شہید کے پڑدادا مکرم عبداللہ بٹ صاحب نے احمدیت قبول کی تھی۔ اور پسرور ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ ان کے پڑنانا حضرت جان محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ ڈسکہ کے رہنے والے تھے ان کے والد

صاحب ائیرفورس میں ملازم تھے۔ بسلسلہ ملازمت مختلف مقامات پر تعینات رہے۔ شہید مرحوم لاہور میں پیدا ہوئے۔ I.Com کیا ہوا تھا۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 48 سال تھی۔ اپنے حلقہ کے نائب زعیم انصار اللہ اور سیکرٹری تحریک جدید کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بیت النور میں جام شہادت نوش فرمایا۔ جمعہ کے روز جلدی تیار ہو گئے۔ عموماً ان کے بھائی ساتھ لے کر جاتے تھے۔ کیونکہ ان کا ایک پاؤں پولیو کی وجہ سے کمزور تھا۔ اگر بھائی لیٹ ہوتے تو خود ہی وین پر چلے جاتے۔ سانحہ کے وقت پہلی صف میں بیٹھے تھے۔ شروع میں ہونے والے حملے میں تین چار گولیاں لگیں جس سے موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ اہلِ خانہ نے بتایا کہ شہید مرحوم پنجوقتہ نماز کے پابند تھے روزانہ اونچی آواز میں تلاوتِ قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ معذوری کے باوجود اپنا کام خود کرتے تھے۔ خلافت سے عشق تھا۔ اپنی استطاعت سے بڑھ کر چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ سلسلہ کی بہت ساری کتب کا مطالعہ کر چکے تھے۔ بہت دعا گو انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرم محمد حسین ملہی صاحب شہید ابن مکرم محمد ابراہیم صاحب کا۔ شہید کا تعلق گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ سے تھا۔ ان کے والد محترم نے بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ کچھ عرصہ سندھ میں بھی رہے 34 سال سے لاہور میں مقیم تھے۔ ان کو جماعتی سکولوں میں بھی پڑھانے کا موقع ملا۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 68 سال تھی۔ مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ہانڈو گجر لاہور میں تدفین ہوئی۔ سانحہ کے روز ایک بجے کے قریب سائیکل پر گھر سے نکلے اور مسجد بیت النور کے مین ہال میں پہلی صف میں بیٹھے تھے کہ دہشتگردوں کی فائرنگ سے بازو اور پیٹ میں گولیاں لگیں اور شدید زخمی ہو گئے۔ زخمی حالت میں میو ہسپتال لے جایا گیا جہاں آپریشن تھیٹر میں شہید ہو گئے۔ اہلِ خانہ نے بتایا کہ پنجوقتہ نماز کے پابند تھے، تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے۔ ہر نیکی کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ پیشہ کے لحاظ سے الیکٹریشن تھے۔ غریبوں اور ضرورت مندوں کا کام بغیر معاوضہ کے کر دیتے تھے۔ اپنے حلقہ کی مسجد اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرم مرزا محمد امین صاحب شہید ابن مکرم حاجی عبدالکریم صاحب کا۔ شہید مرحوم کے والد جموں کشمیر کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے 1952ء میں بیعت کر کے شمولیت اختیار کی۔ والد صاحب کے بیعت کرنے کے کچھ عرصہ بعد شہید مرحوم نے بھی بیعت کر لی تھی۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 70 سال تھی اور مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ عموماً مسجد دارالذکر میں نمازِ جمعہ ادا کرتے تھے۔ پہلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے کہ گرینیڈ اور گولیوں کے حملہ میں شدید زخمی ہو گئے۔ تین دن ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ 31 مئی کو ہسپتال میں ہی شہید ہو گئے۔ سانحہ سے دو دن قبل رات کو سوئے ہوئے تھے کہ اچانک اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر اُٹھ بیٹھے۔ ہڑبڑا کر نعرہ لگاتے ہوئے اُٹھے۔ نہایت خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ مختلف جماعتی مقابلہ جات میں انعامات بھی حاصل کئے۔

اگلا ذکر ہے مکرم ملک زبیر احمد صاحب شہید ابن مکرم ملک عبدالرشید کا۔ شہید مرحوم ضلع فیصل آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا مکرم ملک عبدالمجید خان صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں احمدیت قبول کی تاہم حضور علیہ السلام کی زیارت نہ کر پائے۔ شہید مرحوم نے فیصل آباد میں محکمہ واپڈا میں ملازمت کی اور ریٹائرمنٹ کے بعد سانحہ سے قریباً ایک ماہ قبل لاہور شفٹ ہوئے تھے۔ فیصل آباد میں مسجد بیت الفضل کی تعمیر میں ان کے والد صاحب کا نام بنیادی لوگوں میں شامل تھا۔ ابتدا میں دیگر حلقہ جات میں نمازِ جمعہ ادا کرتے رہے لیکن بیت النور ماڈل ٹاؤن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ یہاں احمدی اکٹھے ہوتے ہیں اور کافی تعداد میں ہوتے ہیں اور بیٹے کو کہا کہ مجھے یہاں ہی لایا کرو۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 61 سال تھی اور مسجد بیت النور میں ان کی شہادت ہوئی۔

شہید مرحوم مین ہال میں بیٹھے تھے اور بیٹا دوسرے ہال میں تھا۔ فائرنگ کے دوران ہال کے درمیان گرل (Grill) کے پاس جاتے ہوئے یہ گرے ہیں یا بیٹھے ہیں بہرحال وہیں بیٹھے تھے۔ بیٹا ان کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا تو بیٹے کو تو یہ نظر نہیں آئے لیکن انہوں نے بیٹے کو دیکھ لیا اور زوردار آواز میں کہا ’’کدھر بھاگے پھرتے ہو، اگر کچھ ہوگا تو ہم شہید ہونگے، اور یہاں اپنے بھائیوں کے ساتھ ہی شہید ہونگے۔‘‘ اسی دوران ان کو دل پر گولی لگی، شدید زخمی ہو گئے۔ اسی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا جہاں ان کی شہادت ہو گئی۔ اہلِ خانہ بتاتے ہیں کہ نمازی اور تہجد گزار تھے۔ تہجد میں کبھی ناغہ نہیں کیا۔ اکثر وقت MTA دیکھتے تھے۔ شہید مرحوم کہا کرتے تھے اگر تھکاوٹ کی وجہ سے کبھی بیدار نہ ہوں تو یوں لگتا ہے کہ کسی نے مجھے زبردستی اٹھا دیا ہے۔ تہجد کی اتنی عادت تھی اور وقت پر اٹھ جایا کرتے تھے۔ بیٹے نے گاڑی لی تو نصیحت کی کہ بیٹا اس میں کسی قسم کا کوئی ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر یا ڈی وی ڈی (جو ہے) نہیں لگانی اس کے بدلے سبحان اللہ اور درود شریف کا ورد کیا کرو اور خود بھی یہی کیا کرتے تھے۔ چھوٹے بھائی نے بتایا کہ بچپن میں فٹ پاتھ پر بنے ہوئے چوکٹھوں پر چلتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ اس چوکٹھے میں درود پڑھو، اس میں فلاں دعا پڑھو، اس میں فلاں دعا پڑھو بیٹے نے کہا کہ گاڑی کی انشورنس کروانی ہے تو انہوں نے کہا کہ بے شک کروا لو لیکن انشورنس والے کمزور ہیں تم ایسا کرو کہ گاڑی کے نام پر ہر ماہ چندہ دیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حفاظت کرنے والا ہے۔ چنانچہ اس ہدایت پر بھی عمل کیا گیا۔ باکسنگ کے اچھے کھلاڑی تھے۔ اور انہوں نے کافی انعامات جیتے ہوئے تھے۔

اگلا ذکر ہے مکرم چوہدری محمد نواز صاحب شہید کا جو مکرم چوہدری غلام رسول صاحب چجہ کے بیٹے تھے۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد ونجاچجہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ ان کے پھوپھا حضرت چوہدری غلام احمد مہار صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد حضرت چوہدری شاہ محمد مہار صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چندر کے منگولے ضلع نارووال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔۔ ان کے والد صاحب اور ان کے بڑے بھائی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بیعت کی اور اس سے قبل گاؤں میں مناظرہ کروایا جس کے نتیجے میں ان کے خاندان نے بیعت کر لی تھی۔ بی۔ اے، بی ایڈ کرنے کے بعد محکمہ تعلیم جوائن (Join) کیا۔ 1991ء میں بطور ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کشمیر سے ریٹائر ہوئے اور اکتوبر 1992ء میں لاہور شفٹ ہو گئے۔ اپنے حلقہ میں بطور محاسب خدمت کی توفیق پائی۔ بوقت شہادت ان کی عمر 80 سال تھی اور مسجد دارالذکر میں جام شہادت نوش فرمایا۔

مسجد دارالذکر سے ان کو خاص لگاؤ تھا۔ کہا کرتے تھے کہ جب لاہور میں زیرِ تعلیم تھا تو دارالذکر کی تعمیر کے سلسلہ میں وقارِ عمل میں شامل ہوتا تھا اس لئے دارالذکر سے

خاص لگاؤ ہے وقوعہ کے روز نیا سوٹ اور نیا جوتا پہنا۔ ایک بجے کے قریب دارالذکر کے مین ہال میں پہنچے، کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران گرینیڈ پھٹنے سے شہید ہو گئے۔ چند ماہ پہلے اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ آواز آئی ہے ''مبارک ہو آپکا خاوند زندہ ہے''۔ اہلِ خانہ نے مزید بتایا، کہ صاف گو انسان تھے۔ تندرست اور Active تھے۔ اپنی عمر سے 20 سال چھوٹے لگتے تھے۔ تعلیم الاسلام کالج میں رونگ کی ٹیم کے کیپٹن تھے۔ مختلف زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ جماعتی لٹریچر کے علاوہ دیگر مذاہب کا لٹریچر بھی زیرِ مطالعہ رہتا تھا۔

اگلا ذکر ہے مکرم شیخ مبشر احمد صاحب شہید ابن مکرم شیخ حمید احمد صاحب کا۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد قادیان کے رہنے والے تھے، پارٹیشن کے بعد ربوہ آ گئے اور 35 سال سے لاہور میں مقیم تھے۔ پھر ربوہ سے لاہور چلے گئے۔ ان کے دادا مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے خلافتِ ثانیہ کے دور میں بیعت کرنے کی توفیق پائی۔ حضرت مہر بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا، صحابیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی نانی تھیں۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 47 سال تھی۔ اور مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جام شہادت نوش فرمایا۔ بیت النور کے پچھلے ہال کی تیسری صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دہشتگرد کے آنے پر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی مگر ایک گولی ان کے پیٹ میں دائیں طرف لگ کر باہر نکل گئی۔ بعد میں گرینیڈ پھٹنے سے بھی زخمی ہوئے۔ اور کان سے بھی کافی دیر تک خون نکلتا رہا۔ باوجود اس کے بعد میں بھی دو تین گھنٹے یہ زندہ رہے ہیں، پیٹ پر ہاتھ رکھ کر خود ایمبولینس تک گئے لیکن ایمبولینس میں ہسپتال جاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ سانحہ کے روز بظاہر حالات اس نوعیت کے تھے کہ نمازِ جمعہ پر جانا مشکل تھا لیکن خدا تعالیٰ نے شہادت کا رتبہ دینا تھا اس لئے بالآخر بیت النور پہنچ گئے۔ شہید مرحوم ہر جمعہ کو اپنے بیمار خسر کو نماز کے لئے لے جایا کرتے تھے اس مرتبہ ان کی طبیعت ناساز تھی اور انہوں نے کہا کہ میں نے اس دفعہ جمعہ پر نہیں جانا۔ چنانچہ اکیلے خود ہی جمعہ کے لئے نکلے۔ راستے میں گاڑی خراب ہو گئی گاڑی کو ورکشاپ پہنچایا اس کے بعد اپنے قریبی کام کرنے والی جگہ پر چلے گئے تا کہ بعض امور نمٹا سکیں۔ وہاں پہنچے ابھی کام شروع کیا ہی تھا تو لائٹ بند ہو گئی۔ وہاں سے باہر نکلے تو بھائی سے ملاقات ہو گئی اور اس نے کہا کہ مجھے بھی جمعہ پر جانا ہے، لے جائیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لائٹ آ گئی۔ لیکن بہر حال جمعہ پر چلے گئے۔ بجلی آنے پر کام شروع نہیں کیا بلکہ جمعہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ اگر کام میں مصروف ہوتے تو ہو سکتا تھا وقت کا پتہ نہ لگتا۔

ان کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ میرے خاوند ایک مثالی شوہر تھے۔ ہماری شادی قریباً بیس سال قبل ہوئی تھی۔ ہمارا جائنٹ فیملی سسٹم تھا۔ میرے شوہر نے ہر ایک کا خیال رکھا اور کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ ان کی نسبتی ہمشیرہ نے شہادت سے پہلے خواب میں دیکھا کہ مبشر بھائی سفید رنگ کی گاڑی میں ہیں جو آسمان پر اڑتی جا رہی ہے ان کی شہادت کے دو دن بعد ان کی بیٹی ماریہ مبشر نے خواب میں دیکھا کہ ''ابو دروازے میں کھڑے مسکرا رہے ہیں تو پوچھا کہ آپ زندہ ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں تو ٹھیک ہوں اور آپ کے ساتھ ہوں''۔ شہید مرحوم نہایت سادہ طبیعت کے مالک، رحم دل، غریبوں کے ہمدرد محبت کرنے والے انسان تھے۔ چھوٹوں اور بڑوں کی عزت کرنے والے اور سب میں ہر دل عزیز تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سب شہداء کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بیوی بچوں کا حافظ و ناصر ہو۔ جن کے والدین حیات ہیں انہیں بھی ہمت اور حوصلہ سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کی نسلوں کے ایمانوں کو بھی مضبوط رکھے۔ آئندہ نسلیں بھی صبر اور استقامت سے یہ سب دین پر قائم رہنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان سب کو اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔

﴿الفضل انٹرنیشنل 16 جولائی 2010ء تا 22 جولائی 2010ء﴾

پلا ہمیں جامِ وصلِ جاناں، کہ پھر جیئیں ہم نثار ہو کر

سناؤں تم کو عجب کہانی، محبتوں کے پیامبر کی
کہ جرأتوں میں اور دلکشی میں مثال کب ہے جہاں میں ایسی
خدا کے در پہ ہی جھکنے والے، کوئی ہو آندھی نہ رکنے والے
خدائے واحد کی رہ کے راہی، دلوں کو تسخیر کرنے والے
جگہ کہیں بھی، زمانہ کوئی، نہ ریت بدلی، نہ طور کوئی
وہ مثلِ پروانہ یوں جلے ہیں، کہ بن کے کندن امر ہوئے ہیں
ہوئے جو مولیٰ کے حضور حاضر، ڈھلے تمنا میں ہو کے ظاہر
پلا ہمیں جامِ وصلِ جاناں، کہ پھر جیئیں ہم نثار ہو کر

کلام محترمہ عائشہ ماہم صدیقی صاحبہ شٹائن باخ جماعت ہوخ ٹاؤنس

”یہ بیٹا تو مجھے بہت ہی پیارا تھا!“

محترم خلیل احمد صاحب سولنگی شہید احمدیت

جب خدا تعالیٰ کے مرسل دنیا میں آتے ہیں تو خدا تعالیٰ مستعد دلوں میں ایک ایسی تحریک پیدا کر دیتا ہے کہ نیک روحیں خدا کے مامور کی طرف کھنچی چلی آتی ہیں۔ یہ وجود عشق، وفا اور فدائیت کی ایسی مثالیں دکھلاتے ہیں کہ باوجود تکالیف کے اپنے جذبہ فدائیت میں کوئی فرق نہیں آنے دیتے۔ کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ راہ مولیٰ میں شہید ہونے والے ہمیشہ کی زندگی پا لیتے ہیں اور امر ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ ہمت، حوصلے، عزم، یقین، محبت اور ایمان کے ساتھ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دلیری اور جوانمردی کے ساتھ اسے شکست دے دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ”جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین (میں) اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ بہت جاننے والا ہے۔“ (النسا 70-71)

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ”جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔“ (ترمذی ابواب الدیات)

Khalil Ahmad Solangi Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی۔ اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ سو میں یقین سے کہتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی۔“

(روحانی خزائن جلد 20، تذکرۃ الشہادتین 75-76)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”جماعت کی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی روح کو میں کامل یقین سے یہ پیغام دے سکتا ہوں۔ اے ہمارے آقا! تیرے بعد تیری جماعت انہی راہوں پر چلی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ چلتی رہیگی جو راستے صاحبزادہ عبداللطیف شہید نے ہمارے لئے بنائے تھے۔“

(خطبہ جمعہ 23، اپریل 1999ء)

انہی راہوں پر چلتے ہوئے 28 مئی 2010ء کو لاہور کے احمدیوں نے بہت بڑی جانی قربانی خدا کے حضور پیش کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے محبوں میں اپنا نام لکھوا لیا۔ اور ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔ اس موقع پر شہداء کے خاندانوں نے صبر اور حوصلے کا جو عظیم الشان مظاہرہ دکھایا وہ تاریخ احمدیت کا روشن باب ہے۔

ان شہداء میں ایک نام مکرم خلیل احمد صاحب سولنگی کا بھی ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش 13 نومبر 1958ء ہے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ میں انفاق فی سبیل اللہ، دین کو دنیا پر مقدم رکھنا، خلافت کے ساتھ گہری وابستگی، چندوں اور دیگر تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، صاحب فہم و فراست، اعلیٰ درجہ کا منتظم ہونا، بہت مہمان نواز، خوش خلق اور زندہ دل ہونا وغیرہ ہیں۔

مکرم خلیل احمد صاحب سولنگی کا ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 25 جون 2010ء کے خطبہ جمعہ میں ذکر فرمایا ہے۔

خاکسار کے شوہر مکرم طاہر احمد صاحب مربی سلسلہ کو گوجرانوالہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ اس دوران مکرم خلیل احمد صاحب سولنگی اور ان کی فیملی نے ہمیشہ نہ صرف ہمارے ساتھ بلکہ تمام مربیان کرام کے ساتھ عزت اور احترام کا تعلق رکھا۔ جماعتی کاموں کے لئے مربی صاحب کو جب بھی گاڑی کی ضرورت پڑتی ہمیشہ بروقت اپنی گاڑی بھجوا دیتے تھے۔ ہر مشکل کام جو ان کے سپرد کیا جاتا بڑی خوشی سے لیتے، بلکہ کہہ دیتے تھے انشاء اللہ ہو جائے گا۔ اگر کسی معاملہ میں انکی رائے پوچھی جاتی تو بہت اچھی رائے دیتے تھے۔ اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں مربیان سلسلہ سے بہت تفصیل کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے۔ مربی صاحب کی بیرون ملک روانگی کے بعد چھ

سال تک مسلسل ہر ماہ اپنی اہلیہ صاحبہ کے ذریعہ فون کروا کر حال پوچھتے اور اپنی اہلیہ اور بچوں کو ربوہ لے کر آتے رہے اور ہر لحاظ سے خیال رکھا۔ ہمارے جرمنی شفٹ ہو جانے کے بعد ہمارے اصرار پر جرمنی کا بمع فیملی ویزہ لیا اور جلسہ سالانہ لندن کے بعد جرمنی تشریف لائے۔ خاکسار کی بیٹی عزیزہ لبیبہ طاہر صاحبہ کی شادی کے سلسلہ میں بھائیوں کی طرح مدد کی، اشیاء کی خرید، پیکنگ اور ترسیل غرض یہ کہ ہر مرحلہ پر بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا اور مفید مشورہ جات سے نوازتے رہے۔ واقفین زندگی اور جماعتی خدمت کرنے والوں کی خوشی اور غم کو اپنی خوشی اور غم قرار دیتے تھے۔ یہ پیار اور محبت صرف ہماری فیملی کے ساتھ ہی نہیں تھا بلکہ آپ سے ملاقات کرنے والا ہر وجود آپ کی محبت اور اخلاص کے گن گاتا ہے۔ یہ پیار اور محبت بانٹنے والا اللہ تعالیٰ کو بھی اس قدر پیارا لگا کہ شہادت جیسا عظیم مرتبہ آپ کو عطا فرمایا۔ گوجرانوالہ کی سرزمین پر کئی شہدائے احمدیت کا پاک اور معصوم خون بہایا گیا۔ ان شہداء کی فیملیز کا خیال رکھنا محترم خلیل احمد صاحب سولنگی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ گوجرانوالہ میں اسیران راہ مولیٰ اور مقدمات میں ملوث احمدی بھائیوں کی خدمت کرنے کا موقع بھی ملا۔ خلافت کے ساتھ ان کے عشق کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ لندن جلسہ سے واپسی پر فوراً

ٹرک منگوا کر گھر کا سامان اور فیملی کو لاہور لے گئے، جب ان سے پوچھا گیا کہ اتنی جلدی میں یہ قدم کیوں اٹھایا ہے تو بتایا کہ لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے لاہور شفٹ ہونے کا مشورہ کیا تھا۔ حضور اقدسؒ نے فرمایا: کہ ٹھیک ہے اس لئے بلا توقف لاہور شفٹ ہو رہا ہوں کہ کہیں حضور اقدس کا حکم ماننے میں دیر نہ ہو جائے۔

ان کی اہلیہ محترمہ امۃ العزیز صاحبہ نے بتایا کہ ”خود بھی موصی تھے اور اپنی ساری فیملی کو بھی اس عظیم الشان نظام میں شامل کیا۔ وصیت کا چندہ اگلے چھ ماہ کا پیشگی ادا کر کے پاکستان گئے۔ زکوٰۃ پوری شرح سے ادا کرتے تھے اور مرحومین کی طرف سے بھی چندہ ادا کرتے تھے۔ اپنے تمام رشتہ داروں خصوصاً والدہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بچوں کے ساتھ ان کا تعلق دوستانہ تھا۔ ان کی پڑھائی اور نیک تربیت کا ہمیشہ خیال رکھتے، جب بیٹی نے پہلی مرتبہ روٹی بنا کر دی تو بہت خوش ہوئے اور بار بار ان کی تعریف کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ باوجود کاروباری مصروفیت کے بچوں کے لئے ہمیشہ وقت نکال کے ان کے ساتھ معاملات کو شیئر کرتے۔ بچوں کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی نصیحت کرتے تھے۔ ہر معاملے میں میرے ساتھ مشورہ کرتے، اپنے کاروبار کے سلسلہ میں بھی لازماً مشورہ کرتے تھے اور باوجود میرے اصرار کے کہ میں کاروباری معاملات کو نہیں سمجھتی پھر بھی مجھ سے مشورہ کرتے اور میری رائے کا احترام کرتے تھے۔ ملازموں کا بہت خیال رکھتے تھے نام لے لے کر پوچھتے تھے کہ انہوں نے کھانا کھا لیا ہے کہ نہیں۔ ان کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کا بھی خیال رکھتے اور کام کے دوران نماز باجماعت پڑھاتے اور غیر از جماعت ملازمین کو بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ انتہائی شفیق، محبت اور نگہداشت کرنے والے، دعائیں کرنے والے شوہر، باپ، داماد، اور بیٹے تھے۔ میرے والد محترم شیخ عبد الماجد صاحب (مؤلف ”اقبال اور احمدیت“ و دیگر کتب) جب شدید بیمار ہوئے تو ان کی مزاج پرسی، تیمارداری اور نگہداشت بالکل بیٹے کی طرح کرتے رہے۔ ان کا جذبۂ ایمانی سے سرشار ہونا، جماعت احمدیہ کے لئے تڑپ اور خلافت سے عشق اور لگن کو ہر وقت ہم محسوس کرتے تھے۔ ان کی زندگی سے عیاں تھا کہ ان کے جان و مال سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف تھا۔ گویا خدائے بزرگ و برتر نے ان کو زندہ بھی ایک سعادت کے ساتھ رکھا اور موت دی تو وہ بھی شہادت کی۔ پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت آپا جان سلمہا اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مجھے اور میرے بچوں کو حوصلہ بخشا اور دلجوئی فرمائی۔ خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، جماعتی عہدیداران اور بہت کثرت سے احباب جماعت بھی تعزیت کے لئے گھر تشریف لائے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء“

مکرم خلیل احمد صاحب سونگی کی والدہ محترمہ نے بتایا کہ ”میرا بیٹا بہت فرمانبردار، نیک، بہن بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا تھا۔ مجھے اصرار کر کے اپنے پاس لے جاتا اور بہت خیال رکھتا تھا۔ بیٹے تو سب ہی پیارے ہوتے ہیں **لیکن یہ بیٹا تو مجھے بہت ہی پیارا تھا**۔ میری تمام ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔ کسی بھی عزیز کی شادی میں لازماً شامل ہوتا تھا۔ اب بھی میری بھانجی کی شادی میں شامل ہوا۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فون پر مجھے تسلی دی اور فرمایا کہ وہ بہت اچھے تھے۔ تو میرے دل کو کافی تسلی مل گئی“۔

محترمہ عطیہ ملک صاحبہ جو کہ محترم خلیل احمد سونگی صاحب کی بیگم کی سہیلی ہیں۔ اپنا ایک واقعہ بتاتی ہیں کہ احمدیت کا رشتہ محترم خلیل احمد سونگی صاحب شہید کے نزدیک سب سے عظیم رشتہ تھا۔ جب میرے سب سے چھوٹے بیٹے عزیزم طاہر ملک صاحب (خاکسار کے داماد) کی پیدائش ہوئی تو میرے چاروں بچوں کو اپنے گھر لے گئے حالانکہ اس وقت ان کا اپنا بیٹا صرف دو ماہ کا تھا۔ جون کی گرمی سے تپتے ہوئے دنوں میں ہماری مدد کی اور ہماری ساری فیملی کا خیال رکھا۔ اور ہمارے بیٹے کی خوشی میں ہسپتال میں شیرینی تقسیم کی۔

مکرم خلیل احمد سونگی شہید کے چچا مکرم سلیمان رشید احمد سونگی صاحب بیان کرتے ہیں کہ بچپن سے ہی بہت اطاعت گذار تھے۔ ایک مرتبہ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد جائیداد کا واقعہ بتایا کہ جب ان کا حصہ جائیداد بھی دوسرے ورثاء کو دے دیا گیا تو آپ نے کسی قسم کا جھگڑا کھڑا نہیں کیا بلکہ صبر وشکر کا نمونہ دکھاتے ہوئے اپنا نیا کاروبار شروع کیا جسے اللہ تعالیٰ نے دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے نوازا۔ غیر از جماعت احباب کے ساتھ بھی بہت اچھے تعلقات تھے۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کی بھی مدد کیا کرتے تھے۔ بہت بہادر تھے۔ ایک مرتبہ جب ڈاکو ان کی والدہ اور بھابھی کا زیور لوٹ کر لے گئے تو بڑی بہادری اور دانشوری سے تمام اشیاء ڈاکوؤں سے واپس نکلوائیں۔

ان کی چچی محترمہ انیسہ سونگی صاحبہ بتاتی ہیں کہ ”1974ء میں آپ ابھی چھوٹے تھے لیکن انتہائی بہادر تھے جب آپ کے چچا کو پولیس نے احمدیہ مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے گرفتار کر لیا تو آپ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ گھر آئے اور مجھے اور میری معصوم بیٹی کو محفوظ مقام پر پہنچایا۔ نہ صرف اپنے ایمان کی حفاظت کی بلکہ اس عظیم ابتلاء کے دنوں میں دوسروں کے لئے بھی نمونہ بن گئے۔ ضرورتمندوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت اچانک چند مہمان آگئے۔ میں بیمار تھی جب مدد کے لئے بلایا تو فوراً اس تابعدار بچے نے سر پر گیلا تولیہ باندھا اور بازار سے سامان لا کر دیا۔ عزیزم خلیل احمد صاحب شہید میں مزاح کا ذوق اور لطیفہ گوئی بھی کمال کی تھی لیکن مذاق کرتے وقت بھی بڑوں کے ادب کا خیال رکھتے تھے۔ آپ میں انسانوں کو سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت بھی بہت تھی۔ میرے بچوں کی شادی کے معاملات میں ہماری بہت مدد کی اور ہمیشہ بہت اچھا مشورہ دیا۔ اللہ تعالیٰ شہید کو اپنی شفقت بھری گود میں لے لے اور ان کی نسل میں ہزاروں خلیل پیدا کرتا چلا جائے۔ آمین“

مکرم خلیل احمد صاحب سونگی نے اپنے پیچھے اہلیہ محترمہ امۃ العزیز صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے مکرم شعیب احمد صاحب، مکرم اسامہ احمد صاحب اور ایک بیٹی عزیزہ درثمین صاحبہ اور پوری جماعت احمدیہ عالمگیر سوگوار چھوڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

لاہور کے واقعہ میں شہید ہونے والے تمام شہداء اپنی جانیں قربان کر کے ہمارے لئے بہت بڑا پیغام چھوڑ گئے ہیں۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کی جو صفات بیان فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان صفات کا وارث بنائے۔ اللہ تعالیٰ سب شہداء کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ ان کے بیوی بچوں اور سب عزیزوں کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”احمدیت نے بھی

ناکام نہیں ہونا، کسی منزل پر ناکام نہیں ہونا، آگے سے آگے بڑھنا ہے۔ پس اے دوستو! جو جماعت احمدیہ کی طرف منسوب ہوتے ہو، تم اللہ کی راہ میں جتنی زیادہ شہادتیں پیش کرنے کی توفیق پاؤ گے اتنی ہی زیادہ کامیابیاں تمہارے مقدر میں لکھی جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو اور جلد اسلام کی فتح کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ آمین۔" (الفضل ربوہ 22 اگست 1983ء)

الفضل انٹرنیشنل 30 جولائی 2010ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد درج ہے: "اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرماتا رہے۔ اپنے پیاروں کے قرب سے انہیں نوازے۔ یہ شہداء تو اپنا مقام پا گئے، مگر ہمیں بھی ان قربانیوں کے ذریعے سے توجہ دلا گئے ہیں کہ اے میرے پیارو! میرے عزیزو! میرے بھائیو! میرے بیٹو! میرے بچو! میری ماؤں! میری بہنو! اور میری بیٹیو! ہم نے تو صحابہؓ کے نمونے پر چلتے ہوئے اپنے عہد بیعت کو نبھایا ہے۔ مگر تم سے جاتے وقت یہ آخری خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ نیکیوں اور وفا کی مثالوں کو ہمیشہ قائم رکھنا۔" اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مکرمہ ربیعہ طاہر صاحبہ - فرینکفرٹ جرمنی)

محترم خلیل احمد سولنگی صاحب شہید

خاکسار انیسہ سولنگی اہلیہ مکرم سلمان رشید احمد سولنگی صاحب عزیزم برخوردار خلیل احمد سولنگی شہید کی چچی ہوں۔ اس کا مجھ سے دسمبر 1972ء سے یہ رشتہ منسلک ہوا لیکن وہ میرے بڑے بیٹے سے کم نہیں تھا۔ وہ ایک باادب، بااخلاق، اطاعت گزار اور فرمانبردار اور خدمت گزار بیٹا تھا۔ اسکی کون کون سی باتوں کا ذکر کروں۔

1974ء میں جب دشمنانِ احمدیت نے ہماری مسجدوں اور گھروں پر اور معصوم جانوں پر حملے کئے تو اس وقت یہ ہونہار دین کا مجاہد جانباز اور اس کا چھوٹا بھائی عزیزم خالد احمد سولنگی 15 اور 13 سال کے کم سن بچے تھے۔ میرے میاں مکرم سلمان رشید احمد سولنگی صاحب کو گوجرانوالہ مسجد کی حفاظت کی ڈیوٹی دیتے ہوئے پولیس کی حراست میں گوجرانوالہ کی جیل میں بند کر دیا گیا اور میں اپنے گھر میں اپنے بزرگ سسر مکرم ماسٹر محمد بخش سولنگی صاحب اور ساس مکرمہ عالم بی بی صاحبہ کیساتھ اکیلی تھی ہمارے گھر پر بھی غیر از جماعت لوگوں نے اینٹوں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ جمعہ کے بعد عزیزم خلیل احمد سولنگی کے بڑے بھائی مکرم داؤد احمد سولنگی صاحب اور چھوٹا بھائی عزیزم خالد احمد سولنگی میرے گھر آئے اور کہا کہ چچی جان چچا جان (مکرم سلمان رشید احمد سولنگی صاحب) کا کوئی پتہ نہیں کہ وہ مسجد میں ڈیوٹی دے رہے تھے معلوم نہیں اُنکا کیا بنا؟ آپ جلدی سے اپنی ضروری چیزیں، کاغذ اور زیور وغیرہ لیکر نکلیں۔ میں نے کہا کہ نہیں میں اپنی ساس صاحبہ اور سسر صاحب کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔ اتنے میں میرے سسر صاحب نے کہا کہ بیٹا تم بچی کو لیکر نکل جاؤ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرے گا تم دیر نہ کرو۔

گویا مجھے یہ بچے دے کر اپنے گھر سے اپنی بہنوں اور عزیزم داؤد احمد کی بیوی سمیت اپنے ننھیال میں جو غیر احمدی تھے کے گھر پہنچا دیا۔ اُسی رات عزیزم خلیل احمد سولنگی کے والدین کے گھر کو نذرِ آتش کر دیا گیا اور ان کے گھر کا سارا سامان دُشمنانِ احمدیت لُوٹ کر لے جا رہے تھے ہم یہ تمام نظارہ اپنی رہائش گاہ جہاں ہم پناہ گزین تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بن پانی مچھلی کی طرح بے بس تڑپ رہے تھے

اور عزیزم خلیل احمد سولنگی کی بہنیں بھی غمگین ہو رہی تھیں۔ کہنے لگیں چچی جان ہمارا گھر جل رہا ہے اب آپ کے گھر یعنی دادا ابا (مکرم ماسٹر محمد بخش سولنگی صاحب) کے گھر کی باری ہے میں نے اُنہیں حوصلہ دیا کہ اِس وقت صرف درود شریف پڑھو، دعائیں پڑھو اور سجدہ ریز ہو جاؤ۔

جس گھر میں ہم پناہ گزین تھے وہاں جلوس آ گیا۔ گھر والوں نے کہا کہ ہمیں تمہاری وجہ سے خطرہ ہے یہاں سے نکل جاؤ۔ پھر دوسری جگہ منتقل کیا گیا غیر از جماعت عزیز نے ہمیں تہہ خانہ میں پانچ دن چھپایا (ہمارا یہ واقعہ طویل ہے) غیر از جماعت نے اِن پانچ دنوں کے دوران دھمکیاں دیں کہ ہمارا کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ ورنہ ہم تمہاری عزتیں لُوٹ لیں گے۔ اُس وقت ایک بدمعاش اور دو غیر از جماعت مردوں نے ہم عورتوں پر بندوق تان کر مجھے کہا کہ تمہارا بندہ تو مارا گیا ہے اور تمہاری ساس تین دن ہوئے اندر مر گئی ہے اور تمہارا سسر ماسٹر محمد بخش سولنگی مسلمان ہو گیا ہے۔ تم بھی کلمہ پڑھ لو لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے غیر معمولی ہمت اور طاقت دی چونکہ ہم میں ہمارا عہد جو "جان، مال وقت اور اولاد کو قُربان کرنے کا" کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا اور خدا تعالیٰ پر پورا توکل اور ایمان تھا کیسے لغزش کھاتی۔ میں نے ان کو کہا کہ تم کونسا کلمہ پڑھانا چاہتے ہو میں تو پہلے ہی کلمہ گو ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں تم اپنے مرزا کا کلمہ پڑھتے ہو۔ میں نے کلمہ سُنایا اور کہا کہ یہ ہی ہمارا کلمہ ہے اب تم بتاؤ کہ تمہارا وہ کونسا کلمہ ہے؟ جو مجھے پڑھانا چاہتے ہو خدا نے کہاں قرآن یا حدیث یا کلمہ میں بتایا ہے کہ مسلمان کا سامان لُوٹو، گھر جلاؤ، عورتوں کی عزتیں لُوٹو اور قتل و غارت کرو یہ کہاں اور کب خدا اور خدا کے رسول نے حکم دیا ہے؟ اس پر ان کی بندوق نیچی ہوتی گئیں اور انہوں نے کہا کہ اے لڑکی! تُو بڑی کٹر ہے۔ بہر حال خدا کی تقدیر نے اپنا دوسرا رنگ جو کہ اس کی قدرت کا ہے دکھلایا اور دشمن کو زیر کیا۔ اسی نے مجھے لاہور کی بس کا ٹکٹ خرید کر خود بحفاظت بس میں سوار کیا۔

اسی طرح عزیزم خلیل احمد سولنگی اور اس کے چھوٹے بھائی عزیزم خالد احمد سولنگی کو جو بچے ہی تھے ڈرایا دھمکایا اور مجبور کیا اُنہوں نے بھی بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ ہم اُسی طرف ہیں جس طرف ہمارے دادا محترم ماسٹر سولنگی صاحب ہیں۔ قطعاً ان بچوں کے پاؤں بھی نہیں ڈگمگائے اور نہ ہی کمزوری دکھائی۔

عزیزم خلیل احمد سولنگی نہایت نڈر، بے باک، باہمت دین کے سپاہی تھے۔ دین کی غیرت رکھنے والے انسان تھے۔ اپنے بزرگوں عزیز و اقارب کے حقوق کماحقہٗ ادا کرتے تھے۔

1974ء کے بعد میرے میاں کی ملازمت چھوٹ گئی اور دوسری ملازمت اختیار کی۔ میں اپنے سسرال میں تھی۔ خلیل احمد سولنگی اور چھوٹا بھائی خالد احمد سولنگی نے میرے گھر کا تمام سودا سلف لا کر دینا اور میری ضروریات کا خیال رکھنا۔ میری آواز پر دوڑے آنا۔ کبھی پس و پیش نہ کی میرے گھر پر اکثر جماعت کے احباب بغرض دعا میرے سسر کے پاس آتے تھے اور میری مہمان نوازی میں میرا یہ بیٹا عزیزم خلیل احمد سولنگی اور بڑا بیٹا عزیزم خالد برابر کے شریک تھے۔

ایک دفعہ سخت گرمی تھی دوپہر کا وقت تھا میرے ہاں ایک مہمان آیا میری طبیعت خراب تھی میں نے عزیزم خلیل احمد سولنگی کو پیغام بھیجا کہ بیٹا مجھے ہوٹل سے کھانا لا دو گھر میں مہمان آیا ہے اِس پر اس تابعدار بچے نے کہا (سر پر گیلا تولیہ لپیٹا ہوا تھا) چچی جان کیا لانا ہے؟ اور اُسی وقت لے آیا۔ میں بہت دعائیں دیا کرتی تھی کہ خدا

تعالیٰ تم پر ہمیشہ اپنی رحمتوں کی بارش کرے اور شکریہ کہنا تو عزیزم جواب دیتا "چچی جان! آپ یہ نہ کہیں حکم دیں میں حاضر ہوں مجھے صرف دعا کی ضرورت ہے"۔

اسی طرح میرے دونوں بچوں عزیزم احسن احمد سونگی اور عزیزم محمد احمد سونگی کے نکاح میں ولی بننے اور نکاح کے تمام انتظامات پاکستان میں کرنے تھے ہم عرصہ 26 سال سے جرمنی میں مقیم ہیں میں نے عزیزم خلیل احمد سونگی کو اپنا بڑا بیٹا مانتے ہوئے فون کیا اور کہا کہ "بیٹا تم اور امتل (بیگم خلیل وہ بھی میری بیٹی سے کم نہیں)۔ دونوں نے اپنے بھائی کے نکاح کا بندوبست کرنے اور لڑکی والوں کی طرف جوڑا لگانے اور تمام کام کرنے ہیں اس کے لئے میں نے کہا کہ تم میرے بھائی کے پاس میرا بنک اکاؤنٹ ہے پیسے لیکر تمام انتظامات کر لینا"۔اس پیارے بیٹے نے جو کہ انتہائی غیور، باوقار اور سخی تھا کہا "چچی جان! آپ حکم کریں کیا کیا کرنا ہے سب کام ہو جائیں گے اور پیسے کی بات نہ کریں یہ ہمارا اپنا خاندانی معاملہ ہے۔آپ اور ہم دو نہیں۔آپ ہماری عزت ہیں۔میرا ضمیر ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ میں کسی سے پیسے لوں"۔ میں نے کہا کہ تم کو خود بھی کاروبار میں ضرورت ہوتی ہے مجھے ہزار دو ہزار تو نہیں لاکھوں کی ضرورت ہے پھر میرے اس پیارے بچے نے خدا تعالیٰ اس پر رحمتوں اور برکتوں کے ہمیشہ پھول برسائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اسکے بیوی بچوں کو اس سے بھی زیادہ دینی اور دنیاوی نعمتوں سے نوازے آمین کہا کہ "چچی جان! چاہے لاکھوں لگیں میں اپنے پاس سے لگاؤں گا جب آپ خود پاکستان آئیں گی تو پھر دے دینا ہمارے گھر کیبات ہے"۔

عزت نفس، تابعداری، خدمت گزاری۔عاجزی وانکساری اور اعلیٰ اخلاق اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔اسی طرح میرے دونوں بچوں کی شادیوں میں میرے بیٹے عزیزم خلیل احمد اور بیٹی عزیزہ امتل ورانکے بچوں نے بھرپور مدد کی۔جب میں وہاں جاتی تو صبح اُٹھ کر کہنا چچی جان آپ ناشتہ کریں میں ابھی ایک آدھ گھنٹہ دفتر سے ہو آؤں آپ تیار رہیں۔پھر سارا دن زیور کپڑے وغیرہ خریدنے کے لئے تمام دن دونوں میاں بیوی نے مجھے لئے پھرنا۔شادی کے لئے بچوں کے ہوٹل کی بکنگ، سارے انتظامات میری بہوؤں کی جرمنی کی ٹکٹ اور بکنگ کروائی غرضیکہ چند دنوں میں تمام انتظامات اعلیٰ پیمانے کے مکمل کر کے دیئے۔پھر ملنے ملانے کے ساتھ اس نے ہمیشہ گھر جانے پر یا میرے پاس جرمنی آنے پر دونوں میاں بیوی نے نہایت اعلیٰ حسنِ سلوک اور پیار کے ساتھ پوری فیملی کے لئے تحائف لے کر دیئے۔

مہمان نوازی تو دونوں میاں بیوی میں اس اعلیٰ درجہ کی تھی جس کی نظیر نہیں ملتی میز پر اعلیٰ سے اعلیٰ لذیذ گھر کے بنے ہوئے کھانوں کے علاوہ ہوٹل سے مشہور کھانے منگوانے اور مہمان کو بروقت سواری آنے جانے کے لئے ڈرائیور سمیت میسر کرنا اسکا خاصہ تھا۔

عزیزم خلیل احمد سونگی میں مزاح کا ذوق اور لطیفہ گوئی بھی کمال کی تھی وہ محفل میں بیٹھ کر ہنستا اور ہنساتا تھا لیکن مذاق کرتے وقت ہمیشہ بڑوں کے ادب کو ملحوظ رکھتا تھا ہمارے ہاں جب اپنے چچا سے کوئی مذاق کی کوئی بات کرتا تو بڑی فری کرتا لیکن میرے بچوں کو ساتھ یہ بھی کہتا کہ چچا اور مجھ میں صرف پانچ سات سال کا فرق ہے اس لئے ہم فری ہیں لیکن ادب کا دامن کبھی نہ چھوڑتا۔اسی طرح ایک دفعہ عزیزہ امتل اپنی چچی کو فون کر رہی تھی تو مذاق سے کہنے لگا کہ "امتل ہر وقت اپنی چچی کو فون کرتی رہتی ہے کبھی میری چچی کو بھی فون کر لیا کرو"۔ہر بات میں اس کا پیار اور احساس نظر آتا ہے۔

وہ عمر میں ہم سے چھوٹا تھا لیکن ماشاء اللہ اُس میں انسانوں کو پڑھنے اور سمجھنے کی اہلیت اور تجربہ ہم سے کہیں زیادہ تھا اور بڑی سمجھداری سے دوسرے کو سمجھا دیتا تھا جہاں جس طرح کا انسان ہوتا تھا اسکو اسکی سمجھ کے مطابق سے سمجھا دیتا تھا۔وہ ایک انمول ہیرا تھا اسکی کون کون سی نیکیاں یاد کریں۔وہ تو جس انعام کا حق دار تھا خدا تعالیٰ نے دنیا میں بھی اس کا نیک انجام دکھا دیا۔خدا تعالیٰ اس کی نیکیاں ہمارے خاندان میں نسل در نسل جاری وساری رکھے اور ہمیں ایسے انمول نایاب ہیرے آئندہ بھی عطا کرتا چلا جائے۔آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم شہید خلیل احمد سونگی کے بیوی بچوں عزیز واقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس کی آئندہ نسلوں میں ہزاروں ایسے خلیل پیدا کرتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین

(مکرمہ انیسہ سونگی صاحبہ شٹائو جرمنی)

(بقیہ از صفحہ 80) ہندوستان میں مسلمانوں کے تنزل اور ان کے انحطاط کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جب ان کے پاس دولت آ گئی تو انہوں نے اس قسم کے مشاغل بیکاری کو اختیار کر لیا۔گھروں میں مرد بیٹھے چھالیا کاٹ رہے ہیں۔گلوریاں بنا رہے ہیں۔اور عورت بھی کھانے پکانے میں مصروف ہے۔کبھی یہ چیز تلی جا رہی ہے۔کبھی وہ چیز تلی جا رہی ہے۔کبھی کہتی ہے میں چٹنی بنالوں کبھی کہتی میں اب میں میٹھا بنا رہی ہوں۔نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تو کھانے تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔اور حکومت انگریزوں نے سنبھال لی۔

یہ کام جو میں نے بتایا ہے اسے معمولی نہ سمجھو۔یہی وہ چیز ہے جس نے ہمارے ملک کی عورت کو بیکار بنا دیا ہے۔دوسری قوموں نے تو اس مسئلہ کو حل کر لیا اور چھ سات گھنٹے بچا لئے۔لیکن تمہیں کھانے پکانے کے دھندوں سے ہی فرصت نہیں ملتی۔اگر تم بھی چھ سات گھنٹے بچا لو تو یقیناً تم ان اقوام سے زیادہ ترقی کر سکتی ہو۔کیونکہ وہ اگر چھ گھنٹے بچاتی ہیں تو دو گھنٹے قومی کاموں میں صرف کرتی ہیں۔اور چار گھنٹے ناچ گانے میں صرف کرتی ہیں۔لیکن تم اپنا سارا وقت قومی اور مذہبی کاموں میں صرف کرو گی۔س لئے یورپ کی عورت کے مقابلہ میں تمہیں اپنے کاموں کے لئے تین گناہ وقت مل جائے گا۔اور جب وہ چھ گھنٹوں میں سے چار گھنٹے ناچ گانے میں صرف کرے گی۔تمہارا تمام وقت خالص دینی کاموں میں صرف ہوگا۔اور اس طرح ان سے تین گناہ زیادہ کام کرو گی۔تو تمہاری فتح یقینی ہے۔کیونکہ وقت کے لحاظ سے یورپ کی تین تین عورتوں کے مقابلہ میں تمہاری ایک عورت ہوگی۔اس وقت تمہاری سو عورت بھی یورپ کی ایک عورت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ تمہارا علم بھی کم ہے۔اور تمہارے پاس اپنے قومی کاموں کے لئے وقت بھی نہیں بچتا۔لیکن جب تم علم حاصل کرو گی۔اور قومی کاموں کے لئے وقت بھی ان سے زیادہ صرف کرو گی۔تو تمہاری ایک عورت کے مقابلہ میں یورپ کی سو عورت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھیں گی۔ جب تک یورپ کا ماحول ایسا ہے۔اور اس کا طریق عمل ایسا ہے کہ اس کی ایک عورت تمہاری سو عورت کے برابر ہوگی۔ اس کا جیتنا یقینی ہے۔لیکن جب تم اپنے آپ کو ایسی بنا لو گی کہ تمہاری ایک عورت ان کی سو عورت کے برابر ہوگی تو پھر تمہارا جیتنا یقینی ہے۔

﴿منتخب اقتباسات از اوڑھنی والیوں کے لئے پھول حصہ دوئم صفحہ 114 تا115، 118 تا 120﴾

لاہور کے دو شہدائے احمدیت کا ذکر خیر

مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب

مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب شہید، حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے چھوٹے بھائی مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور کے اکلوتے بیٹے تھے۔ان تینوں اصحاب کا ننھیال داتہ زید کا ضلع سیالکوٹ ہے۔اسلئے چوہدری اسد اللہ خان اور انکے بیٹے مکرم اعجاز نصر اللہ خان اکثر داتہ زید کا آیا کرتے تھے بالخصوص گرمیوں کی چھٹیاں داتہ زید کا میں گزرتی تھیں۔چونکہ میرا گاؤں بھی داتہ زید کا ہے۔اسلئے ملاقات بھی ہوتی اور ہمارا گھر بھی انکے پڑوس میں تھا۔اسلئے ہم میں بہت قربت تھی۔مکرم اعجاز نصر اللہ خان صاحب کی تربیت بہت نیک ماحول میں ہوئی تھی لہذا چند واقعات تحریر کرنا چاہتا ہوں۔

نمازوں میں بہت باقاعدگی تھی۔بلکہ باجماعت نماز کا خاص خیال رکھتے تھے۔کڑک ہاؤس کا نماز سنٹر گھر سے نزدیک ہی تھا۔مجھے جب بھی لاہور میں آپ کے گھر جانے کا اتفاق ہوا تو جب کبھی بھی نماز کا وقت ہوتا، وہاں جا کر با جماعت نماز ادا کرتے۔ان دنوں وہاں ایک ہی نماز ہوتی تھی۔اب مکرم ڈاکٹر کڑک صاحب نے جگہ مہیا کر کے مسجد بنوادی ہے۔قرآن مجید سے بہت لگاؤ تھا اور اکثر تلاوت کرتے تھے نیز مطالعہ کا بھی بہت شوق تھا۔مجھے ایک دفعہ ایک تقریر تیار کرنی تھی تو میں نے برادرم اعجاز نصر اللہ خان صاحب سے مدد کے لئے کہا تو وہ کہنے لگے کہ، "گھر آجاؤ تو لکھ لیں گے" چنانچہ جب میں لاہور انکے گھر گیا تو آپ قرآن مجید لے آئے اور کہنے لگے ہر علم کا منبع قرآن کریم ہے اس سے رہنمائی لیتے ہیں اور پھر قرآن مجید کی مختلف سورتوں سے متعدد آیات کریمہ بتا بتا کر تقریر تیار کرنے میں مدد دی اور آئندہ کے لئے مجھے سمجھا بھی دیا کہ جب بھی کسی معاملہ میں رہنمائی درکار ہو تو قرآن کریم علوم کا خزانہ ہے۔

بہت مہمان نواز تھے۔اگر گھر میں نوکر نہ بھی ہو تو خود مہمان کی خدمت کرنے میں ذرا سی بھی عار نہ سمجھتے۔ایک دفعہ میں مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب مرحوم سے ملنے گیا۔دوپہر کا وقت تھا۔نوکر کام ختم کر کے آرام کرنے چلا گیا تھا۔آپ خود مشروبات لیکر آئے مجھے اور اپنے ابا جان کو دیئے۔بیرون ملک سے تعلیم حاصل کی تھی بیرسٹر تھے وکالت بھی کی اور ملازمت بھی کی اور سب سے بڑھ کر سلسلہ کی بھی خدمت کی۔نائب ناظر امور عامہ رہے۔اسلام آباد کے امیر بھی رہے۔لاہور کے نائب امیر اور قضاء بورڈ کے ممبر بھی رہے۔والد محترم بھی لاہور کے امیر رہے اور قضاء بورڈ کے ممبر تھے۔والدین کی نیک تربیت کے باعث باپ کے نقشِ قدم پر چلے اور خدمت دین کی توفیق پاتے رہے۔انکی شہادت پر جب انکے صاحبزادے عزیزم ذکریا نصر اللہ خان صاحب سے بات ہوئی تو ان میں بھی اپنے باپ اور اپنے دادا کا ساجذبہ پایا اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کا عزم بھی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مکرم میجر جنرل ریٹائرڈ ناصر احمد صاحب شہید

خاکسار کو ملازمت کے سلسلہ میں 1972ء سے 1984ء تک لاہور رہنے کا موقع ملا۔میری رہائش مکرم محترم میجر محمد عبد اللہ مہار صاحب مرحوم کے گھر میں تھی۔مکرم میجر صاحب کے صاحبزادے مکرم عصمت اللہ خالد صاحب کی شادی مکرم میجر جنرل ناصر صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔اسلئے محترم جنرل صاحب اکثر وہاں آیا کرتے تھے اور ملاقات کا موقع ملتا رہتا تھا۔اتنے بڑے عہدے پر رہنے کے باوجود طبیعت میں انکساری تھی۔چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ میرے پاس آئے اور کہنے لگے" حمید اللہ کوئی ملازم اسوقت نہیں ہے اور میں نے زمین میں بیج ڈالنے کے لئے گندم کی بوری لے کر جانی ہے۔میرے ساتھ آئیں اور ہم دونوں اسے اٹھا کر گاڑی میں رکھیں"۔انہوں نے خود بوری اٹھائی اور ہم دونوں نے گاڑی میں رکھی۔

پاک فوج میں میجر جنرل کے رینک سے ریٹائرڈ ہوئے تھے۔لڑائی میں ہمیشہ اگلے موروچوں میں جاتے۔نڈر اور دلیر انسان تھے۔آپ جنرل رینک کے واحد آفیسر ہیں جو جنگ میں زخمی ہوئے۔1971ء کی پاک بھارت جنگ میں کھوکھرا پار کے محاذ پر دشمن کی یلغار کو روک دیا۔

یہ میرے پاس ان کی کچھ یادیں تھیں جو میں نے لکھیں ہیں۔خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔

(مکرم حمید اللہ ظفر صاحب نیشنل سیکریٹری تحریک جدید جرمنی)

غزل

آسماں پھر دوستو زیرو زبر ہونے کو ہے
سچ یہ پتھر کی زمیں حالات پر رونے کو ہے

پھر صلاحیت کی چٹان آہنی کے آس پاس
کچھ دھواں اٹھتا ہے کوئی پھر غدر ہونے کو ہے

بجلیاں سی کوندتی ہیں خرمنِ ادارک پر
کچھ نہ کچھ بس آج کل شام و سحر ہونے کو ہے

آج ساحل کی ہواؤں نے دیا ہے یہ پیام
پھر کوئی قطرہ سمندر میں گہر ہونے کو ہے

دیدہ یعقوب سے نکلے ہیں آنسو آج پھر!
پھر دعاؤں میں وہی پیدا اثر ہونے کو ہے

ہیں مقفل نوع انسان کی جبلت کے محل
عظمتِ انسان گویا در بدر ہونے کو ہے

مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ۔

پاکستان/ از لاہور سالہ/ 31 جولائی 2010 ص 8

میرے والدِ محترم جن پر مجھے فخر ہے

شہیدِ وفا مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب

28 مئی 2010ء کا دن طلوع ہوا تو فضا اپنے اندر لالی سمیٹے ہوئے تھی۔ آندھی کی صورت میں ہوا کے تیز و تند تھپیڑے اس میں اضافہ کر رہے تھے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی دو مساجد، مسجد دار الذکر گڑھی شاہو اور مسجد النور ماڈل ٹاؤن میں ہزاروں احمدی اپنے رب کے حضور جمعۃ المبارک کی ادائیگی کی غرض سے پہنچ چکے تھے اور بہت سے ابھی راستے میں تھے کہ امتحان کی گھڑی آن پہنچی۔

ڈیڑھ بجے دو پہر کو ان دونوں مساجد میں ابھی خطبہ شروع ہوا ہی تھا۔ سفاک دشمن نے ان دونوں مساجد پر گولیوں اور گرنیڈز سے لیس ہو کر حملہ کر دیا۔ دشمن سمجھتا تھا کہ شاید ایسا کرنے سے وہ اس خدائی جماعت کے حوصلے، جذبہ ایمانی اور ثابت قدمی کو گہری ضرب پہنچانے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن اسے کیا معلوم کہ اس کی گولیاں اور گرنیڈ اس جذبہ ایمانی کے مقابل پر بالکل ہیچ ہیں جو ان معصوم احمدیوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا کھلا کھلا ثبوت تھا۔ کہاں وہ چیخ و پکار جو ایسے مواقع پر دیکھنے میں آتی ہے اور کہاں صبر و وفا کے یہ پُر وقار نمونے جو بالکل خاموشی سے ذکرِ الٰہی میں مصروف تھے۔ کہاں وہ دھکم پیل غرضیکہ ان پُر نور وجودوں نے اپنے کئے ہوئے عہدوں کو کلیتاً اس شان سے نبھا ڈالا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی ان کی شجاعت و بہادری، قربانی، وفائے عہد، راستبازی اور تقویٰ شعاری کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ لازوال قربانی پیش کرنے والے یہ پُر عزم وجود حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ اس شعر کی عملی تصویر بن گئے کہ

؎ من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میان خاک وخوں بینی سرے

وفائے عہد کے ان 86 پیکروں میں ایک میرے والد محترم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب شہید بھی تھے۔ آپ کی شہادت مسجد دار الذکر گڑھی شاہو کے محراب میں ہوئی اور اپنے ساتھی شہداء کے ہمراہ آپ اس عارضی و فانی دنیا سے کوچ کر کے شہداء کی دائمی زندگی کے وارث ٹھہرے۔ بوقتِ شہادت آپ کی عمر 83 سال تھی۔

آپ نے 6 اکتوبر 1927ء کو سابق امیر جماعت لاہور حضرت چوہدری محمد اسد اللہ خان صاحب کے ہاں آنکھ کھولی۔ آپ حضرت چوہدری نصر اللہ خانؓ صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ اوّل ناظر اعلیٰ جماعت احمدیہ کے پوتے اور حضرت چوہدری محمد سر ظفر اللہ خانؓ صاحب کے بھتیجے تھے۔ آپ مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب (سابق امیر جماعت لاہور) کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کی پیدائش اپنے ننھیال کے گاؤں داتا زید کا ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔

آپ کی پرورش آپ کی دادی مکرمہ حضرت حسین بی بیؓ صاحبہ کی نگرانی میں ہوئی۔ جن کے بارے میں محترم سر چوہدری ظفر اللہ خانؓ صاحب نے کتاب ''میری والدہ'' لکھی ہے۔ آپ اپنی دادی کے انتہائی لاڈلے تھے اور دس گیارہ سال کی عمر تک انہی کی گود میں پرورش پاتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے حضرت دادی جان کو مجھ سے بہت پیار تھا۔ کھانے کی میز پر ایک جانب حضرت تایا جان چوہدری محمد سر ظفر اللہ خانؓ صاحب اور دوسری جانب میرے لئے ایک اونچی کرسی بنوا کر رکھوائی گئی تھی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم قادیان کی تھی۔ آپ نے میٹرک کیا۔ اس کے بعد انٹر اور گریجویشن گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا۔ بعد ازاں آپ نے وکالت کی تعلیم حاصل کی اور اس خاندانی پیشے کو جاری رکھا۔ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے لندن تشریف لے گئے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہاں بھی اعلیٰ کامیابیاں حاصل کیں اور بیرسٹر کی ڈگری لی۔

Choudhary Ejaz Nasarullah Khan Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

خاندان میں ننھیال اور ددھیال دونوں اطراف سے احمدیت کی گہری اور اٹوٹ جڑیں ہونے کی وجہ سے آپ نے جس ماحول میں پرورش پائی اس وجہ سے شروع ہی سے سلسلہ کی خدمت اور فدائیت کا جذبہ آپ کے تن من میں مکمل طور پر سرائیت کر گیا تھا۔ آپ کو چار خلفاء کرام سلسلہ کے ساتھ بڑی قربت سے کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی براہِ راست شاگردی میں آنے کی سعادت حاصل کی۔ قرآن کریم اور اس کی تفسیر کی تعلیم آپ نے حضرت مصلح موعودؓ سے حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ جماعت کے دیگر جید علماء سے بھی تعلیم حاصل کرنے کا خاطر خواہ موقع آپ کو ملتا رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بابرکت رفاقت میں آپ کو روزانہ گھنٹوں وقت گزارنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ حضورؒ آپ کو خاندان کے فرد کی طرح پیار کرتے تھے۔

آپ جماعتی خدمات کئی انداز سے بجا لاتے رہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ان رفقاء میں شامل تھے جو ربوہ کے لئے زمین ڈھونڈنے میں حضورؓ کے ساتھ شامل رہے۔ ربوہ کی بنیاد رکھے جانے کے بعد آپ حضورؓ کے حکم پر ربوہ کی آبادکاری کے لئے مختلف فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ کو ایسے نظارے دیکھنے کو ملے جن کو یاد کر کے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''کیسا ہی بدبخت ہوگا وہ شخص جو حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیت دعا اور آپؓ کے وجود سے حاصل ہونے والی ایسی شاندار برکات کے نظارے دیکھے اور پھر بھی نہ جان سکے کہ کون سچا ہے''۔ ربوہ میں پانی کی دریافت کا واقعہ آپ کی آنکھوں کے سامنے رونما ہوا تھا۔ ہندوستان کے بٹوارے کے بعد جب ربوہ کی زمین لی گئی تو شروع میں جہاں بھی نلکا لگایا جاتا تھا وہاں سے یا تو پانی نکلتا ہی نہیں تھا اور یا سخت نمکین اور کڑوا پانی نکلتا تھا۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ نے

بہت دعا کی۔ اور آپؓ نے ایک کشف دیکھا جو کہ رؤیا اور کشوف سیدنا محمود صفحہ نمبر 427 میں اس طرح درج ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں ”نیم غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھ رہا ہوں:۔

”جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب
پاؤں کے نیچے سے میرے پانی بہادیا“

اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے پانی کے لئے کھدائی کروائی۔ میرے والد صاحب حضرت مصلح موعودؓ کے پہلو میں کھڑے تھے جب آپؓ نے مستری کو اپنی چھڑی سے ایک نشان لگا کر حکم فرمایا تھا کہ یہاں کھدائی کرو اور پھر وہاں سے ہی پانی دریافت ہوا۔ میرے والد نائب ناظر امور عامہ، نائب امیر جماعت اسلام آباد، امیر اسلام آباد، ممبر فقہ کمیٹی۔ نائب امیر ضلع لاہور، ممبر قضاء بورڈ کے عہدوں پر فائز رہے۔ آپ خلافت سلسلہ پر جان چھڑکتے تھے۔ اور خاکسار سمیت ہر کسی کو یہ ہدایت و نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ جو مرضی ہو جائے، چاہے جان کو خطرہ ہو یا مال، کو عزت کا خطرہ ہو یا وقت کا، غرض کہ کسی قسم کی مجبوری یا خطرہ ہی کیوں نہ ہو، خلافت کا حکم ماننے اور اس کے ساتھ مضبوطی سے منسلک رہنے میں ہی بھلائی ہے۔ اس لئے ہر قسم کی فکر کو بالائے طاق رکھ کر خلافت کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو تو دیکھنا خدا تعالیٰ کیسے ان دیکھے ذرائع سے مدد فرماتا چلا جائے گا۔ بے شک آپ خود خلافت سلسلہ کی ایسی ہی غلامی کا حق ادا کرنے کی عملی تصویر تھے۔ آپ انتہائی نڈر اور دعوت الی اللہ کے معاملے میں جوشیلے احمدی تھے۔ مشکل سے مشکل گھڑی میں بھی آپ نے اپنا احمدی ہونا کبھی نہیں چھپایا تھا بلکہ ایسے مواقع پر اپنے احمدی ہونے کا اعلان بڑے فخر سے کیا کرتے تھے۔ انتہائی مخالفت کے باوجود اپنے دفتر میں بڑے زور وشور سے دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کوئی اور کام نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو جماعتی کاموں کے لئے وقف کر دیا۔ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے تھے بلکہ خاکسار نے تو اکثر یہ دیکھا کہ نماز اتنی لمبی ادا کرتے تھے کہ ایک نماز کے اختتام پر وہیں تشریف رکھتے کیونکہ اگلی نماز کا وقت آن پہنچتا تھا۔ جو کوئی ایک بار بھی کہہ دیتا تھا تو اس کا نام لے کر نماز میں دعا کرنا آپ کا معمول تھا۔ وقت کی پابندی کا بے حد خیال رکھتے۔

خاکسار کو ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے بزرگوں کی نشانی تھی کہ وہ وقت کی بے انتہا پابندی فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے ہم پر بھی یہ فرض ہے کہ اس عادت کو اپنایا جائے اور وقت کی اہمیت کو سمجھ کر اس کی پابندی کی عادت ڈالی جائے۔ ہمیشہ راضی برضائے الٰہی رہتے تھے۔ کبھی مایوسی کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ جو بھی کرتا ہے ہماری بہتری کے لئے ہی کرتا ہے۔ اس لئے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا پر خوشی سے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ خاکسار نے جب سے ہوش سنبھالا ہمیشہ محترم والد صاحب شہید کو تہجد کا اہتمام کرتے پایا ہے۔ قرآن کریم سے والہانہ عشق رکھتے تھے۔ خاکسار نے صحت و بیماری دونوں میں ان کا یہ معمول دیکھا ہے کہ روز تہجد کے لئے اٹھتے۔ تہجد سے فارغ ہو کر نماز فجر ادا کرتے اور پھر گھنٹہ بیٹھ کر بلاناغہ قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ان سب عادات کے ساتھ ساتھ چندہ کی بروقت اور باقاعدہ ادائیگی کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے بھی چندہ کی ادائیگی میں تھوڑی سی بھی تاخیر ہو جاتی تو آپ کی طبیعت میں بے چینی حد درجہ بڑھ جاتی اور فکر اس وقت تک کرتے رہتے جب تک چندہ ادا نہ کر لیتے۔ خدا کے فضل سے موصی تھے اور شدید خواہش رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ ان کی زندگی ہی میں انہیں وصیت کی ادائیگی کی توفیق عطا فرماوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خدا تعالیٰ نے ان کی یہ دعا اور خواہش قبول فرماتے ہوئے شہادت سے تین سال قبل انہیں یہ سعادت بھی عطا فرمادی۔ اور آپ نے اپنے ذمہ واجب الادا وصیت کی رقم ادا کردی اور اس طرح خوشی کا اظہار فرمایا جیسے شاید ایک ماں اپنے شدید بیمار بچہ کی اچانک صحت یابی کے بعد خوشی کا اظہار کرتی ہوگی۔ آپ کی زندگی بے شمار ایمان افروز واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہاں پر خاکسار ایک دو لکھنے پر ہی اکتفا کرے گا۔

آپ مناپلی کنٹرول اتھارٹی کے رجسٹرار کے طور پر اسلام آباد میں تعینات تھے۔ ایک فائل کاروائی کے لئے آپ کے پاس آئی۔ فائل قانونی تقاضوں پر پوری نہ اتری تو آپ نے اسے Approve کرنے سے انکار کر دیا۔ ایسا کرنے پر وزیراعظم بھٹو صاحب بہت سیخ پا ہوئے۔ انہوں نے اسی سلسلہ میں چوہدری ظفر اللہ خانؓ صاحب کے بارے میں بھی گستاخانہ کلمات کہے اور آپ کو ایک دھمکی آمیز نوٹ لکھا، جس کا متن یہ تھا کہ یا تو ہمارا یہ کام کردو ورنہ تمہارے خلاف سخت کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔ والد صاحب شہید نے معاملہ حسب عادت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؒ نے آپ کے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ کیا چوہدری صاحب نے اپنا احمدی ہونا کبھی چھپایا ہے؟ جواباً ساتھیوں نے عرض کیا کہ حضور چھپانا تو دور کی بات، چوہدری صاحب تو اعلان کرتے پھرتے ہیں اور منع کرنے کے باوجود تمام عملے کو دعوت الی اللہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ جواب سن کر حضورؒ نے فرمایا، ”اچھا! پھر بزدل ہے تو استعفیٰ دیدے۔“ جب یہ جواب محترم والد صاحب شہید کو ملا تو وہ فرمانے لگے کہ ”اب تو نا ممکن ہے کہ میں استعفیٰ دے دوں کیونکہ حضورؒ کا ارشاد ہے اور میں بفضلِ خدا بزدل نہیں۔“ اس وقت مکرم خواجہ سرفراز احمد صاحب (خاکسار کے پھوپھا) مرحوم بھی آپ کے ساتھ موجود تھے۔ چنانچہ ان کے مشورہ سے محترم والد صاحب نے ایک خط بھٹو صاحب کو لکھا جس کے آخر میں یہ لکھا۔

"If I resign, it may seem that I have got some thing to hide and since that is not the case, I have decided not to resign. You may go ahead and do what so ever you may like"

یعنی کہ، ”اگر میں نے استعفیٰ دیا، تو ایسا لگے گا جیسے میں نے کچھ چھپایا ہے، جبکہ اصل میں ایسا نہیں ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں استعفیٰ نہیں دوں گا۔ آپ (اس سلسلہ میں) پیش قدمی کرتے ہوئے جو مرضی کرلیں“

یہ جواب پڑھ کر بھٹو صاحب نے والد صاحب شہید کو بغیر کوئی وجہ، ایک نوٹ کے ذریعہ نوکری سے برخاست کر دیا؛ جس پر یہ درج تھا کہ،

"Your services have been terminated with immidiate effect without assigning any reason"

”فوری کاروائی کے طور پر تمہیں بغیر کسی وجہ کے معطل کیا جاتا ہے۔“

والد صاحب شہید نے یہ جواب دعا کی درخواست کے ساتھ حضورؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ کے ہمراہ سابق امیر جماعت اسلام آباد محترم چوہدری عبدالحق ورک صاحب بھی موجود تھے۔ اگلے روز فجر کے بعد محترم چوہدری عبدالحق

ورک صاحب کی ملاقات آپ کے ساتھ دوران سیر ہوئی تو چوہدری صاحب نے فرمایا کہ رات کو میں آپ کے لئے دعا کر رہا تھا تو آواز آئی "چھٹیاں مناؤ، عیش کرو" چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مارشل لاء لگنے کے بعد ایک انکوائری کے نتیجے میں آپ کے حق میں فیصلہ ہوا کہ آپ کو نوکری پر بحال کیا جاتا ہے اور دوسال کا درمیانی عرصہ چھٹی تصور کیا جائے گا۔

ایک اور واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپ کے دفتر میں ایک شخص تھا جو سلسلہ کا انتہائی مخالف تھا۔ اس کی ترقی لمبے عرصے سے رکی ہوئی تھی۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ نیا آنے والا افسر احمدی ہے تو اس کو اپنی ترقی کے رہے سہے آثار بھی ختم ہوتے نظر آئے۔ سو اس نے پہلے سے بھی زیادہ شدت سے مخالفت شروع کر دی۔ والد صاحب اس کے باوجود اس سے پیار کا سلوک فرماتے رہے اور جب ترقی کا معاملہ آپ کے ہاتھ میں آیا تو آپ نے اسی مخالف کو ترقی دلوائی۔ جب اس مخالف پر یہ حقیقت ظاہر ہوئی تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آپ کے دفتر میں حاضر ہوا اور روتے اور گڑگڑاتے ہوئے آپ سے اپنی ندامت کا اظہار کیا اور معافی مانگی اور پھر مخالفت ختم کر کے ایسا وفادار بنا کہ نوکری کے آخری دن تک اور اس کے بعد بھی آپ کے حسن سلوک اور حق شناسی کے گن گاتا رہا۔

شہادت سے کچھ عرصہ قبل جماعت لاہور نے خاکسار کو حفاظت کے پیش نظر چند ہدایات دیں۔ جن میں گاڑی بدلنا، رستہ بدلنا، آنے جانے کا وقت بدلنا اور کبھی کبھی جمعۃ المبارک میں غیر حاضری شامل تھی۔ محترم والد صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا کہ ان ہدایات پر عمل کرو سوا ایسا ہی کیا گیا۔ مگر جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ اگلے جمعہ غیر حاضر ہوں گے تو فوراً فرمایا "نہیں۔ یہ میں نہیں مان سکتا۔ جمعہ چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان ظالموں کا کیا ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ ہمیں شہید ہی کر دیں گے۔ ہمیں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے؟"

28 مئی 2010ء کو والد صاحب شہید کی یہ خواہش بھی خدا تعالیٰ نے پوری فرما دی اور امیر صاحب ضلع شہید کے کہنے پر کہ چوہدری صاحب آپ محفوظ جگہ پر چلے جائیں۔ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ "میں نے تو شہادت کی دعا مانگی ہے، میں کیسے چلا جاؤں؟ یہ وہ آخری الفاظ تھے جو آپ نے اس دنیا میں دائمی زندگی کی طرف کوچ کرنے سے پہلے ادا فرمائے تھے۔ اور پھر چہرے پر مسکراہٹ اور دل میں ایمان، اطمینان اور تمکنت لئے آپ اپنے خالق حقیقی کے حضور اپنے جسم پر گولیوں اور گرنیڈ کے زخم تمغوں کی طرح سجائے فخر سے پیش ہو گئے۔

خاکسار کو فخر ہے کہ والد صاحب نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ اس ناچیز کو اپنے والد اور تمام شہداء کی قربانی کے صلہ میں کئی کروڑوں سعید فطرت روحوں کی دلسوز دعاؤں کا وارث ٹھہرایا۔ سب سے بڑھ کر کیا یہ انعام اس دنیا میں کم ہے کہ خاکسار جیسے کمزوروں کو خلیفہ وقت کی بابرکت آواز اور دعائیں بذریعہ فون سننے کو ملیں۔

خدائے بزرگ و برتر سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ حضور کو لمبی صحت والی فعال زندگی عطا فرماوے۔ حقیقی دین کی فتح حضور کے بابرکت ہاتھوں سے واقع فرمائے۔ مجھے اور میری نسلوں کو اور تمام جماعت کو خلافت کے سائے تلے راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے اور خلافت کی غلامی کا بابرکت طوق ہمیشہ ہمیں فخر سے اپنے گلوں میں سجائے رکھنے کی توفیق عطا فرماوے اور ہم سب کو فتح کے دن دیکھنا نصیب فرماوے۔ آمین

مکرم زکریا نصر اللہ خان صاحب (پاکستان)

چولہ باوا نانک صاحب

کسی نے یہ پُوچھی تھی عاشق سے بات
کہا نیند کی ہے دَوا سوزو درد
وہ آنکھیں نہیں جو کہ گِریاں نہیں
تُو انکار سے وقت کھوتا ہے کیا
مجھے پُوچھو اور میرے دِل سے یہ راز
جو برباد ہونا کرے اختیار
جو اُس کے لِئے کھوتے ہیں پاتے ہیں
وہی وحدہٗ لا شریک اور عزیز
اگر جاں کروں اُس کی راہ میں فدا
جو عشاق اُس ذات کے ہوتے ہیں

"وہ نسخہ بتا جس سے جاگے تُو رات"
کہاں نیند جب غم کرے چہرہ زرد
وہ خود دِل نہیں جو کہ بریاں نہیں
تجھے کیا خبر عشق ہوتا ہے کیا ؟
مگر کون پُوچھے بجز عشق باز
خُدا کے لئے ہے وہی بختیار
جو مرتے ہیں وہ زِندہ ہو جاتے ہیں
نہیں اُس کی مانند کوئی بھی چیز
تو پھر بھی نہ ہو شُکر اُس کا ادا"
وُہ ایسے ہی ڈر ڈر کے جاں کھوتے ہیں

منظوم کلام از دُرِثمین

عاشق بھی گھر سے نکلے ہیں جاں دینے کے لئے

مکرم عامر لطیف پراچہ صاحب ابن مکرم عبداللطیف پراچہ صاحب اپنے والدین کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً 35, سال کے قریب تھی۔ایک بہن اور دو بڑے بھائی ہیں جو اس وقت لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔مکرم عامر صاحب کی پیدائش سے پہلے خالہ کا ایک بیٹا تھا جو کسی بخار کی وجہ سے بچپن میں ہی وفات پا گیا اسکا نام عامر تھا۔جب ایک اور بیٹا پیدا ہوا تو خالہ نے اسکا نام بھی عامر رکھا۔لیکن خدا تعالیٰ کو دونوں عامر ہی پیارے تھے۔ایک کو بچپن میں اپنے پاس بلا لیا اور ایک کو جوانی میں شہادت کا رتبہ دیا شاید خدا تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔مکرم عامر صاحب کی والدہ محترمہ یعنی میری خالہ جان صاحبہ کا لمبے عرصہ تک سرگودھا میں قیام رہا۔مکرم عامر صاحب نے بی اے تک تعلیم سرگودھا سے حاصل کی اور اسکے بعد ایم بی اے لاہور سے کیا اور اسکے بعد انکی فیملی بھی لاہور شفٹ ہوگئی۔

مکرم عامر صاحب Dressdesigning کا کاروبار کرتے تھے۔

وہ بہت ہی نیک، نماز کے پابند، تہجد گذار تھے قرآن مجید کی باقاعدہ تلاوت کرتے تھے۔غریبوں کی بہت مدد کرتے تھے نکا خود علاج بھی کرواتے تھے۔ ہر روز اپنے آفس جاتے ہوئے ایک فقیر جو ان کے راستے میں بیٹھتا تھا اسکے لئے ناشتہ لیکر جاتے۔مکرم عامر صاحب کی شہادت سے ایک سال قبل ان کے والد صاحب وفات پا گئے تھے۔انہوں نے اپنی والدہ کی بھی بہت خدمت کی جو کہ عرصہ تین، چار سال سے بیمار تھیں خود انکو دوائیاں دیتے تھے۔گھر میں سب کا خیال رکھتے تھے۔شہادت سے پہلے مکرم عامر صاحب نے اپنے بھائی کو فون کر کے بتایا کہ مسجد پر حملہ ہوگیا ہے۔ان کے بھائی نے انہیں تسلی دی کہ دعا کرو۔صبر و تحمل اور حوصلہ رکھو۔دوبارہ فون کر کے کہا کہ میرے آگے بھی شہید ہیں اور پیچھے بھی ۔اتنا کہنا تھا کہ فون بند ہوگیا اور اسکے بعد کوئی رابطہ نہ ہو سکا۔پھر انہیں ڈھونڈنے گئے تو وہاں نہیں تھے۔ان کے کزن مختلف ہسپتالوں میں گئے سب لوگوں کو دیکھ لیا مگر عامر صاحب نہیں ملے۔آخر کار سروسز ہسپتال میں ان کا پتہ مل گیا۔اسقدر زخمی حالت میں تھے کہ شناخت کرنا مشکل تھا۔ان کا بچپن میں دل کا آپریشن ہوا تھا اور سینے پر اسکا نشان تھا اس نشان سے ان کی شناخت کی گئی۔جب ہم ان کے پاس پہنچے تو ہلکی ہلکی سانس چل رہی تھی اور مشین لگی ہوئی تھی۔ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق کوئی امید نہیں تھی لیکن سب گھر والوں کے مشورہ سے آپریشن کرنے کا فیصلہ کیا گیا مگر آپریشن تھیٹر پہنچنے سے پہلے ہی ان کی شہادت ہوگئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مکرم عامر صاحب کی والدہ کینسر کی مریض ہیں کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ انکو یہ خبر سنائیں۔بالآخر ان کی بڑی بہو نے بات شروع کی کہ اسطرح مسجد پر حملہ ہوا ہے اور بہت سے لوگ شہید ہو گئے ہیں۔یہ بات سنکر خالہ جان صاحبہ نے فوراً کہا کہ "عامر بھی شہید ہو گیا ہے" تو انکی بہو نے کہا کہ ہاں عامر بھی شہید ہو گیا ہے۔اس پر خالہ جان نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا۔

Amir Lateef Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

ہمارا اپنی خالہ جان اور انکے بچوں کے ساتھ بہت ہی پیار کا تعلق ہے۔اکثر ہم چھٹیوں میں اپنی خالہ جان کے پاس جاتے اور جب واپسی کا پروگرام بنتا تو مکرم عامر صاحب ہمارا سامان چھپا دیتے کہ نہیں ابھی اور ٹھہریں پہلے رہنے کا وعدہ کریں تب چیزیں دونگا۔بہت ہی پیار کرنے والے اور ہمدرد انسان تھے۔

مکرم عامر صاحب کی شہادت سے تقریباً دو ماہ پہلے میں نے خواب دیکھا کہ ایک ہال سا ہے جس میں ہمارے خاندان کی ساری عورتیں سفید لباس میں ملبوس بیٹھیں ہیں درمیان میں ایک میز پر برتن رکھے ہیں ایسی صورتحال ہے جیسے کسی کی وفات ہوگئی ہو۔پھر مجھے کسی نے پیچھے سے آواز دی کہ یہ تم لوگوں کے برتن ہیں۔میں نے مڑ کر جواب دیا کہ نہیں یہ تو مکرمہ خالہ سکینہ صاحبہ کے برتن ہیں اسکے بعد مجھے ایسا لگتا تھا کہ ہمارے خاندان میں کچھ ہونے والا ہے۔جس دن مکرم عامر صاحب کی شہادت کی خبر سنی تو فوراً مجھے اپنا خواب یاد آ گیا۔کہ یہ برتن مکرمہ خالہ سکینہ صاحبہ ہی کا تھا۔خالہ جان کے بیٹے مکرم عامر صاحب جب جمعہ کے لئے گئے تو کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ شہید ہونے جا رہے ہیں۔

عاشق بھی گھر سے نکلے ہیں جاں دینے کے لئے
تشریف آج وہ بھی سرِ بام لائے ہیں

مکرم عامر صاحب کے ایک بھائی انگلینڈ میں رہائش پذیر تھے جو ان کی شہادت پر پاکستان آئے اور وہی ان کا روبار سنبھال رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری خالہ صاحبہ اور انکے سب گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور خالہ جان صاحبہ کو صحت والی زندگی دے آمین۔

(محترمہ لبنیٰ وسیم صاحبہ Langen)

قدرت دکھا اے میرے یار

خاک میں ہوگا یہ سر تو نہ آیا بن کے یار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
میری فریاد وں کو سن میں ہوگیا زار و نزار
میرے زخموں پہ لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اے مری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اتار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شب ہائے تار
بستر راحت کہاں ان فکر کے ایام میں
بات مشکل ہوگئی قدرت دکھا اے میرے یار
لشکرِ شیطاں کے نرغے میں جہاں ہے گھر گیا

(انتخاب از منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ)

میں سمجھا کوئی بادل کا ٹکڑا آسمان پر ہے......!

مکرم مرزا ظفر احمد صاحب شہید

خاکسار کے شوہر مکرم مرزا ظفر احمد صاحب مسجد دارالذکر لاہور میں مورخہ 28 مئی 2010ء کو دہشت گردی کے افسوسناک حادثہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مکرم مرزا ظفر احمد صاحب 14 اکتوبر 1954ء کو منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مکرم مرزا صفدر جنگ ہمایوں صاحب تھا۔ مکرم مرزا ظفر احمد صاحب کے خاندان میں احمدیت کا آغاز خلافت ثانیہ کے دور میں ہوا۔ ان کے دادا جان محترم مرزا نذیر احمد صاحب مرحوم نے اپنے خاندان میں سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ یہ کل پانچ بھائی تھے۔ بعد میں باقی بھائی بھی بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہو گئے۔ مکرم مرزا ظفر احمد صاحب کے والد محترم ملازمت کے سلسلہ میں مختلف مقامات پر رہے۔ چنانچہ والدین کے ساتھ انہیں مختلف جگہوں پر رہنے کی توفیق ملی۔ ان کی عمر کا ایک حصہ ربوہ میں بھی گزرا۔

آپ نے میٹرک لاہور سے کیا تھا۔ فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ ہاسٹل میں کچھ مشکلات پیش آنے کی وجہ سے انہوں نے اپنا تعلیمی کیریئر تبدیل کر لیا اور کراچی چلے گئے۔ جہاں سے آپ نے Pak Swiss Training Institute of Precision Mechenics سے آپٹکل ٹیکنالوجی Optical Technology میں ڈپلومہ اور Associate Engineer In Instrument Technology کی تعلیم حاصل کی۔

Mirza Zafar Ahmad
Martyred on 28th May 2010, Lahore

1976-1977 تک لاہور میں ملازمت کی پہلے International Progressive Industries میں اور پھر Dawood Hexules Chemicals LTD میں اپنے شعبہ سے متعلق ملازمت کی 1978ء میں کراچی چلے گئے اور ایک دواساز کمپنی Hoechst میں اپنے شعبہ سے متعلق ملازمت کی۔

1981ء میں مکرم مرزا ظفر احمد صاحب جاپان چلے گئے اور ٹوکیو میں Silicon Wafers بنانے والی ایک کمپنی میں 16-17 سال ملازمت کی آپکو Silicon Wafers Semi Conductur Fabrication Machines کے علاوہ Solar Power System میں مہارت حاصل تھی۔ جاپان میں قیام کے دوران آپ نے الیکٹرونکس اور کمپیوٹر سے متعلق بے شمار کورسز کچھ ڈاک کے ذریعہ اور کچھ امریکہ جا کر کئے۔

ستمبر 2003ء میں مستقل طور پر پاکستان آ گئے اور دسمبر 2004ء تا ستمبر 2008ء تک لاہور میں ایک فیکٹری میں Electronic Division اور ڈیجیٹل میٹرز کے سیکشن منیجر رہے۔

20 مئی 1988ء کو بروز جمعۃ المبارک مسجد دارالذکر لاہور میں ہمارا نکاح ہوا۔ اسی روز مرزا ظفر احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں دعا کے لئے ایک خط تحریر کیا جس کی کاپی ان کی فائل میں لگی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

" آج دارالذکر (لاہور) میں اس عاجز کا نکاح مکرم و محترم ڈاکٹر سردار محمد حسن صاحب کی صاحبزادی روبینہ نصرت سے ہو گیا۔ محترم ڈاکٹر صاحب انتہائی مخلص اور بزرگ ہستی ہیں۔ ان کی ذات میں مجھے ایک بار پھر والد کی شفقت میسر آ گئی ہے۔ میں نے اس رشتہ کے متعلق جتنا بھی سوچا ہے معجزہ سا لگتا ہے۔ پھر جہاں اس رشتہ سے متعلق بہت سی دعاؤں کی درخواست کی ان میں سے ایک یہ دعا بھی تھی کہ "...... یہ شادی ہم دونوں کے لئے نظام سلسلہ کے لئے اور دین اسلام کی سر بلندی کے لئے بابرکت ہو۔"

28 اکتوبر 1988ء بروز جمعۃ المبارک رخصتانہ عمل میں آیا اور نومبر کے وسط میں مکرم مرزا ظفر احمد صاحب خاکسار کو لے کر جاپان چلے گئے۔ ان دنوں ان کی رہائش بطور اعزازی مبلغ ٹوکیو مشن ہاؤس میں تھی۔ بعد میں ہم اپنے الگ گھر میں چلے گئے تھے۔

مکرم مرزا ظفر احمد صاحب کو جاپان میں قیام کے دوران جماعت کے مختلف عہدوں پر کام کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ خلافت رابعہ کا تمام دور آپکا جاپان میں ہی گزرا (1981 تا ستمبر 2003) اس دوران اللہ تعالیٰ نے آپکو مختلف عہدوں پر خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ صدر تربیتی کمیٹی جاپان، سیکرٹری تربیت جماعت احمدیہ جاپان، معتمد و محاسب مجلس خدام الاحمدیہ ٹوکیو، صدر جماعت ٹوکیو، سیکرٹری مال جماعت جاپان، اعزازی مبلغ، سیکرٹری تبلیغ ٹوکیو اور صدر خدام الاحمدیہ جاپان کے عہدوں پر فائز رہے۔ 1983ء میں کوریا وقف عارضی کرنے والا پہلا وفد جاپان سے گیا اور آپ اس وفد میں شامل تھے۔ اس کے علاوہ سیکرٹری وصیت جماعت جاپان بھی رہے۔ 2001ء تا ستمبر 2003ء تک نائب امیر جماعت جاپان رہے۔ یہ عرصہ مئی 2001ء تا ستمبر 2003ء تک ہم دونوں نے مکمل طور پر خدمت دین کے لئے وقف عارضی کے لئے پیش کر دیا۔ چنانچہ وقف عارضی کر کے ہم نا گویا احمدیہ سینٹر منتقل ہو گئے یہ وہ عرصہ ہے جب جاپان میں کوئی مربی نہ تھے۔

مکرم مرزا ظفر احمد صاحب بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ پنج وقتہ نمازوں کے پابند تھے کبھی کبھی تہجد بھی ادا کر لیتے تھے۔ ماہ رمضان میں تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ لیکن آخری مرتبہ قادیان جلسہ سالانہ 2009ء میں شمولیت کے بعد سے الحمد للہ نماز تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ نماز جمعہ بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے۔ جاپان میں قیام کے دوران دفتر والوں کو ملازمت ملتے ہی شروع میں نماز جمعہ پر جانے کی رخصت حاصل کرنے کا کہہ دیا تھا اور مجھے نہیں یاد پڑتا کہ جاپان میں کبھی جمعہ نہ پڑھ سکے ہوں۔ پاکستان واپس آنے پر ملازمت چھوڑنے سے کچھ عرصہ

پہلے کچھ پریشان رہتے تھے۔ایک وجہ تو پاکستان کے ماحول میں کام کرنا تھا۔جس سے انہیں پریشانی ہوئی۔مزید یہ ہوا کہ ایک دو جمعہ مسلسل وہ پڑھ نہیں سکے۔واپڈا والے عین اسوقت جب انہیں نماز جمعہ کے لئے فیکٹری سے نکلنا ہوتا تھا تو inspection کے لئے آجاتے تھے۔اس سے وہ بہت پریشان ہوگئے۔ایک روز خاکسار کو بڑے کرب سے کہنے لگے "اس کافر ملک میں جس کو یہ کافر کہتے ہیں (یعنی جاپان میں) میں نے جمعہ کبھی نہیں چھوڑا تھا اور اس مسلمان ملک میں جس کو یہ مسلمان کہتے ہیں میں کچھ جمعے مسجد میں نہیں پڑھ سکا"۔جس پر خاکسار نے ان کی حالت دیکھ کر مشورہ دیا کہ آپ ملازمت چھوڑ دیں۔اب یہ ملازمت دین کے لئے آزمائش بن رہی ہے۔چنانچہ ڈاکٹروں نے بھی ان کو پریشانی سے نکلنے کے لئے ملازمت چھوڑنے کا مشورہ دیا۔

آپ خلافت سے نہایت محبت اور وفا کا تعلق رکھتے تھے۔خلفائے احمدیت کے ساتھ گزارے ہوئے چند پل کا ذکر چمکدار آنکھوں سے یا نمناک آنکھوں سے کرتے۔باقاعدگی سے خلفائے احمدیت کو خطوط لکھتے تھے۔ Live خطبات جمعہ بڑے شوق اور پابندی سے سنتے۔اگر کسی وجہ سے کوئی خطبہ جمعہ Live سننے سے رہ جاتا تو جب تک سن نہ لیتے چین نہ آتا تھا۔

جب بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی خلیفہء وقت سے ملاقات کے لئے لندن گئے۔اس عرصہ میں ان کی کوشش یہی ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ نمازیں حضرت خلیفۃ المسیح کی اقتداء میں ادا کریں۔اور تقریباً سارا دن ہی مسجد فضل کے قریب گزارتے۔ خاکسار کو اچھی طرح یاد ہے کہ دو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو بھی ان کے ساتھ لندن جانے کی توفیق عطا فرمائی تو بجائے لندن کی سیر کرنے کے ہماری یہی کوشش ہوتی کہ مسجد فضل کے قریب رہیں تاکہ حضرت صاحب کی اقتداء میں زیادہ سے زیادہ نمازیں ادا کرنے کی توفیق ملے۔

آپ حقیقی معنوں میں محبت سب کے لئے اور نفرت کسی کے لئے نہیں کا مصداق تھے۔بڑی خاموش طبیعت کے مالک تھے۔لیکن اپنی ہر دلعزیز طبیعت کی وجہ سے بچوں اور بڑوں میں مقبول تھے۔بچے بڑے سب ہی آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔آپ ہر ایک کی عزت کرتے تھے۔سب کو بچوں کو بھی آپ کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔خاکسار نے انہیں کبھی کسی کو تم کہتے نہیں سنا۔آپ اپنے ماتحت کام کرنے والے لڑکوں کا بہت خیال رکھا کرتے تھے بعض غیر احمدی لڑکے بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے۔خاص طور پر جاپانیوں کو آپ سے اور آپکو جاپانیوں سے بہت محبت تھی۔

آپ وعدوں کا ایفاء کرنے والے، امانتوں کی حفاظت کرنے والے، اعلیٰ درجہ کی اطاعت کرنے والے، اعلیٰ معیار کی مالی قربانی کرنے والے، وقت کے پابند، عسر اور یسر دونوں حالتوں میں خدا کا شکر ادا کرنے والے بہت سادہ طبیعت، مہمان نواز اور بڑے بےنفس انسان تھے۔گھر آئے مہمان کو اگر کھانے کا وقت ہوتا تو ضرور کھانا کھلا کر بھیجتے تھے۔آپکو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بےانتہا توکل تھا۔

مکرم ظفر صاحب کی خوراک نہایت سادہ تھی۔جو بھی میسر ہوتا کھا لیتے تھے۔خاکسار کا بہت خیال رکھتے تھے۔کبھی کسی چیز کے کھانے کی فرمائش کرتی تو فوراً لا دیتے تھے۔میں تھکی ہوتی تو میری مدد کر دیتے تھے۔گلہ شکوہ کی عادت بالکل نہ تھی۔بہت پیاری اور تحمل والی طبیعت کے مالک تھے۔انہیں غصہ بالکل نہ آتا تھا۔اگر کوئی مشورہ مانگتا تو سوچ سمجھ کر بڑا مخلص مشورہ دیتے تھے۔اور ہمیشہ خاکسار کی حوصلہ افزائی کی کبھی دل شکنی نہ کی۔ اگرچہ ہماری کوئی اولاد نہیں تھی مگر آپ نے کبھی مجھے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا۔ہمیشہ ہر طرح سے میرا خیال رکھا۔ اسلامی پردہ کی تمام حدوں کو قائم رکھتے ہوئے انہوں نے خاکسار کو اپنے ساتھ ہر جگہ رکھا۔کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی جاپانی نے ان سے کوئی سوال کر لیا خاص طور پر اسلام میں عورت کے متعلق جو تعلیم ہے اس کے متعلق تو خاکسار کو کہتے کہ آپ جواب دیں۔آپ کی بات یہ لوگ سمجھ جاتے ہیں وہی بات میں کہوں گا یا کہتا ہوں تو نہیں سمجھتے۔اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اعتراض کرنے والے کو جب خاکسار جواب دے دیتی تو وہ آئندہ کبھی اعتراض نہ کرتا یا کرتی۔

دن ہو یا رات آپ خدمت دین کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ خاکسار کو خوشی ہے کہ الحمدللہ ایسے بہت سے مواقع پر خاکسار کو بھی ان کی مدد کی توفیق ملی۔ ہمارے کام کبھی رکتے نہیں تھے۔ جماعتی کاموں میں ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کرتے بعض اوقات وہ حساب کتاب چیک کرنے کے کام بھی خاکسار کے سپرد کر جاتے کہ یہ کام کر دیں شام کو دفتر سے واپس آ کر تسلی کر لیتے تھے کہ کام ٹھیک ہوا یا نہیں۔جب خاکسار نے گاڑی چلانا سیکھی تو کئی مواقع پر اچانک رات کے وقت، طوفان اور بادوباراں میں ان کی ڈرائیور ہونے کی توفیق ملی۔یہ ہم دونوں پر خدا تعالیٰ کا بہت بڑا فضل تھا کہ ہماری سوچ کا مرکز اور مطمعِ نظر ایک ہی تھا۔یعنی خلافت احمدیہ سے محبت اور شدید محبت کہ اس کی محبت میں سب مشکل راہیں عبور ہو جاتی تھیں۔اور مطمع نظر غلبہء اسلام۔ ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ اسلام کو غلبہ عطا ہو جائے اس کے لئے حقیر کوششیں بھی کرتے اور عاجزانہ دعائیں بھی کرتے۔

آخری مرتبہ ہم دونوں کو 2009ء میں جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کی توفیق ملی۔ایک روز جلسہ کی کاروائی کے بعد جب رہائش گاہ میں آئے تو بڑی خوشی خوشی خاکسار کو بتایا کہ آج ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے وہ یہ کہ پنڈال میں جب میں جلسہ گاہ میں کاروائی سن رہا تھا تو میرے اوپر ایک سایہ سا پڑتا رہا۔(اس روز بڑے زور کی دھوپ تھی) میں سمجھا کوئی بادل کا ٹکڑا آسمان پر ہے۔آسمان دیکھا تو بالکل صاف تھا۔جب مزید نظر دوڑائی کہ سایہ کس چیز کا ہے تو معلوم ہوا کہ لوائے احمدیت کا سایہ پڑ رہا تھا۔اور مجھے بڑا لطف آیا۔اسکی انہیں بڑی لذت محسوس ہو رہی تھی یہ ایسی لذات ہیں جن کا کوئی مول نہیں۔

ایک مرتبہ محترمہ صاحبزادی بی بی فائزہ صاحبہ کو خاکسار نے اپنی اور ظفر صاحب کی ایک تصویر دکھائی جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ تھی۔تصویر دیکھتے ہی بے اختیار ان کے منہ سے نکلا یہ تو مکرم شمس صاحب ہیں جس پر خاکسار نے عرض کیا نہیں یہ میرے شوہر مکرم مرزا ظفر احمد صاحب ہیں۔ بعد میں کہنے لگیں اپنے میاں کو میرا سلام کہنا کہ انہوں نے میرے ابا کے ساتھ بہت کام کیا ہے۔

الحمدللہ خلافت خامسہ کے دور میں 2003ء میں ہماری حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے دو ملاقاتیں ہوئیں پھر 2005ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے مبارک موقع پر جانے کی توفیق ملی۔اور مکرم ظفر صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کی توفیق ملی۔ غیر کی نظر میں اگرچہ یہ واقعات کچھ اہمیت نہ رکھتے ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک سچا عاشق اور غلام اور خلافت احمدیہ کے پروانے جانتے ہیں کہ ان پل پل کی برکات کا تو کوئی مول نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے وہ بےانتہا فضل اور خوشیاں ہیں جو آج جماعت احمدیہ کو ہی

میسر ہیں۔

خاکسار اس بات کی گواہ ہے کہ وہ اپنے عہد کا ہر حصہ نبھا گئے۔ جان مال وقت اور عزت ہر طرح کی قربانی دی۔ اور ہر قربانی میں اللہ تعالیٰ نے سرخرو فرمایا۔ اور آخر میں شہادت کا اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا۔ تمام شہدائے لاہور کے خون کا ایک ایک قطرہ گواہی دے رہا ہے کہ رب کعبہ کی قسم ہم کامیاب ہو گئے۔ سلام تم پر اے شہدائے لاہور جنہوں نے اپنے رب سے کیا ہوا عہد نبھا دیا۔

چند سال پہلے خاکسار نے ایک رؤیا دیکھا کہ جیسے ایک برآمدہ ہے اس میں ایک کھڑکی کے سامنے اس طرح چارپائی پر چادر بچھی ہوئی ہے۔ خاکسار اندر کھڑکی سے سارا نظارہ کر رہی ہے۔ اچانک سامنے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے ہیں اور ان کے ساتھ دو اور افراد ہیں ایک غالباً مکرم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ہیں دوسرے بہت پتلے دبلے سے صاحب ہیں جن کو خاکسار نہیں پہچانتی۔ حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ میں ایک رجسٹر ہے اور وہ اس پر کچھ نوٹ کر لیتے ہیں۔ اور پیشگوئیاں حضرت محمد ﷺ کا ذکر ہو رہا ہے۔ حضورؑ کچھ بتاتے ہیں اور مولوی صاحب نوٹ کر لیتے ہیں۔ پھر حضرت مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کر کے کہتے ہیں کہ حضور وہ چادر والی پیشگوئی کیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چارپائی کے کنارے پر بیٹھ جاتے ہیں اس طرح کے وہ دبلے پتلے صاحب ان کے بائیں طرف پائے کے ساتھ جڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور چارپائی کی پائنتی کی طرف دونوں پاؤں اوپر رکھے ہوئے مکرم ظفر صاحب بیٹھے ہیں۔ جیسے ہی حضرت مسیح موعودؑ چارپائی پر تشریف رکھتے ہیں مکرم ظفر صاحب ادب کی وجہ سے مزید سمٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ مولوی صاحب کے سوال پر مکرم ظفر صاحب کی طرف اپنی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے فرماتے ہیں جب کوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چادر کو خراب کرے گا۔ تم اسے ٹھیک کرو گے یا کرنا (خاکسار کو صحیح یاد نہیں رہا)

حضور اقدس نے 25 جون 2010ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ (یہ خطبہ اسی رسالہ خدیجہ میں درج ہے۔)

محترمہ روبینہ نصرت ظفر صاحبہ پاکستان c/o صدف شیخ Hanau جرمنی

☆......☆......☆......☆

مکرم مرزا ظفر احمد صاحب شہید

مکرم مرزا ظفر احمد صاحب شہید ابن مکرم مرزا صفدر جنگ ہمایوں صاحب کے دادا کا نام مرزا نذیر احمد صاحب ہے۔ ان کے دادا نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مرزا نذیر احمد صاحب نے ہجرت کے بعد منڈی بہاؤالدین میں قیام کیا۔ تقریباً پچیس سال تک مختلف جماعتی عہدوں پر کام کرتے رہے شہید محترم کے والد مکرم مرزا صفدر جنگ صاحب واپڈا میں S.D.O تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ربوہ شفٹ ہو گئے ابو جان کو دین سے بہت لگاؤ تھا انہوں نے گھر میں قرآن کلاسز شروع کروائیں ہمارے ابو جان کی اوّلین خواہش تھی کہ ان کے بچے باترجمہ قرآن کریم سیکھ جائیں۔ ان کلاسز میں غیر از جماعت بچے اور انکی مائیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ میرے بھائی مکرم مرزا ظفر احمد صاحب اور ابو جان کی عادات میں بہت زیادہ مماثلت تھی۔ دونوں کے ہونٹوں پر ہمیشہ دھیمی دھیمی مسکراہٹ رہتی تھی۔ دوسروں کی زیادتیوں پر صبر کرتے ہوئے مسکراتے رہنا اور زیادتی کرنے والوں کو جواب میں اتنا ہی کہنا کہ اللہ تمہیں عقل و سمجھ دے۔ خاموشی سے دوسروں کی مدد کرتے تھے۔

میرے بھائی مکرم مرزا ظفر احمد صاحب شہید 1954ء میں منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ربوہ میں حاصل کی۔ کراچی سے مکینیکل انجینیئرنگ کا کورس کیا۔ اور پھر ایک سال کی اسپیشل ٹریننگ حاصل کی۔ مکرم ظفر بھائی جان بہت محنتی تھے ساری رات پڑھائی کرتے اور پھر نماز تہجد ادا کرتے پھر فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد چند گھنٹے سوتے تھے۔ میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہوں۔ مکرم بھائی صاحب کو پڑھتے دیکھ کر میں نے کہا کہ آپ تو ضرور کلاس میں اوّل آئیں گے تو بھائی صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ فرسٹ آؤں گا یا سیکنڈ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو بتایا کہ ہم دو ہی سٹوڈنٹ ہیں جنہیں یہ ٹریننگ دی جا رہی ہے اسلئے اس کے علاوہ کوئی اور پوزیشن آہی نہیں سکتی۔ اور پھر بھائی صاحب نے اسپیشل ٹریننگ میں ٹاپ کیا اور جاپان چلے گئے۔ جاپان میں اکیس سال تک مقیم رہے۔

بھائی صاحب کو بچپن سے ہی دین سے بہت لگاؤ تھا نماز کے پابند اور قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کرنا انکی عادت تھی۔ میٹرک کے امتحان کے بعد امی جان سے کہنے لگے کہ ''میں وقف کرنا چاہتا ہوں'' امی جان نے جواب دیا کہ پہلے پڑھائی مکمل کر لو پھر وقف کرنا۔

جاپان جا کر انہوں نے خود کو دینی کاموں کے لئے وقف کر لیا۔ شروع میں مشن ہاؤس میں مکرم مربی صاحب کے ساتھ قیام کیا اور مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ 1979ء میں جب خلیفۃ المسیح الرابع جاپان تشریف لے گئے تو مکرم ظفر بھائی صاحب کو حضور اقدسؒ کے استقبال کے ساتھ ساتھ جاپان کے ایمپیڈر سے ملاقات کروانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ حضورؒ نے ایک موقع پر شہید محترم کے تقویٰ شعاری اور اطاعت گذاری پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا! ''اللہ کرے کہ جاپان کی جماعت مرزا ظفر احمد کے نمونے پر چلنے کی توفیق پائے،، آمین آپ ایک مثالی خادم بھی قرار پائے۔ اعزازی مبلغ کے طور پر خدمت کی سعادت پائی۔ ٹوکیو میں جب مشن ہاؤس بند ہوا تو آپ کا گھر بطور مشن ہاؤس کے استعمال ہوتا تھا۔

1983ء میں مکرم ظفر بھائی صاحب کو کوریا میں وقف عارضی کا موقع بھی ملا۔ 1993ء میں آپ خدام الاحمدیہ کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ کی سرپرستی میں خدام الاحمدیہ نے فیوجی پہاڑ کی چوٹی سر کی اور وہاں اذان بھی دی۔ 1999ء میں بیت الفتوح لندن کے سنگ بنیاد کے موقع پر جماعت کی نمائندگی کا شرف حاصل ہوا۔ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اپنی تنخواہ کا زیادہ حصّہ چندہ دینے اور جماعتی کاموں میں خرچ کرتے تھے۔ صاحب علم اور دین کی غیرت رکھنے والے تھے۔ کبھی جلد بازی میں فیصلہ نہ کرتے ہمیشہ بہت سوچ کر ایسا فیصلہ کرتے جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ ہمیشہ عمدہ لباس پہنتے۔ بڑوں کی عزت اور بچوں سے شفقت سے پیش آتے تھے۔ جمعہ باقاعدگی سے پڑھتے اور ہمیشہ پہلی صف میں بیٹھتے تھے۔

گھریلو زندگی میں بھی وہ بہت قربانی کرنے والے تھے بھابھی جان سے بہت محبت کرتے اور انکی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ جاپان سے پاکستان واپس آنے کا فیصلہ بھی اسی لئے کیا۔ بھابھی جان کی والدہ بیمار ہیں انکی خواہش تھی کہ میری بیٹی میرے قریب آجائے۔ میرے بڑے بھائی مکرم مرزا منور احمد صاحب

(ر) کرنل امی جان کی وفات کے بعد یہی چاہتے تھے کہ بھائی صاحب واپس آجائیں۔سو سب کی خواہش پر آپ واپس پاکستان لوٹ آئے۔
مکرم بھائی صاحب کی شہادت سے پہلے میں نے تین خواب دیکھے۔ شہادت سے دو ماہ پہلے میں نے یہ خواب دیکھا کہ بھائی صاحب باہر سے گھر آئے ہیں بہت پریشان ہیں۔میں پوچھتی ہوں کہ کیا پریشانی ہے؟۔تو کہتے ہیں کہ چار، پانچ بندے ہیں جو مجھے کہتے ہیں کہ یہاں سے چلا جا نہیں تو ہم تجھے مار دیں گے۔اس پر میں نے اپنی باجی مکرمہ ناصرہ صاحبہ کو فون کیا تو باجی کہنے لگیں اب تو انہیں کوئی پریشانی نہیں بالکل ٹھیک ہیں دونوں میاں بیوی خوش باش ہیں میں انہیں کہہ دیتی ہوں کہ وہ صدقہ دیں۔مگر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب مکرم ظفر بھائی صاحب کی زندگی زیادہ نہیں۔
شہادت کے وقت مکرم ظفر بھائی صاحب کی عمر 56 سال تھی اور موصی تھے۔مسجد دارالذکر میں محراب کے قریب امام صاحب کے بالکل پیچھے بیٹھتے تھے۔ جونہی دارالذکر پر حملہ ہوا بڑی باجی مکرمہ ناصرہ صاحبہ زوجہ مکرم شیخ ریاض صاحب نائب امیر دارالذکر کرلاہور ہیں کو فون کیا کہ ''باجی دارالذکر پر حملہ ہوا ہے دعا کریں'' اس کے بعد ان سے دوبارہ رابطہ نہ ہو سکا۔
مکرم بھائی صاحب کے جانے کا دکھ تو ہمیشہ رہے گا۔مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمارے بھائی صاحب کو شہادت کا عظیم رتبہ عطا فرمایا۔یہ ہماری فیملی پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے۔جب پیارے آقا حضور اقدس نے جلسہ سالانہ جرمنی 2010ء کے موقع پر بڑے خوبصورت انداز میں بھائی صاحب کا ذکر کیا تو ہمیں یوں لگا کہ جیسے وہ الفاظ نہیں بلکہ رحمت کے پھول ہیں جو بھائی پر برس رہے ہیں یہ سن کر میں اور میری بہن نصیرہ صاحبہ جو کینیڈا سے آئی ہوئی تھیں ہم دونوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے ان کے بیوی بچوں کا خود حامی و ناصر ہو اور ان کو بھائی صاحب کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترمہ منصورہ شاہد صاحبہ Ludwigshafen

مقبول ہوئی عرش پہ کیا خوب عبادت

محترم شیخ محمد اکرام اطہر صاحب شہید

لاہور میں جمعہ کے دوران دہشت گردوں کے ظلم اور سفاکی کا نشانہ بننے والے احمدی جنہوں نے موت کو سامنے دیکھ کر نہ کسی قسم کے خوف کا اظہار کیا۔نہ ہی دہشت گردوں کے آگے ہاتھ جوڑے، نہ زندگی کی بھیک مانگی، بلکہ دعاؤں میں مصروف رہے اور ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش میں مصروف رہے۔دعاؤں کے ذریعے ہی گولیوں کی بوچھاڑ کرنے والوں کا مقابلہ کیا۔ان دعائیں کرنے والوں میں سے کچھ مومنین کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا رتبہ عطا فرمایا اور یہ رتبہ پا کر اللہ تعالیٰ نے انکو دائمی زندگی عطا فرما دی۔تاریخ احمدیت کے انہی چمکتے ہوئے روشن ستاروں میں سے ایک شہید محترم شیخ محمد اکرام اطہر صاحب جو میرے سسر ہیں ان کی سیرت کے چند پہلو میں آج آپ کے سامنے بیان کروں گی۔
آپ 8 جنوری 1944ء کو محترم شیخ میاں شمس الدین صاحب کے ہاں مڈھ رانجھا ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم میاں شمس الدین صاحب 1900ء میں امام مہدیؑ کے ظہور کا سن کر قادیان تشریف لے گئے۔جہاں انہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی اور حضورؑ کا جسم اطہر دبانے کی بھی سعادت حاصل کی۔شیخ میاں شمس الدین صاحب نہایت مخلص اور باثمر داعی الی اللہ تھے۔اور تبلیغ احمدیت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔آپکی ان کاوشوں کے نتیجہ میں بفضل تعالیٰ کئی سعید روحوں کو جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔جن میں سے ایک قابل ذکر ہستی مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ کے والد محترم بابو محمد بخش صاحب تھے۔
شیخ شمس الدین صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹیوں اور دو بیٹوں سے نوازا۔شیخ محمد اکرام اطہر صاحب شہید ان کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ جب وہ چودہ برس کے ہوئے اور میٹرک کے طالبعلم تھے تو آپکے والد صاحب کی وفات ہو گئی۔لہذا آپ نے میٹرک کرنے کے بعد تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کی بجائے ڈھاکہ جا کر ملازمت اختیار کر لی۔ستمبر 1960ء سے مارچ 1963ء تک ڈھاکہ میں مقیم رہنے کے بعد آپ واپس آگئے اور لاہور میں سکونت اختیار کی۔

Sheikh Muhammad Ikram Akhter
Martyred on 28th May 2010, Lahore

اوائل جوانی سے ہی آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ سے خصوصی لگاؤ ہو گیا تھا۔آپ نہ صرف نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرتے تھے بلکہ تہجد کے لئے شب بیداری بھی کرتے تھے۔کثرت سے درود شریف کا ورد کرتے تھے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔دلی محبت اور رقت کے ساتھ حضور اقدسؑ کے اشعار با آواز بلند پڑھا کرتے تھے۔

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

ایک مرتبہ دوران سفر بس میں آپ درثمین کے اشعار پڑھ رہے تھے۔جنہیں سن کر شیخ عبدالماجد صاحب مرحوم متاثر ہوئے۔انہوں نے آپ سے تعارف حاصل کیا۔بعد ازاں خواجہ محمد شریف صاحبؓ کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ عابدہ خانم صاحبہ کا رشتہ تجویز کیا جسے آپ نے قبول کر لیا۔آپ کا نکاح جلسہ سالانہ ربوہ 1965ء کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا۔رخصتی 1966ء میں عمل میں آئی۔

آپکی اہلیہ محترمہ عابدہ خانم صاحبہ نہایت نیک اور متقی خاتون تھیں۔ بیسیوں بچوں نے آپ سے قرآن کریم ناظرہ سیکھا۔آپ بڑی باہمت خاتون تھیں۔ آپ نے اپنے شوہر کو مزید تعلیم حاصل کرنے کی تحریک کی۔ چنانچہ انہوں نے I-Com کا امتحان دیا اور خدا کے فضل سے کامیاب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپکو چار بچے عطا فرمائے۔ جن کے نام بالترتیب یوں ہیں۔

1۔محترمہ قدسیہ اقبال صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر اقبال احمد صاحب بھٹی (پتوکی) 2۔مکرم شیخ محمد احسان اظہر صاحب (لاہور)

3۔مکرم شیخ محمد عرفان انور صاحب (جاپان) 4۔مکرم شیخ محمد عمران صاحب (جرمنی)

9 ستمبر 1993ء کو آپکی اہلیہ صاحبہ طویل بیماری کے بعد وفات پا گئیں۔آپ نے ان کی علالت کے دوران ان کا بے حد خیال رکھا۔راتوں کو اٹھ اٹھ کر ان کے لئے دعائیں کرتے تھے۔جب بھی بیماری کا غلبہ ہوتا۔حضور انور کو دعا کے لئے فیکس کر دیتے تھے۔

اہلیہ کی وفات کے بعد جنوری 1995ء میں آپ اپنے چھوٹے صاحبزادے عمران کے ساتھ جرمنی تشریف لے گئے۔وہاں آپ نے تقریباً ساڑھے تین سال قیام کیا۔اس دوران دو مرتبہ جلسہ سالانہ .U.K پر جانے کی توفیق بھی ملی۔ مارچ 1998ء میں آپ وطن واپس تشریف لے گئے۔واپس جا کر آپ نے دوبارہ ملازمت شروع کر دی۔ جو 2004ء تک جاری رہی۔ پھر ترک کر دی۔

جاب کے دوران جب آپ کو تنخواہ ملتی تو سب سے پہلے سیکرٹری مال کے ہاں جا کر اپنے چندے کی ادائیگی کرتے اور بعد میں گھر میں پیسے لے کر آتے تھے۔اس کے علاوہ صدقہ وخیرات بہت کھلے دل سے اور دلی خوشی سے کرتے تھے۔ ہمیشہ جہاں بھی آپ رہے محلے میں کسی ضرورتمند گھرانے کو ڈھونڈ کر ہر ماہ ضروری راشن ڈلوا کر دیتے تھے۔

قلیل آمدن کے باوجود بڑی ایمانداری اور توکل سے ساری زندگی گزار دی اور کبھی آنے والے وقت کا خوف کر کے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے نہیں رکے۔

خلافتِ احمدیہ سے والہانہ عشق تھا۔ بڑی توجہ سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے تمام خطبات سنتے تھے۔خلافت جوبلی کی دعائیں بہت باقاعدگی سے نہایت انہماک اور رقت سے کرتے تھے آپکی دعاؤں کا محور و مرکز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ، جماعت احمدیہ عالمگیر کا ہر فرد، ساری دنیا کے مسلمان اور تمام بنی نوع انسان تھے۔۔ کثرت سے نوافل ادا کرتے اور مستقل دعاؤں میں لگے رہتے تھے۔

آپکو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔دعوت حق کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ جرمنی میں قیام کے دوران جرمن زبان سے زیادہ واقفیت نہ ہونے کے باوجود ڈکشنری کی مدد سے تبلیغ کیا کرتے تھے۔اس کے علاوہ سلسلہ کا لٹریچر بھی تقسیم کرتے تھے۔آپ نے اپنے گھر کے اردگرد کے علاقے جو گوہادا گاؤں اور سیج پال و غیرہ پر مشتمل ہیں تقریباً ہر گھر تک پیغام حق پہنچایا۔عموماً لوگ عزت کرتے تھے احترام سے بٹھاتے اور باتیں سنتے تھے۔لیکن بعض شر پسند بدتمیزی پر اتر آتے۔

ایک مرتبہ کچھ معاندین گھر میں گھس آئے۔ آپکو زدوکوب کرنے کی کوشش کی اور چہرہ مبارک پر تھپڑ مارا۔ آپکے بیٹے نے ان کا مقابلہ کر کے انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ایک مرتبہ آپ ایک ویگن میں سفر کر رہے تھے اور تبلیغ بھی کرتے جا رہے تھے۔لوگوں نے آپکو منع کیا۔ جب آپ نہیں رکے تو ایک شر پسند نوجوان نے اٹھا کر آپکو ویگن سے باہر پھینک دیا۔ایسے اور بھی واقعات آپکی زندگی میں پیش آتے رہے۔لیکن کوئی ظلم آپکے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔

تاہم دو سال قبل آپ نے اپنی کمزوری اور بیماری کے سبب اکثر بیرونی سرگرمیاں ترک کر دیں۔اور مکمل رجوع اللہ تعالیٰ کی جانب کر دیا۔

آپ کی زندگی کا ہر لمحہ پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت اور تلاوت قرآن میں گزرنے لگا۔تقریباً ایک سال قبل آپ نے اپنے بیٹے عزیزم محمد احسان کو بتایا کہ ”مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ مجھ سے راضی ہے اور میرا انجام بخیر ہو گا“۔(انشاءاللہ)

آپ حضرت مسیح موعودؑ کے دعائیہ اشعار کثرت سے پڑھا کرتے تھے ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

آپ باقاعدگی سے رمضان کے روزے رکھتے اور تقریباً ہر سال اعتکاف بھی کرتے رہے۔وقفِ عارضی کا بے حد شوق تھا۔اور اکثر وقفِ عارضی کے لئے سفر اختیار کیا۔آپکو اچھے کپڑے پہننے کا شوق تھا۔موسم گرما ہو یا سرما، باقاعدہ روزانہ غسل کرتے تھے۔ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتے تھے۔خاندان اور جماعت کے افراد کے علاوہ غیر از جماعت احباب بھی آپکو دُعا کیلئے کہا کرتے تھے۔آپ لوگوں کے نام ڈائری میں لکھ لیتے۔انہیں یاد کر لیتے اور پھر ناموں کے ساتھ لوگوں کے لئے دُعائیں کرتے رہتے تھے۔جمعہ کے روز صبح سے ہی نمازِ جمعہ کی تیاری شروع کر دیتے۔ نہا دھو کر تیار ہو کر نوافل ادا کرتے رہتے۔ کثرت سے درود شریف پڑھتے رہتے تھے اور بڑے خوش بھی رہتے تھے۔

28 مئی 2010ء کو بھی بڑے شوق اور خوشی سے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے۔آپ ٹانگوں میں تکلیف کے باعث کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے حادثے کے وقت بھی وہیں تشریف فرما تھے جب سب لوگ صحن سے تہہ خانے کی طرف جا رہے تھے تو آپ بھی اپنی چھڑی کے سہارے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے تہہ خانے کی سیڑھیوں کے پاس پہنچ گئے جب دہشت گردوں کی طرف سے پھینکے گئے گرنیڈ کو واپس پھینکنے کی کوشش کی گئی تو وہ گرنیڈ ان سے تقریباً ایک فٹ کے فاصلہ پر پھٹا اور پھر دین کے اس شہزادے نے دعائیں کرتے اور درود پڑھتے ہوئے اپنی پسندیدہ ترین جگہ یعنی دارالذکر میں اپنی جان احمدیت کی سربلندی اور فتح اسلام کی خاطر قربان کر دی

اناللہ وانا الیہ راجعون بوقت شہادت آپ کی عمر 66 سال تھی۔

توحیدِ حقیقی کے پرستار ہوئے تم
پھر دینِ محمدؐ کے وفادار ہوئے تم

محترمہ صدف شیخ صاحبہ Hanau

مکرم چوہدری محمد نواز ججہ صاحب شہید

یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائیں گے رشکِ چمن اس دن
وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
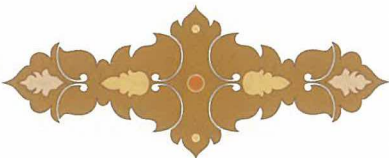
ہے قادرِ مطلق یار میرا، تم میرے یار کو آنے دو
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

مکرم چوہدری محمد نواز ججہ صاحب مرحوم رشتہ میں میری چھوٹی بہن منصورہ مبارک صاحبہ کی جیٹھانی کے والد صاحب ہیں۔ مکرم ججہ صاحب کے دو بیٹے مکرم ڈاکٹر فرخ نواز صاحب اور مکرم مبارک نواز صاحب اور ایک بیٹی محترمہ فرزانہ طاہر صاحبہ ہیں۔ ان کی بیٹی فرزانہ صاحبہ سے میری پاکستان لاہور فون پر بات ہوئی تھی۔ سو اُن کے والد صاحب کے واقعات اُن کی بیٹی کے مطابق ہی تحریر میں لا رہی ہوں۔

مکرم ججہ صاحب شہید مرحوم کے آباؤ اجداد کا تعلق اونچا ججہ ضلع سیالکوٹ سے تھا۔ آپ کو جماعت اور جماعتی کاموں سے عشق کی حد تک پیار تھا۔ آپ غریبوں کی بہت مدد کیا کرتے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد کئی لوگوں نے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ وہ ہماری مدد کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے آکر بتایا کہ ''میں تو ان کا قرض دار تھا، مجھے اپنی دکان کی ڈیکوریشن کے لئے پیسوں کی ضرورت تھی تو انہوں نے میری مدد کی'' وہ شخص واپس کرنے کے لئے پچاس ہزار روپے ساتھ لایا تھا۔ اس بات کا ان کے گھر والوں کو بالکل علم نہیں تھا۔ ان کا اپنے ملازمین کے ساتھ بھی بہت اچھا پیار محبت والا سلوک تھا۔
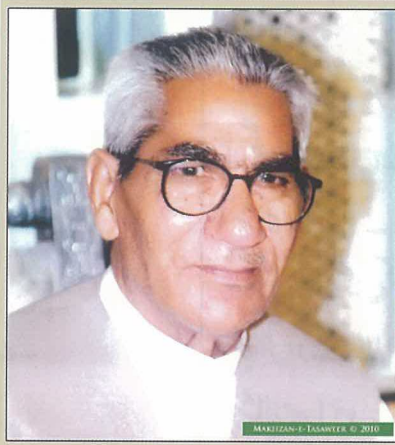
Choudhary Muhammad Nawaz
Martyred on 28th May 2010, Lahore

ان کی بیٹی مزید بتاتی ہیں کہ ''میرے والد صاحب نے کبھی میرے اور بھائیوں کے درمیان فرق نہیں کیا تھا ہمیں ایک جیسی تعلیم دلوائی اور اس سلسلہ میں کبھی پیسے کی پرواہ نہیں کی۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب میں پولیٹیکل سائنس میں ماسٹر کر رہی تھی۔ اس وقت جبکہ والد صاحب کی عمر ساٹھ سال تھی اس کے باوجود لمبی لائین میں کھڑے ہو کر فیس جمع کروائی۔ حالانکہ میں اتنی لمبی لائین دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ ہمارے رشتے کرتے وقت صرف یہ چیز دیکھتے کہ ہونے والے داماد یا بہو کا جماعت کے ساتھ تعلق کیسا ہے۔ میری شادی کے بعد شروع کے دنوں میں ہمارے حالات اتنے اچھے نہیں تھے ایک مرتبہ عیدالضحیٰ کے موقع پر ابو جان اپنے گھر سے کچھ کھائے بغیر میرے گھر قربانی کا گوشت لے آئے کہ ''میں اپنی بیٹی کے ساتھ مل کر کھاؤں گا''

ہماری والدہ صاحبہ غیر از جماعت فیملی سے تھیں شادی کے بعد میرے والد صاحب نے جس طرح والدہ صاحبہ کے ساتھ حسن سلوک کیا، ان کے ساتھ ساتھ ان کی فیملی کا بھی خیال رکھا ان کے تمام حقوق احسن رنگ میں پورے کئے۔ آپ اپنی ساری تنخواہ لا کر والدہ صاحبہ کے ہاتھ پر رکھ دیتے تھے۔ انہوں نے ان کا جماعت کے ساتھ والہانہ لگاؤ بھی دیکھا تو شادی کے پہلے سال ہی کہا کہ ''میں بیعت کرنا چاہتی ہوں''۔

شہادت کے وقت تک آپ اپنے حلقہ میں بطور محاسب کے خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ آپ کی شہادت دارالذکر میں ہوئی۔ آپ کو اس مسجد سے خاص لگاؤ بھی تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب آپ لاہور میں زیرِ تعلیم تھے تو مسجد دارالذکر کی تعمیر کے سلسلہ میں وقارِ عمل میں شامل ہوتے رہے۔ اُن کی بیٹی بتاتی ہیں کہ ''شہادت والے دن ابا جان مرحوم نے نیا سوٹ اور جوتے پہنے۔ وہ اکثر جمعہ کو جلدی چلے جایا کرتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اُن کی جمعہ سے قبل امیر صاحب سے میٹنگ ہوا کرتی تھی۔ مسجد میں ہمیشہ اگلی کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے جہاں دوسرے عہدیداران اور امیر صاحب بیٹھا کرتے تھے۔ شہادت کے روز بھی جمعہ کی نماز پڑھنے جلد ہی مسجد پہنچ گئے۔ اُس دن ان کے چھوٹے بھائی کا بیٹا عزیزم ندیم اور بڑے بھائی کا پوتا عزیزم برہان بھی اُن کے ساتھ موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ جس وقت حملہ ہوا۔ تو وہ بڑے آرام سے اُٹھے، جوتی پہنی اور سیڑھیوں کے نیچے چلے گئے۔ اُس دوران ان کے چہرے پر سکون اور اطمینان تھا۔ کسی قسم کی پریشانی یا فکر کا اظہار نہ کیا۔ بار بار اپنے بھائیوں کی اولاد کے بارے میں پوچھتے رہے کہ وہ خیریت سے ہیں یا نہیں؟ آخری 15 منٹ میں اُن کی گرنیڈ پھٹنے سے شہادت ہوئی''۔

آپ کو تمام خلفاء سے بہت محبت تھی۔ آپ اپنے بچوں کو بتایا کرتے تھے کہ ''میرے والد صاحب نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں احمدیت قبول کی تھی۔ اپنے بچوں کو اکثر جماعتی روایات اور دیگر باتیں بتایا کرتے تھے۔ اُن کا جماعت کے بارے میں بہت وسیع علم تھا۔ اُن کی بیٹی کہا کرتی ہیں کہ ''جس قدر علم انہوں نے جماعت کا اپنے ابو سے حاصل کیا ہے اُس قدر حصہ کتابوں سے نہیں سیکھا''۔ جماعت اور خلافت سے بے پناہ لگاؤ کی وجہ سے انہوں نے اپنے بڑے بیٹے ڈاکٹر فرخ نواز صاحب کو وقف کر دیا۔ وقف کے شروع کے دنوں میں جب وہ گھر کے عیش و آرام چھوڑ کر اکیلے نائجیریا گئے تو شروع میں کچھ گھبرائے، لیکن والد صاحب نے ان کا حوصلہ بڑھایا اور کہا کہ

''تم نے خلیفہ وقت سے جو عہد کیا ہے اس کو ہر حال میں نبھانا ہے''۔ وہ آجکل نائجیریا میں خدمتِ انسانیت میں مصروف ہیں۔ 1974ء کے شہداء کا اکثر ذکرِ خیر کیا کرتے تھے۔ اُن کی بیٹی کے مطابق انہوں نے اکثر اوقات ابا جان کو نماز میں روتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ انہیں شہداء احمدیت سے خاص محبت تھی۔ سن 1970ء سے قبل کوئٹہ بھی مقیم رہے۔ خاکسار کے والد صاحب مرحوم شیخ محمد حنیف صاحب بطور امیر 28 سال امیر جماعت کوئٹہ بلوچستان رہے۔ شہید مرحوم کو نظام سے عشق کے باعث ابا جان سے بے حد محبت اور احترام کا تعلق تھا۔ اُن کی اولاد ہونے کے ناطے سے ہم سے بھی اچھا تعلق تھا کہ ''تم محترم شیخ صاحب کی بیٹیاں ہو۔'' اکثر اپنے بچوں سے ہمارے والد صاحب کی قربانیوں کے واقعات کا تذکرہ بہت محبت سے کیا کرتے۔ اسی ضمن میں بتاتی چلوں کہ ایک مرتبہ لاہور میں ہماری والدہ صاحبہ کی وفات پر حلقہ والوں کی طرف سے کسی غلط فہمی کی بنا پر گھر کھانا نہ آیا۔ جب مکرم ججہ صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو بے حد افسوس اور دُکھ کا اظہار کیا اور اُسی وقت اپنے گھر

سے کھانا پکوا کر ہمارے گھر بھجوایا۔

ان کی شہادت کے بعد ان کے بچوں نے کہا کہ ''ہم اس بات پر خوش ہیں اور فخر محسوس کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے والد صاحب کو ابدی زندگی والی موت عطا فرمائی''۔ پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محترم بجہ صاحب کا تذکرہ جرمنی کے جلسہ میں جس طرح نہایت پیارے اور جامع انداز میں فرمایا ہے۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور تقویٰ شعار بندوں کو اس حسین وجاوداں انجام کے لئے چُن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان شہداء کے نیک شعار پر عمل کر کے انہیں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور کاش ہم بھی ایسے پاک حسین انجام کے لئے چُن لئے جائیں۔ آمین

بشریٰ ماجد صاحبہ حلقہ Anwar Moschee سٹی روڈ گاؤ

؎ شالا میرا جیوے آقا ؎ شالا میرا جیوے آقا

''جتھے ذکر ناہووے ماہی دا اسی ایسی خدائی کی کرنی
سانوں مل جائے پیار محمدؐ دا اسی پریت پرائی کی کرنی''
شالا میرا جیوے آقا
لوکی دشمن بن بیٹھے
ساڈا قصور اینا مہدی آیا اسی من بیٹھے
شالا میرا جیوے آقا
کوئی چولہ پانا پوے۔
مہدی نوں جا ملیو پانوے برفاں تے جاناں پوے۔
شالا میرا جیوے آقا
کوئی چولہ پانا پوے۔
دین نوں نئیں چھڈناں پانویں آگ وچوں جاناں پوے۔
شالا میرا جیوے آقا
کوئی ٹھنڈیاں چھاواں نے۔
پتر شہید ہوئے نئیں رویاں ماواں نے
شالا میرا جیوے آقا
کوئی دن آیا عیداں دا۔
ضائع نیں جاناں خوں ساڈے شہیداں دا۔
شالا میرا جیوے آقا

کوئی ٹھنڈیاں چھاواں نے
دین اتوں وار سٹے پت ہیرے مانواں نے
شالا میرا جیوے آقا
رسی بن دتی کس کس
گھبرو جواناں نے جاں دے دتی ہس ہس کے۔
شالا میرا جیوے آقا
کوئی شکوہ نئیں کرنا
جاہل وے ملاں اساں مر کے وی نئیں مرنا
شالا میرا جیوے آقا
جنے آنا سی آیا اے
اودھی سچائی نوں سوواراز مایا اے
شالا میرا جیوے آقا
نیں لمبی اے جدائی اے۔
حضور دے سائے تھلے چلے فوج خدائی اے۔
شالا میرا جیوے آقا
دلِ آقا دی پریت ہووے۔
لشکر مہدی دا ساری دنیا تے جیت ہووے۔
شالا میرا جیوے آقا

(شازیہ فاروق kassel süd)

خطبہ جمعہ

لاہور کی احمدیہ مساجد میں شہید ہونے والے 12 مزید شہداء کے تعارف، واقعہ شہادت اور ان کی نیکیوں اور خوبیوں پر مشتمل ذکر خیر۔ اللہ تعالیٰ ان سب شہداء کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

(از خطبہ جمعہ سیّدنا حضرت امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 02 جولائی 2010ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ))

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج بھی لاہور کی مساجد کے شہدا کا ذکر خیر ہوگا۔

پہلا نام آج کی فہرست میں ہے۔ **مکرم عبدالرحمٰن صاحب شہید ابن مکرم محمد جاوید اسلم صاحب**۔ کا شہید مرحوم نے اپنی والدہ، خالہ اور چھوٹی بہن کے ہمراہ اگست 2008ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ نومبائع تھے۔ حکمت کے تحت دیگر خاندان میں فوری طور پر اس کا اظہار نہیں کیا۔ شہید مرحوم کا خیال تھا کہ MBBS کی تکمیل کے بعد دیگر تمام رشتے داروں کو بتا دیں گے۔ میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ننھیال کی طرف سے سوائے نانا کے سب احمدی ہیں۔ ان کی نانی محترمہ سعیدہ صاحبہ مرحومہ نہایت ہی مخلص احمدی تھیں۔ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ نہایت مخالفانہ حالات میں بھی وہ احمدیت سے وابستہ رہیں۔ شہید مرحوم کی عمر شہادت کے وقت اکیس سال تھی اور دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سانحہ کے روز شہید مرحوم کالج سے نمازِ جمعہ کے لئے سیدھے مسجد دارالذکر پہنچے۔ مسجد کے مین ہال میں بیٹھے تھے تو والدہ کو فون پر بتایا کہ بہت گولیاں چل رہی ہیں، آپ فکر نہ کریں اور ساتھ ہی خالہ زاد بھائی کو فون کر کے کہا کہ اگر میری شہادت ہو جائے تو میری تدفین ربوہ میں کرنا۔ ان کا خیال تھا کہ باقی عزیز رشتہ دار شاید ربوہ لے جانے نہ دیں۔ شہید مرحوم کو تین گولیاں لگیں جس سے شہید ہو گئے۔ ان کے خاندان کے دیگر افراد بھی اس سانحہ میں شہید ہوئے جن میں ملک عبدالرشید صاحب، ملک انصار الحق صاحب، اور ملک زبیر احمد صاحب شامل ہیں۔ سانحہ کے بعد جب دیگر خاندان اور اہلِ محلہ کو علم ہوا تو ان کی خالہ کو ان کے شوہر نے گھر سے نکال دیا۔ محلے میں بھی شدید مخالفت شروع ہوگئی۔ دھمکیوں کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ جنازہ کے لئے ان کے گھر میں بہت شور شرابہ ہوا اور شہید مرحوم کے خالو جو شدید مخالف ہیں، انہوں نے اور دوسرے رشتے داروں نے مل کر کہا کہ جنازہ یہیں پڑھیں گے اس وقت شہید کی خالہ کھڑی ہوگئیں اور بڑی سختی سے اور بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے کہا: نہیں، اس بچے نے فون کیا تھا کہ مجھے ربوہ لے کر جانا۔ ان کی خواہش کے مطابق ان کو ہم ربوہ ہی لے کر جائیں گے۔ شہید مرحوم کے والد نے تا حال بیعت نہیں کی۔ پہلے تو ان کا رویہ سخت تھا مگر اب نسبتاً نرم ہے۔ شہید مرحوم کی والدہ نے شہادت سے پہلے خواب میں مجھے دیکھا کہ میں ان کے گھر گیا ہوں۔ ان کی کزن نے خواب میں دیکھا کہ پانچوں خلفاء کی تصاویر لگی ہیں اور ایک راستہ بنا ہوا ہے جس پر لکھا ہوا ہے. This is the right way جیسا کہ میں نے بتایا شہید ایم بی بی ایس کر رہے تھے اور پہلے سال کے طالب علم تھے۔ پڑھائی کا بڑا شوق تھا۔ بزرگوں کی خدمت کا بڑا شوق تھا انکی خواہش تھی کہ عملی زندگی میں جب قدم رکھوں تو بے سہارا لوگوں کے لئے اپنی نانی کے نام پر سعیدہ اولڈ ہاؤس بناؤں گا۔ ابھی بھی جیسا کہ میں نے کہا ان کے خاندان میں اور محلے میں ان لوگوں کی بڑی سخت مخالفت ہے اور والدہ نے یہ درخواست بھی کی ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں ثباتِ قدم عطا فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اتنی مخالفت ہے کہ جو جماعتی وفد ملنے گیا، جو احمدی لوگ تعزیت کرنے گئے ہیں وہ ان کے گھر بھی نہیں جا سکے تھے۔ شہید مرحوم نے باوجود نومبائع ہونے کے جو استقامت دکھائی ہے یقیناً یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خاص تعلق کی وجہ سے تھی کہ انہوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانا اور ان کو آپکا سلام پہنچایا تو اس کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

دوسرا ذکر ہے **مکرم نثار احمد شہید صاحب ابن مکرم غلام رسول صاحب** کا۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد کا تعلق ضلع نارووال سے تھا۔ ان کے دادا حضرت مولوی محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امرتسر کے رہنے والے تھے۔ یہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔ شہید مرحوم سترہ سال کی عمر میں لاہور آ گئے اور اشرف بلال صاحب جو اس سانحہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کی فیکٹری میں کام شروع کیا، ان کے ساتھ ہی رہے شہادت کے وقت شہید کی عمر 46 سال تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ مسجد دارالذکر میں اشرف بلال صاحب کو بچاتے ہوئے انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ عموماً نماز جمعہ دارالذکر میں ہی ادا کرتے اور بچوں کو بھی ساتھ لاتے۔ سانحہ کے روز بھی بچوں کو ساتھ لے کر آئے نمازِ جمعہ سے قبل صدقہ دینا ان کا معمول تھا۔ بچوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے کہ اس سے ثواب ہوتا ہے۔ سانحہ کے روز بھی صدقہ دیا ایک بیٹے نے کہا کہ میری طرف سے بھی صدقہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا آپ خود اپنے ہاتھ سے صدقہ دیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ بیٹے کی طرف سے بھی ادا شدہ صدقہ کی رسید ان کی جیب میں موجود تھی۔ فائرنگ کے دوران اشرف بلال صاحب جو شدید زخمی ہو گئے، جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، ان کو بچانے کے لئے ان کے اوپر لیٹ گئے۔ اسی دوران ایک دہشت گرد نے گولیوں کی بوچھاڑ ماری جس سے آپ کی کمر چھلنی ہوگئی اور آپ موقع پر شہید ہو گئے شہید مرحوم نے سانحہ سے دس دن قبل خواب میں دیکھا تھا کہ والدین مرحومین سے ملاقات ہوئی ہے۔ والدین کہتے ہیں کہ بیٹا ہمارے پاس ہی آ کر بیٹھ جاؤ۔ اہل خانہ نے بتایا کہ تہجد اور نمازوں میں باقاعدہ تھے۔ شادی کے پچیس سالہ عرصہ میں کبھی سختی سے بات نہیں کی۔ دونوں بچوں کو وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں پیش کیا۔ والدین کی وفات سے قبل بھرپور طریقے سے والدین کی خدمت کا موقع ملا۔ خدمتِ خلق کا بہت شوق اور جذبہ تھا۔ احمدیت کے حوالے سے بہت جذباتی تھے۔ اپنے آبائی گاؤں میں ان کا اکیلا احمدی گھر تھا۔ ایک دفعہ مخالفین نے جلسہ کیا اور لاؤڈ سپیکر میں جماعت کے

خلاف سخت بدزبانی کی۔رات کا وقت تھا، یہ چپکے سے گھر سے نکلے اور وہاں جاکر ان کو سختی سے کہا کہ یہ بدکلامی بند کرواور اونچی آواز کو بند کرواور اگر کوئی بات کرنی ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر کرلو جس پر مخالفین نے لاؤڈ سپیکر کی آواز بند کر دی واپس آنے پر اہلیہ نے کہا آپ اکیلے چلے گئے تھے، مخالفین اتنے زیادہ تھے اگر وہ آپکو مار دیتے تو کیا ہوتا۔تو جواباً کہا کہ زیادہ سے زیادہ شہید ہو جاتا۔اس سے اچھا اور کیا تھا؟ لیکن مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کے خلاف بدزبانی نہیں سنی جارہی تھی۔

اگلا ذکر ہے **مکرم ڈاکٹر اصغر یعقوب خان صاحب شہید ابن مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب** کا۔شہید مرحوم صاحب کے والد 1903ء میں بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ان کے دادا حضرت شیخ عبدالرشید خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ان کے والد اور ان کے نانا حضرت ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے معالج کی حیثیت سے بھی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔شہید مرحوم 25 اگست 1949ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ایف ایس سی کے بعد ایم ایس سی بائیو کیمسٹری میں کیا اور پھر ایم بی بی ایس کی ڈگریاں لیں۔بوقتِ شہادت ان کی عمر 60 سال تھی۔مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا اور ماڈل ٹاؤن لاہور میں تدفین ہوئی۔عموماً نماز جمعہ کرٹک ہاؤس میں ادا کرتے تھے۔کبھی کبھی دارالذکر بھی چلے جاتے۔سانحہ کے روز بیٹے کو کالج چھوڑنے گئے اس کے بعد قریب ہی دارالذکر چلے گئے۔ایک بج کر چالیس منٹ کے قریب یہ مسجد میں داخل ہوئے۔اسی دوران گیٹ کے قریب ہی دہشت گردوں کی فائرنگ شروع ہوئی چھاتی اور ٹانگ میں گولیاں لگیں۔تھوڑی دیر تک ہوش میں رہے ایمبولینس میں اپنا نام وغیرہ بتایا، تاہم ہسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں شہید ہوگئے۔اہلِ خانہ نے بتایا کہ حقیقی معنوں میں انسانیت کی خدمت کرنے والے تھے کبھی کسی امیر وغریب میں فرق نہیں کیا سب سے ایک جیسا ہمدردانہ سلوک کرتے تھے۔مریضوں کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا تھا۔جب بھی کوئی ضرورت مند آجاتا آپ خدمت کے لئے تیار ہوتے اور ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے۔شہید مرحوم کے ایک عزیز نے سانحہ سے ایک روز قبل خواب میں دیکھا تھا۔کہ میرے والد ڈاکٹر وسیم صاحب قبر کھود رہے ہیں اور ساتھ روتے ہیں کہ میرے کسی عزیز کی قبر ہے۔خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کر فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم میاں محمد سعید درد صاحب شہید ابن مکرم حضرت میاں محمد یوسف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کا شہید مرحوم کے آباؤ اجداد گجرات کے رہنے والے تھے۔پھر قادیان شفٹ ہوگئے۔ان کے والد حضرت میاں محمد یوسف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دادا حضرت ہدایت اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور انہوں نے 1900ء میں بیعت کی تھی۔شہید مرحوم کے والد صاحب پارٹیشن تک حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔اس کے علاوہ نائب امیر ضلع لاہور بھی رہے۔شہید مرحوم 1930ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔پیدائش کے بعد گھر والے قادیان شفٹ ہوگئے چنانچہ آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد بی اے کیا اور بعد میں نیشنل بینک میں ملازمت اختیار کی جہاں سے 1970ء میں مینجر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے زندگی میں چھ مرتبہ حج اور متعدد بار عمرہ کرنے کی سعادت بھی ملی۔شہادت کے وقت ان کی عمر 80 سال تھی۔مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔قریباً ایک بجے بیت النور ماڈل ٹاؤن پہنچ گئے۔جنرل ناصر صاحب کے ساتھ ویل چیئر پر بیٹھے تھے۔دو گولیاں ٹانگ میں اور ایک بازو میں لگی۔شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا جہاں اڑھائی گھنٹے آپریشن جاری رہا لیکن جانبر نہ ہوسکے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔اہلِ خانہ نے بتایا کہ بہت دعا گو انسان تھے۔کبھی کسی سے شکوہ نہیں کیا۔ہمیشہ صبر کی تلقین کرتے نہایت مہمان نواز تھے۔باوجود بڑھاپے کے ہر ایک سے کھڑے ہو کر ملتے تھے۔بچوں کو نصیحت کی کہ اپنا دستر خوان ہر ایک کے لئے کھلا رکھنا۔اتنی عمر کے باوجود سارے روزے رکھتے تھے 1969ء سے ہر سال اعتکاف بیٹھا کرتے تھے صرف گزشتہ دو سال سے بچوں کے اصرار کی وجہ سے اعتکاف نہیں بیٹھے۔بیت النور ماڈل ٹاؤن کے سنگِ بنیاد کے وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شہید مرحوم کے والد صاحب کو بھی بنیاد میں اینٹ رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اکثر بیٹھے بیٹھے رونے لگ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اتنی نعمتیں مجھے دی ہیں۔شہادت سے چند دن پہلے نائب امیر صاحب ضلع لاہور ان سے ملنے آئے تو ان سے کہا کہ یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے۔جب تک نظر ٹھیک رہی بچوں کو قرآنِ کریم پڑھاتے رہے آخری وقت تک دیگر احباب سے چندہ وصول کرنے کے لئے خود پیدل جاتے اور کہتے کہ میں اگر اس غرض سے ایک قدم بھی چلوں گا تو سو قدم کا ثواب ملے گا۔بیت النور میں حصولِ ثواب کی خاطر اکثر پیدل جاتے تھے۔ان کی شہادت کے بعد ان کی میز پر دعائیہ خزائن کی کتاب کھلی ملی ہے جو کہ اُلٹی رکھی ہوئی تھی۔ان کے اہلِ خانہ کہتے ہیں عموماً پہلے نہیں ہوتی تھی اور جو صفحہ کھلا ہوا تھا اس پر الوداع کہنے کی دعا اور بلندی پر چڑھنے کی دعا تحریر تھی۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم محمد یحییٰ خان صاحب کا شہید ابن مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کا۔شہید مرحوم کے والد حضرت ملک محمد عبداللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دادا حضرت برکت علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق ناظرِ اعلیٰ قادیان (بھارت) ان کے چچا تھے۔شہید مرحوم 1933ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ان کی اپنی زندگی بھی ایک معجزہ تھی۔ان کے بڑے بھائی اور ان کی عمر میں 18 سال کا فرق تھا۔کیونکہ درمیان کی ساری اولاد چار سے پانچ سال کی عمر میں فوت ہوگئی اور ان کی صحت بھی چار پانچ سال کی عمر میں خراب ہوگئی۔ان کی والدہ صاحبہ ان کو لے کر حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں۔حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو لے کر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئیں۔ان کی والدہ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پنجابی میں عرض کی کہ ''حضورایے وی جاریا جے'' (کہ حضور یہ بھی جارہا ہے) حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپکو (اس بچے کو) گود میں لے لیا اور آپ کا نام شریف احمد سے بدل کر محمد یحییٰ رکھ دیا۔حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان دعاؤں کے طفیل آپ نے نہ صرف لمبی عمر پائی بلکہ شہید ہو کر ابدی حیات پا گئے۔پارٹیشن کے بعد فیصل آباد آگئے۔ہجرت سے قبل ان کی ڈیوٹی منارۃ المسیح قادیان پر ہوتی تھی۔یہ دوربین لگا کر ارد گرد کے ماحول کی نگرانی کیا کرتے تھے۔سول انجینئر نگ کے بعد مختلف جگہوں پر تعینات رہے 82-1981ء میں بسلسلہ ملازمت عراق چلے گئے جہاں ان کو جماعت کو Establish کرنے کا موقع بھی ملا بوقتِ شہادت ان کی عمر

77 سال تھی۔ بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جام شہادت نوش فرمایا۔ سانحہ کے دوران مسجد کے مین ہال میں کرسیوں پر پہلی رو میں بیٹھے تھے کہ اچانک فائرنگ شروع ہوگئی۔ کسی دوست نے کہا کہ آپ پیچھے چلے جائیں تو کہا کہ گھبراؤ نہیں اللہ یہیں فضل کرے گا۔ اس کے بعد عہدیداران کی ہدایت پر دیوار کے ساتھ نیچے بیٹھ گئے۔ اسی دوران دہشت گردنے گرنیڈ پھینکے جن میں سے ایک گرنیڈ کے پھٹنے سے ان کے سر کا پچھلا حصہ زخمی ہوگیا جس سے موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ ان کے دو بیٹے دارالذکر میں ڈیوٹی پر تھے جو کہ رات 12 بجے تک ریسکیو کا کام کرتے رہے۔ حالانکہ ان کو والد صاحب کی شہادت کی اطلاع مل چکی تھی۔ اہلِ خانہ نے بتایا کہ شہید مرحوم انتہائی حلیم طبیعت کے مالک تھے۔ کبھی غصے میں نہیں دیکھا۔ جماعتی کاموں میں غیرت تھی۔ بچوں کو جماعتی کاموں اور نمازوں میں کوتاہی کی صورت میں معافی نہیں ملتی تھی۔ عرصہ دراز تک سیکرٹری تعلیم القرآن رہے۔ لوگوں کو گھروں میں جاجا کر قرآن کریم کی تعلیم دی۔ یہ لوگ آپکی شہادت پر زاروقطار روتے ہوئے ملے کہ ان کا یہ احسان ہماری نسلیں کبھی نہیں بھلا سکتیں۔ عزیز واقارب اور دیگر رشتہ داروں کی ہمیشہ مشکل حالات میں مدد کی اور ان کو سپورٹ کیا۔ جو بھی آپکو پینشن ملتی تھی وہ ساری کی ساری غریبوں پر ہی خرچ کردیتے تھے۔ نمازِ ظہر وعصر گھر میں باجماعت ادا کرتے اور باقی تین نمازیں مسجد میں جاکر ادا کرتے تھے۔ کبھی تہجد نہیں چھوڑی۔ داماد اور بیٹے میں کبھی فرق نہیں کیا۔ بہوؤں کو اپنی بیٹی سمجھا۔ سانحہ سے ایک جمعہ قبل تین نئے سفید سوٹ سلوائے دونوں بیٹوں نے اپنے اپنے سوٹ پہن لئے جب شہید مرحوم کو کہا گیا کہ تیسرا سوٹ آپ پہن لیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں اگلے جمعہ پہنوں گا۔ کچھ عرصہ قبل آپ کی بیٹی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی تہہ خانے والی بلڈنگ ہے جس میں میڈل تقسیم کئے جارہے ہیں۔ ان میں میرے والد صاحب بھی شامل ہیں۔ خواب میں ہی کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ میڈل ان کو دیئے جارہے ہیں جنہوں نے کوئی خاص کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ ان کی اپنی لائبریری تھی جس میں ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔ ان کے ایک بیٹے خالد محمود صاحب واقفِ زندگی ہیں اور تحریکِ جدید کی سندھ کی زمینوں میں مینیجر ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم ڈاکٹر عمر احمد صاحب شہید ابن مکرم ڈاکٹر عبدالشکور میاں صاحب کا**۔ شہید مرحوم کے دادا چوہدری عبدالستار صاحب نے 1921ء یا 22ء میں بیعت کی تھی۔ ان کے ننھیال گورداسپور جبکہ ددھیال میاں چنوں کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد صاحب کے خالو حضرت مولوی محمد دین صاحب لمبا عرصہ صدر، صدرانجمن احمدیہ رہے ہیں۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے ہیں۔ اسی طرح مولانا رحمت علی صاحب مبلغ انڈونیشیا اور چوہدری احمد جان صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی ان کے والد کے خالو تھے۔ حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے والد کے نانا تھے۔

شہید مرحوم جولائی 1979ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ایم ایس سی آنرز مائیکرو بیالوجی کرنے کے بعد سترہ گریڈ کے ویٹنری آفیسر تعینات ہوئے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر اکتیس برس تھی۔ نظام وصیت میں شامل تھے۔ مسجد دارالذکر میں شدید زخمی ہوئے ہسپتال میں زیر علاج رہے اور بعد میں شہید ہوئے۔ سانحہ کے روز ملازمت سے ہی نمازِ جمعہ ادا کرنے دارالذکر پہنچے۔ ابھی وضو کررہے تھے کہ فائرنگ شروع ہوگئی۔ لفٹ کے پاس کھڑے تھے کہ دہشتگرد کی دو تین گولیاں ان کے گردوں کو چھلنی کرتی ہوئیں نکل گئیں۔ شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا۔ جہاں ان کے چار آپریشنز ہوئے۔ ایک گردہ بالکل ختم ہوچکا تھا اسے نکال دیا گیا۔ علاج کی پوری کوشش کی گئی۔ ستر بوتلیں خون کی دی گئیں لیکن جانبر نہ ہوسکے اور مورخہ 4 جون کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اہلِ خانہ نے بتایا کہ شہید مرحوم بہت کم گو اور ملنسار انسان تھے۔ کبھی کسی نے بھی ان کے بارے میں شکایت نہیں کی۔ نماز کے پابند تھے۔ ہر جمعرات کو اپنے مسجد کے حلقہ کے وقارِ عمل میں حصہ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم لعل خان صاحب ناصر شہید ابن مکرم حاجی احمد صاحب کا**۔ شہید مرحوم ادرحماں ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا نے اپنے خاندان میں سب سے پہلے بیعت کی تھی بچپن میں شہید مرحوم کے والد وفات پاگئے تھے۔ والدہ بھی 1995ء میں وفات پاگئیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ربوہ آگئے تھے۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ جس کے بعد بسلسلہ ملازمت کچھ عرصہ کے لئے کراچی چلے گئے۔ بعد میں تربیلا میں ملازمت مل گئی اس وقت گریڈ سترہ کے بجٹ اکاؤنٹ آفیسر تھے اور گریڈ اٹھارہ ملنے والا تھا۔ دورانِ ملازمت ملتان اور وہاڑی میں بھی بھرپور جماعتی خدمات کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ مظفر گڑھ میں پہلے قائد ضلع اور پھر امیر ضلع مظفر گڑھ کی حیثیت سے بھی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 52 سال تھی۔ اور نظام وصیت میں شامل تھے۔ مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں شہادت کا رتبہ پایا۔ مسجد بیت النور کے دوسرے ہال میں بیٹھے تھے۔ دہشتگردوں کے آنے پر آپ نے بھاگ کر دروازہ بند کیا اور احبابِ جماعت سے کہا کہ آہستہ آہستہ ایک طرف ہوجائیں اسی دوران دروازے میں سے دہشتگرد نے گن کی نالی اندر کرکے فائر کئے جو آپ کے سینے میں لگے اور موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ سانحہ سے ایک روز قبل شہید مرحوم غالباً کوئی خواب دیکھتے ہوئے ایک دم ہڑبڑا کے اٹھ گئے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے؟ تو خاموش رہے۔ تاہم اُٹھ کر بچوں کو دیکھا۔ لیکن خواب نہیں سنائی۔ بڑے بیٹے نے بتایا کہ تدفین سے اگلے روز غیراز جماعت لڑکوں کے گالیوں بھرے ایس ایم ایس (SMS) آتے رہے۔ یہ ان کی اخلاقی حالت کا حال ہے۔ لڑکے نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کالی سکرین ہے جس پر سفید الفاظ لکھے آرہے ہیں اور ساتھ ہی ابو شہید کی آواز آتی ہے کہ ignore کرو سب کو، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے قربانی دی۔ شہید مرحوم کے ایک عزیز نے شہادت کے بعد خواب میں دیکھا کہ ہرے بھرے گراؤنڈ میں ٹہل رہے ہیں۔ ایک ہاتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتاب ہے۔ اور دوسرے ہاتھ میں سیب ہے جو کھا رہے ہیں۔ بروز جمعہ شہید مرحوم نے نماز سینٹر جاکر باجماعت تہجد پڑھائی اور رو رو کر اللہ کے حضور دعائیں کیں۔ پھر اس کے بعد نمازِ فجر پڑھائی تو آخری سجدہ بہت لمبا کیا۔ اہلِ خانہ نے بتایا کہ وقفِ عارضی کا بہت شوق تھا۔ وقفِ نو کی کلاسز بہت دلجمعی سے لیتے تھے۔ فرداً فرداً بچوں کو وقت دے کر جائزہ لیا کرتے تھے۔ گھر میں ایک عیسائی بچی ملازمہ تھی، اس کے تعلیمی اخراجات بھی برداشت کئے۔ اس کو جہیز بنا کر دیا اور بعد میں اس کی شادی کی۔ ان کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ عینی شاہد نے بتایا کہ لعل خان صاحب دہشتگردی کا واقعہ ہوا تو فوراً اپنے ہی حلقہ کے انصار بھائی کیساتھ مسجد کی چھت پر چلے گئے۔ جب اس فائر کرنے والے درندہ صفت کی بندوق کی گولیاں ختم ہوگئیں تو دوبارہ گولیاں بھرنے لگ گیا۔ تب تھوڑی دیر کے لئے خاموشی ہوئی تو چھت پر جانے والے تمام افراد نے یہ سمجھا کہ حالات قابو میں آگئے ہیں چنانچہ وہ فوراً

نیچے آگئے۔اتنی دیر میں اس نے اپنی بندوق پھر لوڈ کرلی۔خان صاحب نے اپنے ہاتھ اپنے ساتھیوں سے چھڑا کر بھاگ کر ہال کے پچھلے دروازے کو بند کر کے دروازے کے آگے سینہ تان کر کھڑے ہوگئے اور باقی نمازیوں سے کہنے لگے کہ آپ درود شریف کا ورد کرتے ہوئے جلدی جلدی محفوظ جگہوں پر چلے جائیں۔تقریباً پونے دو بجے تک وہ خیریت سے تھے اور دہشت گردنے جب دروازہ بند کرتے دیکھا تو فوراً بھاگ کر دروازے پر پہنچا اور دروازہ کھولنے کے لئے دھکا دینے لگا۔انہوں نے مضبوطی سے تھامے رکھا۔اور اس دوران جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس نے نالی اندر کی اور فائر کر دیا۔اس دوران ان کے دو اور ساتھی بھی شہید ہو گئے۔ان تینوں کی شہادت سے اس عرصے میں جو دہشت گرد کے ساتھ زور آزمائی ہو رہی تھی، ہال خالی ہو چکا تھا اور باقی نمازی محفوظ جگہوں پر چلے گئے۔ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ میرے میاں ایک فرشتہ صفت انسان تھے، ہر وقت جماعت کی خدمت کی فکر تھی۔جوں ہی جماعت کی طرف سے کوئی اطلاع آتی تو فوراً عمل کرتے۔اپنے حلقہ پنجاب سوسائٹی کے زعیم انصار اللہ، سیکرٹری تربیت نو مبائعین، سیکرٹری رشتہ ناطہ تھے۔وقفِ عارضی بہت شوق سے کرتے تھے۔شہادت سے پندرہ دن پہلے ان کی وقفِ عارضی مکمل ہوئی تھی۔وقفِ عارضی کے لئے انہوں نے عصر سے لے کر نمازِ عشاء کا ٹائم وقف کیا ہوا تھا۔عصر سے مغرب تک واپڈا ٹاؤن کے بچوں سے قرآنِ مجید، نماز باترجمہ اور نصاب وقفِ نو میں سے سورتیں وغیرہ سنتے۔اگر کسی بچے کا تلفظ درست نہ ہوتا تو اس کا تلفظ درست کرواتے اور نمازِ مغرب کے بعد Ness پارک سوسائٹی میں آجاتے۔نمازِ عشاء تک وہاں کے بچوں کو پڑھاتے۔بچوں کے دلوں میں جماعت کی محبت، خلیفہ وقت کی محبت اطاعت کا شوق پیدا کرنیوالے واقعات سناتے۔میرے میاں کی شہادت کے بعد تمام بچے سوگوار تھے اور یہی کہتے کہ انکل تو ہمارے فیورٹ (Favorite) انکل تھے۔ہمیں انہوں نے بہت کچھ سکھایا۔ہر وقت زبان پر درود شریف اور خلافت جوبلی کی دعائیں ہوتی تھیں، گھر میں ہم سب کو بھی کثرت کے ساتھ درود شریف اور خلافت جوبلی کی دعائیں پڑھنے کی تلقین کرتے رہتے تھے اول وقت میں نماز پڑھنے کے عادی تھے اور اہلِ خانہ کو بھی اس کا عادی بنایا۔ان کے ایک اور واقف نے لکھا ہے کہ 1998ء سے 2001ء تک مظفر گڑھ کے امیر ضلع رہے۔آپ کو جماعت کے افراد کی تربیت کا بڑا فکر ہوتا تھا۔آغاز اپنے گھر سے کرتے تھے۔لوگوں کے عائلی معاملات میں صلح و صفائی کی کوشش کرتے۔ایک دفعہ شہر سلطان، (یہ وہاں جگہ کا نام ہے) میں عائلی معاملہ پیش تھا۔آپ نے فریقین کے حالات و واقعات سننے اور دیگر افراد سے بھی تصدیق چاہی۔دونوں خاندانوں کو سمجھایا۔اس وقت آپکی آنکھوں میں آنسو تھے اور بار بار یہ نصیحت کرتے تھے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت سے ہیں۔آپ کوشش کریں کہ اپنے گلے شکوے دور کر کے پھر اکٹھے ہو جائیں اور ناراضگی جانے دیں۔عاجزی اور انکساری کمال کی تھی۔کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو مجلسِ عاملہ کے اراکین کے سامنے رکھتے۔اور ان سے رائے لیتے۔آپ میں کمال کی ستاری دیکھی۔کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تو اس کے لئے دعا بھی کرتے۔مرکز کو حالات لکھتے اور حالات سے آگاہ رکھتے اور اگر اصلاح دیکھتے تو اس کی اطلاع بھی مرکز کو کرتے۔جب تک یہ امیر ضلع رہے جماعت کے لئے ایک پُر شفقت باپ کا کردار ادا کیا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم ظفر اقبال صاحب شہید ابن مکرم محمد صادق صاحب** کا۔شہید مرحوم عارف والا ضلع لیہ کے رہنے والے تھے ابتدائی تعلیم عارف والا میں حاصل کرنے کے بعد لاہور شفٹ ہو گئے۔بی اے تک تعلیم لاہور میں حاصل کی۔اس کے بعد سعودی عرب چلے گئے۔جہاں قیام کے دوران پانچ بار حج کرنے کی سعادت ملی۔پاکستان واپس آنے پر ٹرانسپورٹ لائن اختیار کی اور شہادت تک اسی سے وابستہ رہے۔ایک سال قبل مع فیملی بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔بوقتِ شہادت ان کی عمر 59 برس تھی۔دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔شہید مرحوم باقاعدگی سے تہجد کی ادائیگی کے لئے اٹھتے اور نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد کام کے سلسلے میں سات بجے گھر سے نکلتے۔28 مئی سانحہ کے دن نمازِ تہجد ادا کرنے کے بعد تلاوت کی اور نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد ناشتہ کر کے کام کے لئے گھر سے نکلے کام سے فارغ ہو کر مسجد دارالذکر پہنچے۔سانحہ کے دوران مسلسل بیٹے سے فون پر بات ہوتی رہی۔کہا کہ ہم چھپے ہوئے ہیں۔لیکن کہاں چھپے ہوئے تھے یہ نہیں بتایا اور بتایا کہ فائرنگ بہت ہو رہی ہے، آپ دعا کریں۔اللہ خود ہی ہماری مدد کرے گا۔پھر بیٹی سے بھی بات کی تو یہی کہا کہ دعا کریں۔پھر بار بار فون کرنے سے منع کر دیا۔دہشتگر دوں کی فائرنگ کے دوران ایک گولی آپ کے کندھے پر لگی۔مین گیٹ کے قریب ان کی لاش پڑی ہوئی تھی، جس سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ جب وہ آپریشن مکمل ہونے کی غلط خبر پھیلی تو یہ باہر نکل کر آئے ہیں اور مینار پر موجود دہشتگر دنے ان پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں گولی ان کے کندھے میں لگی جو ترچھی ہو کر دل کی طرف چلی گئی۔اس کے بعد جب ان کو اٹھا کر ایمبولینس میں ڈالا گیا تب تک ان کی نبض چل رہی تھی طبی امداد دینے کی کوشش کی گئی۔لیکن جانبر نہ ہو سکے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

شہید مرحوم کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ مَیں اپنے تاثرات لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔لیکن میرا ایمان اس قدر پختہ ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نیتوں کا حال جانتا ہے اور وہ جو بھی اپنے بندے کے لئے کرتا ہے وہ انسان کی سوچ سے بھی بہت بڑھ کر ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ نے میرے میاں کو شہید کا جو رتبہ دیا ہے، وہ اصل میں اس کے حقدار تھے اور مجھے اس پر فخر ہے۔میری ساری اولاد بھی احمدیت کے لئے قربان ہو جائے تو مجھے رتی بھر بھی ملال نہیں ہوگا۔بلکہ میں خدا کی بے انتہا شکر گزار ہوں گی۔شہید مرحوم کے بیٹے نے بتایا کہ ابو کی شہادت سے چند روز قبل میرے ماموں طاہر محمود صاحب نے خواب دیکھا اور جب فجر کی نماز کے لئے بیدار ہوئے تو بتایا کہ مجھے خواب تو یاد نہیں، بس ایک جملہ یاد رہا ہے ''پہاڑوں کے پیچھے چھوڑ آئے'' اور جب ہم ابو شہید کو ربوہ ہمیشہ کے لئے چھوڑنے جا رہے تھے تو پہاڑوں میں گھری اس وادی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے اپنا خواب بیان کیا۔پہلی دفعہ ربوہ گئے تھے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہیں رہ گئے۔بیٹے نے مزید بتایا کہ ابو ابتداً میں جماعت کے شدید مخالف تھے، لیکن پھر خدا تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ سچے دل سے احمدیت قبول کی اور اخلاص، تقویٰ اور ایمانداری میں اس قدر بڑھ گئے کہ بیعت کے صرف ایک سال بعد ہی شہادت کا بلند مرتبہ پایا۔ایک سال میں ہی جماعت سے بے پناہ لگاؤ ہو گیا تھا۔ڈش انٹینا لگوا کر ایم ٹی اے بڑے شوق سے سنتے تھے۔کس طرح بیعت کی؟ یہ بھی ان کی عجیب کہانی ہے۔اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ان کے ملنے والے نے ایک خط میں ذکر کیا ہے کہ سانحہ لاہور میں ایک ایسے وجود نے بھی جامِ شہادت نوش کیا جس کو بیعت کی توفیق تو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ سال ہی عطا فرمائی تھی لیکن اس تھوڑے سے عرصہ ہی میں ان کو خلافت سے اتنی محبت ہو گئی تھی کہ جب بھی وہ ایم ٹی اے پر میرا کوئی پروگرام دیکھتے تھے، تو چہرے کو زوم (Zoom) کر کے سکرین پر لے آتے تھے اور جماعت سے اتنا گہرا تعلق ہو گیا تھا کہ ہمیشہ دارالذکر میں ہی جا کر جمعہ پڑھتے تھے۔باوجود یہ کہ قریب ہی مسجد تھی، کہتے تھے کہ مجھے وہیں جانا ہے۔کچھ دن پہلے تلاوت کے کسی مقابلے میں حصہ لیا اور پہلا

انعام حاصل کیا اور انعام میں ایک جائے نماز ملی جس پر بہت خوش تھے۔ یہ ان کی بیوی کے بھائی کا خط ہے۔ کہتے ہیں کہ خاکسار کے بہت مخلص، سادہ طبیعت اور پیارے بہنوئی کی یہ باتیں خاکسار کی ہمشیرہ نے ان کی شہادت کے بعد بتائیں۔ میرے بہنوئی اپنے خاندان کے پہلے احمدی تھے۔ ان کے رشتہ داروں کی طرف سے مخالفت تھی۔ بہت زیادہ ہنس مکھ اور ہر کسی کا خیال رکھنے والے تھے، ہر کسی کے غم یا خوشی میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ مارچ 2009ء میں بیعت کی تھی۔ میں پیدائشی احمدی ہوں اور میرے بچوں اور میاں نے اکٹھے بیعت کی تھی۔ میری شادی کے بعد احمدیت کے بہت بڑے مخالف تھے بلکہ پورا سسرال ہی مخالف تھا لیکن ظفر صاحب تب بھی نماز کے بہت پابند اور بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ دس سال تک سعودی عرب رہے۔ ماشاء اللہ پانچ حج اور لاتعداد عمرے کئے۔ 1986ء میں پھر سے پاکستان آگئے۔ احمدیت میں آنے سے پہلے بھی بحیثیت شوہر کے انتہائی پیار کرنے والے شوہر اور باپ تھے۔ اپنے بچوں کے علاوہ دوسرے بچوں سے بھی بے حد پیار کرتے تھے۔ احمدیت میں آنے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ نمازوں کی پابندی اور تہجد کی پابندی کرنے لگے۔ کتابیں پڑھنے کا زیادہ شوق نہیں تھا۔ لیکن بیعت کرنے کے بعد سونے سے پہلے اکثر مجھے کہتے کہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کوئی کتاب پڑھ کر سناؤ، یا خود پڑھ کر سوتے تھے۔ ایک دو ماہ پہلے ہم سب گھر والوں نے نوٹ کیا تھا، احمدیت سے بہت زیادہ وابستہ ہو گئے تھے۔ انصار اللہ کی کوئی بھی تقریب ہوتی تو ضرور شرکت کرتے اور ہمیشہ سب سے آگے بیٹھے ہوتے۔ ان کے بیٹے نے کہا کہ انہوں نے مجھے مسجد سے فون کیا لیکن مَیں مصروف تھا تو مَیں نے فون ریسیو نہیں کیا پھر مجھے پتہ لگا کہ مسجد میں اس طرح فساد ہو رہا ہے۔ جب میں گھر آیا تو میں نے ان کو فون کیا۔ انہوں نے مجھے بھی کہا کہ یہاں بہت فائرنگ ہو رہی ہے، آپ ہمارے لئے بہت دعا کریں میں نے کہا کہ ابو جی اپنا خیال رکھنا۔ اس وقت بھی انہوں نے ہنس کر جواب دیا کہ کیا خیال رکھوں، خیال تو اللہ میاں نے رکھنا ہے، آپ بس دعائیں کریں۔

احمدیت قبول کرنے سے پہلے، ان کی اہلیہ تو احمدی تھیں، بیٹا کہتا ہے اگر میری ماں کو کبھی جماعت کا لٹریچر پڑھتے دیکھ لیتے تھے تو بہت غصہ آتا اور انہوں نے میری ماں کو سختی سے کہہ دیا تھا کہ یہاں احمدیوں کی کوئی کتاب نظر نہیں آنی چاہئے۔ پھر ایک دفعہ احمدی رشتہ داروں کے پاس ملتان گئے۔ کہتے ہیں کہ میری ممانی بتاتی ہیں کہ وہاں انہوں نے گلشنِ وقفِ نو کا پروگرام دیکھا جو ایم ٹی اے پر آرہا تھا۔ تو اگلے دن ان سے ہی جن کے گھر مہمان گئے تھے دوبارہ پوچھا کہ وہ جو کل پروگرام لگا ہوا تھا وہ روز لگتا ہے؟ ممانی نے کہا: جی روز لگتا ہے۔ تو بیٹا کہتا ہے کہ ابو نے کہا اچھا پھر اس کو دوبارہ لگائیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد ماموں کے کہنے پر میری ماما نے ابو کو ڈش لگانے کا کہا تو فوراً گئے، اور خود ڈش لا کر لگائی اور ایم ٹی اے سیٹ کیا۔ خطبات نہایت شوق سے سنتے تھے۔ پھر ابو نے مارچ 2009ء میں بیعت کر لی۔ یہ بیٹے کا بیان ہے۔ پھر یہ بیٹا کہتا ہے کہ جب پیارے ابو شہید ہوئے تو اس وقت بھی انہوں نے چندہ دیا ہوا تھا لیکن اس کی رسید ان کی شہادت کے بعد مربی صاحب نے ہمیں دی۔ پھر بیٹا لکھتا ہے کہ ابا کی شہادت کے بعد ہمارے محلے میں مخالفت شروع ہو گئی ہے اور فتووں کے پوسٹر اور سٹکر وغیرہ چسپاں ہو رہے ہیں اور پمفلٹ بانٹے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم منصور احمد صاحب شہید ابن مکرم عبدالحمید جاوید صاحب کا**۔ شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق شاہدرہ لاہور سے ہے۔ ان کے پڑدادا مکرم غلام احمد صاحب ماسٹر تھے۔ غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دورِ خلافت میں بیعت کی تھی۔ 1953ء میں ان کے مکانات کو آگ لگا دی گئی جس کے بعد ربوہ چلے گئے۔ پھر والد صاحب 1970ء کے قریب کراچی چلے گئے۔ 1974ء میں کراچی میں ان کے والد محترم کی دوکان کو آگ لگا دی گئی جس کے بعد یہ لاہور شفٹ ہو گئے۔

شہید مرحوم امپورٹ ایکسپورٹ کی ایک فرم میں ملازمت کرتے تھے۔ باہر جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کا ایک بھائی مانچسٹر میں تھا کچھ دنوں سے کہہ رہے تھے کہ میں نے ربوہ سیٹ ہونا ہے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 36 برس تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظامِ وصیت میں بھی شامل تھے۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ شہید مرحوم کے دفتر والے جوان کی بہت تعریف بھی کر رہے تھے۔ بتاتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایک اور احمدی دوست بھی کام کرتے تھے۔ ان کو ہر جمعہ پر اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ سانحہ کے روز کہا کہ ہر جمعہ پر آپ مجھے لیٹ کروا دیتے ہیں۔ آج کسی صورت بھی لیٹ نہیں ہونا۔ اور باقاعدہ لڑائی کر کے بحث کر کے، اپنے دوست کو جمعہ کے لئے جلدی لے کر گئے مسجد پہنچ کر پہلی صف میں سنتیں ادا کیں۔ حملے کے دوران اپنے دفتر فون کر کے کہا کہ میں بہت زیادہ زخمی ہو گیا ہوں، خون کافی بہہ گیا ہے مجھے بچانے کی کوشش کریں۔ گھر سے والدہ نے فون کیا تو ان کو بھی یہی کہا کہ کسی کو بھجیں تاکہ ہمیں یہاں سے نکال سکے۔ اہلیہ سے گفتگو کے دوران بھی گولیاں چلنے کی آوازیں انہوں نے سنیں۔ پھر ان کی آواز بند ہو گئی۔ شہید مرحوم کی اہلیہ نے بتایا کہ بہت زیادہ حساس طبیعت کے مالک تھے شہادت سے ایک ہفتہ قبل مجھ سے کہا کہ آپ بچوں کا خیال رکھا کریں، بچوں کی ذمہ داری آپ بہتر طریقے سے نبھا سکتی ہیں۔ اب میں شاید بچوں کو زیادہ وقت نہ دے سکوں۔ بچوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے ساتھ اٹیچ (Attach) کروتا کہ یہ مجھے یاد نہ کریں۔ شہادت کے روز صبح کے وقت کہا کہ بیٹا شاہ زیب محسن (جو صحت مند اور خوبصورت ہے) جب تین سال کا ہو جائے تو اسے ہم نے ربوہ بھیج دینا ہے اور جماعت کو پیش کرنا ہے۔ وہ اسے جو چاہیں بنالیں۔ کچھ عرصہ قبل ایک پڑوسی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ وہ موٹر سائیکل چلانے کے قابل نہیں رہے تھے۔ شہید مرحوم کافی عرصہ مسلسل ان کو گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر واپس لاتے رہے۔ مذکورہ پڑوسی کی والدہ نے جب شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی تو کہا کہ جب تک میری سانس ہے مَیں آپ کے بیٹے کو ساتھ لے کر جاتا اور آتا رہوں گا۔ شکریہ کی کوئی بات نہیں۔ ایک مربی صاحب نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ منصور احمد صاحب شہید سادہ مزاج، نہایت مخلص اور نظامِ خلافت سے محبت اور وفا کا تعلق رکھنے والے تھے۔ موصوف اپنے وقفِ نو بچوں کو بڑی باقاعدگی کے ساتھ وقفِ نو کی کلاس میں شامل کرتے تھے۔ ان کے بچوں کو خلافت کے ساتھ محبت وعقیدت پر مبنی بڑی لمبی لمبی نظمیں یاد ہیں۔ بڑی بچی جس کی عمر پانچ سال ہے، بہت خوش الحانی اور سوز و گداز کے ساتھ نظم پڑھتی ہے۔ خاکسار نے ایک دفعہ کلاس کے موقع پر مکرم منصور احمد صاحب شہید پوچھا کہ ان چھوٹے چھوٹے بچوں کو آپ نے لمبی لمبی نظمیں کیسے یاد کروا دیں؟ تو کہنے لگے کہ یہ نظمیں میں نے اپنے موبائل فون میں ریکارڈ کی ہوئی ہیں۔ اور بچے ہر وقت سنتے رہتے ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کے بچے جلدی سیکھ جائیں اور جماعت میں نام پیدا کریں۔ وہ لوگ جو اپنے موبائل میں میوزک اور مختلف چیزیں بھر لیتے ہیں ان کے لئے اس میں ایک سبق ہے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم مبارک علی اعوان صاحب شہید ابن مکرم عبدالرزاق صاحب کا**۔ شہید مرحوم قصور کے رہنے والے تھے آپ کے دادا مکرم میاں نظام

دین صاحب اور پڑدادا نے خاندان میں سب سے پہلے شدید مخالفت کے باوجود بیعت کی تھی۔مرحوم کے نانا حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔

شہید مرحوم بی اے، بی ایڈ کے بعد محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے اور لاہور میں تعینات تھے۔بوقتِ شہادت ان کی عمر 59 سال تھی۔مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا، روزانہ قصور سے بسلسلہ ملازمت لاہور آتے تھے۔نمازِ جمعہ مسجد دارالذکر میں ادا کرتے تھے۔سانحہ کے روز مین ہال میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دہشتگردوں کے حملے کے دوران امیر صاحب ضلع قصور کو بذریعہ فون اطلاع دی کہ مسجد دارالذکر پر دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے۔تھوڑی دیر بعد فون کیا کہ مجھے گولیاں لگ گئی ہیں اور مَیں شدید زخمی ہوں۔بعد میں بیٹے سے بھی سوا تین بجے بات ہوئی اور صورتِ حال سے آگاہ کیا اور دعا کے لئے کہا۔اس کے بعد ایک اور دوست نے رابطے کی کوشش کی تو آگے سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی۔زخمی ہونے کی وجہ سے خون زیادہ بہہ جانے اور زخموں کی وجہ سے جامِ شہادت نوش فرمائے۔

اہلِ خانہ نے بتایا کہ شہید مرحوم مثالی انسان تھے۔آپ کے اخلاق کی وجہ سے محلے میں کبھی کسی کو کھل کر مخالفت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔جماعت کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا۔فراخ دل اور مہمان نواز تھے۔غریبوں کی بہت مدد کیا کرتے تھے۔جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک غیر احمدی خاتون روتی ہوئی آئیں اور کہا کہ ان کے بعد میرا اور میرے بوڑھے خاوند کا کون سہارا ہوگا؟ نماز سینٹر قائم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔نمازِ تہجد اور باجماعت نماز کے پابند تھے۔جماعتی پروگرامز کا اہتمام خود کرتے۔مربی صاحب ضلع قصور نے بتایا کہ سانحہ کے روز سکول سے تعطیلات ہوگئی تھیں۔اگر چاہتے تو آرام سے قصور پہنچ کر جمعہ پڑھ سکتے تھے،لیکن انہوں نے کسی سے ذکر کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں آخری جمعہ دارالذکر میں ہی پڑھ کر جاؤں کیونکہ اس کے بعد تو چھٹیاں ہو جائیں گی۔شہید مرحوم نے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ میں کسی بہت ہی اچھی جگہ میں جا رہا ہوں۔بعد میں اہلیہ سے مذاقاً کہا کہ اب تو دل چاہتا ہے کہ جنت میں ہی چلا جاؤں۔سال میں دو ایک مرتبہ کھانے کی دیگیں پکوا کر مستحقین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔

مربی صاحب لکھتے ہیں کہ خاکسار کو قصور میں چار سال تک بطور مربی سلسلہ کام کا موقع ملا۔مکرم مبارک علی اعوان صاحب شہید کو احمدیت کی غیرت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات یا جماعتِ احمدیہ پر کسی بھی قسم کے اعتراض کے جواب میں منفرد شخصیت کا مالک پایا آپ چونکہ ٹیچنگ (Teaching) کے پیشہ سے منسلک تھے اس لئے وہاں پر دوسرے اساتذہ کیساتھ جماعتی موضوعات پر بحث رہتی تھی کسی بھی اعتراض یا سوال کے جواب کے لئے مکرم مبارک اعوان علی صاحب اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتے تھے جب تک اس کا کافی وشافی جواب حاصل نہ کر لیتے۔اور جب ان کو سیر حاصل بحث کے بعد جواب دے دیا جاتا تو ان کے چہرے پر عجیب طمانیت اور بشاشت دیکھنے کو ملتی گویا سمندر طغیانی کے بعد سکون کی حالت میں آ گیا ہو۔اسی طرح آپ جماعت اور اپنے عزیز رشتہ داروں کے متعلق نہایت رقیق القلب اور ہمدرد تھے۔غلطی خواہ دوسرے کی ہو۔وہ خود جا کر معذرت کرتے اور پھر پہلے سے بڑھ کر اس سے ہمدردی کا سلوک کرتے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم عتیق الرحمٰن صاحب ظفر شہید ابن مکرم محمد شفیع صاحب** کا۔شہید مرحوم سیّداں والی غربی ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔1998ء سے مانانوالہ ضلع شیخوپورہ میں مقیم تھے۔1988ء میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ان کے ایک سال بعد ان کی اہلیہ نے بھی بیعت کر لی۔ذاتی کاروبار تھا۔کچھ عرصہ دبئی میں بھی رہے۔2009ء کے آغاز میں پاکستان واپس آ گئے۔پچھلے قریباً چھ ماہ سے مکرم امیر صاحب ضلع لاہور کے ساتھ بحیثیت ڈرائیور ڈیوٹی کر رہے تھے۔بوقتِ شہادت ان کی عمر 55 سال تھی اور مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔مسجد دارالذکر کے مین ہال میں بیٹھے تھے کہ ان کے قریب ہی گرنیڈ پھٹا۔اہلِ خانہ کو فون کر کے حملہ کی اطلاع دی۔اسی دوران ان کو گولیاں لگیں۔جس سے فون گر گیا اور دوبارہ بات نہ ہو سکی اور ساتھ ہی شہادت ہوگئی۔شہید مرحوم کے غیر احمدی بھائیوں کا مطالبہ تھا کہ ان کی تدفین آبائی گاؤں میں ہو جبکہ اہلیہ نے کہا کہ شہید مرحوم چونکہ احمدی ہیں اور شہید کی خواہش چونکہ ربوہ شفٹ ہونے کی تھی لہذا ربوہ میں تدفین کی جائے جس پر بھائی مان گئے اور ربوہ میں ہی تدفین ہوئی شہید مرحوم کی بیعت سے پہلے ان کی بیٹی نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر آئے ہیں اور گلاب کے پودے لگا رہے ہیں اور بعد میں مَیں اور میرے ابو ان پودوں کی حفاظت کرتے ہیں اور پانی دیتے ہیں۔کچھ عرصہ بعد یہ خاندان احمدی ہو گیا۔بیعت کرنے کے بعد ان کے والدین نے انہیں عاق کر کے گھر سے نکال دیا۔دیگر رشتے دار اور اہلِ محلہ بھی ان کے ساتھ بدزبانی کرتے،گالیاں دیتے،پتھر مارتے۔بالآخر انہوں نے ایک احمدی گھرانے میں پناہ لی۔

اللہ تعالیٰ خاندانوں کے لئے بھی تسلی کے سامان پیدا فرماتا ہے،خوابوں کے ذریعے تسلی دیتا ہے۔ان کی بیٹی کہتی ہے کہ ایک روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ گھر اور باہر ہر جگہ بہت زیادہ ہجوم ہے۔دوسری بیٹی مریم نے ایک روز خواب دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے ہیں اور ہمارے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار دے رہے ہیں۔پھر تیسری بیٹی نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا کہ ایک جنگل ہے جہاں بہت خطرناک بھینسیں اور جانور ہیں اور میں ڈر کر بھاگ رہی ہوں کہ اچانک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نظر آتے ہیں، میں بھاگ کر ان کے گلے لگ جاتی ہوں۔اہلِ خانہ نے بتایا کہ شہید مرحوم ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے تھے۔بہت محنتی تھے۔نمازِ تہجد پڑھنے کے بعد ڈیوٹی پر چلے جاتے اور پھر رات کو لیٹ واپس آتے۔جب پوچھا گیا کہ آپ تھکتے نہیں،تو کہتے کہ میں ہر وقت درود شریف پڑھتا رہتا ہوں۔جس سے تھکاوٹ نہیں ہوتی۔کبھی تبلیغ کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔رشتے داروں اور دوستوں میں بیٹھ کر باتوں کا رخ ہمیشہ تبلیغ کی طرف کر دیا کرتے تھے۔دبئی میں دو فیملیوں کو بیعت کروا کر جماعت احمدیہ میں شامل کرنے کی سعادت پائی۔

اگلا ذکر ہے **مکرم محمود احمد صاحب شہید ابن مکرم مجید احمد صاحب** کا۔شہید مرحوم کے دادا مکرم عمر دین صاحب ونیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پڑدادا حضرت کریم بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔اور انہوں نے 1900ء میں بیعت کی تھی۔قادیان کے قریب گاؤں بھینیاں کے رہنے والے تھے۔قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے گجر ضلع شیخوپورہ میں شفٹ ہو گئے۔بعد میں چک 9 متابہ ضلع شیخوپورہ رہائش اختیار کر لی۔بوقتِ شہادت ان کی عمر 53 سال تھی،

اور عرصہ 15 سال دارالذکر کے سکیورٹی گارڈ کی حیثیت سے خدمت کر رہے تھے۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مسجد کے مین گیٹ پر ڈیوٹی پر تھے سانحہ کے دوران انہوں نے ایک دہشت گرد کو پکڑنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں ان پر فائرنگ ہوئی۔ دو گولیاں سینے میں لگیں جبکہ ایک برسٹ ان کے پیٹ کے نچلے حصہ اور ٹانگ پر لگا جس سے موقع پر ہی ان کی شہادت ہوگئی۔

اہلِ خانہ نے بتایا کہ بہت ہی عمدہ شخصیت کے مالک تھے۔ کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا۔ سادہ اور صلح پسند انسان تھے۔ ایک دوست نے بتایا کہ شہید مرحوم ایک روز وردی پہن کر خوب ناز سے چل رہے تھے انہوں نے کہا کہ اس طرح کیوں چل رہے ہیں؟ تو جواباً کہا جو بھی غلط ارادے سے آئے گا وہ میری لاش پر ہی سے گزر کر جائے گا۔ شہید مرحوم کی خواہش تھی کہ اگر اب میری کوئی اولاد ہو تو میں اسے وقفِ نو میں پیش کرونگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سنتے ہوئے بڑے بیٹے کی پیدائش کے گیارہ سال بعد بیٹا عطا کیا جو وقفِ نو میں ہے۔ اہلِ خانہ بتاتے ہیں کہ جمعہ والے دن مصروفیت کی وجہ سے کبھی گھر فون نہیں کیا۔ تاہم شہادت سے بیس منٹ پہلے فون کر کے بات کی۔ جب انہوں نے پوچھا کہ آج آپ نے جمعہ والے دن کیسے فون کر لیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ بس میرا دل چاہ رہا تھا لہٰذا پاس ہی کھڑے خادم سے فون لے کر بات کر رہا ہوں۔

(از:۔ خطبہ جمعہ 02 جولائی 2010ء الفضل انٹرنیشنل 23 جولائی 2010ء 29 جولائی 2010ء)

کس حال میں ہیں یارانِ وطن

ظالم مت بھولیں با لآخر مظلوم کی باری آئے گی
مکاروں پر مکر کی ہر بازی الٹائی جائے گی

پتھر کی لکیر ہے یہ تقدیر، مٹا دیکھو گر ہمت ہے
یا ظلم مٹے گا دھرتی سے یا دھرتی خود مٹ جائے گی

ہر مکر انہی پر الٹے گا، ہر بات مخالف جائے گی
بالآخر میرے مولا کی تقدیر ہی غالب آئے گی

جیتیں گے ملائک، خائب و خاسر ہو گا ہر شیطان وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

اک روز تمہارے سینوں پر بھی وقت چلائے گا آرا
ٹوٹیں گے مان تکبر کے بکھریں گے بدن پارہ پارہ

مظلوموں کی آہوں کا دھواں ظالم کے افق کجلا دے گا
نمرود جلائے جائیں گے دیکھے گا فلک یہ نظارہ

کیا حال تمہارا ہو گا جب شداد ملائک آئیں گے
سب ٹھاٹھ دھرے رہ جائیں گے جب لاد چلے گا بنجارہ

ظالم ہوں گے رسوائے جہاں، مظلوم بنیں گے آنِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

﴿منتخب اشعار از کلام طاہر۔ منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ﴾

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

"جوانی میں توبہ کرنا انبیاء کی سنت ہے"

عزیزم عبدالرحمٰن شہید ابن مکرم محمد جاوید اسلم صاحب جو کہ لاہور کے شہداء میں سے ایک کمسن نو مبائع نوجوان تھے، انکی عمر 21 سال تھی۔ عزیزم عبدالرحمان شہید میری بھابی محترمہ عاطفہ ناصر صاحبہ کے بھانجے تھے اور بہت ہی ہر دلعزیز اور خوش اخلاق انسان تھے۔ 16 ستمبر 1989ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ گھر والے پیار سے اُنہیں "مانے" کہہ کے بلاتے تھے۔ ان کی ایک چودہ سال کی چھوٹی بہن ہے۔ جس کا نام درعدن ہے۔ وہ اپنی بہن سے بہت پیار کرتے تھے اور اُس کی اچھی پڑھائی کے لئے اُسے بہت محنت سے پڑھاتے تھے۔ خود بھی وہ بچپن سے ذہین اور محنتی تھے۔ اُن کی شروع سے ہی ڈاکٹر بننے کی بے حد آرزو تھی۔ خدا کے خاص فضل سے ہمیشہ اپنی کلاس میں فرسٹ آتے تھے اور نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں میں ہر سال اوّل کپ لے کے آتے تھے۔ اُنہوں نے 2007ء میں کیتھیڈرل سکول سے بہت اچھے گریڈز میں 'او۔لیول' کیا۔ اُس کے بعد بہت اچھے نمبروں سے FSC کیا اور پھر MBBS میں Fatima Jinnah Hospital and Memorial College میں داخلہ لے لیا۔

Adbul Rehman Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

اُنہیں اپنی مرحومہ نانی جان محترمہ سعیدہ جمیل صاحبہ سے بے حد پیار تھا۔ محترمہ سعیدہ جمیل صاحبہ مرحومہ مکرم مولوی مہر دینؓ صاحب کی پوتی ہیں۔ حضرت مولوی مہر دین صاحبؓ 313 صحابہ حضرت مسیح موعودؑ میں سے ہیں۔ احمدیت کی سچائی تو عزیزم عبدالرحمن پر عیاں ہو ہی چکی تھی۔ نانی جان کی وفات کے بعد عزیزم عبدالرحمٰن شہید، اُن کی امی، خالہ اور چھوٹی بہن احمدی ہو گئے۔ مگر حکمت کے تحت یہ بات باقی خاندان سے صیغۂ راز میں رکھی گئی۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ MBBS کر کے خود یہ بات سب کو بتا دیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

28 مئی 2010ء کو بروز جمعہ عزیزم عبدالرحمٰن شہید یونیورسٹی سے نمازِ جمعہ ادا کرنے گڑھی شاہو میں واقع احمدیہ مسجد دارالذکر پہنچے۔ ابھی خطبے کا آغاز ہی ہوا تھا کہ گولیوں کی آواز آنی شروع ہو گئی اور معلوم ہوا کہ مسجد پر حملہ ہو گیا ہے۔ کچھ دیر میں اُنہوں نے اپنی امی کو فون کیا اور بتایا کہ "ماما میں مسجد میں ہوں۔ بہت گولیاں چل رہی ہیں۔ بس آپ دعا کریں اور فکر نہ کریں۔" اُس کے بعد اُن کے خالہ زاد بھائی مکرم ہمایوں سہیل صاحب نے فون کر کے پوچھا کہ "مانے تم ٹھیک تو ہو نا؟" تو انہوں نے جواب دیا کہ "بھئی میں ٹھیک ہوں۔ تم پریشان نہ ہو بس دعا کرو۔" ہمایوں نے فکر میں دریافت کیا کہ "مانے تم کہیں safe (محفوظ) جگہ پر ہو، نا؟" تو انہوں نے جواب دیا کہ "ہاں بھئی safe جگہ پر ہوں۔ بس تم دعا کرو۔ عدن کا خیال رکھنا اور ماما کا بھی۔" ہمایوں نے پریشان ہو کہ پوچھا کہ "یار تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟" تو جواب دیا کہ "بس بھئی ویسے ہی۔ اگر میں یہاں سے نہ نکل سکا۔ تو مجھے ربوہ لے کے جانا۔ اور خرم بھائی کو نہ بتانا۔ وہ وہاں پر پریشان ہوں گے" (مکرم خرم صاحب)

عزیزم عبدالرحمٰن شہید کے خالہ زاد بھائی ہیں جو دوبئی میں ہوتے ہیں۔ اُنہیں مانے سے بے حد پیار ہے۔) اس پر ہمایوں نے اُن سے کہا کہ "بند کرو، ایسی باتیں نہ کرو اور چپ کر کے دعا کرو۔ کال cut نہ کرنا اور نہ ہی بولنا۔ تا کہ تمہاری آواز سے کوئی دہشت گرد تمہاری طرف متوجہ نہ ہو۔" مانے نے جواب دیا کہ "ٹھیک ہے۔ او کے" اُس کے معاً بعد ایک بم چلنے کی اور پھر فوراً بہت ساری گولیوں کی آواز آئی۔ پھر فون بند ہو گیا۔ ہمایوں نے بہت مرتبہ دوبارہ رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر دوسری طرف سے کوئی فون نہ اٹھایا گیا۔ پھر جب بقول پولیس کے آپریشن ختم ہوا۔ تو دوبارہ کال کرنے پہ ایک آدمی نے فون اٹھایا اور کہا کہ "جن سے آپ نے بات کرنی ہے وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عزیزم عبدالرحمن کہتے تھے کہ "میری زندگی کا مقصد 'سعیدہ ٹرسٹ اینڈ ہاسپٹل' بنانا ہے"۔ مکرمہ سعیدہ صاحبہ اُن کی وہ پیاری نانی جان تھیں جنہوں نے اپنی زندگی میں بہت دُکھ جھیلے مگر مجسم صابر و شاکر وجود بن کر اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ ان کی دو بیٹیوں کی شادی ان کے والد صاحب (جو کے غیر از جماعت تھے) کے زیر اثر غیر احمدی خاندان میں ہوئی۔ ان میں سے ایک محترمہ قیصرہ صاحبہ عزیزم عبدالرحمان کی والدہ ہیں۔ قیصرہ صاحبہ کے والد صاحب کی وفات کے بعد ان کے باقی بچوں کی شادیاں پھر احمدیوں ہی میں ہوئی ہیں۔ شہید کی والدہ صاحبہ نے بہت مشکلات میں اپنے بچوں کو پالا ہے۔

عزیزم عبدالرحمٰن شہید خود بہت ہنسنے ہنسانے والے تھے۔ طبیعت میں چلبلا پن اور شوخی نمایاں تھی۔ اپنا جیب خرچ اکٹھا کر کے عید اور دیگر تہواروں پہ بہن کو تحائف دیا کرتے تھے۔ اُنہیں امی، ابو، بہن، اور اپنے کزن خرم، ہمایوں اور ہر اُس انسان کی پیدائش کا دن یاد تھا جس سے اُنہیں محبت تھی۔ سارے گھر کے کام ذمہ داری سے کرتے اور اپنے ساتھ ساتھ چھوٹی بہن کو بھی پاس بٹھا کر پڑھاتے تھے، نیز آتے جاتے عدن عدن پکارتے تھے۔ آخری 3،4 مہینوں سے اُن کی نمازوں میں بہت باقاعدگی آ گئی تھی۔ رات کو اکثر قرآن کریم پڑھ کے سوتے تھے۔ رات کو دیر تک پڑھائی کر کے جب وہ تھک جاتے تو MTA لگا لیتے تھے۔ اُنہوں نے کبھی کسی چیز کی ضد اور فرمائش نہ کی تھی۔ بس چند شوق تھے جن میں کرکٹ دیکھنا اور کھیلنا اُن کو بے حد پسند تھی۔ امتحانوں کے دنوں میں جب کبھی اُنہیں اُن کی امی کرکٹ کھیلنے کے لئے جانے نہ دیتیں تو کہا کرتے تھے کہ " I love cricket. I play

cricket'' یعنی کہ ''مجھے کرکٹ پسند ہے ، میں کرکٹ کھیلتا ہوں۔'' اُنہیں گاڑی میں گھومنے پھرنے کا بے حد شوق تھا۔ اُن کا دل چاہتا تھا کہ وہ، ہمایوں اور خرم اکٹھے اپنی گاڑی میں شمالی علاقہ جات کی سیر کو جائیں۔ کسی سوتے ہوئے کو کبھی ہنسی مذاق میں پیر میں گدگدی کر کے، کبھی کود کے، کبھی پانی سے اور کبھی کسی اور طرح جگا دیا کرتے تھے۔ سارے دوست اُنہیں محفل کی جان کہتے تھے۔ اُن کے ایک غیر از جماعت دوست مکرم بلال صاحب اُن کو یاد کر کے بچوں کی طرح روتے ہیں۔

حضور اقدس نے 2 جولائی 2010 کے خطبہ جمعہ میں ان کا ذکر خیر فرمایا ہے اور یہ خطبہ اسی رسالے میں درج ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سمیت تمام شہداء کے درجات بلند فرمائے اور اُن کے اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل اور ثباتِ قدم عطا فرمائے آمین۔

محترمہ مبارکہ صدیقی صاحبہ (ہوخ ٹاؤنس Steinbach حلقہ)

''اس نے کہا امی موت ہو تو شہید کی ہو'

مکرم منصور احمد صاحب شہید

28 مئی کے انتہائی افسوس ناک سانحہ میں شہید ہونے والوں میں ایک نام میرے پیارے بھانجے عزیزم میاں منصور احمد کا بھی ہے۔ عزیزم منصور احمد لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد صاحب کا نام مکرم عبدالحمید جاوید صاحب تھا، ان کے دادا جان کا نام مکرم میاں شریف احمد صاحب تھا۔ مکرم شیخ حنیف احمد صاحب ان کی امی کے دادا تھے، جب وہ سات سال کے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر جایا کرتے تھے عزیزم منصور احمد کی والدہ صاحبہ کے پڑدادا مکرم باؤ صاحب دینؓ صاحب صحابی تھے۔ اور وہ کاتب بھی تھے اور جب حضرت مسیح موعودؑ بگھی پر بیٹھا کرتے تھے تو یہ آپؑ کے پیچھے چھتری لے کر کھڑے ہوتے تھے۔ ان کے ایک بھائی کا نام مکرم شیر علی صاحب تھا۔

عزیزم منصور احمد کے تین بھائی اور دو بہنیں ہیں۔

عزیزم منصور احمد شادی شدہ تھے اور ان کی اہلیہ کا نام محترمہ مبارکہ منصور صاحبہ ہے۔ محترمہ مبارکہ صاحبہ کی پڑنانی محترمہ شہزادی بیگمؓ صاحبہ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کھانا بنایا کرتی تھیں۔

عزیزم منصور احمد کی ایک بیٹی سات سالہ عزیزہ نومانہ منصور تین بیٹے پانچ سالہ عزیزم مصور احمد، اڑھائی سالہ عزیزم شاہ زیب منصور اور ایک سالہ (شہادت کے وقت آٹھ ماہ کا تھا) عزیزم ارسلان بابر ہیں۔ چاروں بچے اللہ کے فضل سے وقفِ نو میں شامل ہیں۔ عزیزم منصور اپنے بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دیا کرتے تھے، دفتر سے گھر آتے ہی پوچھتے تھے کہ ''کونسی آیت یا حدیث یاد کی ہے،'' انہوں نے اپنے بچوں کو بہت سی جماعتی شعراء کی نظمیں یاد کروائی ہوئی تھیں۔ پانچوں خلفاء کے نام یاد کروائے ہوئے تھے بچوں کو نمازیں بھی پڑھاتے تھے۔ ان کی بیٹی عزیزہ شیزہ بہت خوش الحانی سے نظمیں پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ قرآنی آیات مختلف رسالوں سے دیکھ کر خوشخط لکھتی ہے۔ ان کا چھوٹا بیٹا بھی توتلی زبان میں نظمیں سناتا ہے۔

آپ بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے، زندگی میں کچھ بڑا کام کرنے کی خواہش تھی۔ بچپن سے کمزوری نظر کے باعث زیادہ تعلیم نہ حاصل کر سکے لیکن بے انتہا محنتی تھے، اور اپنے احمدی ہونے پر فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کم عمری میں ہی لاہور سے کراچی اپنی نانی کے گھر چلے آئے۔ ان کی نانی اور دادی دونوں سگی بہنیں تھیں، ان سے عزیزم منصور احمد بہت محبت کیا کرتے تھے۔ اس لئے جب دادی جان کا انتقال ہوگیا تو یہ نانی کے پاس کراچی چلے گئے۔ بچپن سے یہ بات ذہن میں تھی کہ نانی کی خدمت کرنی ہے۔ اور واقعی وہ نانی جان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ہم سب خالاؤں سے بھی بہت محبت کرتے تھے۔

وہ بچپن سے نمازوں کے پابند تھے اور رمضان کے روزے شوق سے رکھتے تھے۔ جب عزیزم منصور کے بڑے بھائی کی شادی ہوگئی اور اس سے چھوٹا بھائی انگلینڈ چلا گیا تو اس خیال سے اپنی والدہ کے پاس آگئے کہ اب میں بڑا ہوں اور والدہ کو میری ضرورت ہے۔

Mansoor Ahmad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

میری بہن یعنی عزیزم منصور احمد کی والدہ صاحبہ کا کہنا ہے کہ ''میرا بیٹا بہت احساس کرنے والا اور خیال رکھنے والا تھا، کبھی میری کسی بات پر نہ نہیں بولا میں نے اس کے منہ سے ہمیشہ اچھا امی کا لفظ ہی سنا ہے۔ کہتا تھا کہ میرا دل کرتا ہے کہ میں آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دوں اور آپ کی ہر خواہش پوری کروں۔''

عزیزم منصور احمد شہید لاہور میں ایک دفتر میں کام کرتے تھے۔ لیکن انکی خواہش تھی کہ ملک سے باہر جا کر اس سے بہتر کام کریں والدہ صاحبہ کا کہنا ہے کہ ''حادثے سے دو تین روز قبل میں نے اس کو ڈانٹا کہ تم نے ملک سے باہر جانے کی بات نہیں کرنی تو اس پر وہ پریشان ہوگیا، اور زندگی میں پہلی مرتبہ میری بات سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ''میں آپ کو سب کچھ دے کر آپ سے بہت دور چلا جاؤں گا۔'' اس کی اس بات پر میں بہت حیران ہوئی کہ یہ کیا بول رہا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا وہ سچ بول رہا ہے اور مجھے بہت کچھ دے کر مجھ سے دور چلا جائے گا۔''

شہادت سے ایک روز قبل دفتر سے واپسی پر اپنے لئے دو نئے سوٹ لائے۔ ان کی والدہ صاحبہ نے پوچھا کہ ''یہ کس لئے لائے ہو تو بولے کہ ''کل جمعہ کے روز نئے کپڑے پہن کر جاؤں گا تو زیادہ ثواب ملے گا۔''

جمعہ کے روز صبح ہی سے جمعہ کی تیاری کرتے تھے، اور دفتر سے اوقات جمعہ میں چھٹی لے کر نماز پڑھنے جاتے تھے ہمیشہ پہلی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرتے

تھے۔میں نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ ''نماز پڑھنی ہوتی ہے پچھلی صفوں میں بھی پڑھی جا سکتی ہے،تو بولے پہلی صف میں نماز پڑھنے کا زیادہ مزہ آتا ہے۔''

وہ ہمیشہ جمعہ پڑھنے اپنے دفتر کے ایک ساتھی کے ساتھ جاتے تھے۔ شہادت کے روز اس سے بولے ''تم مجھے ہمیشہ دیر کرواتے ہو آج میں پہلے ہی چلا جاتا ہوں تم بعد میں آنا۔'' اور اس دن وہ کافی پہلے چلے گئے اور حسب معمول پہلی صف میں جا کھڑے ہوئے۔

شہادت کے روز صبح اپنے بھائی محمود کو جو ربوہ میں ہوتے ہیں فون کر کے کہا کہ ''میرے بچوں کے لئے نظموں کی نئی سی۔ڈی بھیج دیں''۔اس نے کہا کہ ''آج نہیں بھیج سکتا کل بھیج دوں گا''، لیکن وہ بضد ہوئے کہ ''نہیں آج ہی بھیج دیں کل میرے پاس وقت نہیں ہوگا'' اور واقعی کسی کو معلوم نہ تھا کہ حقیقتاً ان کے پاس وقت ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو بہت سی جماعتی شعراء کی نظمیں یاد کروائی ہوئیں تھیں نظمیں پڑھتی ہے۔

شہادت کے روز جب میری بہن کو مسجد پر حملے کی اطلاع ملی تو انہوں نے پریشانی میں عزیزم منصور احمد کے موبائیل پر فون کیا،تو کافی دیر کے بعد انہوں نے فون اٹھایا اور بولے کہ ''امی میں شدید زخمی ہوں اور میرا خون بند نہیں ہو رہا آپ آ کر مجھے لے جائیں اور مجھے بچالیں'' پھر فون بند ہو گیا۔فوراً ہی ان کی بیوی نے فون کیا تو بولے ''میں زخمی ہوں تم بچوں کو لے کر آجاؤ میں بچوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' دفتر کے ایک دوست نے بھی فون کیا تو اس کا بھی فون اٹھایا اور بولے کہ ''یہاں چاروں طرف اندھیرا ہے اور بہت دھواں ہے مجھے آ کر بچالو۔''

عینی شاہدین میں سے ایک دوست جو کہ اللہ کے فضل سے بچ گئے ہیں نے بتایا،کہ ''دشمن پہلی صف کے سامنے جو دروازہ ہے اس سے داخل ہوئے اور منصور احمد سامنے ہی کھڑا تھا انہوں نے جو گرنیڈ دروازہ سے چلایا وہ پورا منصور احمد کے جسم میں داخل ہو گیا اس کے بعد فائرنگ کی اس سے تمام بجلی بند ہو گئی اور دھواں پھیل گیا اور اندھیرا ہو گیا۔'' دوست کا کہنا ہے کہ ''جب میں باہر کی طرف بھاگا۔تو مکرم منصور احمد صاحب نے مجھے آواز دی کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔دوست کا کہنا ہے میں پلٹ کر جانے لگا کہ اتنے میں منصور کے پاس ایک دشمن نے اپنی خودکش جیکٹ کھول دی اور مزید بم دھما کا ہوا۔اس کے بعد مجھے کچھ معلوم نہیں۔''

گھر والوں کو ابھی اس بات کی کوئی اطلاع نہیں تھی وہ یہی دعا کر رہے تھے کہ خدا ان دشمنوں سے تمام احمدی بھائیوں کو جلد نجات دلائے۔

میری بہن کا کہنا ہے کہ ''حملہ ختم ہونے کے بعد کا وقت ہمارے لئے بہت دردناک اور تکلیف دہ تھا ایک طرف اتنے سارے احمدیوں کی جان چلے جانے کا افسوس اور دوسری طرف اپنے بیٹے کی پریشانی کہ اس کا کیا ہوا۔بہر حال خدا کو آزمائش منظور تھی میں خدا کے فیصلے پر راضی ہوئی کہ میرے بیٹے کو شہید کا درجہ دیا۔'' وہ خود کہا کرتا تھا کہ ''امی موت ہو تو شہید کی ہو۔'' خدا نے اس کی یہ دعا سن لی۔اور سانحہ کے دوسرے دن اس کی نعش ہمیں مل گئی۔ ''میں جانتی ہوں کہ وہ رات میرے لئے کتنی تکلیف دہ تھی میں پوری رات ہسپتالوں میں اپنے بیٹے کو ڈھونڈتی رہی اس امید پر کہ وہ مجھے زخمی حالت میں مل جائے گا،جب تھک کر گھر آگئی اور جائے نماز بچھا کر دعا کی کہ اے خدا! ایک بار میرے بیٹے کی شکل تو دکھا دے۔اس وقت ہسپتال سے میرے بڑے بیٹے کا فون آیا کہ منصور احمد شہید ہو گئے ہیں اور میں نے اپنے بیٹے کی شکل دیکھ لی میری دعا یوں قبول ہوئی ہم خدا کی رضا پہ راضی ہیں۔

میری بہن بتاتی ہیں کہ جب عزیزم منصور احمد کے آفس سے آنے کا وقت ہوتا ہے تو ان کا چھوٹا بیٹا اپنے بابا کے کمرے میں جاتا ہے اور مسکراتا ہوا باہر نکلتا ہے کہ بابا اندر ہیں۔ایک دن سخت گرمی میں جب کہ لائٹ نہیں تھی اس کمرے میں جا کر سو گیا جب اس کی امی اس کو صحن میں لے کر آئیں تو کہنے لگا مجھے کیوں لے آئی ہیں۔''میں بابا کے ساتھ شو (سو) رہا تھا''۔بابا کی قبر پر جا کر کہتا ہے ''بابا میں آ گیا ہوں میں دعا کر رہا ہوں ،، یہ نہیں کہتا کہ بابا آ جاؤ۔کہتا ہے ماما ایشے نہ کہو (وہ تو تلا بولتا ہے) ان کا بڑا بیٹا بہت پُر اعتماد ہو گیا ہے قبر پر جا کر صبر سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے ''مجھے بہت فخر ہے کہ میں شہید کا بیٹا ہوں''۔ چھوٹا بیٹا عزیزم شاہ زیب بابا کی تصویر دیکھتا ہے تو کہتا ہے بابا گم ہو گئے ہیں۔

ان کا دوسرا بیٹا کہتا ہے کہ رونا نہیں، بابا کیا کہیں گے۔ان کی اہلیہ صاحبہ جو کہ اپنی کم عمری کی وجہ سے عام حالات میں جلد گھبرا جاتی تھیں،اب اللہ کے فضل سے اس قدر حوصلہ میں ہیں کہ ہم حیران ہو کر سوچتے ہیں کہ کیا تمام شہداء کی بیویاں اسی طرح ہوتی ہیں؟۔

عزیزم منصور احمد کی شہادت کے بعد لاہور میں مخالفت زیادہ ہو گئی تھی،اس لئے میری بہن اور عزیزم منصور احمد کی بیوی بچوں کے ساتھ ربوہ شفٹ ہو گئی ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ ''جماعت نے ہماری بہت دلجوئی اور مدد کی ہے۔پچھلے دنوں افریقہ کا ایک وفد بھی ان کے گھر آیا تھا۔دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے شہید بیٹے کے درجات بلند کرے اور اس کی بیوی بچوں کا حامی و ناصر ہو آمین۔''

محترمہ نبیلہ پروین صاحبہ۔Pullheim

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

خاک وخون کا طوفار

بے سبب عداوت میں بے جہت شقاوت میں
کج روی کی وحشت میں گمرہی کی ظلمت میں
آتش بولہبی کو کچھ نظر نہیں آتا

خاک و خوں کا طوفاں میری چشم تر حیراں
کچھ نظر نہیں آتا جی سنبھل نہیں پاتا
اس اداس منظر میں میرے غمزدہ دل میں
درد نے دعا ہو کر چشم دل نے وا ہو کر
میرے خوں سے تابندہ کل جہاں دیکھا ہے
دشتِ خاک وآتش پر گلستاں دیکھا ہے

(کلام مکرم مبشر احمد صاحب/ الفضل ربوہ 3 جون 2010ء ص2)

شہید راہِ حق

مکرم مبارک علی اعوان صاحب شہید

مؤرخہ 28 مئی 2010ء کو لاہور کی مساجد دارالذکر اور بیت النور میں ہونے والے ظالمانہ حملوں کے نتیجے میں جہاں جماعت احمدیہ کے بیش بہا جانثاروں نے جامِ شہادت نوش کیا وہاں میرے پیارے رب نے ہمارے خاندان کو بھی اس اعزاز میں شمولیت کے قابل سمجھتے ہوئے میرے ہردلعزیز چچا مکرم مبارک علی اعوان صاحب ولد مکرم عبدالرزاق صاحب نائب صدر ضلع قصور کو اپنی آغوش میں لے کر رہتی دنیا تک کے لئے دائمی حیات بخشی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پرواہ جاتی ہے اگر تو جانے دو

تاریخ عالم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ قوموں کی حالت اس وقت تک تبدیل نہیں ہوا کرتی جب تک شہیدوں کا لہو اس قوم کی جڑوں کی آبیاری نہ کرے۔ مجھے فخر ہے کے آنے والے وقت میں جب بھی تاریخ رقم ہوگی تو میرے چچا جان کی قربانی کے ساتھ ہمارے خاندان کا نام بھی زندہ و جاوداں ہو جائے گا۔
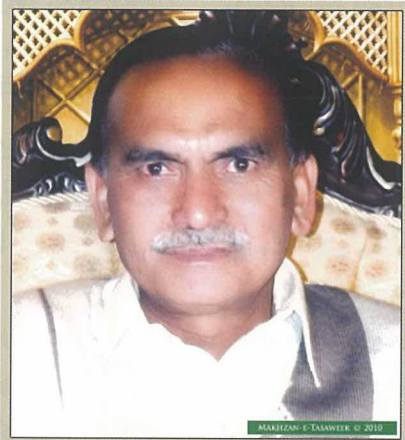
ہمارے خاندان میں سب سے پہلے احمدیت میں شامل ہونے کا شرف میرے پڑ دادا جان مکرم میاں نظام الدین صاحبؓ اور میرے پڑ نانا جان مکرم مولوی محمد اسحاق صاحبؓ کھڑ پڑ والے کو نصیب ہوا۔ ہماری یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ یہ دونوں بزرگان دین صحابی حضرت مسیح موعودؑ تھے۔ میرے پڑ نانا جانؓ کی والدہ صاحبہ حدیث کی عالمہ تھیں۔ جب انہوں نے چاند اور سورج گرہن کے نشانات دیکھے تو اپنے بیٹے مکرم مولوی محمد اسحاقؓ صاحب کو اپنی بیعت کا خط دیتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ تم نے مہدی موعودؑ کو تلاش کر کے یہ خط اُن تک پہنچا کر، ان کے ہاتھ پر بیعت کرنی ہے۔ میرے پڑ نانا جیؓ نے اُن کی وفات کے بعد اپنے ایک دوست کے ساتھ کھڑ پڑ ضلع لاہور سے لے کر قادیان تک کا سفر پیدل طے کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے اپنی والدہ صاحبہ کی بیعت کا خط بھی اُن تک پہنچایا۔

میرے پڑ ناناؓ جی کی قبولیت احمدیت کے بعد میرے نانا جی واپس آئے اور اُن کے دوست سفر کی صعوبت اور شدید بھوک کی حالت میں مہمان خانے میں بیٹھے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ معلوم ہوا کہ میرے پیارے مہدی موعود علیہ السلام کھڑے دریافت فرما رہے تھے کہ ''میرے کون سے مہمان بھوکے ہیں؟ میرے رب نے الہاماً بتایا ہے کہ تمہارے مہمان بھوکے ہیں۔'' اور پھر خود کھانا لے کر تشریف لے آئے اور ان بزرگان کو کھانا کھلایا۔ یہ وہی الہامی کھانا ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی کتاب تذکرہ میں صفحہ نمبر 631 پر 1907ء کے جلسہ کے ایام میں مذکور ہے یعنی۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اَطۡعِمُوا الۡجَائِعَ وَالۡمُعۡتَرَّ یعنی اے نبی! بھوکوں اور محتاجوں کو کھانا کھلاؤ۔

احمدیت کی قبولیت کے بعد میرے نانا جی واپس آئے اور شدید مخالفت کے حالات میں ان کی دوستی میرے پڑ دادا جی مکرم میاں نظام الدین صاحبؓ سے ہوئی۔ اس دوستی کی بنا پر میرے دادا جان مکرم عبدالرزاق صاحبؓ کا رشتہ مکرم مولوی محمد اسحاق صاحبؓ کی صاحبزادی مکرمہ ناصرہ بیگم صاحبہ سے طے پا کر رشتہ داری میں بدل گیا۔

میری دادی جان کا خاندان ضلع لاہور کے ایک چھوٹے سے گاؤں لدھیکے نیویں میں آ کر آباد ہوا۔ انہوں نے احمدیت اور اسلام کی محبت کو اپنے بچوں کے دلوں میں بٹھانے کے لئے تا حیات ہر ممکن کوشش اور دعا سے کام لیا۔ میری قابلِ احترام دادی جان نے گاؤں کے بچوں اور بڑوں کو قرآن کی تعلیم سے آراستہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو چار بیٹے اور دو بیٹیاں عطا کیں۔ جن میں میرے پیارے چچا ''مکرم مبارک علی اعوان صاحب'' کا نمبر پانچواں تھا۔ اس وقت میرے دادا جی کے تین بیٹے موجود ہیں۔ جن میں میرے والد محترم منور احمد اعوان صاحب سب سے بڑے ہیں۔

Mubarak Ali Awan Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

1951ء میں میرے چچا مکرم مبارک علی اعوان صاحب کی پیدائش لدھیکے نیویں ضلع لاہور میں ہوئی۔ اس گاؤں سے انہوں نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد میرے چچا جان، میرے ابا جان امی جان کے پاس سرگودھا آ گئے۔ جہاں انہوں نے امبالہ ہائی سکول سرگودھا سے میٹرک بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ پھر گاؤں واپس آ کر قصور سے ایف اے، سی ٹی، بی اے اور بی ایڈ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ٹیچر متعین ہوئے۔ شہادت کے وقت بھی لاہور میں شعبہ تعلیم سے وابستہ تھے۔

آپ کی رہائش قصور میں تھی اور روزانہ پڑھانے کے لئے قصور سے لاہور جایا کرتے تھے، آپ بہت ہی ہمدرد، مخلص، ملنسار اور خوش اخلاق انسان تھے۔ میری دادی جان کی تربیت بے مثال تھی۔ میں بہت چھوٹی تھی مگر مجھے یاد ہے کہ صبح کے وقت ہمارے گاؤں والے گھر میں کچے فرش پر بچوں اور بڑوں کی قطاروں کا ایک ہجوم ہوتا تھا اور میری دادی جان دودھ بلوتے ہوئے سب کو قرآن کریم کا سبق دیا کرتیں تھیں اور بعد میں لسی بھی پلایا کرتی تھیں۔ دادی جان کو سب بے بے جی کہا کرتے تھے۔

1974ء میں جب احمدیت کی مخالفت بہت زیادہ بڑھ گئی، اُس وقت میرے چچا جان قصور کے کالج میں پڑھتے تھے۔ نڈر اور بے باک ہونے کی وجہ سے اُن کی مخالفت بھی بہت ہوتی تھی۔ ایک دن گھر آئے اور دادی جان سے کہنے لگے، ''بے بے جی ہم دل سے تو پکے احمدی مسلمان ہیں، کیا ہوا اگر میں اوپر اوپر سے کہہ دوں کہ میں صرف مسلمان ہوں۔ اتنی مشکلات کا سامنا تو نہ کرنا پڑے گا''۔ میری بے بے جی کا یہ سننا ہی تھا کہ وہ اُن کی بات کا جواب دیئے بغیر، زارو قطار رونے کے ساتھ ساتھ دعائیں مانگنے لگیں۔ وہ ایک مضبوط اعصاب کی خاتون تھیں۔ کبھی کسی نے

انہیں نماز کے علاوہ روتے نہیں دیکھا۔ مگر اُس وقت روتی جاتیں اور یہ دعائیں مانگتی جاتیں کہ ''اے میرے مولیٰ! اگر صحابہ کی نسل کے دل میں دین کی مخالفت کے خوف نے گھر کر کے اُن کے ایمان کو کمزور کرنا ہے تو انہیں اپنے پاس بلالے۔ میں اپنے بچوں کو ایمان کی کمزوری کی اس حالت میں دیکھتے ہوئے مرنا نہیں چاہتی۔ میرے بچوں کو میرے سے پہلے اٹھالے''۔ ایک ہفتہ تک میرے چچاجان اپنی بے بے جی کو مناتے رہے، معافی مانگتے رہے کہ بے بے جی غلطی ہوگئی۔ ایسے ہی منہ سے نکل گیا۔ تب میری دادی جان راضی ہوئیں۔ آج اتنے عرصہ بعد میں نے اپنی بڑی باجی منصورہ منور صاحبہ سے یہ واقعہ سنا تو مجھے علم ہوا کہ کس طرح میری بے بے جی کی تربیت اور دعاؤں نے میرے چچا کو اتنے اعلیٰ اعزاز سے بخشا اور امر کر دیا۔

میری بے بے جی کے سب بچے جب اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تو میرے چچاجان ہی بے بے جی کے پاس موجود تھے جو دن کا کافی حصہ کالج گزارتے جس کی وجہ سے ابا جی نے میری باجی کو کچھ عرصے کے لئے دادی جان کے پاس بھیج دیا۔ چچاجان نے بھتیجی کا بہت خیال رکھا۔ باجی بتاتی ہیں کے چچاجان مکھن کھاتے اور باجی کو بھی ہر وقت مکھن کھلاتے۔ کہتے کہ ''منصورہ فلاں جگہ مکھن رکھا ہے۔ تم دادی جان کی لاڈلی ہو۔ جا کر لے آؤ۔ میں لایا تو ناراض ہوں گی''۔ باجی بہت چھوٹی، غالباً پانچ سال کی تھیں۔ وہ جاتیں اور مٹھی بھر مکھن کا پیڑا اُٹھالاتیں۔ دونوں کا رنگ اتنا گورا نہ تھا۔ جب بے بے جی کو معلوم ہوتا تو چچاجان سے کہتیں کہ ''مبارک تم دونوں جتنا مرضی مکھن کھالو تم دونوں نے گورے نہیں ہونا'' اور مسکرانے لگتیں۔ آج میری باجی کہتیں ہیں کہ ''میرے دوست پیارے چچاجی کو تو میرے مولیٰ، میرے رب نے اپنے نور کے ذریعے سر سے پاؤں تک گورا کر دیا ہے۔ پتہ نہیں چچا نے مجھے یہاں حصہ دار کیوں نہیں بنایا؟'' شاید یہ میری دادی جان کی محبت اور نیک دعائیں ہیں جنہوں نے میرے چچاجان کو اپنے رب کے نور کی بارشوں سے بھگو دیا ہے۔

میری چچی جان نسیم مبارک صاحبہ بتاتی ہیں کہ ''جب ان کی نعش کو گھر لایا گیا تو کپڑے خون سے بھرے ہوئے تھے مگر چہرہ پُر نور اور پُر سکون تھا۔ جیسے سوئے ہوئے ہوں اور ابھی آواز دینے پر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ تکلیف اور درد کا چہرے پر کوئی شائبہ تک نہ تھا۔

ہر بار گرمیوں کی چھٹیوں میں میری امی جان مجھے چچاجان کے پاس چھوڑ آتیں۔ چچاجان ایک بہترین قابل استاد ہونے کے ناطے مجھے میرا نصاب پانی کی طرح اَزبر کرا کے واپس ربوہ چھوڑ آتے۔ میری سیکنڈری سکول کی تمام کامیابیوں کا سہرا میرے چچاجان کے شوق، محنت اور علم کے سر ہے۔ اُن کی علم سے رغبت نے انہیں کامیاب اور ہر دل عزیز استاد بنا دیا۔ ان کے اپنے بچوں نے بھی اُن کے اس شوق کو اہمیت دیتے ہوئے توجہ پڑھائی کی طرف مبذول رکھی۔

اُن جیسے نیک فطرت، نافع الناس وجود بہت کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ عموماً مالدار یا وسیع تعلقات والا انسان فائدہ پہنچانے میں زیادہ مدد و معاون سمجھا جاتا ہے۔ مگر چچاجان نہ تو زیادہ تعلقات والے تھے اور نہ ہی بہت مالدار تھے۔ مگر دل میں خلقِ خدا کی مدد کا جذبہ ایسا موجزن تھا کہ؛ چاہے کوئی احمدی ہو یا غیر احمدی، مانگنے پر یا کسی کے کہے بغیر بھی مدد کرنے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ کبھی ہم کہتے کہ چچاجان آپ کیا ہر ایک ہی کے کام کرنے لگ جاتے ہیں؟ تو بہت پیار سے جواب دیتے کہ ''خلیفہ اوّل حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ تو کئی لوگوں کے کام لے کر راجہ کے پاس اس اُمید میں چلے جاتے تھے کہ سب کا یا کم از کم کسی ایک ہی کا کام ہو جائے۔ سو میں بھی یہ سوچ کر مدد کے لئے چل پڑتا ہوں کہ کسی کے تو کام آسکوں کیونکہ مدد تو رب نے ہی کرنی ہے۔ میں تو ہمت بڑھانے کو ساتھ ہوتا ہوں۔''

چچی جان بتاتی ہیں کے شہادت سے کچھ دن پہلے مجھے کہتے ہیں کہ اب دنیا سے دل بھر گیا ہے۔ اب تو دل کرتا ہے کہ جنت میں ہی چلا جاؤں۔ چچی جان مذاق میں کہنے لگیں کہ ''مبارک صاحب اتنا زادِ راہ اکٹھا ہو گیا ہے کہ رب جنت میں جانے کی اجازت دے دے؟'' تو چچاجان کہنے لگے کہ ''کوشش تو مستقل جاری ہے۔ آگے میرے سوہنے کی مرضی۔'' آج میری چچی بڑے فخر سے کہتی ہیں کہ ''میرے میاں نے سچی چاہ کی اور اُن کے سوہنے رب نے انہیں نواز دیا''۔

میرے لئے بھی یہ بات قابلِ فخر ہے کہ میں ایک شہید کی بھتیجی ہوں۔ رب کا یہ اعزاز بھی ہمارے لئے قابلِ مسرت ہے کہ چچاجان کی سب سے بڑی بیٹی نوشین مظفر اعوان صاحبہ میری بڑی بھابی ہیں۔ جو اپنے نیک سلوک اور عمدہ طبیعت سے بھائی کے گھر کو جنت بنائے ہوئے ہیں۔ چچاجان بھی اس رشتے سے بہت مطمئن اور خوش تھے۔ نیز ہمارے بڑے بھائی مکرم مظفر اعوان صاحب کو اپنا بڑا بیٹا سمجھتے ہوئے ہر معاملے میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے میری چچی جان اور گھر کے باقی افراد سے فرداً فرداً فون پر بات کی۔ سب کا کہنا ہے کہ ''حضور کے فون سے جو غم کے آثار تھے وہ سب دھل گئے۔ دل پُر سکون ہے۔'' چچی جان کہتی ہیں کہ ''محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے چچا امن میں ہیں۔ پیارے آقا کی دلجوئی نے دلوں میں استقامت کو تقویت بخشی ہے۔ سب بچے ایک نئے عزم اور ارادے کے ساتھ، دلجمعی سے اپنی پڑھائیوں میں اپنے ابا کے خواب کو پورا کرنے کے لئے کمربستہ ہو گئے ہیں۔ میرے چچا کے دو بچوں کے امتحانات اسی دوران ہو رہے تھے جن میں انہوں نے اتنی پریشانی کے باوجود بہت ہمت اور حوصلے سے تمام پیپرز دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے انہیں اعلیٰ کامیابیوں سے نوازے۔ آمین

بوقتِ شہادت چچاجان دو خاندانوں کی کفالت کر رہے تھے۔ ایک اپنا اور دوسرا اپنے بڑے بھائی صاحب کے گھر کا۔ بڑے چچاجان ایک عرصہ سے فالج کے مرض میں مبتلا ہیں اور انکی بیگم ایک عرصہ پہلے کینسر کے مرض سے وفات پا چکی ہیں۔ اس کڑے وقت میں اپنے رب سے یہی دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ان کے لئے آسانی کے سامان مہیا کرے۔ آمین

مہمان نوازی بھی چچاجان کی شخصیت کا ایک خاصہ تھی۔ جب ہم ان کے گھر جاتے تو بھانت بھانت کی سوغات بالعموم پھیِیاں، برفی، فالودہ وغیرہ فوراً لا کر ہماری خاطر مدارات کرتے۔ بیٹیوں سے خاص اُنسیت تھی۔ شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں چار بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ سب بچوں کی تعلیم کا بہت دھیان رکھتے اور اُن کی پڑھائی پر خصوصی توجہ دیتے۔

میری ایک چچازاد بہن کی شادی نرسنگ کے دوران ہی ہو گئی تھی۔ مگر میرے چچاجان کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ اپنی تعلیم ضرور مکمل کرے تاکہ زندگی میں ضرورت پڑنے پر زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہو۔ سو وہ خود اپنے داماد کے پاس لاہور گئے اور اُن سے عاجزانہ درخواست کی کہ ''میں اپنی دونوں نواسیوں کی دیکھ بھال کا ذمہ اٹھاتا ہوں۔ اپنی بچی کی پڑھائی کا خرچ بھی خود اٹھاؤں گا۔ آپ اسے صرف پڑھائی مکمل کرنے کی اجازت دیں۔'' اجازت ملنے پر بیٹی کا داخلہ کروایا اور کورس مکمل کروایا۔ شہادت سے چند روز قبل اُس کا رزلٹ آیا تو سب کو بڑے فخر سے بتایا کہ میری بیٹی پاس ہو گئی ہے۔

اپنی نواسیوں سے بہت پیار و شفقت کا سلوک تھا۔ کام سے واپسی پر اُن کے ساتھ کھیلتے، گھوڑا بن کر سواری کراتے اور اُن کے نیک نصیب کے لئے دعا گو رہتے۔

28 مئی کو سکولوں میں گرمیوں کی تعطیلات ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے چھٹی جلدی ہو گئی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ آخری جمعہ ادھر ہی ادا کر لوں کیونکہ بعد میں تو چھٹیاں ہیں اور میں نے قصور چلے جانا ہے۔ جب مساجد پہ حملہ ہوا تو چچا جان نے فون پہ بتایا کہ "ہم مسجد کے ہال میں ہیں اور یہ لوگ دستی بم پھینک رہے ہیں۔ آپ فون بند کر دیں کیونکہ جس طرف سے آواز سنائی دیتی ہے وہ اسی طرف پھینکنا شروع کر دیتے ہیں" اور یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔ پھر ان سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ زخمی ہیں اور ہال کے اندر ہی ہیں پھر آپ کی شہادت کی اطلاع مل گئی۔ ہمیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک ہنستا مسکراتا وجود اتنی جلدی خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائے گا۔ بروز 29 مئی ان کی نماز جنازہ صاحبزادہ مکرم مرزا خورشید احمد صاحب نے ربوہ میں پڑھائی۔ اور ان کی تدفین پاکستانی وقت کے مطابق دو پہر اڑھائی بجے ہوئی۔

میرے پیارے چچا جان نے پسماندگان میں اہلیہ، چار بیٹیاں نوشین مبارک صاحبہ، عطیہ مبارک صاحبہ، حمیرہ مبارک صاحبہ، رابعہ مبارک صاحبہ اور ایک بیٹا عزیزم عرفان احمد صاحب پیچھے چھوڑے ہیں۔

انہوں نے بڑی خوشی اور طمانیت سے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی اور اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ صرف دو بیٹیوں کی شادی ہوئی ہے اور باقی بچے پڑھائی میں مشغول ہیں۔ جس دن چچا جان کی شہادت ہوئی اس کے تین دن بعد عزیزم عرفان احمد کے انجینئرنگ یونیورسٹی کے آخری سال کے امتحان کا پہلا پرچہ تھا۔ آجکل امتحان دے کر اچھے نمبروں میں پاس ہو گیا ہے الحمدُ للہ۔ سب احبابِ جماعت سے درخواستِ دعا ہے کہ اُس کا بہترین مستقبل ہو اور اُس کے کندھوں پر جو بوجھ آ گیا ہے اُسے اُٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ اُسے بلند حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے آمین۔ اسی طرح بیٹیوں کے نیک نصیب اور بہتر مستقبل کے لئے عاجزانہ درخواستِ دعا ہے۔ ان کی بیٹی عزیزہ رابعہ نے ایف ایس سی کا امتحان بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا ہے۔ دعا کی درخواست ہے کہ وہ اپنے والد کی خواہش کے مطابق ڈاکٹر بن سکے۔ آمین

خدا تعالیٰ نے میرے نرم خو، عاجز، پُر خلوص و نیک نیت چچا جان کو جو شہادت کا عظیم رتبہ دے کر اپنے یقینی قرب سے نوازا ہے۔ سو اب اللہ تعالیٰ انہیں آنحضورﷺ کے قدموں میں بھی مقرب جگہ عطا فرمائے اور اس پیارے رسول ﷺ کے صدقے ہماری نسلوں کو اُن کی نیکیوں کا وارث بنائے۔ نیز تمام شہداء کے خاندانوں پر اور ہم پر ہمیشہ اپنے فضلوں کا سایہ قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

یا صدقِ محمدِ عربی ہے، یا احمدِ ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں، زندہ ہیں یہی افسانے دو

محترمہ فرزانہ منور صاحبہ، wetter

آنکھ سے دور صحیح، دل سے کہاں جائے گا
اے دور جانے والے تو یاد بہت آئے گا

مکرم مبارک علی اعوان صاحب شہید

ہمارے پیارے بھائی مکرم مبارک علی اعوان صاحب شہید جو آج اس دنیا میں نہیں۔ 28 مئی بروز جمعہ انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

میرے پیارے بھائی 1951ء میں رائے ونڈ کے قریب گاؤں لدھیکے نیویں میں پیدا ہوئے۔ ہم پانچ بہن بھائی تھے۔ جن میں تین بھائی اور ایک بہن تھیں۔ آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف کھڑ پیر ضلع قصور کے نواسے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی حاصل کی۔ میٹرک رائے ونڈ سے کیا اور قصور میں انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے ساتھ آپ نے لاہور کے ایک ہائی سکول میں پڑھانا شروع کر دیا۔ نیز ساتھ ساتھ اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ گریجویشن کرنے کے بعد آپ نے بی ایڈ کا امتحان پاس کیا۔ آپ کی رہائش قصور میں تھی اور روزانہ قصور سے لاہور پڑھانے جایا کرتے تھے۔

بھائی جان بہت ہی ہمدرد، مخلص، ملنسار اور خوش اخلاق انسان تھے۔ دوسروں کے دکھ درد بانٹنا، اُن کی ضروریات کا خیال رکھنا اور ہر ایک سے خوش ہو کر بات کرنا آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے۔ خود مدد کا جذبہ ہونے کے ساتھ ساتھ باقیوں کو بھی دوسروں کی مدد کی ترغیب دیتے۔ تا کہ کسی طرح سے ضرورت مندوں کی مدد ہو جائے۔ یتیموں کا خیال رکھنے والے تھے۔ اپنے بھائی مشتاق احمد اعوان صاحب کو بھی فون کر کے کہتے کہ ان یتیموں کی مدد کریں۔

آپ کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ دو بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔ بڑی بیٹی عزیزہ نوشین مظفر کی شادی امریکہ میں ہوئی ہے اور وہ وہیں رہائش پذیر ہے۔ دوسری بیٹی پیشہ کے لحاظ سے شعبہ نرسنگ سے منسلک ہے اور سعودی عرب میں رہائش پذیر ہے۔ اس کا نام عزیزہ عطیہ مبارک ہے۔ تیسری بیٹی عزیزہ عمیرہ کاشف کی شادی لاہور میں ہوئی ہے۔ اور وہ وہیں رہائش پزیر ہے۔ آپ کے بیٹے عزیزم عرفان احمد اعوان نے اس سال انجینئرنگ کا امتحان پاس کیا ہے۔ بیٹی عزیزہ رابعہ مبارک نے اس سال ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا ہے۔ چھوٹی بیٹی اور بیٹا اپنی والدہ کے ساتھ قصور میں رہائش پذیر ہیں۔

28 مئی کو جب ہمیں اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ تو ہم نے ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ نماز جمعہ دارالذکر میں ہی ادا کیا کرتے تھے۔

جرمنی کے وقت کے مطابق ساڑھے گیارہ بجے ہمارا رابطہ ان سے ہوا۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ، "آپ کہاں ہیں؟" انہوں نے کہا کہ، "ہم مسجد کے ہال میں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ (دہشت گرد) دستی بم پھینک رہے ہیں۔ آپ فون بند کر دیں۔ (کیونکہ) جس طرف سے آواز سنائی دیتی ہے وہ اُسی طرف بم پھینکنا شروع کر دیتے ہیں" اور انہوں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے رابطہ کرنے کی کوشش کی، لیکن رابطہ نہ ہو سکا۔ پھر ہم نے جرمنی کے وقت کے مطابق دو پہر تین بجے انکے گھر قصور فون کیا۔ اُن کی بیٹی نے کہا کہ، "ابو زخمی ہو گئے ہیں اور وہ ادھر مسجد میں ہی ہیں۔" دوبارہ چار بجے ان کے بیٹے سے رابطہ ہوا۔ وہ ان کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یوں رابطہ منقطع ہو گیا۔

پھر دوسرے بھتیجے کا فون آیا کہ، "چچا جان مکرم مبارک علی اعوان صاحب کی شہادت ہو گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور وہ میو ہسپتال میں ہیں"۔ یہ سن کر ہمارے پاؤں تلے سے زمین ہی نکل گئی۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ایک ہنستا مسکراتا وجود اس قدر جلد خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کے اہل و عیال کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو ہمیشہ راہِ راست پر رکھے اور خلافت سے وابستہ رکھے۔ آمین

مکرمہ نصرت مشتاق صاحبہ بادھمبرگ ستی ہوخ ٹاؤنس

جیو تو کامراں جیو شہید ہو تو اس طرح
کہ دین کو تمہارے بعد عمر جاوداں ملے

مکرم محمود احمد صاحب شہید

28 مئی کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک بہت تکلیف دہ دن ہے، جس دن مجھے سکول میں بذریعہ sms یہ اطلاع ملی کہ: ''پاکستان لاہور میں موجود ہماری دو مساجد میں دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے آپ دعائیں کریں'' یہ خبر پڑھ کر دل کو ایک دم جھٹکا لگا لیکن دوسری طرف یہ بھی تسلی تھی کہ یہ جماعت کوئی عام جماعت نہیں، اس جماعت کا ایک اللہ ہے جو ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے اور کسی بھی سنگین صورت حال سے بچائے گا۔ انشاء اللہ

بہرحال نہایت تکلیف اور پریشانی کی حالت میں گھر پہنچی جہاں Tv پر اس واقعے کی تفصیل بتائی جا رہی تھی۔ جسے سن کر غم و غصّے کی ملی جلی کیفیت پیدا ہوئی، دل تھا کہ کسی طرح بھی اس کو چین نصیب نہیں ہو رہا تھا اور فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ دلی جذبات کیا ہیں؟ غم ہے؟ غصہ ہے؟ تکلیف ہے؟ یا کیا ہے؟ بہت بے چینی سے حضور اقدس کی طرف سے آنے والے احکامات کا انتظار تھا۔ دل بے تاب تھا حضور اقدس کو دیکھنے کے لئے اور یہ جاننے کے لئے کہ اب حضور اقدس کیا نصیحت فرماتے ہیں؟ اور جب حضور انور خطبہ کے لئے تشریف لائے تو نہایت اطمینان سے خطبہ کا آغاز کیا۔ اور پوری جماعت کو صبر رضا کی تلقین کی اس وقت یہ خیال دل کو خون کے آنسو رلا رہا تھا کہ پیارے حضور اقدس کے لئے تو پوری جماعت ان کی اپنی فیملی کی طرح ہے۔ ان کے غم کا اندازہ تو ہم کر ہی نہیں سکتے۔ یہ سوچ کر سارا غصہ ایک دم ختم ہو گیا۔ اور حضور اقدس کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے صبر و رضا کا نمونہ بننے کی کوشش کی۔ اور یہ بات دل میں تھی۔ ہمارا کام تو صرف اس کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور دعائیں مانگنا ہے، وہی ہے جو ہم سب کی سنے گا اور اپنی تائید و نصرت جاری رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

Mahmood Ahmad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

شام کو میرے ابو جان نے لاہور اپنے ماموں محترم محمود احمد صاحب کی خیریت معلوم کرنے کے لئے فون کیا کیونکہ اطلاع ملی تھی کہ ان کو گولیاں لگی ہیں۔ تو ابو جان کو معلوم ہوا کہ ان کے ماموں جان کی شہادت ہو گئی ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ جان کر بہت دکھ اور تکلیف ہوئی لیکن پھر یہ سوچ کر دل کو تسلی ہوئی کہ ہر کسی کو ایک دن اس دنیا سے جانا ہے لیکن مبارک ہیں یہ وجود جن کو شہادت کا رتبہ ملا۔

میں نے اپنی اٹھارہ سالہ زندگی میں پہلی بار ایسا واقعہ دیکھا ہے ہمیشہ اپنے بڑوں سے سنتے آئے تھے کہ 1974ء اور 1984ء میں حالات بہت خراب تھے۔ اور آج کل بھی شدید مخالفت کی وجہ سے شہادتوں کا پتہ چلتا رہتا تھا لیکن اتنا بڑا سانحہ پہلی بار دیکھا جس نے روح تک کو جھنجھوڑ دیا۔ بیداری کا ایسا جذبہ پیدا ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے تھے یہ بھی احساس ہوا کہ تمام دنیا میں موجود احمدی ایک فیملی کی طرح ہیں اور یہ ایسا پیار کا تعلق ہے کہ جب دنیا کے ایک کونے میں رہنے والے احمدی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو پوری دنیا میں موجود مائیں اس احمدی کے لئے دعائیں کرتی ہیں، صدقے دیتی ہیں اور یہ اخوت اور پیار اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت میں ہی ڈالا ہے۔

اس الم ناک واقعہ کے تقریباً دو ہفتے کے بعد جب حضور اقدس سے یہ خبر ملی کہ اس واقعہ میں زخمی ہونے والے ایک اور احمدی بھی شہید ہو گئے ہیں۔ تو دل ایک بار پھر غم سے بھر گیا اس غم کا ذکر جب ایک غیر از جماعت سہیلی سے کیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیوں غم کرتی ہو کیا وہ تمہارے کوئی رشتہ دار تھے؟ ان لوگوں کو کیا معلوم کہ دنیا بھر میں رہنے والے ہر احمدی ہمارے باپ، بھائی، بہن اور ماں کی طرح ہیں۔

آج ان شہداء نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ ہم سے تو ہمارے خدا نے جان کی قربانی مانگی تھی سو ہم نے دے دی اب تم کسی قربانی سے دریغ مت کرنا۔

جب حضور اقدس نے ان شہداء کا فرداً فرداً ذکر خیر کیا تو معلوم ہوا کہ ان شہداء میں ایسی ایسی خوبیاں تھیں کہ ان کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو شہادت کا رتبہ عطا کیا۔ سچ ہے کہ ''نبی، خلیفہ، صالح اور شہداء خدا خود چنتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے''۔ آج ہمیں بھی ایسا ہی احمدی مسلمان بننا ہے کہ ہمارا خدا ہم سے راضی ہو۔ آمین

جیسا کہ حضور اقدس نے اپنے خطبات میں اس بات کا بار بار ذکر فرمایا ہے اس واقعہ کے بعد جماعت کے ممبران میں اطاعت، صبر و استقامت، قربانی میں جو پہلے سے بڑھ کر ترقی ہوئی ہے اس کو کم نہیں ہونے دینا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اقدس کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم ان شہداء کے خون کی لاج رکھنے والے ہوں آمین۔

﴿خطبہ جمعہ﴾

شہداء لاہور میں سے آٹھ مزید شہداء کا ذکرِ خیر

ان سب شہداء میں بعض اعلیٰ صفات قدر مشترک کے طور پر نظر آتی ہیں۔ مثلاً ان کا نمازوں کا اہتمام اور اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھی اس طرف توجہ دلانا۔ تہجد اور نوافل کا التزام، گھریلو زندگی میں اور گھر سے باہر بھی ہر جگہ اخلاق حسنہ کا مظاہرہ۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا۔ جماعتی غیرت کا بے مثال اظہار، اطاعت نظام کا غیر معمولی نمونہ، دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے سارے حقوق کی ادائیگی کے باوجود جماعت کے لئے وقت نکالنا۔ پھر یہ کہ خلافت سے غیر معمولی تعلق، محبت اور اطاعت کا اظہار۔

شہداء جو شہادت کے مقام پر پہنچے یقینا یہ شہادت کا رتبہ ان کے لئے عبادتوں کی قبولیت اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی سند لئے ہوئے ہے۔

یہ لوگ تھے جنہوں نے عبادات اور اعمال صالحہ کے ذریعہ سے نظام خلافت کو دائمی رکھنے کے لئے آخر دم تک کوشش کی اور اس میں نہ صرف سرخرو ہوئے بلکہ اس کے اعلیٰ ترین معیار بھی قائم کئے۔

ہمارا فرض ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے ان قربانیوں کا حق ادا کریں۔

شام کے سابق امیر جماعت مکرم نذیر المرادنی صاحب مرحوم کا ذکر خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ 09 جولائی 2010ء بمطابق 09 وفا 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن ﴿برطانیہ﴾

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

شہداء کا جو ذکر خیر چل رہا ہے۔ اسی سلسلے میں آج سب سے پہلے میں ذکر کروں گا **مکرم احسان احمد خان صاحب شہید ابن مکرم وسیم احمد خان صاحب کا**۔ شہید مرحوم کے پڑدادا حضرت منشی دیانت خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابی تھے۔ نارو ضلع کانگڑہ کے رہنے والے تھے۔ یوسف زئی خاندان سے تعلق تھا۔ شہید مرحوم کے پڑدادا کے دو بھائی حضرت شہامت خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت منشی امانت خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1890ء میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اور 313 صحابہ میں شامل ہوئے۔ مکرم ظہیر احمد خان صاحب مربی سلسلہ جو آج کل یہاں لندن میں ہیں، شہید مرحوم کے چچا ہیں۔ جبکہ شہید مرحوم کے دوسرے بھائی ندیم احمد خان صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ میں زیر تعلیم ہیں۔ شہید مرحوم 1984ء میں پیدا ہوئے دو سال سے شیزان انٹرنیشنل میں ملازمت کر رہے تھے۔ جبکہ جماعت احمدیہ بھاں ضلع لاہور میں (یہ پتہ نہیں کون سی جماعت ہے) بطور سیکرٹری وقفِ جدید خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 26 سال تھی۔ اور مسجد دارالذکر گڑھی شاہو میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سانحہ کے روز صبح غسل کے بعد نماز پڑھی اور تلاوت کی اور ملازمت کے لئے روانہ ہونے سے پہلے اہلیہ کو بتایا کہ میں یہ جمعہ دارالذکر میں پڑھوں گا۔ اور ساتھ ہی بتایا کہ پچھلا جمعہ میرے سے رہ گیا تھا۔ بیٹی کو اُٹھا کر پیار کیا اور روانہ ہو گئے۔ قریباً 1:35 پر مسجد دارالذکر سے اپنی والدہ محترمہ کو فون کر کے بتایا کہ یہاں دہشتگرد آ گئے ہیں۔ والدہ محترمہ کو تسلی دی، پھر اس کے بعد دوبارہ رابطہ نہ ہو سکا۔ اس دوران دہشتگردوں نے جب گرنیڈ پھینکے اس کے شیل لگنے سے زخمی ہوئے۔ جب غلط افواہ پھیلی کہ دہشتگرد مارے گئے ہیں اور باہر آ جائیں تو باہر نکلنے پر دوبارہ گرنیڈ کے ٹکڑے لگنے سے شہید ہو گئے۔ ربوہ میں تدفین ہوئی ہے۔ تدفین سے قبل ان کے چچا نے اپنے گھر ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں بہت سے غیر از جماعت لوگوں نے شرکت کی۔ شہید مرحوم کی والدہ نے شہادت سے ایک ماہ قبل خواب میں دیکھا کہ اُن کا بیٹا شہید ہو گیا ہے اور اُس کی میت کو صحن میں رکھا گیا ہے اور میں بیٹے کے منہ پر پیار سے ہاتھ پھیرتی ہوں اور پوچھتی ہوں کہ کیا ہوا؟ اس خواب سے گھبرا کر اُٹھ جاتی ہوں اور صدقہ دیتی ہوں۔ شہادت کے بعد اُسی جگہ پر جنازہ لا کر رکھا گیا جہاں خواب میں دیکھا تھا۔ شہادت سے چند دن پہلے شہید نے خود بھی ایک خواب دیکھا اور ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔ والدہ کو صرف اتنا بتایا کہ بہت بُرا خواب ہے۔ پھر صدقہ بھی دیا۔ شہید مرحوم بہت ہی ایماندار اور نیک فطرت انسان تھے۔ دوسروں سے ہمدردی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ والدین کی خدمت بڑی توجہ سے کیا کرتے تھے۔ ان کے چچا نے مجھے بتایا کہ کام سے گھر آتے تھے تو پہلے والدین کو سلام کرتے تھے پھر بیوی بچوں کے پاس اپنے گھر جاتے تھے۔ اور روزانہ رات کو اپنے والد کے پاؤں دبا کے سویا کرتے تھے۔ انہوں نے والد والدہ کی خدمت کا حق ادا کیا۔ ان کی شادی کو ڈیڑھ سال ہوا تھا۔ ان کی ایک چار ماہ کی وقفِ نو کی بچی ہے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم منور احمد قیصر صاحب شہید ابن مکرم میاں عبدالرحمٰن صاحب کا**۔ شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق قادیان سے تھا، قادیان سے پاکستان بننے کے بعد گوجرہ منتقل ہوئے۔ اس کے بعد لاہور شفٹ ہو گئے۔ ان کے خاندان میں سب سے پہلے حضرت عبدالعزیز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آڑھتی تھے۔

اُنہوں نے بیعت کی تھی۔ وہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ یہ شہید مرحوم کے دادا مکرم میاں دوست محمد صاحب کے کزن تھے۔ اِن کے دادا اور خاندان کے دیگر لوگوں نے خلافتِ ثانیہ میں بیعت کی۔ شہید مرحوم پیشے کے لحاظ سے فوٹو گرافر تھے۔ پچھلے قریباً بیس سال سے جمعہ کے روز دارالذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ بوقتِ شہادت اِن کی عمر 57 برس تھی۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ دارالذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی کے دوران کئی دفعہ اس بات کا اظہار کیا کہ اگر کوئی حملہ کرے گا تو میری لاش سے گذر کر ہی آگے جائے گا۔ سانحہ کے روز قریباً گیارہ بجے ڈیوٹی پر پہنچے۔ فرنٹ لائن پر کھڑے تھے کہ 1:40 پر دہشتگردوں نے آتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ ایک کو تو انہوں نے مضبوطی سے پکڑ لیا جبکہ دوسرے نے آپ پر فائر کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ اہلیہ محترمہ نے چند دن قبل خواب میں دیکھا کہ ایک تابوت ہے جو عام سائز سے کافی اُونچا ہے جس کے قریب ایک بنچ پڑا ہے۔ انکے ایک عزیز بنچ پر پاؤں رکھ کر تابوت کے اندر لیٹ جاتے ہیں پوچھنے پر کہ یہ کیوں لیٹے ہیں حالانکہ یہ تو اچھے بھلے ہیں، (یہ واقعہ بنچ میں رہ گیا ہے پورا بیان کرنے سے) اہلیہ نے بتایا کہ جمعہ پر جانے سے پہلے میں نے ان کو گولڈن رنگ کا سوٹ استری کر کے دیا اور ساتھ ہی کہا کہ آج تو آپ دولہوں والا سوٹ پہن رہے ہیں چنانچہ خوب تیاری کر کے نمازِ جمعہ کے لئے گئے۔ بیشمار خوبیوں کے مالک تھے احساسِ ذمہ داری بہت زیادہ تھا۔ کبھی کسی سے شکوہ نہیں کیا۔ نمازوں کے پابند تھے۔ فوٹو سٹیٹ کا کام بھی کرتے تھے۔ قریبی کالج سے بچے فوٹو سٹیٹ کروانے آتے تو بغیر گنے ہی پیسے رکھ لیتے۔ کہتے تھے کہ کبھی کسی کے پاس پورے پیسے نہیں بھی ہوتے اس لئے میں نہیں گنتا۔ بعض دفعہ مخالفین آپ کی دوکان پر آپ کے سامنے ہی مخالفانہ پوسٹر لگا جاتے تھے۔ آپ اِن سے جھگڑا نہ کرتے اور بعد میں اُتار دیتے۔ اپنے بیٹے کو کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی زیادتی کرے تو خاموشی سے واپس آجاؤ۔ اگر آپ نے جواب دیا تو پھر آپ نے اپنا معاملہ خود ہی ختم کر لیا۔ اگر اللہ پر چھوڑ دیا تو اللہ ضرور بدلہ لے گا۔

اگلا ذکر ہے مکرم حسن خورشید اعوان صاحب شہید ابن مکرم خورشید اعوان صاحب کا۔ شہید مرحوم کا تعلق بندیال ضلع چکوال سے تھا ان کے والد اور دادا پیدائشی احمدی تھے۔ تاہم کچھ عرصہ قبل ان کی فیملی کے دیگر افراد نے کمزوری دکھاتے ہوئے اِرتداد اختیار کر لیا جبکہ شہید مرحوم بفضلہ تعالیٰ شہادت کے وقت تک جماعت سے وابستہ رہے۔ ان کے ایک اور بھائی مکرم سعید خورشید اعوان صاحب جو جرمنی میں ہیں

اُنہوں نے بھی جماعت کے ساتھ وابستگی رکھی۔ شہادت کے وقت اِن کی عمر 24 سال تھی۔ غیر شادی شدہ تھے۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سانحہ کے روز دارالذکر میں نمازِ جمعہ ادا کرنے گئے۔ دہشتگردوں کے آنے پر گھر پر فون کر کے بتایا کہ مسجد پر حملہ ہو گیا ہے، میں زخمی ہوں دعا کریں۔ اسی دوران دہشتگردوں کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔ اِن کے فیملی کے غیر از جماعت ممبران ان کے احمدی ہونے کے بارے میں اعتراضات کرتے رہے جس پر اِن کے والدین ان کے دباؤ میں آگئے اور اطلاع دی کہ اگر احمدی احباب نے نمازِ جنازہ پڑھی تو علاقے میں فساد پھیل جائے گا۔ یہاں پر ختمِ نبوت والے (نام نہاد ختمِ نبوت والے کہنا چاہئے) کافی ایکٹو (Active) ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر احمدی احباب کو نمازِ جنازہ ادا نہ کرنے دی گئی۔ غیر از جماعت نے ہی نمازِ جنازہ پڑھی اور تدفین کی۔ تاہم علاقے میں عام لوگ مجموعی طور پر اِس امر پر افسوس کا اظہار کرتے رہے۔ شہید کے والد پہلے تو مخالفت کے باعث کوائف دینے سے انکار کرتے رہے جس پر سمجھایا گیا کہ آپ کے بیٹے نے جان دیکر پیغام دیا ہے کہ دنیاوی لوگوں سے خوف نہ کھائیں، خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ شہید مرحوم کی قربانیوں کو چھپانا شہید کے ساتھ زیادتی ہے۔ لیکن پھر بھی اُنہوں نے کوئی کوائف نہیں دیئے۔ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند فرمائے اور اِن کے یہ قربانی اِن کے گھر والوں کی بھی آنکھیں کھولنے کا باعث بنے۔ مکرم ملک حسن خورشید اعوان صاحب کے بارے میں امیر صاحب چکوال نے لکھا ہے۔ کہ دعوت الی اللہ کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ پچھلے چند سالوں سے آپ کے والد مکرم خورشید احمد صاحب نے جماعتِ احمدیہ سے علیحدگی اختیار کی تو ملک حسن خورشید صاحب اپنے حقیقی عقیدہ یعنی احمدیت سے منسلک رہے۔ اور تادمِ آخر اس کے ساتھ رہے۔ نمازِ جمعہ گڑھی شاہو دارالذکر میں جا کر ادا کرتے تھے۔ متعدد بار والدین کے اصرار کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہے۔

اگلا ذکر ہے مکرم ومحترم محمود احمد شاد صاحب شہید مربی سلسلہ ابن مکرم چوہدری غلام احمد صاحب کا۔ شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق خونن ضلع گجرات سے تھا۔ شہید مرحوم کے دادا مکرم فضل داد صاحب نے بیعت کی تھی۔ شہید مرحوم کے والد بہت متعصب تھے۔ ایک دفعہ ایک کتاب "تبلیغ ہدایت" فرش پر بکھری پڑی تھی اس کو اکٹھا کرنے لگے اور سوچا کہ اس کو پڑھنا نہیں ہے۔ لیکن جب ترتیب لگا رہے تھے تو کچھ حصہ پڑھا، دلچسپی پیدا ہوئی اور ساری کتاب پڑھنے کے بعد کہا کہ میں نے بیعت کرنی ہے۔ اور 1922ء میں گیارہ سال کی عمر میں بیعت کر لی۔ شہید مرحوم کے والد صاحب نائب تحصیلدار رہے۔ آپ نے کبھی کسی سے رشوت نہیں لی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی سندھ میں زمینوں کے مختارِ عام تھے اور انتہائی نیک اور متقی انسان تھے۔

شہید مرحوم 31 مئی 1962ء کو پیدا ہوئے اور پیدائشی وقف تھے۔ 1986ء میں جامعہ پاس کیا۔ اس کے علاوہ محلے کی سطح پر متعدد جماعتی عہدوں پر خدمت کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ نائب ایڈیٹر ماہنامہ خالد کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں بطور مربی سلسلہ تقرری کے علاوہ تنزانیہ میں بھی گیارہ سال مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ بیت النور ماڈل ٹاؤن میں قریباً تین ماہ قبل تقرری ہوئی تھی۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر قریباً 48 سال تھی اور نظامِ وصیت میں بھی شامل تھے۔ مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سانحہ کے روز نیا سوٹ پہنا، نیا رومال لیا۔ اپنی رہائشگاہ میں دو رکعت ادا کرنے کے بعد اپنے بیٹے کے ہمراہ نمازِ جمعہ کیلئے مین ہال میں پہنچ گئے۔ لوگوں نے بتایا کہ حملے کے دوران آپ مسلسل لوگوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دلا رہے تھے۔ جب حملہ آور مسجد کے اندر آیا تو آپ نے بلند آواز میں نعرہ بھی لگایا اور مسلسل درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ آپ کے سینے میں دو گولیاں لگی تھیں جس کی وجہ سے آپ کی شہادت ہو گئی۔ اس سانحہ میں آپ کا بیٹا اللہ کے فضل سے محفوظ رہا۔ شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ شہادت سے ایک روز قبل مؤرخہ 27 مئی کی رات ایم ٹی اے پر عہد نشر ہو رہا تھا۔ (وہ عہد جو خلافت کا میں نے خلافت جوبلی پر دہرایا تھا) انہوں نے اونچی آواز میں یہ عہد دوہرایا اور یہ ارادہ کیا کہ جمعہ کے دن خطبہ کے بعد پوری جماعت کے ساتھ یہ عہد دہرائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اہلیہ نے مزید بتایا کہ آپ بہت ہی نڈر تھے۔ جب جماعت کے

خلاف آرڈیننس آیا تو اس کے کچھ عرصہ کے بعد اپنی ہمشیرہ کے ہمراہ سفر پر جا رہے تھے قمیص پر کلمہ طیبہ کا بیج لگا ہوا تھا۔ان کی ہمشیرہ ڈر رہی تھیں اور احتیاط کے لئے ان سے کہا۔لیکن انہوں نے جواب دیا کہ تمہارا ایمان اتنا کمزور ہے؟ سٹیشن پر اترنے کے بعد وہاں موجود پولیس اہلکار سے جا کر سلام کیا اور اپنی ہمشیرہ سے کہا دیکھو میں تو ان سے سلام کر کے آیا ہوں۔آپ کو خدا تعالیٰ پر بہت ہی توکل تھا۔شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ تنزانیہ میں بھی خدمت کے دوران ان کی مخالفت ہوئی اور اس دوران اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشان بھی دیکھے۔1999ء میں معاندِ احمدیت شیخ سعیدی نے مربی صاحب پر ایک الزام لگایا کہ انہوں نے کچھ غیر قانونی بندوں کو اپنے مشن ہاؤس میں پناہ دے رکھی ہے۔پولیس مشن ہاؤس آگئی اور تلاشی کے بعد مربی صاحب کو تھانہ لے گئی۔یہ قصہ تنزانیہ کا ہے۔مربی صاحب نے وہاں پہنچ کر اپنا اور جماعت کا تعارف کروایا تو پولیس والوں نے معذرت کرتے ہوئے آپکو چھوڑ دیا۔بعد ازاں پولیس سے بہت اچھے تعلقات بن گئے۔اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد شیخ سعیدی کو اسی الزام میں حکومت نے سعودی عرب سے ڈی پورٹ (Deport) کر دیا اور یہ خبر اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔ان کی اہلیہ کہتی ہیں تنزانیہ میں ہی ایک دفعہ جماعتی دورے پر جانے لگے تو مجھے ملیریا بخار تھا۔میں نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور آپ جا رہے ہیں؟ مربی صاحب کہتے ہیں کہ میں اللہ کا کام کرنے جا رہا ہوں اور تمہیں بھی اللہ کے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔شہید کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں تقرری کے کچھ عرصے بعد سے دھمکی آمیز ٹیلی فون کالز کا سلسلہ شروع ہو گیا جب پہلی کال آئی تو مربی صاحب ایک شادی کے فنکشن میں گئے ہوئے تھے۔معلوم ہوا کہ کچھ لوگ آپ کا پیچھا کر رہے ہیں۔تو خدام الاحمدیہ کے کچھ ممبران نے بحفاظت مربی صاحب کو گھر پہنچا دیا۔گھر واپس پہنچنے پر مجھے کہتے ہیں دیکھو کیسی عظیم الشان جماعت ہے کہ اِن خدام سے ہمارا کوئی دنیاوی رشتہ نہیں ہے لیکن ہر وقت یہ ہماری حفاظت کے لئے تیار رہتے ہیں مربی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اگر تو نے میری قربانی لینی ہے تو میں حاضر ہوں۔لیکن میری اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھنا۔اِن حالات میں جب اِن کو بہنوں کے فون آتے اور وہ اس خواہش کا اظہار کرتیں کہ چھٹی لیکر ربوہ آجائیں تو آپ کہتے کہ جب باقی احمدی قربانی دے رہے ہیں تو ہم قربانیاں کیوں نہ دیں۔اور میدان چھوڑ کر کیوں بھاگیں۔اِن حالات سے بعض دفعہ پریشان ہو کر میں جب رو پڑتی تو مجھے کہتے کہ شہداء کی فیملی کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے۔

شہید مرحوم کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا شہادت سے ایک ماہ قبل ایک غیر از جماعت ڈاکٹر صاحب جو چاہتے تھے کہ اِن کو مطمئن کیا جائے۔ان کی کافی مربیان سے بحث ہوئی لیکن اِن کی تسلی نہیں ہو رہی تھی،تو مربی صاحب (شاد صاحب) نے دو تین مجلسوں کے دوران کئی کئی گھنٹے اِن کو تبلیغ کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے الہامات اور کلام بڑے آبدیدہ ہو کر بڑی جذباتی کیفیت میں اِن کو سناتے تھے،یہی ڈاکٹر صاحب جن کو تبلیغ کی جا رہی تھی کہتے ہیں کہ آج میرے لئے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں۔میں اب مطمئن ہو گیا ہوں۔جو شخص خود آبدیدہ ہو کر مجھے تبلیغ کر رہا ہے اِن کی جماعت جھوٹی کیسے ہو سکتی ہے۔یہ بھی تبلیغ کرنے کا اپنا اپنا ہر ایک کا انداز ہوتا ہے اور جو دل سے نکلی ہوئی باتیں ہوتی ہیں پھر اثر کرتی ہیں اور پھر ڈاکٹر صاحب نے بیعت کر لی۔

مربی صاحب کے والدین کے علاوہ باقی تمام رشتہ دار غیر از جماعت ہیں۔آخری سانس تک انکو بھی تبلیغ کرتے رہے۔ہر غمی اور خوشی کے موقع پر اپنے بچوں کو خاص طور پر غیر از جماعت رشتہ داروں کے پاس دکھانے کی غرض سے ساتھ لے جاتے تھے کہ دیکھو ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے؟ اِن لوگوں کے گلوں میں بد رسومات اور بدعات کا طوق ہے اور ہم خلافت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔اِن کے بارے میں ایک صاحب نے مجھے خط میں لکھا کہ 2006ء میں خاکسار کو پنڈی میں اطلاع ملی (یہ راولپنڈی کے ہیں) کہ محمود شاد صاحب مربی سلسلہ کو بیت الحمد مری میں تعینات کیا گیا ہے۔خاکسار کو امیر صاحب ضلع راولپنڈی نے صدر حلقہ اور بیت الحمد شرقی کے علاوہ بیت الحمد مری روڈ،مربی ہاؤس مری روڈ اور گیسٹ ہاؤس مری روڈ کی نگرانی بھی سونپی تھی۔تو امیر صاحب کی ہدایت آئی کہ مربی صاحب کے قیام وطعام کا بندوبست کریں۔گیسٹ ہاؤس میں طعام کا ابھی بندوبست نہیں تھا۔کھانا جو بھی پیش کیا جاتا مربی صاحب بڑے صبر و رضا کے ساتھ کھا لیتے۔مربی ہاؤس اور گیسٹ ہاؤس مری روڈ تین منزلہ ہے۔پہلے مربی ہاؤس دوسری منزل پر تھا۔جماعت نے فیصلہ کیا کہ اسے تیسری منزل پر شفٹ کر دیا جائے اور پہلی دو منزلیں گیسٹ ہاؤس بنائی جائیں۔تیسری منزل پر شدید گرمی ہوتی تھی۔مگر مربی صاحب کمال صبر و رضا کیساتھ وہاں مقیم رہے اور کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔خلیفۂ وقت کے خطباتِ جمعہ بڑے اہتمام سے سنتے تھے۔اور احبابِ جماعت کو بھی بار بار سننے کی تلقین کرتے تھے اگر کبھی کسی جماعت میں ڈش خراب ہو گیا تو اُسوقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک ڈش درست نہ کروا لیتے تھے۔مربی صاحب نہایت ہی نرم دِل اور خوش مزاج انسان تھے۔ہر ایک کے ساتھ دوستی اور پیار کا تعلق قائم کرتے۔خاندانوں کا بہت علم رکھتے تھے اس طرح احباب کے ساتھ ایک ذاتی تعلق بنا لیتے تھے۔خطباتِ جمعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ السلام کی تحریرات اور منظوم کلام بھی بکثرت استعمال کرتے۔دشمن کے ناکام و نامراد رہنے اور جماعت کی کامیابی پر کامل یقین تھا اور بڑی تحدی سے اِس کا ذکر کرتے تھے۔خطبات میں اکثر اِن کی آواز بھرّا جاتی تھی۔28 مئی سے دو یا تین جمعہ پہلے عشرہ تعلیم القرآن کے سلسلہ میں ماڈل ٹاؤن میں خطبہ دیا۔اور حضرت مسیح موعودؑ کا ایک انذار پڑھ کر سنایا۔جس میں جماعت کے اُن لوگوں کا ذکر ہے۔جو قرآن کو باقاعدگی سے نہیں پڑھتے۔اِس پر جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکے اور آواز بھرّا گئی۔خلافت،جماعت اور نظام کے تقدس کے بارے میں ایک ننگی تلوار تھے۔اگر خلافت اور جماعت کے بارے میں کوئی معمولی سی بات بھی کر دیتا تو اُسی وقت اسکا منہ بند کر دیتے اور اُس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک اُس کو غلطی کا احساس نہ ہو جاتا۔خاکسار کے حلقے میں (یہ وہی صاحب لکھ رہے ہیں اعظم صدیقی صاحب) کہ خاکسار کے حلقے کی مجلسِ عاملہ کا اجلاس اکثر رات کو نو یا دس بجے شروع ہوتا تھا۔رات گئے سخت سردی میں سائیکل پر اجلاس میں شامل ہوتے اور اپنی ہدایت سے نوازتے۔صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ جب اِن کی لاہور میں تبدیلی ہوئی تو بڑے خوش تھے کہ ماڈل ٹاؤن میں تبدیلی ہوئی ہے اور ساتھ جب میں نے بتایا کہ میری بھی سرکاری ملازمت لاہور پوسٹنگ ہو گئی ہے تو مذاق سے مجھے کہنے لگے کہ صدیقی صاحب! لاہور تک ساتھ جانا ہے یا آگے بھی ساتھ جانا ہے؟

اِن کے بارہ میں ایک مربی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ شہید ایک ہنس مکھ اور بڑی سے بڑی مصیبت اور دکھ کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے مسکرانے والے تھے۔دلیر اور نڈر تھے۔تبلیغ کے شیدائی تھے۔ خاکسار کی تقرری جب تنزانیہ میں ہوئی تو اِن کے ساتھ دارالسلام سے مورو گورو جا رہا تھا راستے میں کچھ مولوی بر لب سڑک نظر آئے

محمود شاد صاحب نے گاڑی روکی اور اِن کو تبلیغ کرنے لگے جبکہ شام کا وقت ہو چلا تھا اور آگے راستہ بھی خطرناک تھا۔ ایک مجمع اکٹھا ہو گیا اور دعوتِ الی اللہ سے تمام لوگ مستفید ہوئے۔ اور ان مولویوں کو لاجواب کر کے دوڑا دیا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے خاکسار کو کہا کہ ہمیں یہاں مذہبی آزادی ہے، ڈرنا نہیں کھل کر تبلیغ کریں۔ پھر ان کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ شہید مرحوم کئی بہنوں کے اکیلے بھائی تھے۔ اِس لئے والدین اور خاص طور پر بیمار والدہ کی خوب خدمت کی۔ جب آپ کا تقرر بیرونِ ملک ہونے والا تھا تو پریشان تھے کہ بیمار والدہ کو کس کے پاس چھوڑ کر جاؤں گا؟ چنانچہ والدہ کی زندگی میں آپ کو پاکستان میں ہی خدمت کا موقع ملتا رہا۔

یہ بھی مربی صاحب ہیں، لکھ رہے ہیں کہ جب خاکسار کا تقرر 1999ء میں بطور امیر، انچارج مبلغ تنزانیہ ہوا تو اُس وقت آپ تنزانیہ میں تعینات تھے۔ بڑے ہی شوق اور لگن سے تبلیغ کیا کرتے تھے۔ نئی سے نئی جگہوں پر رابطے کر کے ویڈیو آڈیو کیسٹ کے ذریعے اور مجالس لگا کر آپ تبلیغی کیمپس لگایا کرتے تھے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے کئی جماعتیں بھی عطا کیں۔ آپ ارنگاہ (Iringa) تنزانیہ میں تعینات تھے کہ آپ کی کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے مقامی علماء نے عرب ریاستوں کی طرف سے مذہبی امداد دینے والے ایجنٹوں سے ویسی ہی تبلیغی سہولیات کا مطالبہ کرنا شروع کیا جو احمدی مبلغ محمود احمد شاد صاحب کو حاصل تھیں تاکہ وہ احمدیہ نفوذ کو روک سکیں۔ جب ایک ایک کر کے اِن کی تمام تبلیغی ضروریات پوری کر دی گئیں اور کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ احمدیت مزید تیزی سے صوبے میں پھیلتی رہی تو مقامی علماء سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ تمام تبلیغی سہولیات کے حصول کے بعد بھی آپ کے کام کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا؟ تو اُنہوں نے کہا کہ ابھی ہمارے پاس ایک چیز کی کمی ہے؟ وہ یہ کہ جماعتِ احمدیہ کے پاس پاکستانی مبلغ ہے۔ جو کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اگر ہمیں بھی ایک پاکستانی مبلغ دے دیا جائے تو اِس کی رہنمائی میں ہم بھی کامیاب ہوں گے۔ یہ بھی بیچاروں کی غلط فہمی تھی۔ کیونکہ ان کے جو غیر از جماعت پاکستانی مبلغ آتے تھے انہوں نے ان کو تبلیغ کی بجائے صرف گالیاں سکھائی تھیں۔

اگلا ذکر ہے مکرم وسیم احمد صاحب شہید ابن مکرم عبدالقدوس صاحب آف پون نگر کا۔ شہید مرحوم کا تعلق حضرت میاں نظام دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور حضرت بابو قاسم دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے ہے۔ حضرت بابو قاسم دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافی لمبا عرصہ سیالکوٹ کے امیر مقامی اور امیر ضلع رہے ہیں۔ یہ خاندان اِسی محلّے سے تعلق رکھتا ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعویٰ سے قبل دورانِ ملازمت قیام پذیر رہے اور دعویٰ کے بعد اسی جگہ پر آ کر قیام فرماتے تھے۔ سیالکوٹ میں ایف ایس سی کے بعد یونیورسٹی آف پنجاب لاہور میں سپیس (Space) سائنس میں بی ایس سی میں ان کو سلیکٹ کیا گیا۔ پھر اسی یونیورسٹی سے ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس میں کیا۔ شہادت سے قبل سوفٹ ویئر کی ایک فرم میں بطور مینجر کام کر رہے تھے۔ بطور ناظم اطفال مجلس علامہ اقبال ٹاؤن خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بوقتِ شہادت اِن کی عمر 38 سال تھی اور نظامِ وصیّت میں شامل تھے۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

شہید مرحوم ہمیشہ نمازِ جمعہ مسجد دارالذکر میں ادا کرتے تھے۔ سانحہ کے روز بھی مال روڈ پر واقع اپنے دفتر سے نماز ادا کرنے کے لئے دارالذکر پہنچے۔ عموماً مین ہال کی پہلی صف میں بیٹھتے تھے۔ سانحہ کے روز بھی پہلی صف میں ہی بیٹھے اور دہشتگردوں کے آنے پر امیر صاحب کے حکم پر وہیں بیٹھے رہے۔ جب باقی دوست ہال کے پچھلے گیٹ سے جان بچانے کے لئے باہر جا رہے تھے تو اِن کو بھی کہا گیا لیکن اُنہوں نے کہا کہ پہلے باقی دوست چلے جائیں، پھر میں جاؤں گا۔ اسی دوران دہشتگرد کی گولیوں سے شہید ہو گئے۔ شہید مرحوم کی شہادت پر ان کے دفتر والوں نے ان کی یاد میں اپنے دفتر میں دو گھنٹے کا پروگرام بھی رکھا۔ تمام سٹاف تعزیت کے لئے ان کے گھر بھی آیا اور بہت اچھے الفاظ میں شہید کو یاد کیا۔ ان کی شہادت پر ان کے دفتر کا سٹاف ہسپتال میں بھی ان کی مدد کے لئے موجود تھا اور تدفین کے لئے ربوہ بھی آئے۔ ان کی کمپنی کے ڈائریکٹر کراچی سے تعزیت کے لئے سیالکوٹ بھی آئے اور ربوہ بھی آئے اور بہت دکھ اور رنج کا اظہار کیا۔ شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ اپنے والدین اور بزرگوں کے نہایت ہی فرمانبردار تھے۔ ہر کسی سے عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔ والدین کے ساتھ کبھی بھی اُونچی آواز میں بات نہیں کی بلکہ اس چیز کو گناہ سمجھتے تھے۔ جماعت کے نہایت ہی خدمت کرنے والے ممبر تھے۔ جماعت لاہور کے چندوں کے حوالے سے سوفٹ ویئر بھی تیار کیا۔ ناظم اطفال کے طور پر خدمت کرتے رہے اور بچوں سے نہایت ہی شفقت اور محبت کا تعلق تھا۔ شہادت کے بعد ان کا جنازہ ان کے خاندان والے لاہور سے سیالکوٹ لے گئے جہاں نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد تدفین کے لئے ربوہ لے آئے۔ وسیم صاحب کو شہادت کی بہت تمنا تھی۔ اکثر کہتے تھے کہ اگر کبھی میری زندگی میں ایسا وقت آیا تو میرا سینہ سب سے آگے ہوگا۔

مکرم عمران ندیم صاحب سیکرٹری اشاعت مجلس اطفال الاحمدیہ ضلع لاہور ان کے بارے میں بتاتے ہیں کہ نہایت دھیمی طبیعت تھی، اطاعت کا مادہ بہت زیادہ تھا، بڑے آرام سے اور غور سے بات سنتے اور پھر ہدایت پر عمل کرتے۔ کسی اجلاس یا پروگرام میں بچوں کو شامل کرنے کے لئے اپنی گاڑی پر بڑی ذمہ داری سے لاتے اور گھر واپس چھوڑتے۔ دوسروں کے بچوں کو گھروں سے اکٹھا کرتے تھے۔ آخری دم تک یہ جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ صدر صاحب حلقہ علامہ اقبال ٹاؤن ان کے بارے میں بتاتے ہیں کہ بہت ہی مخلص احمدی نوجوان تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اطفال کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت ہی بہترین رہنما تھے۔ وسیم صاحب پانچ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ نہایت ہی لائق ذہین اور محنتی نوجوان تھے۔ ان کی والدہ محترمہ نے ان کی تعلیم و تربیت میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ والدین کے کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود والدین کی خواہش تھی کہ ان کی اولاد تعلیم حاصل کرے۔ چنانچہ اپنی لگن اور علم سے محبت کی بدولت کامیاب ہوئے۔

اِن کی اہلیہ نے مجھے خط لکھا تھا، کہتی ہیں کہ ان کی خوبیاں تو شاید میں گنوا ہی نہیں سکتی۔ حضور! اگر میں یہ کہوں کہ وہ ایک فرشتہ صفت انسان تھے تو جھوٹ بالکل نہ ہوگا۔ یہ تو پورے خاندان کے افراد کا کہنا ہے کہ وسیم صاحب جیسا دوسرا نہیں۔ میں تو یہی سوچتی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے یہ اعزاز وسیم صاحب کی اعلیٰ اور نمایاں خوبیوں کی وجہ سے ہی دیا ہے اور وسیم صاحب نے نہ صرف والدین کا اور میرا بلکہ پورے خاندان کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ پھر لکھتی ہیں کہ جماعت سے محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ دو سال سے ناظم اطفال علامہ اقبال ٹاؤن لاہور تھے۔ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ انتہائی دفتری مصروفیات کے باوجود بچوں کے پروگرام کرواتے اور انہیں علمی مقابلہ جات کے لئے تیار کرتے۔ کمزور

بچوں پر توجہ دیتے اوران کے والدین کو بھی تاکید کرتے کہ بچوں کو آگے لائیں۔ اکثر ہماری مجلس کے بچے بہت انعامات جیتتے اور پھر وسیم صاحب کو دلی خوشی ہوتی تھی۔ اپنی گاڑی پر بچوں کو دارالذکر لے کر جاتے اور واپس گھروں تک پہنچاتے۔ غرض ہر کام کو محنت اور لگن سے کرتے تھے۔ دفتری مصروفیات کے باوجود اکثر شام کو دارالذکر میں میٹنگ کے لئے جاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے۔ دفتر میں باقاعدگی سے نماز کے وقت نماز ادا کرتے تھے۔ میں نے اکثر وسیم صاحب کو نماز ادا کرتے ہوئے غور کیا کہ وہ نماز ادا کرتے ہوئے حق ادا کرتے تھے۔ کبھی نماز میں جمائی لیتے یا کوئی ایسی حرکت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس سے لگے کہ ان کا نماز میں دھیان نہیں ہے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ واقعی ہی خدا تعالیٰ کو سامنے دیکھ کر دعا کر رہے ہیں۔ پھر لکھتی ہیں: مالی قربانی میں بھی وسیم صاحب ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ ہمیشہ اپنی تنخواہ پر پورے دس حصہ ادا کرتے۔ اور اس کے علاوہ جو بھی چندہ جات ہوتے ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ کبھی بھی اپنی ذات پر فالتو پیسے خرچ نہیں کرتے تھے۔ کبھی اپنے والدین کے سامنے اونچی آواز سے بات نہیں کی۔ نہ صرف والدین سے بلکہ کسی سے بھی کبھی اُونچی آواز سے بات نہیں کی۔ انتہائی نرم مزاج تھے۔ میں نے اپنی پوری شادی شدہ زندگی میں ان کے منہ سے کبھی کوئی سخت بات نہیں سنی۔ وسیم صاحب کا چہرہ ہر وقت مسکراتا رہتا تھا اور کبھی میں کسی بات پر ناراض ہوتی تو بڑے پیار سے مناتے اور جب تک میری ناراضگی دور نہیں ہو جاتی منانا نہیں چھوڑتے تھے۔ شہادت کے بعد جب ان کی میت گھر لائی گئی تو ان کے چہرے پر وہی مسکراہٹ اور سکون تھا جو ہر وقت ان کے چہرے پر ہوتا تھا۔ کوئی بھی مہمان ہو ہر ایک سے بہت عمدہ طریق سے ملتے۔ ماں باپ کا، بہن بھائیوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ عزیز رشتہ داروں سے کبھی بھی کوئی ناراضگی نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کے آفس کے لوگ بھی کہتے کہ وسیم صاحب نے کبھی اپنے جونیئرز سے سخت لہجے میں بات نہیں کی۔ وسیم صاحب نڈر قسم کے انسان تھے۔ احمدی ہونے پر فخر تھا۔ گاڑی میں تشحیذ رسالے اکثر پڑے ہوتے تھے۔ اِن کا جونیئر جو کہ احمدی تھا انہیں اکثر کہتا تھا کہ وسیم صاحب! کہیں کوئی مولوی فطرت انسان دیکھ کر آپ کو نقصان نہ پہنچائے؟ تو وسیم صاحب کہتے کہ یار! شہادت کا رتبہ ہر ایک کی قسمت میں نہیں ہوتا۔ گھر میں بھی اکثر کہتے تھے کہ تبلیغ سے کبھی نہیں ڈرنا چاہئے کیونکہ ہم جیسے گناہگاروں کو ایسا اعزاز کہاں ملتا ہے۔ اِن کے جونیئر تھے۔ اسد، انہوں نے بتایا کہ وسیم صاحب اور وہ اگلی صف میں بیٹھتے تھے، جیسے ہی فائرنگ شروع ہوئی تو سب لوگ ہال کے ایک طرف اکٹھے ہو گئے اور کسی دروازے سے باہر نکل رہے تھے اسد نے وسیم کو آواز دی لیکن وسیم نے کہا کہ پہلے اگلے لوگوں کو نکل جانے دو پھر میں آتا ہوں۔ اسی دوران وسیم صاحب کو آٹھ گولیاں پیٹ میں لگیں۔ اور ایک گھنٹے کے اندر شہادت ہو گئی۔

اگلا ذکر ہے مکرم وسیم احمد صاحب شہید ابن مکرم محمد اشرف صاحب چکوال کا۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد کا تعلق رتوچھ ضلع چکوال سے تھا۔ شہید مرحوم نے میٹرک تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے حاصل کی۔ پھر فوج میں بطور لانس نائیک ملازمت شروع کر دی فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد اسلام آباد میں ایک سیکیورٹی کمپنی میں ملازمت شروع کی۔ بعد ازاں 2009ء میں مسجد دارالذکر میں سیکیورٹی گارڈ کی ملازمت شروع کر دی۔ اِن کے خسر مکرم عبدالرزاق صاحب نظارت علیاء صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کے ڈرائیور تھے۔ شہادت کے وقت وسیم احمد صاحب کی عمر 54 سال تھی۔ مسجد دارالذکر میں ڈیوٹی دینے کے دوران جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سانحے کے روز وسیم صاحب مسجد دارالذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی پر تھے۔ حملہ آوروں نے دور ہی سے فائرنگ شروع کر دی جس سے سانحے کے آغاز میں ہی اِن کی شہادت ہو گئی۔ شہید مرحوم کی دو شادیاں ہوئیں تھیں۔ 1983ء میں پہلی بیوی کی وفات ہو گئی پھر 1990ء میں عبدالرزاق صاحب جن کا میں نے ذکر کیا ہے اِن کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ اِن کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ بہت ہی اچھے انسان تھے معاشرے میں بہت اچھا مقام تھا۔ ہر ایک کیساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ ہر رشتے کے لحاظ سے بہت اچھے انسان تھے۔ خاص طور پر یتیم بچے اور بچیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ چاہے وہ رشتے دار، غیر رشتے دار، غیر از جماعت یا احمدی ہوتا۔ جماعتی خدمات کا بہت جوش اور جذبہ تھا۔ اسی لئے جب بھی لاہور سے چھٹی پر گھر آتے تو بتاتے کہ میں اِدھر بہت خوش ہوں، مسجد میں آنے والا ہر احمدی چاہے وہ چھوٹا ہے یا بڑا ہر ایک بہت عزت سے ملتا ہے۔ شہید مرحوم کے بچوں نے بتایا کہ ہمارے ابو بہت اچھے انسان تھے۔ ہمارے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا۔ ہر ایک خواہش کا احترام کرتے تھے۔ بیٹی نے بتایا کہ خاص طور پر میری ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ بچوں کی تعلیم کے بارہ میں بہت جذبہ اور شوق تھا۔ بیٹی نے بتایا کہ مجھے کہتے تھے کہ میں تمہیں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ بھیج دوں گا۔ ماحول اچھا ہے اور وہیں جماعت کی خدمت کرنا۔ چاہے مجھے تمہارے ساتھ ربوہ میں ہی کیوں نہ رہنا پڑے۔ بہت ہی شفقت اور پیار کرنے والے باپ تھے۔ شہید مرحوم کی اہلیہ نے مزید بتایا کہ شہادت سے کچھ روز قبل فون کر کے مجھے بتایا کہ میں ڈیوٹی پر کھڑا تھا، صدر صاحب حلقہ مسجد میں تشریف لائے۔ میرے پاس سے گذرے تو میں نے کہا صدر صاحب! میری وردی پرانی ہو گئی ہے اگر مجھے نئی وردی لے دیں تو ہر ایک آنے والے کو اچھا محسوس ہو گا۔ لہٰذا صدر صاحب نے نئی وردی لے دی۔ شہادت والے روز سانحہ سے قبل فون کر کے بتایا کہ میں نے نئی وردی پہنی ہے۔ اسی وردی میں شہادت کا رتبہ پایا۔ اِن کی اہلیہ لکھ رہی ہیں کہ شہادت کی خبر پہلے ٹی وی کے ذریعہ ملی کہ لاہور میں احمدی مساجد پر حملہ ہو گیا ہے۔ پھر ہم نے لاہور وسیم صاحب کے نمبر پر رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن رابطہ نہ ہو سکا۔ وسیم صاحب کے نمبر سے کسی احمدی بھائی نے فون کر کے خبر دی کہ وسیم صاحب شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر بہت دکھ اور تکلیف بھی ہوئی لیکن شہادت جیسا بلند مرتبہ پانے پر بہت خوشی تھی اور سر فخر سے بلند تھا کہ مسجد میں نمازیوں کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت پائی۔ شہید مرحوم پنجوقتہ نماز کے پابند تھے۔ نیکی کے ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

اگلا ذکر ہے مکرم نذیر احمد صاحب شہید ابن مستری محمد یاسین صاحب کا۔ شہید مرحوم اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے اور اکیلے احمدی ہونے کی وجہ سے پورے خاندان میں مخالفت تھی۔ شہید مرحوم تجنید اور بجٹ کے لحاظ سے حلقہ کوٹ لکھپت میں شامل تھے۔ نمازِ جمعہ ادا کرنے کیلئے مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں آتے۔ اس کے علاوہ باقی نمازیں اپنے حلقے میں واقع نماز سینٹر میں ادا کرتے۔ بوقتِ شہادت اِن کی عمر 72 سال تھی۔ مسجد ماڈل ٹاؤن بیت النور میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کی نمازِ جنازہ اور تدفین ان کے غیر از جماعت رشتے داروں نے ہی ادا کی اور کوٹ لکھپت قبرستان میں دفن کیا۔ شہید مرحوم نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن پہنچے ہی تھے۔ اس دوران دہشتگردوں نے حملہ کر دیا اور گولیاں لگنے سے شہید ہو گئے۔ اِن کا جسدِ خاکی جناح ہسپتال میں رکھا گیا جہاں سے ان کے بھانجے جو غیر از جماعت ہیں نعش کو جنازہ اور تدفین کیلئے لے گئے۔ مسجد دارالذکر میں اِن کا نمازِ جنازہ غائب ادا کیا گیا۔ شہید مرحوم چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے اور نمازی بھی تھے۔ خاندان میں شدید مخالفت کے

باوجود شہادت پانے تک مضبوطی سے احمدیت پر قائم رہے۔ اِن کے بارہ میں صدر صاحب نے مزید لکھا ہے کہ مین بازار میں ان کی اپنی قیمتی جائیداد تھی۔ان کی دکانیں تھیں ،دکانوں پر بھتیجوں نے زندگی میں ہی قبضہ جمالیا تھا۔ایسے حالات میں ساری عمر سادہ زندگی بسر کی۔خاندان کی مخالفت بھی برداشت کی لیکن احمدیت سے تعلق نہ توڑا اور نہ کمزور ہونے دیا۔شہادت تک باقاعدہ بجٹ کے ممبر تھے گوآمدنہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی مگرادائیگی کرتے تھے۔پرانی وضع کے آدمی تھے۔سادہ لباس اور باقاعدگی سے جمعہ کی ادائیگی کے لئے سائیکل پر بیت النور وقت پر پہنچتے تھے اور پہلی صف میں بیٹھتے تھے۔ہرایک کو بڑی گرمجوشی سے ملتے تھے اور جب مسجد میں آتے تھے تو بڑا وقت گذارتے تھے کہ جتنا زیادہ وقت احمدیوں کے درمیان میں گذرے اتنا اچھا ہے۔انہوں نے باوجود مخالفت کے گھر کے اندر اور باہر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کی تصویریں لگائی ہوئی تھیں۔عہدیداروں سے عقیدت رکھتے تھے۔تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔جہاں آپ کی رہائش ہے وہاں مخالفین کی سرگرمیاں عروج پر ہیں مگرکسی خوف کے بغیر دعوت الی اللہ جاری رکھتے تھے۔

اگلا ذکر ہے مکرم محمد حسین صاحب شہید ابن مکرم نظام دین صاحب کا۔ شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق ضلع گورداسپور سے تھا۔آپکی پیدائش بھی وہیں ہوئی۔کوئی دنیاوی تعلیم حاصل نہیں کی۔لیکن قرآنِ مجید پڑھنا جانتے تھے۔مکرم شیخ فضل حق صاحب سابق صدر جماعت سّی کے ذریعے بیعت کرکے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ان کے خاندان میں خود یہ اور انکی ایک بہن احمدی تھی۔مکرم انعام الحق کوثر صاحب مربی سلسلہ شکاگو امریکہ کے ماموں تھے۔کچھ عرصہ ایم ای ایس لیبر سپروائزر کے طور پر کام کرتے رہے۔کارپنٹر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ملازمت کے بعد کوئٹہ میں فرنیچر کی دکان بھی تھی۔فرقان فورس میں خدمت کی توفیق پائی۔بوقتِ شہادت اِن کی عمر 80 سال تھی اور مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔جمعہ کے روز صدقہ دینا ان کا معمول تھا۔گھر سے گیارہ بجے تیار ہوکر نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے نکل پڑتے۔سانحہ کے روز مسجد دارالذکر کے مین ہال میں موجود تھے۔اِن کی نعش دیکھی گئی تو ان کے دائیں جانب کا سارا حصہ جل چکا تھا۔پیٹ پر بھی کافی زخم تھے۔غالباً گرینیڈ پھٹنے سے شہادت ہوئی ہے۔شام کو میو ہسپتال سے اِن کے غیراز جماعت لواحقین اِن کی نعش لے گئے اور جنازہ اور تدفین بھی اُنہوں نے ہی کی۔اہلِ خانہ کے مطابق شہید مرحوم نماز کے پابند تھے۔چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔

باوجود اس کے کہ مالی حالت زیادہ اچھی نہ تھی اپنی ضروریات سے بچا کر غریب اور ضرورت مندوں کی بلاتفریق مذہب وملّت مدد کرتے تھے۔ جماعت سے بہت مضبوط تعلق تھا۔اہلِ خانہ نے مزید بتایا کہ عام طور پر نمازِ جمعہ کی ادائیگی کیلئے پہلی صفوں میں بیٹھتے تھے۔بڑھاپے کی وجہ سے یہ یاد نہ رہتا تھا کہ آج کون سا دن ہے؟ کیونکہ گھر والے تمام غیراز جماعت ہیں،تو وہ نہ بتاتے تھے کہ آج جمعہ ہے۔شہید مرحوم نے ایک فقیر کے آنے کی نشانی رکھی ہوئی تھی کہ یہ فقیر جمعہ کو آتا ہے،کبھی بھول جاتے تو اس فقیر کو دیکھ کر یاد آجاتا کہ آج جمعہ ہے۔ایک دن فقیر نہ آیا لیکن اچانک ایک بیٹی نے یاددلایا کہ آج جمعہ ہے اور بغیر کھانا کھائے ہی جلدی میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے گھر سے نکل گئے۔بڑے بیٹے نے بتایا کہ عموماً رات کو بستر پر نہ ہوتے۔جب اِنکو ڈھونڈتے تو جائے نماز پر نماز ادا کر رہے ہوتے۔بچوں کو کہا کرتے تھے کہ مجھے اہلِ بیتِ آنحضرت ﷺ سے محبت ہے اور تم کو نہیں ہے۔میں نے خواب میں اہلِ بیت سے ملاقات بھی کی ہے۔بیٹے نے مزید بتایا کہ عموماً دس محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورہ کوئٹہ کا بہت ذکر کیا کرتے تھے کہ جب حضور کا پارک ہاؤس والی کوٹھی میں قیام تھا۔تو اُنہوں نے وہاں دن رات مرمت وغیرہ کا کام کیا۔جب حضرت مصلح موعودؓ تشریف لائے تو فرماتے تھے کس نے کام کروایا ہے۔دیواروں سے خلوص ٹپک رہا ہے۔اِسی قیام کے دوران ایک دن پانی کا پائپ لیک(Leak) کررہا تھا تو ٹھیک نہ کرسکا،تو حضور نے فرمایا کہ محمد حسین کو بلاؤ وہ ٹھیک کردے گا۔اور جب اُنہوں نے ٹھیک کردیا تو بہت خوش ہوئے۔فرمایا دیکھو میں نے کہا تھا ناں کہ محمد حسین ٹھیک کردے گا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور اِن کی اولاد کو بھی احمدیت حقیقی اسلام کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ واقعات تو ایسے کہ اِن کی تفصیلات میں جایا جائے تو یہ لمبا سلسلہ چلا جائے گا۔اس لئے میں نے مختصر بیان کئے ہیں،لیکن ایک شہید کا ذکر جو پہلے ہو چکا ہے وہ بہت ہی مختصر تھا۔اِن کی اہلیہ نے بعد میں کچھ کوائف بھیجے ہیں،اس لئے اِن کا مختصر ذکر میں دوبارہ کردیتا ہوں۔

ڈاکٹر عمر احمد صاحب شہید ہیں۔ اِن کی اہلیہ نے لکھا کہ میرا اور اِن کا ساتھ تو صرف ڈیڑھ سال کا ہے لیکن اِس عرصے میں مجھے نہایت ہی پیار کرنے والے شفیق،کم گو اور سادہ طبیعت انسان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔بچپن سے ہی شہادت کا شوق تھا۔دوسری اور تیسری کلاس میں تھے کہ میجر عزیز بھٹی کو خط لکھا کہ مجھے آپ بہت اچھے لگتے ہیں۔عزیز بھٹی شہید فوجی تھے پاکستان کے،ان کا کتاب میں ذکر تھا اور ایک فرضی خط لکھا کہ مجھے آپ بہت اچھے لگتے ہیں میں بھی آپ کی طرح شہید ہونا چاہتا ہوں۔یہ مختصر خط اِن کی والدہ کے پاس محفوظ ہے۔شادی کے بعد اکثر شہادت کے موضوع پر بات کرتے رہتے تھے۔ایک دن کہنے لگے کہ میں نے بہت ہی غور کیا ہے اور میں اِس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جنت میں جانے کا واحد شارٹ کٹ شہادت ہے۔لیکن میری قسمت میں کہاں؟ اُنہوں نے دو دفعہ آرمی میں کمیشن کی کوشش کی تھی لیکن دونوں دفعہ آخری سٹیج پر رہ گئے۔اس کا انہیں بہت دکھ تھا۔وہ خیال کرتے تھے کہ شہادت کے لئے فوج ہی اچھا ذریعہ ہے۔یہ اِن لوگوں کو بھی جواب ہے جو کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ملک کے خلاف ہے۔ان میں ملک کی خدمت کا جذبہ اسطرح کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔کہتی ہیں کہ مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ دیکھنا جب بھی جماعت کو کوئی ضرورت ہوئی تو عمر پہلی صف میں ہوگا اور سینے پر گولی کھائے گا۔اور یہ جو خط لکھا تھا میجر عزیز بھٹی شہید کو اس کے نیچے بھی لکھا تھا ''میجر عمر شہید''۔گھر پر ہوتے تو مسجد میں جاکر نماز ادا کرتے۔نمازِ مغرب پر مسجد جاتے اور عشاء پڑھنے کے بعد کچھ نہ کچھ جماعتی کام کرنے کے بعد واپس آتے،یہ اِن کا معمول تھا۔خدام الاحمدیہ میں نہایت مستعد تھے۔سال میں ایک دو دفعہ وقفِ عارضی پر جاتے تھے۔خدمتِ خلق کا بے انتہا شوق تھا۔سال میں دو دفعہ ضرور خون کا عطیہ دیا کرتے تھے۔جس دن دارالذکر میں زخمی ہوئے اِس دن صبح دفتر جانے کے لئے جلدی میں نکلے یہ کہتے ہوئے کہ مجھے دیر ہو رہی ہے۔چونکہ ان کے آفس سے مسجد دارالذکر قریب پڑتی تھی اس لئے وہ جمعہ وہیں پڑھتے تھے۔میری چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ضرورت کا خیال رکھا۔اپنی بیٹی سے جو کہ اب آٹھ ماہ کی ہوگئی ہے بہت پیار کرتے تھے۔دفتر سے آکر اس کے ساتھ بہت دیر تک کھیلتے تھے۔اِس کے بارے میں کسی بھی قسم کی بے احتیاطی برداشت نہیں کرتے تھے۔اہلیہ لکھتی ہیں کہ

صرف اپنی بیٹی ہی نہیں بلکہ تمام بچوں سے بہت شفقت کا سلوک کرتے اور کہتے تھے کہ بچے معصوم ہوتے ہیں اس لئے مجھے پسند ہیں۔لکھتی ہیں کہ شہادت سے قریباً دو ماہ قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ عمر کی دوسری شادی ہو رہی ہے اور میں زار و قطار رو رہی ہوں۔ اِس خواب کا ذکر میں نے عمر سے بھی کیا لیکن اُنہوں نے ہنس کر ٹال دیا۔لکھتی ہیں کہ بہت زیادہ صفائی پسند تھے۔

اسی طرح دل کے بھی بہت صاف تھے۔کبھی کسی کو تکلیف نہ دی۔سخت گرمی میں بھی ، پاکستان میں گرمی بہت شدید ہوتی ہے ہر ایک جانتا ہے دوپہر کو آفس سے آتے تو ہلکی سی گھنٹی بجاتے تا کہ کوئی ڈسٹرب نہ ہو۔اکثر اوقات تو کافی کافی دیر آدھ آدھ گھنٹہ تک باہر ہی خاموش کھڑے رہتے۔آفس کے تمام لوگ بے حد تعریف کرتے تھے۔یہ گورنمنٹ ریسرچ کے ادارے میں تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہمارا ایک بہت ہی پیارا بچہ ہم سے علیحدہ ہو گیا۔آفس کا تمام سٹاف گھر افسوس کرنے کے لئے آیا۔جب بھی کوئی پریشانی ہوتی تو فوراً خلیفۂ وقت کو خط لکھتے۔اور کہتی ہیں مجھے بھی کہتے تھے کہ خط ضرور لکھا کرو۔میرے والدین اور تمام عزیز رشتہ داروں کی بہت زیادہ عزت کیا کرتے تھے۔اپنے دوستوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ان کے لئے ضرور تھوڑا بہت وقت نکالتے۔خلیفۂ وقت کی طرف سے جو بھی تحریک ہوتی چاہے وہ دعاؤں کی ہو، روزہ ہو، تہجد ہو، صدقات ہوں فوراً اس پر کمر بستہ ہو جاتے۔تمام چندہ جات بروقت ادا کرتے اور ہمیشہ صحیح آمد پر چندہ بنواتے تھے، بجٹ بنواتے تھے۔23 مئی کو اُنہوں نے چندہ حصہ آمد کی آخری قسط جو کہ ساڑھے نو ہزار روپے تھی ادا کی اور گھر آ کر مجھے اور باقی سب گھر والوں کو بڑی خوشی سے بتایا کہ شکر ہے کہ آج چندہ پورا ہو گیا۔جب سے سیّدنا بلال فنڈ کا اجراء ہوا اُس وقت سے اِس فنڈ میں باقاعدگی سے چندہ دیتے تھے۔کبھی گھر میں سالگرہ منانے اور تحائف دینے کی بات ہوتی تو سخت ناپسند کرتے اور کہتے کہ آپ کو پتہ نہیں ہے کہ حضور نے منع فرمایا ہے بلکہ کہتے کہ یہ پیسے جماعت کی کسی مد میں دے دو تو زیادہ اچھا ہے۔چند دن ہسپتال میں رہے پھر اس کے بعد ان کی شہادت ہوئی ہے۔

(از خطبہ جمعہ حضورِ انور فرمودہ 09 جولائی 2010ء الفضل انٹرنیشنل 30 جولائی 2010ء)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ 21ھ 642ء میں بیمار ہوئے۔ایک دن انکا ایک دوست انکی عیادت کے لئے آیا اور ان کی چارپائی کے پاس بیٹھ گیا۔حضرت خالد بن ولیدؓ کو کچھ سوچ کر رونا آ گیا۔اس نے پوچھا

''خالد! کیوں روتے ہو؟'' ''میں نے اسے اپنے جسم کے ایک حصّے سے کپڑا اٹھا کر اپنے زخموں کے نشان دکھائے۔''ان کے سارے جسم پر زخموں کے گہرے نشان تھے۔کہیں ایک بالشت کا فاصلہ بھی ایسا نہ تھا جہاں زخم نشان نہ ہو۔

انہوں نے اسے کہا کہ ''میں سینکڑوں جنگوں میں شامل ہوا لیکن شہادت نصیب نہ ہوئی اور اب بستر پر مر رہا ہوں۔مجھے زندگی میں سب کچھ ملا۔جہاں گیا فتح ملی۔لیکن شہادت نصیب نہیں ہوئی۔'' ''اس دوست نے کہا خالد! تمہیں یاد ہو گا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں ایک لقب دیا تھا ''اللہ کی تلوار'' تم شہید نہیں ہو سکتے تھے۔اگر کوئی دشمن تمہیں شہید کر دیتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اس نے اللہ کی تلوار توڑ دی۔اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔''

اس خیال نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے لئے مرنا آسان کر دیا اور انہوں نے اپنا پسندیدہ شعر گاتے گاتے اپنی جان خدا کے حضور پیش کی وہ شعر یہ تھا:

اَنَا فَارِسُ الصَّدِیْدِ اَنَا خَالِدُ بنُ وَلِیدْ اَنَا سَیفُ اللّٰہ

﴿حضرت خالد بن ولیدؓ کی آپ بیتی مصنف محترم محمود مجیب اصغر صاحب﴾

اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

سورۃ بقرہ آیت ۱۵۷ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں ''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ جزع فزع کرنے کی بجائے پورے یقین اور ایمان کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہم لوٹنے والے ہیں۔۔۔۔بظاہر یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے مگر اپنے اندر نہایت وسیع مطالب رکھتا ہے۔اس فقرے میں دو جملے ہیں ایک تو اِنَّا لِلّٰہِ ہے یعنی ہم اللہ ہی کے لئے ہیں۔اور دوسرا اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ہے۔ یعنی ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔پہلا جملہ اس مضمون پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی مالک اپنی چیز کو اپنے ہاتھوں تباہ نہیں کرتا بلکہ اسے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے، وہ مالک بڑا ہی بے وقوف ہو گا جو اپنی چیز کو آپ تباہ کرنے کی کوشش کرے۔پس اگر بندہ محض خدا کا ہو جائے اور اسی کو اپنا حقیقی مالک سمجھے تو اس کے دل میں یہ وہم بھی نہیں آسکتا کہ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے واپس لے لی ہے یا وہ مصائب جو مجھ پر نازل ہو رہے ہیں ان میں میری تباہی اور بربادی مقصود ہے۔۔۔۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرما کر دوسرا حصہ اس کے ساتھ لگا دیا کہ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُونَ اور اس طرح اس تعزیت کو مکمل فرما دیا۔پہلے فرمایا تھا کہ اگر ہم تم کو کوئی انعام دیتے ہیں اور پھر وہ انعام تم سے لے لیتے ہیں تو تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرے محسن نے فلاں چیز مجھے دی تھی اور میں اس سے پانچ سال یا دس سال یا بیس سال یا تیس سال یا چالیس سال یا پچاس سال تک فائدہ اٹھاتا رہا اس کے بعد وہ اپنی امانت مجھ سے کیوں لے گیا۔اس بات پر اسے شکوے کا کیا حق ہے۔یہ تو اس کا احسان تھا کہ جتنی مدت وہ چیز اس کے پاس رہی اس سے وہ پوری طرح فائدہ اٹھاتا رہا۔اب اس کے بعد فرماتا ہے کہ یاد رکھو اگر تمہارا کوئی عزیز ہم نے تم سے جدا کر دیا ہے تو مومن کو یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ دنیا سے کسی کا اٹھ جانا دائمی جدائی کا موجب تو نہیں ہوتا۔اگر یہ دائمی جدائی ہوتی اور فرض کرو موت کے بعد کوئی زندگی نہ ہوتی تب بھی کیا خدا کا حق نہیں تھا کہ جو چیز اس نے دی ہے وہ اسے واپس لے لے۔۔۔۔اگر انسان یہ یقین رکھے کہ خدا تعالیٰ میرا مالک ہے۔اور وہ جو تبدیلی بھی کرے گا میرے فائدے کے لئے کرے گا تو وہ جزع فزع نہیں کر سکتا۔ہاں غم کا اظہار کرنا صبر کے خلاف نہیں ہوتا۔شادی کے وقت لڑکیاں اپنے گھروں کو رخصت ہوتی ہیں تو ماں باپ رونے لگ جاتے ہیں مگر یہ جزع فزع نہیں کہلاتا۔'' ﴿تفسیر کبیر جلد دوم ص 296.297.300﴾

”مرنے والے سبھی تھے میرے جگر گوشے، عزیز آشنا تھا کوئی نا آشنا لاہور کا“

مکرم احسان احمد خان صاحب شہید

28 مئی 2010ء کا دن اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔لیکن عام زندگی میں بھی سالوں نہیں بلکہ صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔یہ حق وصداقت، صبر وتوکل اور عشق وایمان کی وہ لازوال داستاں ہے جو رہتی دنیا تک زندہ رہے گی۔

میں جس روشن ستارے کا تعارف آپ سے کروانے لگی ہوں انکا سب سے بڑا رشتہ مجھ سے احمدیت کا ہے۔جس طرح وہ جماعت کے لئے قابل فخر وجود تھے اسی طرح وہ میرے خاندان کے لئے بھی فخر کا موجب تھے۔یوں تو پہلے بھی میرے خاندان کو بفضل تعالیٰ شہادت کا رتبہ مل چکا ہے۔لیکن اس شہادت کا تعلق میرے خاندان سے دوطرح سے ہے۔سب سے پہلے یہ کہ شہید میری پھوپھو جان مکرمہ مسرت صاحبہ کے بیٹے تھے اور دوسرے وہ میری بھانجی عزیزہ صائمہ کے شوہر تھے۔اس لحاظ سے میں انکی خوبیوں کا کچھ ذکر کروں گی تاکہ ہماری نوجوان نسل یہ جان سکے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں بھی کیسے یہ مقام حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سانحہ لاہور میں شہید ہونے والے اس چمکدار ستارے کا نام عزیزم احسان احمد خان ابن مکرم وسیم احمد خان صاحب ہے۔ شہید کے پڑدادا حضرت منشی دیانت خانؓ صاحبؓ رفیق حضرت مسیح موعودؑ تھے۔آباؤاجداد ضلع کانگڑہ کے رہنے والے تھے اور یوسف زئی خاندان سے تعلق تھا۔مرحوم شیزان انٹرنیشنل میں ملازمت کرتے تھے۔شہادت کے وقت انکی عمر 26 سال تھی۔ دارالذکر میں ان کی شہادت ہوئی۔

Ehsan Ahmad Khan Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

شہید اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔پھوپھی جان اپنے بیٹے کی خوبیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتی ہیں کہ ”وہ میرا بہت تابعدار بیٹا تھا۔بڑوں کا بہت ادب کرتا تھا۔نماز کا پابند، چھوٹے بھائیوں کو بیٹا کہہ کر بلاتا تھا“۔ایک ہفتہ پہلے اپنے سے چھوٹے بھائی کے بارے میں مجھے کہنے لگا کہ امی میرا بھائی دولہا بن کر کیسا لگے گا۔انہوں نے جواباً کہا کہ خود ہی دیکھ لینا تم ساتھ ہی ہوگے۔اس کے بعد اپنی شادی کا سوٹ اسے پہنا کر کہا کہ میں تمہاری تصویر بنالوں۔“

بہن بھائیوں کا بہت احساس کرنے والے تھے اپنے ایک بھائی مکرم ندیم احمد خان صاحب کو جو جامعہ میں پڑھتے ہیں اپنا جوتا پیک کر کے بھجوا دیا کہ وہ پہن لے۔عزیزم احسان کو دنیا یا پیسے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔جب تنخواہ ملتی تو لاکر اپنے ابو کے ہاتھ پر رکھ دیتے اور کہتے کہ ابو سب سے پہلے چندہ دے دیں اور جو باقی بچیں وہ خرچ کرلیں۔ہمیشہ صدقہ دیتے اور یتیم بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔انتہائی ایماندار تھے۔ایک مرتبہ کام سے گھر آئے تو بہت پریشان تھے امی کے استفسار پر بتایا کہ کسی کے ایک ہزار روپے زیادہ آگئے ہیں لیکن پتہ نہیں کہ کس کے ہیں۔ساری رات پریشانی میں گذاری۔صبح اٹھے تو خوش تھے کہ یاد آگیا ہے اور جاکر اسکو پیسے واپس کر دیئے۔وہ شخص حیران رہ گیا کہ آج تک ایسا انسان نہیں دیکھا جو پیسے واپس کر دے۔

رات کو سونے سے پہلے ضرور اپنے ابو کے پاؤں دبا کر سوتے تھے۔ابو کے کام سے واپس آنے کا انتظار کرتے جب وہ آتے تو ان سے سائیکل لیکر خود اندر لا کر کھڑی کرتے۔ان سے سارے دن کا احوال دریافت کرتے۔27 مئی کو انکی امی یعنی میری پھوپھی جان نے چیک اپ کے لئے ربوہ جانا تھا تو کہنے لگے آپ نہ جائیں کیونکہ آپ کے بغیر مجھے ناشتے کا مزا نہیں آتا۔

ہمارے ایک چچا مکرم ظہیر احمد خان صاحب جو کہ مربی سلسلہ ہیں اور آج کل لندن میں بطور استاد الجامعہ کام کر رہے ہیں۔ان کے بارے میں اکثر باتیں کرتے ہوئے کہتے کہ چچا جان بہت اوپر ہیں۔میں نے ان سے اونچی چھلانگ لگانی ہے اور ان سے آگے نکل کر دکھانا ہے۔

یقیناً شہادت نے ان کو آگے نکال دیا۔

پھوپھی جان بتاتی ہیں کہ ”پچھلا جمعہ نہ پڑھنے کا ان کو بے حد افسوس تھا۔کیونکہ انہوں نے بتایا تھا کہ ڈرائیور کی بہن بیمار تھی اسے ہسپتال لے جانا پڑا تو انہوں نے ہسپتال کے پارک میں ہی جمعہ کی نماز ادا کر لی۔ان کے لئے سب کے فون آتے ہیں اور سب ایک ہی بات کہتے ہیں کہ وہ بہت اچھے اور بہت ہی الگ طرح کے انسان تھے۔اور وہ واقعی الگ انسان تھا کیونکہ یہ عظیم انعام جس کا خدا نے قرآن پاک میں وعدہ کیا ہے صرف انہی کو ہی ملتا ہے جو اس دنیا سے الگ ہوتے ہیں“۔
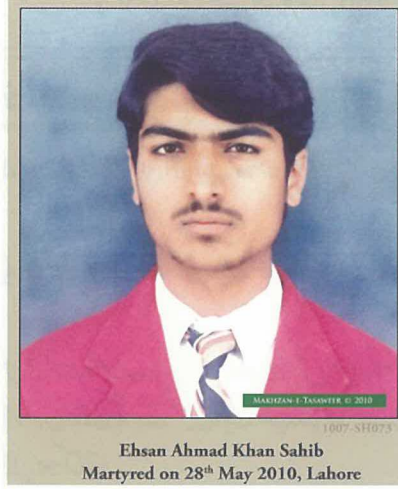
انکی اہلیہ صاحبہ نے بتایا کہ ”انہیں کبھی غصہ نہیں آیا تھا۔کبھی سخت لہجے میں مجھ سے بات نہیں کی۔انکی ایک چار ماہ بیٹی بھی ہے۔مجھے ہمیشہ یہی نصیحت کرتے کہ میری بیٹی کو پاس بٹھا کر نماز اور قرآن کریم پڑھا کرو۔اپنی بیٹی کی اچھی تربیت کی بہت فکر تھی۔کہتے تھے کہ اس کو قرآن کریم صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھانا ہے۔شہادت کے روز میرے اٹھنے سے پہلے اٹھے اور بیٹی کا منہ ہاتھ دھلوا کر مجھے اٹھایا اور کہا کہ نیا سوٹ دو کیونکہ آج جمعہ پڑھنے جانا ہے۔بیٹی کو گود میں لیکر ابو سے کہا کہ آپ مجھے بس سٹاپ تک چھوڑ آئیں پھر اسے واپس لے آئیے گا۔وہ باہر جاتے ہوئے سب کو سلام کر کے جاتے تھے۔ میری باجی کو میرے بارے میں کہہ رکھا تھا کہ ممانی کی کوئی پریشانی والی بات اسکو نہ بتایا کریں یہ بہت جلد پریشان ہو جاتی ہے“۔

جس وقت مسجد پر حملہ ہوا اس وقت بھی فون کر کے امی سے بات کی اور کہا کہ ”سب کا خیال رکھیں خصوصاً ابو کا بہت خیال رکھیں۔اور میری بیٹی کی بہت اچھی تربیت کریں۔“

پھوپھی جان نے شہادت سے قبل دو خواب دیکھے تھے۔ایک میں انہوں نے دیکھا کہ عزیزم احسان چارپائی پر لیٹے ہیں اور چارپائی صحن میں رکھی ہے۔میں اس کے چہرے پر پیار کرتی ہوں اور کہتی ہوں کیا ہوا۔شہادت کے بعد اسی طرح اسی جگہ پر انکا جسد خاکی رکھا گیا۔

دوسرے خواب میں انہوں نے دیکھا کہ بہت سارے نئے مکان ایک ہی لائن میں بنے ہوئے ہیں۔ میں حیرانگی سے پوچھتی ہوں کہ یہ ایک ہی لائن میں کیوں بنے ہیں۔

شہید کے لواحقین میں سے ہر ایک کا یہی کہنا ہے کہ یہ شہادت ہمارے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم شہداء کے لواحقین میں سے ہیں۔ انکی والدہ کا کہنا ہے کہ ہر روز دھماکوں میں لوگوں کو مرتے دیکھتے ہیں لیکن میرا بیٹا تو جماعت کی خاطر شہید ہو کر ہمیشہ کی زندگی پا گیا۔ پیارے آقا نے 09 جولائی 2010 کے خطبہ شہید مرحوم کا ذکر خیر فرمایا

شہید کی اہلیہ یعنی میری بھانجی بیان کرتی ہیں کہ حضور انور سے بات کر کے انہیں سکون مل گیا ہے۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ پہلے بھی آپ نے اپنے بہنوئی کی شہادت پر بڑا صبر دکھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اب بھی آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ دو سال قبل اس کی بڑی بہن کے میاں بھی کراچی میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وفادار اور جانثار جنہوں نے اپنے خون جگر سے گلشن احمدیت کو نئی رونق اور بہار دی اور بلاشبہ آسمان احمدیت کی نئی کہکشائیں آباد کیں اور اسکے روشن ستارے بن کر چمکے اور ہمیشہ کی زندگی پا گئے۔ ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے اعلیٰ نمونے چھوڑ گئے۔

سنوارے جنت کی وادیوں میں گھر اپنا بنانے والو
ملیں گے ہم بھی ضرور تم سے اگر شہادت کی موت آئے

محترمہ طیبہ نصیر صاحبہ

"خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی"

مکرم منور احمد قیصر صاحب شہید

میرے بڑے تایا جان کے بیٹے محترم منور احمد قیصر صاحب کو خدا تعالیٰ نے سانحہ لاہور 28 مئی 2010ء مسجد دارالذکر میں شہادت کا رتبہ عطا فرمایا۔ مکرم منور احمد قیصر کے والد صاحب کا نام محترم عبد الرحمٰن صاحب اور دادا کا نام مکرم میاں عبدالعزیز صاحب ہے میرے دادا جان گوجرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔

Munawar Ahmad Qaisar Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

محترم منور احمد صاحب بہت ہی اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ہر ایک سے محبت سے بات کرتے اور بچوں سے تو بہت ہی پیار کرتے تھے۔ جماعت کا بہت کام کرتے تھے۔ اپنے حلقے کے سیکرٹری ضیافت تھے بہت محنت اور اخلاص سے کام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کافی سالوں سے گڑھی شاہو مسجد کے باہر والے گیٹ پر ڈیوٹی دیتے تھے۔ جس دن یہ سانحہ پیش آیا اس دن انہوں نے کریم کلر کا نیا سوٹ پہنا ان کی بیوی نے کہا آپ تو دولہا لگ رہے ہیں۔ حادثہ کے وقت مسجد کے باہر گیٹ پر اپنی ڈیوٹی کر رہے تھے ان کا ایک بیٹا پاس کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر قبل ہی بیٹے کو کہا کہ جاؤ اندر جا کر نماز ادا کرو۔ ان کے بیٹے کے اندر جاتے ہی ایک حملہ آور نے آکر گولی چلائی آپ نے اس حملہ آور کو پکڑ لیا مگر پیچھے سے دوسرے حملہ آور نے گولی چلا دی۔ ہسپتال جاتے ہوئے آپ راستے میں ہی شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 58 سال تھی۔

میری اپنی بھابھی یعنی مکرم منور احمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ سے بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کی منور تو تین، چار سال سے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ "اے خدا موت آئے تو شہیدوں والی موت آئے"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کر لی خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے آمین۔ شہید نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں اور چار بیٹے اپنی یادگار چھوڑے ہیں ان کی دونوں بیٹیاں شادی شدہ ہیں ایک بیٹے کی شادی آپ کی وفات کے بعد ہوئی۔ ایک بیٹا وقف نو میں ہے اور ایک بیٹا کچھ بیمار ہے اس کے لئے دعا کی درخواست ہے آپ فوٹو گرافی کی دوکان کیا کرتے تھے جو کہ اب آپ کے صاحبزادے اب چلاتے ہیں۔ ابھی بھی آپ کی بہت مخالفت ہے۔ متعصب غیر احمدی مولوی آپ کی دوکان پر پمفلٹ چسپاں کر جاتے ہیں۔ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ بچوں کو اپنے باپ کی نیکیوں کو زندہ رکھنے اور دین کی خدمت کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین۔ اور ہماری خدا تعالیٰ کے حضور حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں یہ التجا ہے کہ

اے میرے یار یگانہ اے مری جاں کی پناہ
کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن
پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے میرے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن
دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر
اِک نظر فرما کہ جلد آئیں ترے آنے کے دن

محترمہ شفقت عزیز صاحبہ حلقہ Steinbach

﴿صد سال سجدوں کا سفر﴾

دل میں دھڑکی ہیں دعائیں منزلیں اپنی قریب
اک جہاں مسرور ہے صد شکر اپنا یہ نصیب
پھر سلاسل کو ہے پگھلا یا کسی کے اشک سے
وصل ہر موسم میں ہے قربانیوں کے عشق سے
یاد کر گلیاں شہادت کی بلالی آ خریں
عشق خود بولا تھا جب ہو جا فدا صد آفریں
اب ثریا ہے زمیں پر ہر کنارے ہیں نشاں
تھام کر اک ہاتھ کو بدلے گا اب سارا جہاں

﴿کلام مکرم الطاف قدیر صاحب/ الفضل انٹرنیشنل 07 مارچ 2008ء تا 13 مارچ 2008ء﴾

سانحہ لاہور میں دین کی راہ میں خدا کے حضور اپنی جان قربان کرنے والے

میرے والد محترم محمود احمد شاد صاحب

خاندان میں احمدیت

ہمارے خاندان میں سب سے پہلے میرے والد محترم کے دادا مکرم چوہدری فضل داد صاحب نے بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ مکرم چوہدری فضل داد صاحب کی تمام اولاد گاؤں کے ماحول میں پلنے بڑھنے کی وجہ سے سلسلہ سے شدید تعصب رکھتی تھی۔ ایک دن ان کے ایک بیٹے مکرم چوہدری غلام احمد صاحب اپنے والد کے کمرے میں گئے۔ تو وہاں فرش پر ایک کتاب ''تبلیغ ہدایت'' بکھری پڑی تھی۔ انہوں نے یہ ارادہ کر کے وہ کتاب اکٹھی کرنا شروع کی کہ میں اس کتاب کو ہرگز نہیں پڑھوں گا۔ مگر جب وہ صفحات کو ترتیب دینے لگے تو کتاب کا کچھ حصہ پڑھا اور جب دلچسپی پیدا ہوئی تو پوری کتاب پڑھ ڈالی اور اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا کہ میں بیعت کروں گا۔ چنانچہ جب آپ بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ ساتویں جماعت میں تھے۔ اس ایک بیٹے کے علاوہ مکرم چوہدری فضل داد صاحب کے باقی تمام بچے غیر از جماعت ہی رہے۔

دادا جان کی خواہش

مکرم چوہدری غلام احمد صاحب بیعت کے بعد سلسلہ کے اس قدر شیدائی ہوئے کہ آپ کو قادیان جانے کا بہت شوق ہوا اور ایک دفعہ جب آپ بورڈنگ کے لئے اپنے گھر سے کھانے پینے کا سامان لے کر جا رہے تھے۔ تو آپ نے وہ تمام سامان بیچ کر قادیان جانے کا فیصلہ کیا اور قادیان میں مدرسے میں داخلے کی درخواست دی۔ مگر انتظامیہ نے کہا کہ آپ پہلے اپنے والدین کو لے کر آئیں پھر داخلہ ہو گا۔ چنانچہ آپ مدرسہ میں بیٹھے رہتے گو کہ آپ کا داخلہ نہیں ہوا۔ جب گھر والوں کو معلوم ہوا کہ آپ سکول میں موجود نہیں ہیں تو آپ کے گھر والے آپ کی تلاش میں قادیان پہنچے جہاں آپ موجود تھے اور آپ کو گھر واپس لے آئے۔ اس طرح آپ کی مربی بننے کی خواہش ادھوری رہ گئی۔

ہجرت

جب مکرم چوہدری غلام احمد صاحب کی شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد سے نوازا۔ تو آپ کو اپنی اولاد کی تربیت کی فکر دامن گیر ہوئی اور محض اس خوف سے کہ اگر گاؤں میں قیام رہا۔ تو میں اپنی اولاد کی بہتر رنگ میں تربیت نہ کر سکوں گا، آپ اپنی تمام زمینیں اور جائداد چھوڑ کر ربوہ منتقل ہو گئے۔

والد محترم کی پیدائش اور وقف

میرے والد محترم محمود احمد شاد صاحب شہید 1962ء میں عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کی۔

میرے دادا محترم چوہدری غلام احمد صاحب نے اپنے اکلوتے بیٹے محترم محمود احمد شاد صاحب کو قبل از ولادت وقف کر دیا اور بچپن سے ہی ان کی تربیت ایک واقف زندگی کی طرح کی۔

بیٹا سلسلہ کا شیدائی

میرے والد محترم محمود احمد شاد صاحب سلسلہ کے شیدائی تھے اور بچپن سے ہی جب آپ اطفال الاحمدیہ میں تھے، تلاوت اور نظم کے مقابلوں میں اکثر پوزیشن لیتے تھے اور اس وجہ سے آپ کو کئی مرتبہ خلفاء کی موجودگی میں بھی تلاوت کا موقع ملا۔ میرے والد صاحب کی خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنیں اور جماعت کی خدمت کریں۔ جب آپ کا میٹرک کا رزلٹ آیا تو آپ بہت خوش تھے اور اپنے ابا جان کے پاس آ گئے اور عرض کیا کہ میرے بہت اچھے نمبر آئے ہیں اور اب میں ایف ایس سی میں داخلہ لوں گا اور ڈاکٹر بنوں گا۔ مگر وہ بیان کرتے تھے کہ جب ان کے والد صاحب نے یہ بات سنی تو آپ کو اپنے کمرے میں لے گئے جہاں آپ کی لائبریری تھی اور اپنے بیٹے سے انتہائی رقت سے کہا کہ بیٹا میں نے تمہارے لئے کوئی جائداد نہیں بنائی سوائے ان حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے اور میری یہ خواہش ہے کہ تم ایک مربی بن کر جماعت کی خدمت کرو۔ آگے تمہاری مرضی ہے۔

Mahmood Ahmad Shad Sahib
Missionary Lahore
Martyred on 28th May 2010, Lahore

میرے والد صاحب بتاتے تھے کہ جب میں نے اپنے والد کی یہ بات سنی تو اگلے ہی روز جامعہ احمدیہ سے داخلہ فارم لے کر پر کئے اور جامعہ میں داخل ہو گیا۔ ان کے ابا اس بات سے بہت خوش ہوئے۔

خلیفۃ المسیحؒ کا آپ کے ساتھ پیار کا تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ انتہائی پیار اور شفقت کا تعلق تھا اور اکثر مجھے اپنے واقعات سنایا کرتے تھے۔

آپ بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ جب آپ اطفال الاحمدیہ میں تھے تو ایک جگہ وقار عمل کر رہے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس جگہ کا دورہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو اس وقت آپ کانٹے اٹھا رہے تھے۔ حضور انورؒ نے پوچھا کہ کیا تم بکری سے زیادہ طاقتور ہو؟ اس پر آپ نے معصومیت سے عرض کیا کہ جی حضور۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ کیا تم کانٹے کھا سکتے ہو؟ تو آپ نے عرض کیا کہ نہیں حضور۔ حضور انورؒ نے فرمایا کہ پھر تو تم بکری سے طاقتور نہیں ہو کیونکہ بکری تو کانٹے کھا سکتی ہے۔ اس واقعہ کے بعد جب بھی آپ کی حضورؒ سے ملاقات ہوتی تو حضورؒ آپ کو بڑے پیار سے بکری کہہ کر بلاتے۔

قد لمبا کرنے کا طریق

آپ کا قد چھوٹا تھا۔ ایک مرتبہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے

ملاقات کے لئے گئے تو حضورؒ نے فرمایا کہ تمہاری عمر کتنی ہے تو غالباً اس وقت آپ کی عمر 13 یا 14 سال تھی۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ جب تم 16 سال کے ہوگے تو مجھے بتانا میں تمہیں قد لمبا کرنے کا طریقہ بتاؤں گا۔ چنانچہ اس عرصہ کے دوران جب بھی آپ حضورؒ سے ملتے تو حضورؒ پوچھتے کہ بکری ابھی تم 16 سال کے نہیں ہوئے؟

جب آپ 16 سال کے ہوئے تو حضورؒ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری عمر 16 سال ہو گئی ہے۔ حضورؒ انور نے فرمایا کہ تم کوہاٹ جاؤ اور کچھ عرصہ وہاں رہو، کیونکہ کوہاٹ کے پانی کی یہ تاثیر ہے کہ وہ قد لمبا کرتا ہے۔ لیکن آپ میٹرک کی چھٹیوں میں کسی وجہ سے نہ جاسکے۔ جب آپ جامعہ میں داخل ہوئے تو حضور نے آپ سے پوچھا کہ تم کوہاٹ گئے کہ نہیں؟ آپ نے اپنی مجبوری بتائی اور عرض کی کہ حضورؒ میں نہیں جاسکا۔ اس پر چھٹیوں میں حضورؒ انور نے آپ کو ایک ماہ کے لئے کوہاٹ بھجوایا۔

جامعہ سے تکمیل تعلیم اور میدان عمل

آپ نے 1986ء میں جامعہ پاس کیا اور میدان عمل میں قدم رکھا۔ آپ کی پہلی پوسٹنگ 33 چک اور پھر خوشاب میں ہوئی۔ اس کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن میں تقریباً تین سال تک کام کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد آپ کی تعیناتی کھاریاں میں ہوئی۔ وہاں پر کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ کو تنزانیہ، مشرقی افریقہ بھجوایا گیا۔ جہاں آپ کو قریباً گیارہ سال تک خدمت دین کی توفیق ملی۔ تنزانیہ میں آپ کو کئی شہروں میں خدمت کا موقع ملا۔ مگر ارنگا میں آپ کو سب سے پہلے خدمت کی توفیق ملی۔ آپ سے پہلے یہاں کوئی بھی مربی سلسلہ نہ تھے۔ جب آپ کی تعیناتی ہوئی تو آپ نے یہاں جماعتی مرکز قائم کیا اور دعوت الی اللہ کا آغاز کیا۔ ارنگا کے آس پاس کئی گاؤں میں آپ نے دعوت الی اللہ کی اور وہاں جماعت احمدیہ کا پودا لگایا۔ جب آپ دعوت الی اللہ کے لئے جاتے تو بعض اوقات ہمیں بھی ساتھ لے جاتے۔ ارنگا تنزانیہ کا وہ شہر ہے جو پہاڑی پر واقع ہے اور بہت اونچائی پر ہے۔ گو کہ میں اس وقت چھوٹا تھا مگر ٹوٹی پھوٹی سڑکیں اور سنسان راستے، سڑک کے ایک طرف گہری کھائیاں مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں بڑے شوق سے ابا جان کے ساتھ جاتا مگر راستے میں ایسی چیزیں دیکھ کر سخت ڈر جاتا تھا۔ ارنگا میں عربوں کا بہت زور تھا اور وہ ہمارے شدید مخالف تھے۔ مگر وہاں پر ہماری جماعت کو بھی دعوت الی اللہ کا حق تھا۔ اس لئے ابا جان نے وہاں کئی جلسے منعقد کروائے اور حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچایا۔

ایک مناظرہ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ہمارے مخالفوں نے اس مناظرے کے دوران ہمارے خلاف نعرے بازی کرنے کی کوشش کی۔ ابا جان نے وہاں ایک بہت جلالی خطاب کیا۔ جس میں ابا جان نے حضرت مسیح موعودؑ کے چیلنج دکھائے اور کہا کہ کون ہے جس نے آج تک ان کا جواب دیا ہے؟ اور آخر میں ایک بات جو آپ نے کہی وہ یہ تھی کہ ''اے ارنگا کی سرزمین تو گواہ رہ کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام تجھ تک پہنچا کر اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ اب تم مانو یا نہ مانو یہ تمہارا اور تمہارے خدا کا معاملہ ہے۔''

افریقہ سے واپسی پر آپ کو راولپنڈی میں 3 سال تک خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے بعد آپ کو لاہور ماڈل ٹاؤن بھجوایا گیا جہاں آپ آخری وقت تک خدمت دین کرتے ہوئے راہِ مولیٰ میں شہید ہوگئے۔

آپ انتہائی نڈر انسان تھے۔ کبھی جماعتی مخالفت سے نہیں ڈرتے تھے۔ جب آپ کی تعیناتی لاہور ماڈل ٹاؤن میں ہوئی۔ فروری میں ہم یہاں آئے۔ قریباً ایک ماہ بعد ہی آپ کو دھمکی آمیز فون آنا شروع ہوگئے۔ آپ نے گھر میں اس کا ذکر نہ کیا۔

28 مئی کے روز آپ نے نیا سوٹ پہنا اور نیا رومال لیا، خوشبو لگائی اور دو رکعت نفل ادا کر کے جمعہ کے لئے بیت الذکر چلے گئے۔ میں بھی کچھ دیر بعد بیت الذکر چلا گیا۔ سنتیں ادا کرنے کے بعد ابا جان نے خطبہ شروع کیا۔ آیت استخلاف کی تلاوت کے بعد خلافت کے موضوع پر خطبہ دینا شروع کیا اور کچھ ہی دیر بعد فائرنگ شروع ہو گئی۔ آپ نے کھڑے ہوئے احباب سے بیٹھنے کی درخواست کی اور کہا کہ خطبہ جاری ہے۔ مگر فائرنگ کی شدت زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ نے تمام دوستوں سے لیٹنے کے لئے کہا اور خود محراب سے تھوڑا باہر آ کر مائیک ہاتھ میں پکڑ کر دوستوں کو درود شریف اور اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ...... کی دعا کا ورد کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ اسی دوران دہشت گردی کی گولیوں کا نشانہ بن کر اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اس کی راہ میں شہید ہوگئے۔

''راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو''

آخری خواہش

جن دنوں ابا جان کو دھمکیاں مل رہی تھیں، انہوں نے مجھے اور میری والدہ صاحبہ کو بڑی رقت کے ساتھ ایک بات کہی اور میرے لئے وہ آپ کی آخری نصیحت ہے۔ آپ نے کہا، ''آج میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میری قربانی لینی ہے تو میں حاضر ہوں، مگر میری اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھنا۔''

میں افراد جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بھائی صاحب کو اپنے شہید والد صاحب کی اس نصیحت اور خواہش پر عمل کرنے اور ہمیں اپنے والد صاحب کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی طرح دین کی خدمت کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ یکم اکتوبر 2010ء﴾

(مصنف مکرم نوید احمد صاحب)

غزل

قربان ہر اک قطرۂ خوں ہو بھی تو کم ہے — یہ خون شہیداں میرے لشکر کا علم ہے

لے جائے گی تنکوں سی بہا کر تمہیں تقدیر — اے ظالمو! یہ چشم خلافت میں جو نم ہے

اس دھوپ نہ اس دھوپ میں جلتے ہیں مرے لوگ — ہے سایہ فگن ارحم و رحمٰن ، کرم ہے

جھک جاتا ہے سر جلوہ جاناناں سمجھ کر — تلوار میں تیری بھی اسی زُلف کا خم ہے

ہے مجھ کو عطا صبر و رضا اے مرے قاتل — تو اپنی بتا، تجھ میں جو باقی ابھی دم ہے

لبیک ترے اذن پہ اے جانِ دو عالم — قربان سب اس پر کہ ترا نقشِ قدم ہے

ہر دَور میں اجیالا ہوا خون وفا سے — یہ نذر مگر خوبی قسمت میں رقم ہے

راضی ہیں رضا میں تری دیوانے یہ تیرے — اجدادِ گرامی کی سعادت کا نجم ہے

مدفون شہیدوں کے مزاروں کو تو دیکھو — یہ خاک میں اک اور تجلّی کا جنم ہے

(کلام مکرم مظفر منصور صاحب/ از الفضل ربوہ 5 نومبر 2010ء)

شہادت مکرم شیخ عامر رضا صاحب مردان

آج بھی ایک افسوس ناک ہمیں اطلاع ملی۔ جمعہ کے دوران مردان میں ہماری مسجد پر دہشت گردوں نے حملہ کیا لیکن ڈیوٹی پر موجود خدام کی بروقت کاروائی سے ان کو زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ زیادہ کیا؟ ہوئی ہی نہیں ،اندر نہیں آسکے۔ انہوں نے گرنیڈ وغیرہ پھینکے اور ایک خودکش حملہ آور زخمی ہو گیا۔ زخمی حالت میں پھر اس نے اپنے آپ کو اڑا لیا جس کی وجہ سے مسجد کا گیٹ اور دیواریں وغیرہ گر گئیں۔ وہاں خدام ڈیوٹی پر تھے چند ایک زخمی ہوئے اور ایک خادم شہید بھی ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ اس شہید کے بھی درجات بلند کرے اور زخمیوں کو بھی شفا دے۔ باقی حملہ آور جو تھے وہ فرار ہو گئے۔ تو بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ کون لوگ ہیں جو اسلام کے نام پر، خدا کے نام پر یہ کام کرنے والے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنانے والے ہیں۔

یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے نام پر اللہ کی عبادت کرنے والوں پر حملہ کرنے والے ہیں یہ تو کسی طرح بھی خدا والے نہیں کہلا سکتے۔ پھر دو دن پہلے ہم نے دیکھا کہ ایک شیعوں کا جلوس تھا اس پر حملہ کیا۔ وہاں بلاوجہ معصوم جانیں ضائع ہوئیں۔ بہت سے زخمی بھی ہوئے۔ تو یہ لوگ تو ایسے ہیں جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا ہے کہ اب نظاہر لگتا ہے ان لوگوں کے لئے کوئی واپسی کا راستہ نہیں رہا۔ اور جو لوگ ان کو مدد کرنے والے ہیں، مددگار ہیں یا جن کے ہاتھ میں طاقت ہے اور پوری طرح ہاتھ نہیں ڈالتے وہ لوگ بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے ملک کو نجات دے کیونکہ اب تو دنیا میں بھی یہ لوگ پھیل گئے ہیں......

جس شہید کا میں نے ذکر کیا تھا پہلے تو میرا خیال تھا کہ شاید کوائف نہیں آئے، جنازہ اگلے جمعہ ہوگا۔ لیکن کوائف آ گئے ہیں تو ان کا ابھی نماز جمعہ کے بعد انشاء اللہ ہم جنازہ غائب پڑھیں گے۔ جو شہید ہوئے ہیں ان کا نام شیخ عامر رضا صاحب ولد مکرم مشتاق احمد صاحب ہے۔ ان کی عمر چالیس سال تھی۔ اس وقت بطور سیکرٹری وقف جدید خدمت کی توفیق پا رہے تھے، علاوہ ازیں شہید جو تھے قائد مجلس اور قائد ضلع کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ ان کا اپنا الیکٹرونکس کا بزنس تھا۔ مسجد کے اندر تھے، وہاں جو دھماکہ ہوا ہے وہ اتنا شدید تھا کہ اندر ان کے آگے دیواریں گری ہیں اور دروازے اندر آ کے گرا ہے اس کی وجہ سے شدید زخمی بھی ہو گئے۔ ہسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں شہید ہو گئے۔ نہایت مخلص اور محنتی احمدی تھے۔ ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ لبنیٰ عامر صاحبہ اور ایک بیٹا اسامہ عامر، عمر نو سال اور ایک بچی ڈیڑھ سالہ ہے ان کا جنازہ انشاء اللہ تدفین کے لئے ربوہ لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ میں نے کہا ابھی جمعہ کے بعد ہم جنازہ غائب ادا کریں گے۔ (اقتباس خطبہ فرمودہ 3 ستمبر 2010ء/ الفضل انٹرنیشنل 24 ستمبر 2010ء تا 30 ستمبر 2010ء)

یارانِ تیزگام نے منزل کو جا لیا

28 مئی 2010ء کا دن جماعتِ احمدیہ کی تاریخ میں قربانی کی ایسی لازوال داستان رقم کر گیا ہے۔ جسے آنے والی نسلیں تا قیامت یاد رکھیں گی۔ اور اگر کبھی ہم یا ہماری نسلیں سست پڑنے لگیں گے تو یہ دن ہمارے خون میں وہ جوش پیدا کر دیگا جو ہمارے قدموں کو اس راہ میں تیز تر کر دے گا۔ انشاء اللہ

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ 155)

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

یہ تحریر لاہور میں شہید ہونے والے اپنے پیارے بھائیوں کی نذر ہے۔ جن میں کسی کے بیٹے ، بھائی، شوہر اور باپ تھے۔ ان سب نے راہِ مولیٰ میں شہید ہو کر ابدی حیات پالی۔ یہ رتبہ انہی خوش نصیبوں کو ملا کرتا ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست

پیچھے رہ جانے والے بیشک انہیں رشک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اپنے پیاروں کے انجام پر فخر بھی کرتے ہیں۔ تاہم ایک فطری انسانی تقاضے کے پیشِ نظر ان سے دوری کا دکھ بھی لازماً ہوتا ہے۔ یہ بھی عطیہ خداوندی ہے کہ اس نے دلوں میں محبت اور رحمت کا یہ جذبہ ڈالا ہے۔ یوں تو ساری جماعت نے اس دکھ کو اپنا دکھ سمجھا۔ اور ایک وجود ہونے کا ثبوت دیا۔ جس طرح جسم کے ایک حصہ میں درد ہو تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ عین اسی طرح دنیا کے کسی بھی حصہ میں بسنے والا ہر احمدی اس دکھ پر تڑپ گیا۔ لیکن وہ گھر جن کے وہ باسی تھے۔ جن رشتوں میں وہ منسلک تھے۔ جن کے شریکِ حیات اور شریکِ سفر تھے۔ ان تمام دلوں کی تسکین کے لئے یہ پیاری روایت پیشِ خدمت ہے۔ شاید پہلے بھی آپ کی نظر سے گزری ہو۔ تاہم کسی کسی کیفیت میں کوئی بات ایک دم نئی لگتی ہے یا کم از کم ایک نئے زاویہ سے سامنے آتی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کی چھ خصوصیات ہیں:۔

1۔ نمبر ایک یہ کہ اسے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے وقت ہی بخش دیا جائے گا۔ 2۔ دوسرے وہ جنت میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ لے گا۔ 3۔ تیسرے اسے قبر کے عذاب سے پناہ دی جائے گی۔ 4۔ چوتھے وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔ 5۔ پانچویں اس کے سر پر ایسا وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ 6۔ اسے اپنے ستر اقارب کی شفاعت کا حق دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی کتاب فضائل الجہاد باب فی ثواب الشہید)

اس حدیث سے تو یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی شہداء میں شامل ہوں اور خدا تعالیٰ کے پیار کے اس خاص سلوک کو حاصل کرنے والے ہوں اور ان خوش نصیبوں کی طرح ہمیں بھی قربِ خداوندی ملے۔ خدا تعالیٰ ہمیں بھی اور شہیدوں کی نسلوں کو بھی قیامت تک خلافت سے مضبوطی سے وابستہ رکھے اور شہداء کی نیکیوں کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

کمال جراتِ انسانیت عاشق دکھاتا ہے
کہ میدانِ بلا میں بس وہی مردانہ آتا ہے

ہزاروں حسرتیں جل کر فنا ہونے کی رکھتا ہے
ہٹا بھی دیں ذرا فانوس اک پروانہ آتا ہے

مجھے کیا اس سے گر دنیا مجھے فرزانہ کہتی ہے
تمنا ہے کہ تم کہہ دو مرا دیوانہ آتا ہے

مرسلہ، مکرمہ فرحت خان صاحبہ MORFELDEN OST

شور کیسا ہے تیرے کوچہ میں لے جلدی خبر......!

مکرم وسیم احمد سفیر صاحب شہید

28 مئی 2010ء بروز جمعۃ المبارک بمقام بیت الذکر لاہور میں دہشت گردوں کے سفاکانہ، بے رحم حملے نے متعدد لوگوں کو زخمی کر دیا۔ اور چھیاسی معصوم، نہتے، احمدیوں کو عبادت کرتے ہوئے شہید کر دیا۔ ان شہداء میں مکرم وسیم احمد سفیر صاحب شہید بھی شامل ہیں۔ ان کے والد صاحب کا نام مکرم عبد القدوس صاحب ہے جو میری پھوپھو کے بیٹے ہیں اور محلہ پورنگر ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے خاندان میں میرے والد محترم مکرم الحاج صوفی عزیز احمد سندھو صاحب سیالکوٹی کی شہادت کے بعد یہ تیسری شہادت ہے۔ دوسرے شہید میری پھوپھو کے بیٹے مکرم وحید بشیر صاحب شہید شاہ کوٹ کے صدر اور ضلع کے امیر بھی تھے۔ مکرم عبد الستار صاحب قائم مقام امیر ضلع سیالکوٹ مکرم وسیم احمد صاحب کے چچا ہیں۔
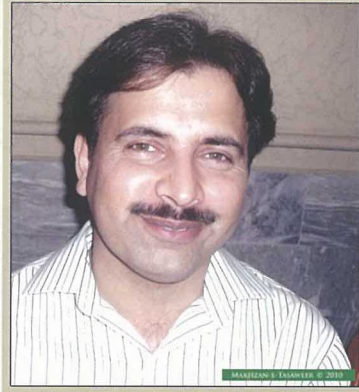
محترم وسیم احمد سفیر شہید کی عمر 35 سال تھی۔ تعلیمی قابلیت کے لحاظ سے کمپیوٹر انجینئر تھے۔ شادی شدہ اور دو بچے ایک بیٹا ایک بیٹی کے باپ تھے۔ نوکری کی وجہ سے لاہور شفٹ ہو گئے تھے۔ شہید بہت ہی کم گو، شریف النفس، نرم مزاج شخص اور ایک فرمانبردار بیٹے تھے۔ بچپن سے ہی پنج وقتہ نمازی تھے۔ اور چھوٹی عمر سے ہی وہ مغرب وعشاء کی نماز باقاعدگی سے محلہ اسلام آباد سیالکوٹ سے اپنے چھوٹے بھائی نعیم احمد کے ساتھ سائیکلوں پر کبوتروں والی مسجد (بڑی مسجد) سیالکوٹ میں باجماعت ادا کرنے آتے تھے۔ جمعہ کی نماز انہوں نے کبھی نہیں چھوڑی تھی۔ جماعت کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔

کپڑوں اور کھانے کے معاملہ میں اس قدر سادگی تھی کہ اگر کالر پھٹا بھی ہوتا تو تب بھی پہن لیتے۔ دوسروں کے کپڑے دیکھ کر کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتے تھے۔ ماں باپ، رشتہ داروں حتیٰ کہ غیروں سے بھی احترام سے پیش آتے تھے۔ پودوں کی دیکھ بھال کا شوق تھا۔ فضول لوگوں میں بالکل نہیں بیٹھتے تھے۔ وقت کا ضیاع انہیں پسند نہ تھا، فارغ وقت میں کتابیں پڑھتے تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت دل کی گہرائیوں سے کرتے تھے۔

شہید بیوی بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کی شادی اپنے تایا کے گھر ہوئی تھی۔ بیوی کے ساتھ بہت اچھا سلوک تھا۔ جس دن شہادت ہوئی اس دن سکول میں یوم والدین تھا۔ بیوی بچوں کو سکول سے لے کر گھر چھوڑا پھر جمعہ کے لئے آئے تھے۔ ابھی تک انکی بیوی کو یقین نہیں آتا کہ ان کے میاں شہید ہو گئے ہیں۔ شہید ناظم اطفال تھے۔ جب ان کی شہادت ہوئی وہ پہلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو کل آٹھ گولیاں لگیں۔ سب سے پہلے انہیں ٹانگوں میں تین گولیاں لگیں ہسپتال جاتے ہوئے راستے میں انکی شہادت ہوئی۔

Waseem Ahmad Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

شہادت کے بعد حضور اقدس نے ان کے سارے رشتہ داروں سے فون پر بات کی جس سے ان کی والدہ صاحبہ اور بیوی کو بہت تسلی ہوئی پہلے وہ بہت تکلیف میں تھیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ خدا تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور زخمیوں کو خدا تعالیٰ جلد از جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے اور پاکستان میں تمام احمدی مسلمانوں کو پر امن ماحول مہیا ہو۔ آمین۔ ثم آمین۔

کس کس کا نام لے کے شہادت کی داد دیں
ہر ایک شہید صبر کا اک شاہکار ہے
مولا! ہر اک شہید کے درجات کر بلند
صبر جمیل دے اُسے، جو سوگوار ہے

مکرمہ راشدہ منیر صاحبہ Koblenz City

اچھا مسلمان

جاوید چودھری اپنے کالم زیرو پوائنٹ میں سفر سپین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

میرے اس سفر کے دوران لاہور کا واقعہ پیش آ گیا۔ لاہور شہر میں 28 مئی جمعہ کے دن گڑھی شاہو اور ماڈل ٹاؤن میں احمدیوں کی عبادت گاہوں پر دہشتگردوں نے فائرنگ کی جس کے نتیجے میں 88 افراد ہلاک جبکہ 200 سے زائد زخمی ہو گئے۔ میں الحمد للہ سنی العقیدہ مسلمان ہوں۔ میں ختم نبوت پر ایمان بھی رکھتا ہوں اور عشق رسولؐ بھی میری رگوں میں لہو کی طرح دوڑتا ہے لیکن اس کے باوجود ان واقعات پر میرا دل ملول تھا، ہمارے قانون کے مطابق احمدی غیر مسلم ہیں اور دین کے مطابق غیر مسلموں کی جان، مال، عزت اور عبادت گاہوں کی حفاظت مسلمانوں کا فرض ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر حملے اور ان حملوں میں ان لوگوں کی ہلاکت افسوسناک ہے۔ ہمیں ماننا پڑے گا ہم غیر مسلموں کو قتل کر کے اسلام کی کوئی خاص خدمت نہیں کر رہے۔ ہم اگر سچے عاشق رسولؐ ہیں اور اچھے مسلمان ہیں تو پھر ہمیں اسلام اور عشق رسولؐ کے اصل تقاضوں پر پورا اترنا ہوگا، ہمیں تلوار کے جہاد سے قبل علم، عقل، ہنر، سائنس اور تجارت کی جنگ لڑنا ہوگی۔ ہمیں پہلے ان میدانوں میں سلطان صلاح الدین ایوبی ثابت ہونا ہوگا اور اس کے بعد ہم خواہ پوری دنیا کو تباہ کر دیں، ہم امریکہ کی طرح حق بجانب ہوں گے۔ آپ امریکہ کو دیکھ لیجئے۔ امریکہ علم، ٹیکنالوجی اور اکانومی میں سپر پاور ہے۔ چنانچہ آج یہ صرف شک کی بنیاد پر پورے عراق اور افغانستان کو تباہ کر دیتا ہے تو کوئی ٹیڑھی آنکھ سے اس کی طرف نہیں دیکھتا جبکہ امریکہ کے مقابلے میں ہم لوگ جہالت، غربت، بے ایمانی اور بے عقلی میں ورلڈ چیمپئن ہیں لیکن پوری دنیا کو گولی، بم اور تلوار کے ذریعے فتح کرنا چاہتے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے! ہمیں تلوار سے پہلے علم، سائنس اور تجارت میں بھی اپنی سچائی منوانا ہوگی اور اگر ہمارا عشق رسولؐ سچا ہے تو پھر ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اس قول پر بھی عمل کرنا ہوگا جس میں رسول اللہ ﷺ اور اللہ نے علم کو مومن کی کھوئی ہوئی میراث قرار دیا تھا۔ ہم دوسروں کی عبادت گاہوں پر حملے کر کے دنیا میں اپنا مذاق تو اڑوا سکتے ہیں لیکن خود کو اچھا مسلمان ثابت نہیں کر سکتے اور یہ میری ان دونوں کی صحرا نوائی کا سبق تھا

(روزنامہ ایکسپریس یکم جون 2010ء) (از روزنامہ الفضل ربوہ 29 جون 2010ء۔ مرسلہ محترمہ: عقیقہ چیمہ صاحبہ فرینکفرٹ)

مکرم ناصر محمود صاحب شہید

ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا

وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ

ترجمہ۔ اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدے۔ (سورۃ البقرۃ 156)

قرآن کے اس وعدہ کے مطابق آزمائش کا ایسا ہی ایک دن جماعت احمدیہ کے مردان وفا پر بھی آیا۔ جو کہ 28 مئی 2010ء کا دن تھا۔ کس کو علم تھا کہ یہ دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک نیا باب رقم کرنے والا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے غلبہ اسلام کی خاطر کن کن جوانوں اور بزرگوں کو قربانی دینے کے لیے چن لیا ہے۔ ہمیں تو اس بات کی بھی خبر نہیں کہ اگلے ہی لمحے کیا ہونے والا ہے۔

جمعہ کے دن ہر احمدی اپنے سب کام جلد از جلد سمیٹ کر حضور اقدس کا خطبہ جمعہ سننے کا بے چینی سے منتظر ہوتا ہے۔ اچانک ٹی وی پر نظر پڑی تو یہ المناک خبر آ رہی تھی کہ لاہور میں احمدیوں کی دو مساجد ماڈل ٹاؤن اور گڑھی شاہو پر دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے۔

یہ خبر تو ہم سب پر بجلی بن کر گری۔ مزید خبریں آتی جا رہی تھیں۔ ماڈل ٹاؤن میں ہی میری بہن عزیزہ عطیہ عارف بھی رہتی ہے۔ تو فکر پیدا ہوئی۔ اور فون کرنے شروع کئے۔ بار بار فون کرنے پر بھی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ دو پہر تک خبر ملی کہ بہنوئی اور بچے گھر آ گئے ہیں۔ مگر ان کے دونوں بیٹے دار الذکر میں ہیں۔ چھوٹے بیٹے عزیزم عامر محمود سے فون پر بات ہوئی کہ وہ زخمی ہے۔ لیکن عزیزم ناصر سے ایک دفعہ بھی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی کچھ پتہ چل رہا تھا۔ یہ گھڑیاں تو قیامت بن کر گذر رہی تھیں۔ ہر فرد جماعت دعا کر رہا تھا کہ اے خدا! ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھنا۔ آمین۔ تقریباً پانچ بجے خبر ملی کہ عزیزم عامر محمود (چھوٹے بھائی) زخمی ہوئے ہیں۔ گرنیڈ کے ٹکڑے عزیزم عامر کی ٹانگ اور پاؤں پر لگے ہیں اور ان کے بڑے بھائی عزیزم ناصر محمود صاحب شہید ہو گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے علاوہ میرے نندوئی کے بڑے بھائی مکرم ملک اکرام الحق صاحب اور میرے کزن کے سسر مکرم یحیٰ خان صاحب اور ممانی کی بہن مکرمہ قدسیہ صاحبہ کے بیٹے مکرم عمیر ملک صاحب کی شہادت کی خبر بھی ملی۔ ایک ہی دن میں اتنی شہادتیں جماعت کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں ہوئیں تھیں۔

جیسا کہ میں ذکر کر رہی تھی۔ عزیزم ناصر محمود جو کہنے کو تو میرے بھانجے تھے لیکن بالکل میرے بیٹے کی طرح تھے۔ ان کے ذکر سے انکی ساری زندگی میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی ہے۔ میری بہن کا سارا سسرال غیر احمدی ہے۔ اور صرف میرے بہنوئی نے احمدیت قبول کی ہے۔ شروع میں صرف نام کے احمدی تھے۔ پھر آہستہ آہستہ نیکیوں میں آگے بڑھنے لگے اور دل میں احمدیت کا ایسا جوش اور جذبہ پیدا ہوا کہ جماعت کے سرگرم رکن بن گئے۔ اور اپنے بچوں کی تربیت بھی اس طرح کی کہ وہ دونوں بھی ماڈل ٹاؤن جماعت کے فعال رکن بن گئے۔ وہ مختلف عہدوں پر خدمت انجام دے رہے تھے۔ عزیزم ناصر محمود صاحب نے چھوٹی عمر میں ہی جماعتی کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ وہ بہت مہمان نواز تھے اور خدمت خلق کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھے۔ ہر کسی کے کام آگے بڑھ بڑھ کر کرنے والے عزیزم ناصر صاحب اپنے ددھیال میں پہلے احمدی بچے اور نظام وصیت میں شامل ہو کر اس خاندان کے پہلے موصی اور اب شہادت کا رتبہ پا کر ہمارے پورے خاندان میں پہلے شہید ہیں۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انکا گھر حلقہ ماڈل ٹاؤن میں بطور نماز سینٹر استعمال ہوتا ہے۔ عزیزم ناصر محمود صاحب صبح کی نماز پر سب سے پہلے اٹھ کر نماز کی تیاری کرتے، دریاں بچھاتے، چائے دم کرتے اور نوافل ادا کرتے پھر نمازیوں کا خوش دلی سے استقبال بھی کرتے تھے۔ یہ سب کام وہ اپنی ڈیوٹی سمجھ کر کرتے تھے۔ عزیزم ناصر صاحب کے بھائی میں بھی بہت خوبیاں ہیں۔ یورپ وغیرہ سے جو رشتہ دار بھی لاہور جاتے وہ ان دونوں بھائیوں کو ائیرپورٹ پر اپنا منتظر پاتے۔ ایئرپورٹ تک چھوڑتے اور رسیو بھی کرتے اسکے علاوہ لاہور میں

Nasir Mahmood Khan Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

خریداری وغیرہ میں ہمیشہ مدد کرتے۔ ان کے منہ سے ہم نے کبھی بھی انکار نہیں سنا۔ کوئی بھی کام ہو عزیزم ناصر صاحب کو کہنے کے بعد یہ خیال نہیں آتا تھا کہ وہ کام نہیں ہو گا۔

ان کی شہادت پر جمعہ کے دن ہی میں پاکستان گئی۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ عزیزم ناصر محمود صاحب صرف ہمارے کام ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ ہر ایک کی مدد کرتے تھے۔ یہ بات تعزیت کے لیے گھر آنے والوں نے بتائی۔ وہ ناظم اطفال تھے۔ اطفال کو مسجد لاتے اور جس کو سواری کی ضرورت ہوتی وہ گاڑی لیکر خود پہنچ جاتے۔ باپ، بھائی، بیوی، بچے سب کے کام وہی کرتے تھے۔

اس کے علاوہ غیر از جماعت رشتہ داروں میں بھی نہایت ہر دل عزیز تھے۔ ان کی شہادت پر غیر احمدی رشتہ دار بھی افسوس کے لیے آئے۔ وہ اپنے طریقے اور رواج کے مطابق آ کر رونے اور بین کرنے لگے۔ تو عزیزم ناصر صاحب کے والد مکرم محمد عارف نسیم صاحب نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ "وہ احمدیت کی خاطر شیر کی طرح شہید ہوا ہے۔ اس لیے کوئی نہ روئے۔ اس نے تو میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ اس کو بہت بڑا رتبہ ملا ہے۔ بس ایم، ٹی، اے دیکھو اور حضور کا خطبہ سنو" اور یوں وہ اس وقت

بھی تبلیغ کرتے نظر آئے۔

سانحہ کے وقت جب دہشت گردوں نے حملہ کیا تو عزیزم ناصر صاحب وضو کر کے مسجد کے اندر جا رہے تھے۔ جب گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تو لوگ بھاگے۔ تو وہ بھی اندر جانے کی بجائے صحن کی سیڑھیوں کے نیچے (جہاں بہت سے لوگ چھپے ہوئے تھے) چھپ گئے۔ دہشت گردوں نے گرنیڈ سیڑھیوں کی طرف پھینکا تو عزیزم ناصر محمود صاحب نے اس گرنیڈ کو پکڑ کر واپس انکی طرف پھینکنا چاہا۔ تو وہ انکے ہاتھ میں ہی پھٹ گیا۔ اس طرح آخری وقت بھی انہوں نے خود کو خطرے میں ڈال کر کئی لوگوں کی جان بچالی۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ جب انکا جسد عنصری گھر لایا گیا تو جسم بہت زخمی تھا۔ مگر چہرہ بالکل ٹھیک تھا۔ اس طرح وہ جاتے جاتے بھی لوگوں کے کام آئے اور اپنی قربانی دیکر کئی قیمتی جانوں کو بچالیا۔

عزیزم ناصر کے تین بچے ہیں۔ بڑے بیٹے کی عمر بارہ سال درمیانے کی آٹھ سال اور چھوٹا بیٹا چھ سال کا ہے۔ ان کی بیوی بھی بہت خوبیوں کی مالک ہیں۔ وہ مہمان نواز، ہر کسی کے کام آنے والی اور بہت با اخلاق ہیں۔ صدمہ تو بہت بڑا ہے۔ مگر انکا صبر دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ احمدیت نے ہمیں کیا کیا سکھایا ہے۔ انکی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس صدمہ کے وقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خود فون کیا اور بیس منٹ تک ہر ایک سے بات کر کے تسلی دی اور فرمایا کہ صبر اور استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور ہمت سے کام لیں۔ اللہ فضل کرے گا۔ بڑے بیٹے عاقب سے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ”آپ وقف نو ہو۔ آپ نے اپنے بابا کا نام روشن رکھنا ہے۔ آپ ایک شہید کے بیٹے ہو۔“ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ان باتوں نے مرہم کا کام کیا۔ ہر ایک کے چہرے پر اطمینان آ گیا اور دل کو تسلی مل گئی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق دے اور آئندہ ہر قدم پر حفاظت فرمائے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

حضور انور نے ان کے اوصاف کا ذکر اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جون 2010ء میں کیا ہے۔

(یہ خطبہ جمعہ اسی رسالہ خدیجہ میں درج ہے۔) محترمہ رضیہ وسیم صاحبہ فرینکفرٹ

☆......☆......☆

”وہ تو میرا شیر بیٹا تھا!“

میری بہت پیاری کزن، بہن، اور بہت پیاری دوست مکرمہ نادیہ ناصر صاحبہ کے شوہر مکرم ناصر محمود خان صاحب ولد مکرم محمد عارف نسیم صاحب، بہت نیک، جماعتی خدمات کے شوقین، خلافت سے دلی وابستگی رکھنے والے تھے۔ آپ نائب قائد اور سیکرٹری عمومی کے عہدوں پر فائز رہے۔ نہایت عاجز، ہر ماحول میں ڈھل جانے کی صلاحیت رکھنے والے، نمازی اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی اعلیٰ شخصیت تھے۔ میری ہر سال پاکستان جانے پر ان سے ملاقات ضرور ہوتی۔ بچوں کے ساتھ بچہ اور بڑوں کے ساتھ بڑا بن جاتے تھے۔ عمر میں مجھ سے بڑے تھے، مگر عزت سے مجھے ہمیشہ بیعہ آپو کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ میرے بچوں سے خصوصاً بیٹی عزیزہ عروش سے بہت پیار کرتے تھے۔ اپنے والدین کے فرمانبردار اور نہایت ہنس مکھ تھے۔ ان کے والد صاحب کہتے ہیں کہ ”وہ تو میرا شیر بیٹا تھا“ جس نے خدا کے فضل سے سارے گھر کو سنبھالا ہوا تھا۔

انہوں نے اپنا گھر نماز کے لئے دیا ہوا تھا۔ مسجد کے لئے پہلے اپنی گاڑی میں محلے والوں کو چھوڑ کر آتے اور پھر اپنے گھر والوں کے لئے دوسرا چکر لگاتے۔ ان کی اہلیہ مکرمہ نادیہ ناصر صاحبہ کا کہنا ہے کہ ”بچوں کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ بچے اگر اسکول جانے کے لئے نماز پڑھے بغیر تیار ہو جاتے تو انہیں جائے نماز بچھا کر دیتے اور جوتے اتروا کر نماز پڑھواتے۔ جماعتی پروگراموں کو اسکول کی پڑھائی پر ترجیح دیتے۔ اپنے بہن بھائیوں کے علاوہ سسرالی رشتہ داروں سے بھی بہت پیار کرتے۔“ مکرمہ نادیہ صاحبہ کے والد صاحب کافی سال پہلے وفات پا چکے تھے، مگر ان کے بہن بھائیوں کا کہنا ہے کہ ہمیں ہمارے بہنوئی سے اتنا پیار ملا کہ اب لگتا ہے کہ ہم دوبارہ یتیم ہو گئے ہیں۔ آپ مثالی خاوند تھے۔ اکثر گھریلو معاملات میں بیوی کی مدد کرتے اور اس میں کوئی عار نہ سمجھتے۔ شہادت سے ایک دن قبل محلے میں کسی کو گولی لگی تھی۔ کھانا کھا رہے تھے، یہ سنتے ہی نوالہ وہیں چھوڑ دیا اور اسکی مدد کے لئے چلے گئے۔

28 مئی 2010ء کے دن آپ جمعہ پڑھنے مسجد دارالذکر گئے، جب دہشت گرد مسجد میں آئے اور حملہ شروع کیا تو ہنگامہ آرائی کے بعد کچھ لوگ سیڑھیوں کے نیچے چھپ گئے وہیں شام کے امیر صاحب بھی تھے جن کے پاؤں پر گولی لگی تھی، آپ نے اپنا رومال ان کے پاؤں پر باندھ دیا۔ پھر ان کے پانی مانگنے پر ایک لڑکا طلحہ پانی کی بوتل لایا اور دور سے ہی بوتل مکرم ناصر صاحب شہید کی طرف پھینکی۔ اتنی دیر میں ایک دہشت گرد بھی اس طرف نیچے آ گیا۔ اس نے ایک گرنیڈ ان کی طرف پھینکا جسے ناصر بھائی نے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر واپس اچھالا۔ گرنیڈ ان کے ہاتھ میں ہی پھٹ گیا، ان کا ہاتھ اسی پوزیشن میں ہی تھا کہ ان کی شہادت ہو گئی۔ مگر جاتے جاتے بہادری کا کارنامہ سرانجام دے گئے کہ ایک تو سیڑھیوں کے نیچے جو چند لوگ بیٹھے تھے وہ بچ گئے اور دوسری بات یہ ہوئی کہ گرنیڈ واپس پھینکنے سے دہشت گرد بھی اپنے انجام کو پہنچا آپ کے پسماندگان میں اہلیہ، تین بیٹے عزیزم عاقب 12 سال، عزیزم عاشر 9 سال، اور عزیزم انس 6 سال ہیں۔ خدا تعالیٰ انھیں اپنے خاص فضل و کرم سے نوازے اور صبر جمیل عطا فرمائے، اور ہر آن، ہر لحظہ انکا حامی و ناصر ہو آمین۔

محترمہ ربیعہ ملک صاحبہ Hattresheim

گھروں کو جنت بنائیں

تربیت کی بنیاد گھر ہوتے ہیں۔ گھروں میں تربیت یافتہ مائیں ماحول کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہیں۔ جب کہ وہ آنحضرت ﷺ کی عائلی زندگی کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں گی۔

حضور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس سلسلہ میں احمدی خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”آج احمدی گھروں کو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے گھروں کی جنت میں تبدیل کرنا ہوگا۔ اس کے سوا نجات کا کوئی اور راستہ نہیں۔ سوائے! محمد مصطفی ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے والے احمدی! اس جنت کو ساتھ لے کر چلنا۔ اس کے بغیر آج دنیا کے گھروں میں عائلی زندگی میں جہنم بھڑک رہی ہے۔ آج مغربی اور مشرقی قوموں کے گھروں کا امن و سکون اٹھ چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ احمدی جان قربان کر دیں گے مگر وہ خدا کے بھیجے ہوئے معاشرے کو دوبارہ زندہ کر کے رہیں گے۔“

(27 دسمبر 1983ء از ماہنامہ مصباح دسمبر 2003ء)

28 مئی کے سانحہ میں شامل ایک شہید کی ماں کے قلم سے،

تدفین کے موقع پر والہانہ محبت کے اظہار پر اہل ربوہ کو سلام!

؎ کس قدر وضع دار ہیں ہم لوگ
قبر میں بھی سفید پوش رہے

ربوہ کے ہر گھر کے ہر باسی، ہر باپ، ہر بچے، ہر بھائی کو محبت بھرا سلام۔اہل ربوہ تم ہماری شان ہو۔آن بان ہو۔تم پر ہمیں فخر ہے۔لاہور سے آنے والے ہر شہید کو موٹروے سے اترتے، اور ربوہ داخل ہوتے ہی، چہروں پر طمانیت اور صبر و رضا سجائے ہوئے والہانہ طور پر خوش آمدید کہنے والے، اہل ربوہ تم سلامت رہو۔تمہارے آنگن میں کھلنے والے بچوں نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، مضبوط پیار کی زنجیر بنا کر ہمارے پیاروں کو لیا۔پھولوں سے بھرے گھر کی طرح۔یہ پھولوں کا پیار اور خوشبو، تم سب کے خلوص و محبت، رشتۂ احمدیت کی وجہ سے ہی ہے۔جسے حضرت مسیح موعودؑ نے دلوں میں بھر دیا ہے۔

ربوہ کے اطفال پپڑی جمے ہونٹوں سے، ہاتھوں میں جگ اور گلاس تھامے، ہر آنے والے کو ٹھنڈا پانی پیش کر رہے تھے۔یہ کیسا خوش آمدید کا منظر تھا! خاموش نگاہیں، بہتے آنسو، آنکھوں میں کئی سوال۔جس کو ہر دکھی دل محسوس کر رہا تھا۔خاموشی کی زبان سب کچھ کہہ اور سن رہی تھی۔

یہ میرا بھی دکھ ہے۔یہ تیرا بھی دکھ ہے۔یہ میرا بیٹا ہے۔یہ میرا بھائی ہے۔یہ والدین کا سہارا ہے۔میرا سر تاج ہے۔پیارے بچوں کا سائبان اور شفقت بھرا ہاتھ ہے۔یہ پیاری بہنوں کا مان ہے۔پُر خلوص دوست اور دوستوں کا مان ہے۔ہاں یہ میرا پیارا بیٹا ناصر محمود شیر ہے۔اسے تم نے پھولوں کی طرح سنبھالا۔یہ میری گود کا پالا ہوا پھول۔

اہل ربوہ میرے پیارے ناصر کی طرح ہر ناصر کا استقبال کر رہے تھے۔ربوہ کی پہاڑیاں محبت کرنے والوں سے آباد تھیں۔صبح کا چمکتا سورج پیارے خدام اور اطفال کے چمکتے چہروں کو نمایاں کر رہا تھا۔ان کی خاموش نگاہیں کہہ رہی تھیں، ”اے اہلِ لاہور! اے لاہور سے آنے والو! لہو اور نور سے نہا کر آنے والو! تم ہمارے جسم، ہمارے وجود کا حصہ ہو۔ہم سب ایک ہیں۔ہمارے دکھ، ہمارے بہتے آنسو، ہماری سسکیاں اور ہمارے زخم ایک ہیں۔“

؎ میں ایک ہوں، کبھی تقسیم ہو نہیں سکتا
اگرچہ بانٹ لو تم مل کے آدھا آدھا بھی

ایوانِ ناصر کی چمکتی پلیٹ نے میرے پیارے بیٹے ناصر کے لئے اپنے گیٹ کھول دیئے۔شہید کا چمکتا چہرہ، بند آنکھیں کہہ رہی تھیں۔امی! ایسا استقبال تو مقدر والوں کا ہوتا ہے۔بادشاہوں اور شہنشاہوں کا۔جیسے مجھے آگے بڑھ کر اہل ربوہ نے اپنی بانہوں میں لے لیا۔اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا۔

ہم زخمی و دکھی دل کے ساتھ بہت سے دوسرے غمزدہ خاندانوں کے ساتھ جیسے یک جان ہو گئے۔وہاں آئے ہوئے اپنے عزیزوں نے بڑھ کر سہارا دیا، آنسو پونچھے اور غم کو اکٹھے محسوس کیا۔اجتماعی جنازوں کا اعلان ہو رہا تھا۔عزیزم ناصر محمود شہید کے ورثاء اپنے پیارے دولہا کے آخری دیدار کے لئے آ جائیں۔ہم اس کے استقبال اور رخصتی کے لئے گئے۔نہ سہرا لگایا، نہ پھولوں کے ہار پہنے۔مگر پھر بھی پیشانی سے نور پھوٹ رہا تھا۔وہ مطمئن اور پر سکون نیند سویا ہوا تھا۔

باپ تعارف کروا رہا ہے۔یہ میرا شیر۔یہ میرا لعل۔اس نے سینے پر گولی کھائی ہے۔اس نے اپنی جان دے کر کئی جانیں بچالیں الحمدللہ۔یہ میرا لعل، میرا بیٹا آج اتنا خوبصورت اور پیارا لگ رہا ہے کہ اتنا پہلے کبھی نہ لگا تھا۔ماں کا لخت جگر آخری منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

میرے قدم من من بھر کے ہو گئے۔اُٹھ ہی نہیں رہے تھے۔مگر اپنے شہید بیٹے کا آخری دیدار کیا۔یہی تصویر تو زندگی کی آخری سانسوں تک آنکھوں میں بسی رہے گی۔پیارے ناصر کے ساتھ کئی شہداء تھے۔سب کے چہروں پر وہی سکون اور اطمینان تھا۔چمکتے چہرے ابدی نیند سو رہے تھے۔مجھے یکدم چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کا چہرہ یاد آ گیا۔اپنی وفات کے بعد وہ بھی اسی طرح کامیاب و کامران سوئے منزل چلے تھے۔ایک جم غفیر نے جنازہ پڑھا تھا۔وہاں بھی اطفال نے استقبال کیا تھا۔شامیانے سجے ہوئے تھے۔پانی ہر ایک کو پیش کیا جا رہا تھا۔ہر آنکھ سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ہر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کر رہا تھا۔اسی طرح یہاں بھی قطار در قطار یہ جنتی روحیں، یہ پاکیزہ وجود اپنی آخری آرام گاہ میں جا پہنچے۔

میرا پیارا بیٹا ناصر محمود صبح غسل کر کے نیا لباس، نئے بوٹ پہن کر گھر سے نکلا تھا۔نکلتے وقت یاد آیا کہ پرفیوم نہیں لگایا۔دوبارہ واپس آیا۔اس کے بچوں نے اس کو ایک پرفیوم تحفے میں دیا تھا۔وہ کھولا اور لگانے کے بعد گھر سے گیا۔بھائی کے ساتھ آفس سے نماز جمعہ کے لئے دارالذکر گیا۔جب دہشت گردوں نے مسجد پر حملہ کیا ایک دہشت گرد نے نمازیوں کی طرف گرنیڈ پھینکا ان نمازیوں میں میرا بیٹا بھی تھا اپنی طرف بڑھتے ہینڈ گرنیڈ کو دیکھ کر اس نے فوراً فیصلہ کر لیا۔اپنی جان بچانے کی بجائے کئی گھروں کو اجڑنے سے بچانے کے لئے آگے بڑھا اور وہ گرنیڈ واپس دہشت گرد کی طرف پھینکنے کی کوشش کی۔مگر گرنیڈ پھٹنے کے نتیجے میں شہادت کا درجہ پا لیا۔بہادری کا نشان بن گیا۔اپنے خاندان کی تاریخ بن گیا۔اور احمدیت کی تاریخ میں نام لکھوا گیا۔اس کا بھائی زخمی ہونے کی وجہ سے نہ بھائی کو کندھا دے سکا اور نہ ہی اس کے جنازے میں شریک ہو سکا۔یہ دکھ اُسے ہمیشہ رہے گا۔شہید کے پیارے پیارے پھول جیسے بچے ہمارے ساتھ تھے۔تدفین کے وقت جھکی کمر سے باپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔بہتے آنسوؤں اور آہوں سے اس کو الوداع کیا۔

یہ ربوہ کے باسی فرشتے نما انسان جنہوں نے ایک رات میں قطار در قطار شہداء کی آرام گاہیں بنا دیں۔تابوت، سفید لباس اور ناموں کی پلیٹیں بھی تیار کر دیں۔یہ سب اتنی جلدی کیسے ہوا؟ یہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ایک قبر کھود کر گورکن تھک جاتا ہے۔اور یہاں اتنی زیادہ قبریں کھودی گئیں۔ہر خادم نے اپنی طاقت سے بڑھ کر کام کیا۔اس کے علاوہ محبت، خلوص اور جرأت نے یہ کام کروائے۔اتنا مکمل اور

وسیع انتظام۔ اتنی مکمل تنظیم، مکمل وجود۔ انہیں کون شکست دے سکتا ہے؟ یہ انسان صرف خدا کو مانتے ہی نہیں بلکہ خدا پر کامل یقین رکھنے والے ہیں۔ انہوں نے انسان کے آگے گڑگڑانا نہیں سیکھا۔ انسان کے آگے اپنا مقدمہ رکھا ہی نہیں۔ ہمارے مقدمے ہمارے خدا کے سامنے ہیں۔ ہمارے وکیل بہتے آنسو اور دعائیں ہیں۔ جو عرش تک ضرور پہنچیں گی۔ انشاء اللہ۔ ہمارے شہداء نے اپنے لہو سے وہ چراغ روشن کردیئے ہیں جنہیں مورخ برسوں یاد رکھے گا۔ ہر گھر کی تاریخ ان سے شروع ہوگی۔ ہر نسل فخر سے ان کا ذکر کرے گی۔ ہر بیوہ وقار سے جیئے گی۔ ہر یتیم خودداری سے زندگی گزارے گا۔ آنے والی نسل والدین کا عصا بنے گی اور یہ داستانیں آنے والی نسلیں شوق اور دلچسپی سے سنیں گی۔ ان کے لہو سے ترقیات کی نہریں جاری ہوں گی۔ انشاء اللہ۔

یہ شہید ہمارے دل کے گوشوں میں رہیں گے۔ مگر میرے بچو! دعا، دعا، بہت دعا اور صبر کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔

(تحریر محترمہ عطیہ عارف صاحبہ والدہ ناصر محمود صاحب شہید پاکستان مرسلہ محترمہ رضیہ وسیم صاحبہ فرینکفرٹ)

جان نچھاور کرنے والوں کا اجر

فی سبیل اللہ دُکھ اُٹھانے والوں، اعلائے کلمہ حق کی خاطر اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اُسے قربان کردینے کا بڑا اجر ہے۔ جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب سے لے کر آج تک ہمارے وہ پیارے حاصل کررہے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور جماعت احمدیہ کی خاطر اپنی جان نچھاور کردی۔ لاریب یہ اُن تمام برکات اور فضلوں کے وارث ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن واحادیث میں بیان فرمائیں۔ جن کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ اور ان کی قربانیوں کے طفیل الٰہی جماعتیں پنپتی، ترقی پاتی ہیں کیونکہ اُن کا خون الٰہی جماعتوں کے لئے کھاد کا کام کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''انشاء اللہ تعالیٰ ان شہیدوں کا خون ضرور رنگ لائے گا اور لانے والا ہے''۔

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 514)

حضرت مسیح موعودؑ ان کے بلند مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں''۔ (تذکرۃ الشہادتین از روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60)

پھر فرمایا۔ ''شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دُکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہوجائے''۔

(تریاق القلوب از روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 516)

پھر ایک موقعہ پر فرمایا: ''اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں''۔

(تذکرۃ الشہادتین از روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 57)

(از روزنامہ الفضل یکم جون 2010ء۔ مرسلہ محترمہ عقیقہ چیمہ صاحبہ)

گلشن احمد کو مہکاتی ہے خوشبوئے شہید

صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ، الفضل انٹرنیشنل 20 اگست 2010ء
26 اگست 2010ء، ص۔2

عشق کے مکتب میں پڑھتے ہیں وفاؤں کا نصاب
لکھتے رہتے ہیں لہو سے اپنے کچھ رنگین باب
کیسی رنگینی لئے ہے اہلِ دل کی ہر کتاب
بخت پہ اپنے بہت نازاں ہوا رُودِ چناب
اس کے پہلو میں جمی ہیں محفلیں ابرار کی
ہیں رقم اس کی زمیں میں داستانیں پیار کی

گلشنِ احمد کو مہکاتی ہے خوشبوئے شہید
اٹھ رہی رشک سے ہر اک نظر سوئے شہید
کاش مل جائے سبھی کو خوبیِ خوئے شہید
چاند سے بڑھ کے ہے روشن اک، اک روئے شہید
نذر جاں کر دی تو پھر یہ اجرِ نذرانہ ملا
اپنے ہر محبوب سے ملنے کا پروانہ ملا

سر اٹھا کے کہہ رہا ہے یہ شہیدوں کا لہو
موت ایسی ہی تو ہے اس زندگی کی آبرو
ہے مقدر سے ہی ملتی صبر و ہمت کی یہ خو
لے گئی بادِ صبا اس بوئے گل کو کُو بہ کُو
کیسے بہہ نکلے ہمارے خوں کے دھارے دیکھ لو
کور چشمو! آؤ یہ رنگیں نظارے دیکھ لو

میری اس دنیا کے ہر خورد و کلاں کی خیر ہو
مے کدے کی خیر ہو پیرِ مغاں کی خیر ہو
کارواں کی خیر میر کارواں کی خیر ہو
خیر ربوہ کی سدا ہو قادیاں کی خیر ہو
دل کے دامن پہ یہ موتی صدق کے جُڑتے رہیں
ہم کبھی ماندہ نہ ہوں آگے قدم بڑھتے رہیں

مرحبا جو ہو گئے ہیں دینِ احمد پر نثار
تخم ریزی سے لہو کی کِھل اٹھے ہیں لالہ زار
دشت دل پہ پڑ رہی ہے ابرِ ایماں کی پھوار
''کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار،
''خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد،،
درد کی کالی گھٹائیں رشک کی ہے چاندنی

چشم دید واقعات از مکرم محمد سرور ظفر صاحب

بر موقعہ سانحہ لاہور 28 مئی 2010ء

میرے والد صاحب کا نام مکرم محمد سرور ظفر صاحب ہے۔ میرے دادا جان کا نام مکرم میاں رحمت علی صاحب ہے جنہوں نے 1947ء میں بیعت کی اور جماعت احمدیہ میں شامل ہونیوالے اپنے خاندان میں پہلے فرد تھے اور 1947ء میں فرقان فورس میں شمولیت کی اور یوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مرزا ناصر احمد صاحب سے پیار حاصل کیا۔ خاکسار کے والد صاحب اپنے بہن بھائیوں میں بڑے بھائی ہیں۔ اطفال سے اب تک جماعت کی خدمت کی توفیق پائی اور علمی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کی ہیں۔ آپ نے خدام الاحمدیہ کے بھی مختلف شعبوں میں کام کیا اور قائد مجلس خدام الاحمدیہ مغل پورہ لاہور کی حیثیت سے دوم پوزیشن اور قائد مجلس گلشن پارک لاہور کی حیثیت سے اول پوزیشن حاصل کر کے علم انعامی محترم مرزا منصور احمد صاحب مرحوم ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ پاکستان (والد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) کے مبارک ہاتھوں سے وصول کرنے کی سعادت پائی۔ بعد ازاں نگران بلاک خدام الاحمدیہ ضلع لاہور، نائب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور اور خدام الاحمدیہ ضلع لاہور میں بطور مربی اطفال ضلع تقریباً چھ سال لگاتار کام کرنے اور اس کے بعد مجلس انصار اللہ ضلع لاہور میں بطور نگران بلاک اور نائب ناظم تحریک جدید اور نائب ناظم عمومی کام کیا۔

پھر لگاتار چھ سال زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ مغلپورہ خدمت کا موقع ملا۔ ان چھ سالوں میں چار دفعہ اول اور علمِ انعامی کے حق دار ٹھہرے۔ ایک سال دوم اور ایک سال سوم قرار پائے۔ تاحال بطور نگران طاہر بلاک انصار اللہ ضلع لاہور خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

میرے والد اکثر نماز جمعہ دارالذکر گڑھی شاہو میں ادا کرتے ہیں۔ لیکن دفاتر میں اوقات کی تبدیلی کی وجہ سے نماز جمعہ شاہدرہ دفتر کے نزدیک والی مسجد میں ادا کرتے تھے۔ لیکن مورخہ 28 مئی دفتر سے رخصت لے کر نماز جمعہ دارالذکر میں ادا کرنے کے لئے چلے گئے۔ آپ بتاتے ہیں کہ ''اس دن میرے دل میں ڈالا گیا تھا کہ جمعہ کی نماز دارالذکر میں ادا کروں۔ تقریباً ایک بج کر پندرہ منٹ پر دارالذکر پہنچا تو کافی دوست احباب سے ملاقات ہوئی جو بعد میں اس دن شہادت پا گئے۔ میں ابھی باہر کھڑا تھا کہ محترم امیر صاحب منیر احمد شیخ صاحب آف وائٹ شلوار قمیض میں اور ویسٹ کوٹ زیب تن کئے نماز کے لئے محراب کی طرف جا رہے تھے۔ تو راستے میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میری خیریت دریافت کی کیونکہ ہمارا دونوں کا ایک پرانا تعلق بھی تھا۔ ہم دونوں زعیم اعلیٰ بھی رہے اور اکثر میٹنگز میں ملاقات رہتی تھی۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ امیر صاحب آپ تو دولہا لگ رہے ہیں اور امیر صاحب مسکرا کر آگے چلے گئے۔ بعد ازاں میں نے وضو کیا اور اگلی صفوں میں جا کر سنتیں ادا کیں اور دعاؤں میں مصروف ہو گیا۔ ٹھیک ایک بج کر تیس منٹ پر محترم محمود احمد شاد صاحب مربی سلسلہ لاہور نے خطبہ جمعہ دینا شروع کیا۔ تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد یوم خلافت کے حوالہ سے آیت استخلاف کی تلاوت کے بعد ابھی چند الفاظ خلافت کے موضوع پر کہے کہ یک دم باہر گیٹ پر فائرنگ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ مربی صاحب نے لیٹ جانے اور دعائیں پڑھنے کو کہا۔ سب احباب لیٹ گئے اور بلند آواز سے درود شریف اور دوسری دعاؤں کا ورد شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں اندر کھڑکیوں کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ ہم سب ایک طرف دیوار اور ستونوں کے ساتھ چمٹ گئے۔ پھر دیوار کی طرف سے گرنیڈ پھینکے گئے جس سے مسجد کے اندر دھواں ہی دھواں ہو گیا۔ ہم باہر مسجد کے صحن کی طرف بھاگے۔ سامنے دروازہ کھلا دیکھ کر اس طرف اندر جا ہی رہے تھے کہ ہمارے پیچھے دہشت گرد نے گرنیڈ پھینکا۔ جس سے کچھ احباب زخمی ہو گئے۔ لیکن مربی ہاؤس کے اندر داخل ہو گئے۔ اندر سے دروازہ بند کر لیا گیا۔ ہمارے ساتھ ڈی آئی جی پولیس جو احمدی ہیں نماز جمعہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دروازہ کے آگے مربی صاحب کا بیڈ (بستر) اور گدا رکھ دیا۔ تاکہ حملہ کی شکل میں گولیوں کی کچھ رکاوٹ ہو سکے۔ باہر ایک اور گرنیڈ پھٹا جس سے ایک اور احمدی کی شہادت ہو گئی۔ پھر کافی گولیاں برسائی گئیں۔ لیکن دروازہ کو نقصان نہ ہوا اور ہم محفوظ رہے۔ اس کے علاوہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ باہر اور مسجد کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ صرف گرنیڈ پھٹنے اور گولیاں چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لیکن کسی کی چیخ و پکار کی آوازیں نہیں آئیں۔ خاموشی تھی اور درود شریف اور دعاؤں کا ورد جاری تھا۔

ان دو چھوٹے کمروں میں تقریباً دو سو سے زائد احباب محصور تھے جو اصحاب کہف کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ خاکسار دل کا مریض ہے اس لئے حبس اور خوف کی وجہ سے کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ کپڑے پسینے سے بھیگ گئے تھے۔ چنانچہ مجھے ذرا آگے (لیٹرین میں) لے جایا گیا اور پانی پلایا گیا۔ پھر بھی حالت نہ سنبھلی تو مربی صاحب کی بیگم صاحبہ نے فرج سے دودھ نکال کر لسی بنائی۔ اپنے بیٹے کو جس کی حالت بھی خراب ہو رہی تھی اور مجھے پلائی۔ لیٹرین کے روشن دان کی جالی کے ساتھ لگ کر سانس لیا تو میری حالت کچھ بہتر ہوئی۔ یوں سانس لینے میں آسانی ہوئی۔ اس دوران مجھے وہاں میرے بیٹے کا فون موصول ہوا۔ جو اسی مسجد میں جمعہ کے لئے آیا ہوا تھا۔ کہنے لگا کہ پاپا جان آپ کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میں اسی مسجد کے اندر مربی ہاؤس میں ہوں اور خیریت سے ہوں۔ لیکن آپ کہاں ہیں؟ تو اس نے کہا کہ ''میں جب مسجد میں تھا تو گرنیڈ پھٹا تو پیچھے سے مجھے کان پر اور گھٹنے پر گرنیڈ کے ذرات لگے ہیں۔ میں زخمی ہو گیا ہوں اور خون نکل رہا ہے۔ میں آپ کو صحن میں کھڑے ہو کر فون کر رہا ہوں اور میرے سامنے سفید شلوار قمیض پہنے دہشت گرد گرین جیکٹ پہنے گرنیڈ پھینک رہا ہے۔ تو میں نے کہا کہ بیٹے آپ یہاں سے ہٹ جائیں اور کسی محفوظ جگہ چلے جائیں۔ تو اس نے بعد میں بتایا کہ میں دوسری منزل میں انصار اللہ کے دفتر کی طرف جانے والی سیڑھیوں میں چلا گیا تھا۔ جہاں اور بھی احباب زخمی حالت میں کھڑے تھے۔ مجھے اپنی تکلیف بھول گئی اور دوسرے زخمیوں کے زخموں کو رومالوں

سے باندھنا اور پانی پلانا شروع کر دیا۔ ہر کوئی دوسرے کی طرف اشارہ کرتا کہ پہلے دوسرے کو پانی پلاؤ۔ یہ دیکھ کر جنگِ اُحد کا واقعہ یاد آ گیا۔ فائرنگ کا سلسلہ تقریباً ساڑھے چار بجے تک جاری تھا کہ باہر سے آواز آئی کہ آپریشن مکمل ہو چکا ہے۔ جو احباب اندر ہیں وہ باہر تشریف لے آئیں۔ تب کچھ افراد باہر گئے تو باہر فائرنگ کی آواز آئی۔ جس سے کچھ احباب مزید شہید ہو گئے۔ جلد ہی دوبارہ آواز آئی کہ باہر آ جائیں۔ تب گولیوں کی آوازیں نہیں آ رہی تھیں۔ تو سب باہر آ گئے۔ زخمیوں کو خدام اٹھا کر ایمبولینس کے ذریعے ہسپتال لے جانے لگے۔ مربی صاحب کے گھر سے باہر نکلے تو مسجد کے اندر جگہ جگہ کئی شہداء کی میتیں پڑی دیکھ کر انتہائی دکھ ہوا۔ شہداء کے خون سے خوشبو آ رہی تھی، جو مر کے بھی زندہ جاوید ہو گئے تھے۔

موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ لیکن انسان کو کچھ معلوم نہیں کہ کس کو کس حالت میں کب موت آ جائے؟ بہت ہی مبارک ہیں وہ جو اپنی زندگی کے اوقات اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے صرف کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابرکت زندگی میں کابل کے صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کو جب مخالفین نے شہید کیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی عظیم شہادت پر کیا خوب فرمایا تھا جو آج بھی ان سنہرے الفاظ میں تاریخ میں محفوظ ہے کہ ''اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں میری موت کے بعد رہیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔'' (تذکرہ الشہادتین صفحہ 60 جلد نمبر 20 روحانی خزائن)۔ صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہید کے بعد آج حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے غلام آپ کی وفات کے سو سال بعد بھی وہی نمونہ دکھلا رہے ہیں جس کی ایک اعلیٰ مثال حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے قائم کی تھی۔ سینکڑوں جانثاروں نے اپنے عہدِ وفا کو نبھاتے ہوئے خلافت سے وابستگی میں اس مادہ پرست دنیا کو یہ پیغام دیا کہ

؎ خوں شہیدانِ امت کا اے کم نظر رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا

جہاں ہم لوگ تھے وہاں سے سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکی کو توڑ کر سب کو باہر نکالا جا رہا تھا۔ لیکن خاکسار کی حالت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لئے کچھ دیر اور انتظار کیا گیا۔ حتیٰ کہ مسجد کے اندر کی طرف سے مجھے نکالا گیا۔ جب دو خدام سہارا دیئے مجھے مسجد سے باہر نکال رہے تھے تو سامنے میرے پیاروں کی میتیں پڑی دکھائی دے رہی تھیں۔ زخمیوں اور شہداء کے عزیز و اقارب نیز دوسرے لوگوں کا کافی رش تھا۔ لوگ اندر سے لائے جانے والے پیاروں کو دیکھ دیکھ کر دعائیں دیتے ہوئے ظالموں پر نالاں تھے۔ خاکسار نے بمشکل ضبط کیا۔ پھر خاکسار کو موٹر سائیکل پر بٹھا کر تھوڑی دور لے جا کر رکشے پر بٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔ گھر پہنچ کر پریشان گھر والوں کی جان میں جان آئی۔ لیکن ابھی تک بیٹا گھر نہیں پہنچا تھا۔ فون کیا تو معلوم ہوا کہ فرسٹ ایڈ کے بعد گھر آ رہا ہے۔ بس پہنچنے والا ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ گھر پہنچ گیا۔ الحمد للہ

شہادت خدا تعالیٰ کا ایسا پیارا انعام ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ مقدر والوں کو یہ اعزاز اور انعام نصیب ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام کے اوراق گواہ ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کی وفات قریب تھی تو آپؓ زار و قطار رونے لگے۔ صحابہ کرام کے اسقدر رونے کی وجہ پوچھنے پر اپنے جسم سے لباس ہٹا کر زخم دکھائے جو جسم پر ہر حصے میں موجود تھے۔ مگر آپؓ کی شہادت کی خواہش نہ پوری ہوئی۔ اسلئے آپ رو رہے تھے۔

جب ہم باپ بیٹا گھر پہنچے تو خیریت دریافت کرنے والے آتے رہے۔ رات خوف سے گزری۔ دن ہوا تو انصار اللہ ضلع لاہور کی طرف سے فون موصول ہوا کہ فوراً مسجد پہنچ جائیں۔ خاکسار فوراً مسجد پہنچ گیا۔ مرکز سے وفد مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان کی امارت میں پہنچ چکا تھا۔ یوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ ''لاہور سے ایک افسوس ناک خبر آئی،، ''اس الہام کی وجہ سے ہم نے ایک آدمی لاہور بھیج کر پتہ بھی کروایا تھا کہ وہاں کے دوستوں کا کیا حال ہے،، (تذکرہ ص۔ 611) اس طرح میاں غلام احمد صاحب آیت اللہ ٹھہرے۔

خاکسار کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ لاہور کے تمام صدر صاحبان سے فون کر کے شہداء کے کوائف اکٹھے کئے جائیں۔ تا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو فیکس کئے جا سکیں۔ اس طرح ساری رات یہ کام مکمل کر کے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو فیکس کی گئی۔ پھر اس کے بعد ایم ٹی اے کی مرکزی ٹیم سے چشم دید گواہوں کے انٹرویو کرائے گئے۔ کچھ وقت نکال کر شہداء کے جنازوں کو کندھا دیا گیا اور لواحقین سے تعزیت کی گئی۔ علاوہ ازیں زخمیوں کی تیمارداری اور فہرستیں تیار کی گئیں۔ اس طرح ایک رات اور دو دن میں یہ کام مکمل کیا تو محترم امیر صاحب کی نماز ظہر پر خاکسار پر نظر پڑی۔ تو فرمایا کہ سرور آپ دو دن اور رات سے گھر نہیں گئے۔ جلدی چلے جائیں اور آرام کریں۔ جب ضرورت ہو گی تو دوبارہ بلا لیں گی۔

جب خاکسار گھر پہنچا تو خاکسار کے بیٹے کے زخموں پر انفیکشن ہو چکا تھا۔ ہسپتال جا کر دوبارہ چیک اپ کرایا۔ دوسرے دن مجھے خون کی پیچش آنی شروع ہو گئی۔ جسم میں پانی کی کمی کی وجہ بتائی جاتی تھی۔ اس لئے تازہ خون آنا شروع ہو گیا۔ ہسپتال لے جایا گیا۔ دو دن کے بعد کچھ طبیعت سنبھلی تو دوبارہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے خدمتِ دین میں مصروف ہو گیا۔ بس دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ادنیٰ خدمات کو قبول فرما لے۔ آمین۔ لاہور کے شہداء نے اپنے خون کا نذرانہ دے کر ایسی عظیم الشان داستانیں رقم کیں ہیں جو قیامت تک ان کی یاد دلاتی رہیں گی''۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پہ چلائے آمین۔

مرسلہ۔ ثمرۃ الکریم صاحبہ Weiterstad darmstadt Germany

"محمد حسین ہی اس مسئلہ کو حل کرے گا"

28 مئی 2010ء کو جماعت احمدیہ پر ایک دردناک سانحہ گذرا جس کا انمٹ نقش آج تک جماعت احمدیہ کے دلوں پر قائم ہے۔ کون سی آنکھ اشک بار نہ تھی؟ دل میں شدت سے یہ خواہش بیدار ہوئی کہ کیا عجب ہمارا بھی کوئی خوش نصیب عزیز شہید ہوا ہو۔ نقل مکانی کی وجہ سے ہمارے گھر میں فون نہ تھا۔ کسی سے کوئی رابطہ بھی نہ تھا۔ تیسرے روز میری بھانجی عنبرین نے Worms سے میرے بڑے بیٹے کے موبائل پہ یہ پیغام دیا کہ ماموں جان مکرم محمد حسین صاحب ولد مکرم نظام الدین صاحب بھی لاہور کی مسجد دارالذکر میں شہید ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے غم وخوشی کے ملے ہوئے جذبات کے ساتھ خدا کے حضور نوافل ادا کئے۔ ماموں جان کا حسین، معصوم چہرہ آنکھوں کے سامنے ابھر آیا اور زبان پہ شہداء کے درجات بلند ہونے، ان کے عزیز واقارب کے حفظ و امان، نیز صبر واستقامت پانے کی دعائیں جاری ہوگئیں۔

میرے شہید ماموں جان گورداس پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ نانا جان بہت بڑے تاجر تھے۔ وہ نہایت نیک اور غرباء پرور تھے۔ ماموں جان کی پیدائش کے کچھ عرصے بعد نانا جان وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نانی جان سخت علیل ہوگئیں۔ سب سے چھوٹے بیٹے (ماموں جان) سمیت پانچ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ ماموں جان کی پرورش میری امی جان نے کی۔ امی جان کی شادی ہوئی تو ماموں جان ان کے ساتھ ہی آ گئے۔ شادی کے کچھ عرصے بعد ابو کوئٹہ آباد ہو گئے۔ دنیاوی تعلیم تو ماموں جان نے حاصل نہ کی تھی، البتہ قرآن کریم ابو جان سے پڑھا، نیز نماز وغیرہ سیکھی۔ ابو جان نے شادی کے دو سال بعد بیعت کی نیز امی جان نے ایک خواب کی بنا پہ ماموں جان کے ساتھ ابو کی بیعت کرنے کے دو سال بعد بیعت کر لی۔ والدہ بتاتی تھیں کہ ایک مرتبہ قادیان جلسے میں شرکت کے لئے کافی لمبا سفر طے کیا، جس میں ماموں جان بھی ساتھ تھے۔ کوئٹہ کی مسجد میں باقاعدگی سے نماز پڑھنے جایا کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا ذکر بڑے فخر سے کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ احمدیہ پارک ہاؤس کوئٹہ میں مقیم تھے کہ پانی کے اخراج کا بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ عمارت میں ہر طرف پانی پھیل گیا اور بڑی پریشانی ہوئی۔ کوشش کے باوجود مسئلہ حل نہ ہوا تو اُس وقت حضورِ انورؓ نے فرمایا "محمد حسین کو بلائیں۔ وہ اس مسئلہ کو حل کرے گا۔" پھر مجھے بلوا کر حضورِ انور کا پیغام دیا گیا۔ میں نے وہاں پہنچ کر کام کا جائزہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تھوڑی ہی دیر میں پانی کے اخراج کا مسئلہ حل ہو گیا۔ حضورِ انور نے بے حد خوشی کا اظہار فرمایا، نیز فرمایا "کیوں؟ میں نہ کہتا تھا، کہ محمد حسین ہی اس مسئلہ کو حل کرے گا۔"

کوئٹہ کی مسجد زیرِ تعمیر تھی۔ ماموں جان کو دروازوں پر پینٹ کرنے کو کہا گیا۔ ماموں جان نے کہا کہ "کام میں سارا کروں گا۔ لیکن میرے کام میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گا"۔ ماموں جان نے چند ہی دنوں میں اکیلے اس کام کو بخوبی سرانجام دیا۔ جب حضورِ انورؓ کوئٹہ تشریف لائے تو حضورِ انورؓ کو بتایا گیا کہ محمد حسین نے پینٹ کا کام کیا ہے۔ حضورِ انورؓ نے فرمایا "اس رنگ وروغن میں محمد حسین کا خلوص ٹپک رہا ہے"۔ ماموں جان جب بھی یہ حسین یادیں دہراتے، اُن کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔

ہمارے ابو جان، ماموں جان کی شادی احمدی گھرانے میں کرانا چاہتے تھے۔ بڑے ماموں جان کو علم ہوا تو انہوں نے ماموں کو پنجاب بلوا لیا اور اپنی چھوٹی سالی جو احمدی نہیں تھیں اُن سے شادی کروا دی۔ اس وجہ سے ماموں جان کو کافی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ خدا تعالیٰ نے ماشاءاللہ آٹھ بیٹیاں اور تین بیٹے عطا کئے۔

ہمارے ابو جان مکرم شیخ فضل حق صاحب کاروبار سمیت سبی منتقل ہو گئے۔ پھر امیر ضلع سبی مقرر ہو گئے۔ ماموں جان اپنی فیملی کے ساتھ کوئٹہ میں ہی رہے۔ اکثر گرمیوں میں ہم ماموں جان کے ہاں تین چار مہینے گزارنے کوئٹہ چلے جاتے تھے۔ ماموں جان بیٹیوں کی پیدائش پر منہ سے کبھی ناشکری کے الفاظ نہ نکالتے۔ غصہ تو ان کے قریب سے بھی نہ گذرتا تھا۔ ایک بیٹی کو کینسر ہو گیا۔ ہر ممکن علاج کروایا مگر تنگی اٹھانے کے بعد بھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا۔ بالآخر بیٹی فوت ہو گئی تو بے حد صبر کا نمونہ دکھایا۔
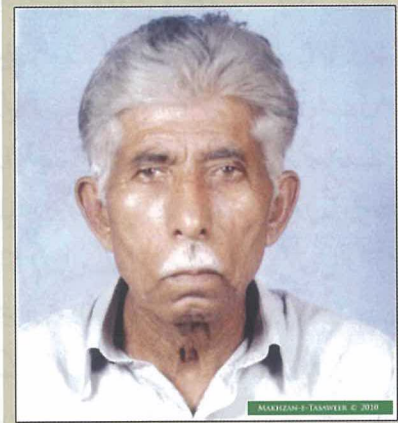
Muhammad Hussain Sahib
Martyred on 28th May 2010, Lahore

امی جان تو اُن کی والدہ کی طرح تھیں جن کے سینے پہ بچپن میں سر رکھ کر سویا کرتے تھے۔ امی جان کے بے حد احسان مند تھے۔ میری شادی میں شامل ہوتے وقت ان کی مجھ سے وہ آخری ملاقات تھی۔ بعد ازاں وہ لاہور منتقل ہو گئے۔ وقتِ رخصتی دعائیں دیں اور بے حد پیار کیا۔ ہم سب بہن بھائیوں سے بے حد پیار تھا۔ ہم بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ میرے کوئٹہ والے بھائی اور بڑے بھائی سے پیار اور دوستی کا گہرا تعلق تھا۔ بڑے بھائی جب بھی کینیڈا سے پاکستان جاتے ماموں جان سے ضرور ملاقات کرتے اور پرانی یادیں تازہ کرتے۔ ایک مرتبہ دورانِ گفتگو بتایا کہ ایک بیٹی کا رشتہ آیا، رشتے والوں نے ماموں جان سے یہ بھی دریافت کیا کہ اُن کے پیر کون سے ہیں۔ ماموں جان نے کہا، ہمارے پیرومرشد تو آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ ہم اُن کی پیروی کرتے ہیں۔ تو تردد سے پوچھا کہ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ماموں جان نے کہا کہ وہ جماعتِ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں مگر باقی خاندان غیر احمدی ہے۔ اس پر انہوں نے 'احمدی والد' ہونے کا سُن کہ رشتہ ٹھکرا دیا۔ اس بات پر سارے گھر والے ماموں جان کی مخالفت کر کے انہیں پریشان کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ماموں جان بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے کہ "تم لوگ مجھے سچ کی سزا دے رہے ہو۔ اب جو بھی سلوک میرے ساتھ کرو میں اپنے آپ کو احمدی کہنے سے ہرگز باز نہیں آؤں گا۔"

ہر جمعہ کو صدقہ خیرات ضرور کرتے تھے۔ایک فقیر کے آنے سے انہیں معلوم ہوجاتا کہ آج جمعہ ہے۔

میرے بھائی جان اُن سے پوچھتے کہ آپ کا احمدیت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بڑے جوش سے جواب دیتے کہ احمدی ہوں، احمدیت سچی ہے۔ بھائی جان روزانہ ربوہ سے لاہور جاتے اور شام کو ربوہ واپس آجایا کرتے۔ بھائی جان کہتے ہیں کہ ''جس روز شہادت کا واقعہ ہوا۔میں لاہور نہ جاسکا، یہ میری بدقسمتی تھی۔ورنہ میں بھی ماموں جان کے ساتھ ہوتا اور شہادت نصیب ہوتی۔'' روزِ شہادت ماموں جان کے بیٹے نے بھائی جان کو کوئٹہ سے فون کیا کہ ''والد صاحب دارالذکر نماز پڑھنے گئے تھے۔شام 5 بج گئے ہیں، ابھی تک گھر نہیں پہنچے۔'' بعدازاں رات دس بجے تک اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ وہ شہید ہوگئے ہیں۔ان کی میت ہسپتال میں ہے۔یہ سن کہ بھائی جان صبح سویرے روانہ ہوگئے۔ماموں کے بیٹے بھی کوئٹہ سے لاہور پہنچ گئے۔غیر احمدی ہونے کے باعث چھوٹے بیٹے نے کہا کہ ''ابو ہمارے ہی قبرستان میں دفن ہوں گے۔کوئی ہمیں نہیں روک سکتا۔'' بڑے بیٹے کی یہ خواہش تھی کہ ان کے ابو کی تدفین ربوہ میں ہی ہو مگر فساد کے ڈر سے پریشان اور خوفزدہ تھے۔آخر بھائی کے مشورے سے لاہور کے ایک قبرستان میں امانتاً دفن کیے گئے۔

شہادت کے وقت ان کی عمر 80 سال تھی۔جمعہ کے روز دارالذکر کے مین ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔جب اچانک گرنیڈ پھٹا تو شہید ہوگئے۔لاش دیکھی تو اُن کا پورا حصہ جل چکا تھا۔پیٹ میں بھی گولیاں لگی تھیں۔

باقاعدہ نمازی اور تہجد گذار تھے پر کبھی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی۔بہت سچے، سنجیدہ، معاملہ فہم، محبت کرنے والے پُرخلوص انسان تھے۔دل میں اولاد کا احمدیت جیسی دولت سے سرفراز نہ ہوسکنے کا رنج تھا۔الحمدللہ ان کے بڑے بیٹے نے احمدیت قبول کر کے حضورِانور کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کو استقامت عطا فرمائے اور باقی گھر والوں کو بھی احمدیت کی اَنمول نعمت سے نوازے۔(آمین)

شہادت کے چندروز بعد ان کی بیٹی جو کہ امریکہ میں مقیم ہیں، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ''ابو جان اور پھپو جان (یعنی ماموں جان اور والدہ صاحبہ) مجھے خواب میں ملے ہیں۔دونوں نے چمکدار سفید سوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ابو کہتے ہیں کہ'' یہ نیا سوٹ ابھی مجھے ملا ہے۔'' ان کے بیٹے غلام عباس نے بتایا کے امی نے بھی خواب میں دیکھا ہے کہ ''وہ آئے ہیں۔اُن کے سر پر بڑی خوبصورت چمکدار ٹوپی ہے۔'' اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے۔(آمین)

(محترمہ بشریٰ ریاض صاحبہ Koblenz جرمنی)

مکرم شیخ محمود احمد صاحب شہید

......اس کے بعد اب میں ایک شہید کا ذکر خیر کروں گا۔جن کو گذشتہ دنوں مردان میں شہید کردیا گیا۔یہ مکرم شیخ محمود احمد صاحب ابن مکرم نذیر احمد صاحب ہیں۔آٹھ نومبر سوموار کے دن تقریباً رات کو پونے آٹھ بجے یہ اور ان کا بیٹا عارف محمود اپنی دکان سے گھر واپس آرہے تھے۔گھر کے قریب پہنچے ہیں تو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے ان پر فائرنگ کردی۔بیٹا موٹر سائیکل چلا رہا تھا اور شیخ صاحب پیچھے بیٹھے تھے۔فائرنگ کرنے والوں نے پیچھے سے فائر کیا تھا۔اس کے بعد فرار ہوگئے۔تین فائر شیخ محمود احمد صاحب کو لگے اور ایک فائر ان کے بیٹے عارف محمود کو لگا۔فائرنگ کے نتیجے میں شیخ صاحب موقع پر وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔بیٹا زخمی ہے ہسپتال میں داخل ہے اٹھائیس سال اس کی عمر ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔بیٹے نے بھی بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔اس سے جب ربوہ سے بات کی گئی تو اس نے کہا فکر نہ کریں۔یہ گولیاں اور یہ زخمی کرنا ہمارے ایمانوں کو نہیں ہلاسکتا۔اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ زخمی ہوا ہوں۔انشاءاللہ تعالیٰ ہم اسی طرح ڈٹے ہوئے ہیں اور کوئی فکر کی بات نہیں۔شہید مرحوم کے دادا نے 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔اس طرح ان کو صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ان کے والد نے 1932ء میں خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔یہ لوگ کوئٹہ میں رہتے تھے۔پھر 1935ء میں مردان آگئے۔اور دو مہینے پہلے مسجد مردان پر جو حملہ ہوا تھا، اس میں ان کے بھتیجے شیخ حامد رضا شہید ہوئے تھے۔یہ تجارت پیشہ خاندان ہے۔اللہ کے فضل سے کاروبار ان کا اچھا چل رہا ہے۔اس کی وجہ سے مخالفین و معاندین کی نظر میں تھے۔شیخ صاحب اور ان کے بھائیوں کو مختلف وقتوں میں اسیرِ راہِ مولیٰ رہنے کی بھی توفیق ملی۔ان لوگوں پر بیس (20) جماعتی مقدمات ہیں۔اور ان پر ہمیشہ ظلم ہوتے چلے آرہے ہیں۔1974ء میں بھی ان کے ایک بھائی شیخ مشتاق صاحب کو ضلع بدر کردیا گیا تھا۔1974ء کی کارروائی میں مولانا دوست محمد شاہد جب مدد کیا کرتے تھے تو ان کو حوالوں کے لئے دو کُتب کی ضرورت پڑی۔شیخ صاحب اُن دنوں میں اسلام آباد ہوتے تھے۔ان سے ذکر کیا تو انہوں نے وہاں جا کر دو دفعہ وہ کتاب لا کردی جو حوالے کے لئے چاہئے تھی اور اسمبلی کی کارروائی میں حوالے دینے کے کام آئی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے نوجوانی میں ہی یہ جماعت کے بڑے خدمت گزار تھے۔ان کو 2008ء میں اغوا بھی کرلیا گیا تھا اور پھر تاوان دے کر ان کو رہائی ملی۔پہلے تو اغوا کرنے والے ان پر بڑی سختی کرتے رہتے تھے۔لیکن جب دیکھا کہ یہ تو نمازیں پڑھنے والا اور ذکر الٰہی کرنے والا، تہجد پڑھنے والا ہے تو پھر آہستہ آہستہ ان کا دل نرم ہوگیا۔اور دل نرم ہونے کے بعد یہ اثر ہوا کہ اس گرمی میں ٹھنڈے پانی اور پنکھے کی سہولت میسر کردی۔اور پھر یہ بھی اغوا کرنے والوں کے دل کی نرمی ہے کہ جتنے پیسے وہ مانگ رہے تھے اس سے کم پر ان کو رہا کردیا۔یہ تو انکا حال ہے۔کچھ عرصہ پہلے ان کی دکان کے قریب بم رکھ کر اس کو اڑانے کی کوشش کی گئی تھی اس سے بھی کچھ نقصان ہوا تھا۔بہر حال ہمیشہ سے یہ مردان میں ہیں یہ خود بھی اور ان کا خاندان بھی بڑی سختیاں جھیلتا چلا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان شہید کے درجات بلند کرے اور باقی خاندان کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے بلکہ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے جو مردان میں یا پاکستان کے کسی بھی شہر میں ہے کیونکہ دشمنوں کے ارادے بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔نمازوں کے بڑے پابند تھے اور خطبات بڑے غور سے سنتے تھے اور اپنے سارے خاندان کو سنوایا کرتے تھے۔مختلف جگہوں پر خدمتِ خلق کا کام، رفاہ عامہ کا کام بھی کرتے تھے۔مردان شہر میں مختلف جگہوں پر ٹھنڈے پانی کی سہولت کے لئے بجلی کے واٹر کولر لگوا کردیئے ہوئے تھے۔اہلیہ کے علاوہ ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ایک بڑے بیٹے زخمی ہیں۔بچوں کی عمر اٹھائیس سال سے لے کر بیس سال تک ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب لواحقین کو بھی صبر اور ہمت اور حوصلہ دے۔حفاظت میں رکھے۔آمین

خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ نومبر ۲۰۱۰ء الفضل انٹرنیشنل ۳ دسمبر تا ۹ دسمبر ۲۰۱۰ء

سانحہ دارالذکر (گڑھی شاہو) لاہور

28 مئی 2010ء جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ میں اور میرا بیٹا طاہر محمود بارہ بج کر پچیس منٹ پر گھر سے جمعہ کی ادائیگی کے لئے بذریعہ پریمیر بس نمبر 12 والٹن روڈ سے دارالذکر (گڑھی شاہو) روانہ ہوئے۔ ایک بج کر بیس منٹ پر ہم دارالذکر پہنچ گئے۔ گیٹ پر خدام اپنی ڈیوٹی پر موجود تھے ان کے ساتھ تین پولیس مین بھی موجود تھے۔ گیٹ سے گذرتے وقت مجھے تو کسی خادم نے نہیں پوچھا لیکن عزیزم طاہر محمود سے کچھ پوچھنے کے بعد جانے دیا۔

ہم وہاں سے گزرنے کے بعد Internel Lobby کی طرف گئے جہاں پر دعائیہ خطوط والے بکسز لگے ہوئے ہیں وہاں عزیزم طاہر محمود نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کے لئے خط ڈالا اور ہم وضوگاہ کی طرف چل دیئے وضو کرنے کے بعد ہم ہال میں آ گئے۔

محراب کے سامنے دائیں ستون کے قریب آ کر چار رکعت سنتیں ادا کیں اور وہیں بیٹھ گئے۔ مربی صاحب نے باقاعدہ جمعہ کی کاروائی شروع کرنے سے پہلے فرمایا کہ ہم انشاءاللہ جمعہ کی نماز کے بعد تین احباب کی نماز جنازہ غائب پڑھیں گے اور بیمار اصحاب کے لئے دعا کی درخواست کی انہوں نے ابھی خطبہ شروع ہی کیا تھا کہ باہر سے فائرنگ کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔

اس وقت تقریباً 13.40 کا وقت تھا مربی صاحب نے احباب سے کہا کہ آپ ہال میں لیٹ جائیں اور درود شریف پڑھیں۔ باہر سے فائرنگ کی آوازیں جا ری تھیں۔ ایک نوجوان کی آواز آئی کہ باہر خادم زخمی ہے ہال میں اگر کوئی ڈاکٹر صاحب ہیں تو وہ جلدی سے گیٹ پر پہنچیں لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ دہشت گردوں نے مسجد کو ہر طرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے اور طبی امداد کا ہر دروازہ بند ہے اور کچھ دیر بعد کیا قیامت برپا ہونے والی ہے۔

ابھی چند سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ چند دہشت گردوں نے محراب سے ملحقہ کمرے کا دروازہ توڑ کر محراب اور ہال میں ہینڈ گرنیڈ پھینکنے شروع کر دیئے۔ میں اور میرا بیٹا محراب کے سامنے دائیں جانب ستون کے ساتھ تھے میں نے اپنے بیٹے عزیزم طاہر محمود سے کہا کہ بیٹا! اس ستون کی آڑ میں ہم تین آدمی لیٹے ہوئے ہیں آپ دوسری طرف ہو جاؤ۔ وہ بھاگ کر پچھلے ستون کی طرف چلا گیا۔ اُسی دوران گرینیڈ پھٹنے شروع ہو گئے اور دھماکے کی آوازیں ہال کے دائیں اور بائیں جانب سے آنی شروع ہو گئیں۔

ایکدم میں نے اپنی بائیں ٹانگ میں شدید درد محسوس کیا جب میں نے اپنی ٹانگ پر نظر دوڑائی تو اس میں سے خون بہہ رہا تھا اور دائیں پاؤں میں بھی درد ہو رہا تھا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی ناخن والی جگہ سے غائب ہے اور وہاں سے بھی خون جاری ہے اس کے علاوہ چار زخم اور بھی آئے تھے دو کولہے اور دو پیٹ پر جن سے خون جاری تھا۔

اپنی زخمی حالت کے بعد میں نے ہال میں موجود احباب پر نظر دوڑائی ہر طرف زخمی ہی زخمی نظر آئے کچھ کم زخمی تھے اور کچھ زیادہ۔ کچھ زخمی اپنے گھر والوں کو موبائل فون پر اپنے زخمی ہونے کی اطلاعیں دیتے ہوئے دعا کا کہنے لگ گئے۔ اسی دوران دہشت گرد جدید اسلحہ سے لیس ہو کر ہال میں داخل ہوئے۔ اور خون کی ہولی کھیلنی شروع کر دی فائرنگ کی آواز اتنی ہیبت ناک تھی کہ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ وحشی درندے کیا کر رہے ہیں۔ ایک دہشت گرد فائرنگ کر رہا تھا غالباً اُس کی میگزین خالی ہو گئی تھی اور وہ دوسری میگزین چڑھانے کی تیاری میں مصروف تھا کہ اس وقفے میں کسی بہادر نوجوان خادم نے اس کو قابو کر لیا۔ اُسی دوران اس نے اپنی جیکٹ کی پن نکال دی اور ایک زوردار دھماکہ ہوا جس سے پوری مسجد لرز گئی۔

اب ہال میں زخمیوں کے علاوہ بہت سارے شہداء کے جسم خون میں نہلائے ہوئے پڑے تھے۔ میں نے سمجھا کہ شاید اب قیامت ٹل گئی ہے جو اِن دہشت گردوں نے کرنا تھا کر لیا ہے لیکن وہ وقفے وقفے سے ہال میں آتے رہے۔ اس وقت زخمیوں میں بہت سارے ایسے تھے جن کا خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا انہوں نے گھر فون پر رابطہ کیا اور اپنی آخری ملاقات کے بارے میں اپنے پیاروں سے باتیں کر رہے تھے اور ان کو تسلی دے رہے تھے کہ ہمارے بعد آپ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہے۔

جیسے ایک روزہ دار کو دوسرے روزہ دار کی کیفیت کا علم ہوتا ہے ایسے ہی ایک زخمی کو زخمی کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس وقت خون بہہ جانے کی وجہ سے حلق خشک ہو گیا تھا پانی کی شدید طلب ہو رہی تھی لیکن وہاں حالات ایسے بے بسی کے تھے کہ زخمیوں کے حلق میں چند بوندیں ٹپکانے والا کوئی نہیں تھا۔ کچھ زخمی اس طرح پیاس کو برداشت کرتے ہوئے کربلا کے شہداء کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

میرے دائیں طرف ایک نوجوان جس کی عمر تقریباً پچیس سال ہو گی وہ لیٹا ہوا تھا اور بائیں جانب ایک بزرگ تھے جن کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہو گی ہم تینوں ہی زخمی تھے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ دہشت گرد وقفے وقفے سے ہال میں آتے اور فائرنگ کرتے جواُن کو زندہ محسوس ہوتا اس کو گولیاں مارتے۔ میرے ساتھ جو نوجوان تھا اس نے تھوڑی سی حرکت کی دہشت گرد نے برسٹ مارا اس کے جسم کا خون چھینٹے بن کر میرے سر اور گردن پر پڑا اب مجھے یقین ہو گیا کہ اب میری باری ہے میں نے دل میں درود شریف بہت تیزی کیساتھ پڑھنا شروع کر دیا لیکن وہ مجھے خون میں تر دیکھ کر سمجھا کہ شاید یہ فوت ہو گیا ہے۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں بالکل ساکن پوزیشن میں لیٹا ہوا تھا (اس جان کو خدا کی امانت سمجھ کر حرکت نہیں کی) اور وہ دوسری طرف نکل گیا۔

اس طرح ہال کے باہر والے حصے میں فائرنگ کی آوازیں آتی رہیں۔

جب جیکٹ والے دہشت گرد نے خود کو اُڑایا اس وقت ٹیوب لائٹ کے شیشے ہال میں بکھر گئے اور پنکھے بند ہو گئے بجلی کا نظام معطل ہو گیا۔ ہال میں دریوں کو ہلکی ہلکی آگ لگ گئی اور دھواں پھیلنا شروع ہو گیا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد پولیس کا ایک نوجوان ہال میں داخل ہوا جس کی کمر پر پیلے رنگ کی پٹی تھی شاید ایلیٹ فورس کا جوان تھا۔ اس نے وہاں سے ایک دری کا ٹکڑا لے کر جو تھوڑی سی آگ لگی تھی اُسے بجھایا۔ ہال میں جو گرمی واقع ہو گئی تھی اسلیئے بھی تھی

کہ کہ گیٹ کافی حد تک بند تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے موسم ٹھنڈا کر دیا تھا۔
میں نے پولیس کے جوان کو ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف متوجہ کیا لیکن وہ میری طرف آنے سے گھبرا رہا تھا۔ کیونکہ میری دائیں اور بائیں طرف دو گرینیڈ پڑے تھے جو چلے نہیں تھے۔ میں نے اپنی ساری طاقت اکٹھی کر کے آواز نکالی اور اسے بتایا کہ یہ ناکارہ ہیں کافی دیر سے ایسی حالت میں پڑے ہیں۔ اس نے مجھے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ میں کہنیوں کے سہارے رینگتا ہوا کچھ فاصلہ طے کرتا ہوا اس تک پہنچا پھر اس نے مجھے سہارا دے کر کھڑا کیا کیونکہ میری بائیں ٹانگ شدید درد کی وجہ سے جسم کا وزن اٹھانے سے قاصر تھی۔ دائیں ٹانگ کچھ ٹھیک تھی وزن اٹھا سکتی تھی۔ بہت مشکل سے اس جوان کا سہارا لے کر میں نے چلنا شروع کیا اور ہال پر نظر ڈالی۔ ہال میں ہر جانب شہداء کے جسم پڑے تھے جو خون سے نہائے ہوئے تھے۔ زیادہ گیٹ کے ساتھ ساتھ تھے۔

چلتے ہوئے راستے میں اس بدبخت دہشت گرد کا سر، ٹانگ اور کٹا ہوا بازو پڑا تھا۔ اور فاصلے پر اس کی گن پڑی تھی۔ اُس کے علاوہ ہال میں جگہ جگہ انسانی گوشت کے لوتھڑے پڑے تھے۔ ہال میں دریاں بے گناہ اور معصوم شہداء کے خون سے تر تھیں۔ ٹیوب لائٹ کے شیشوں سے اپنے پاؤں بچاتا ہوا میں دروازے تک پہنچا وہاں ایک خادم نے مجھے دوسری طرف سے سہارا دیا اور سٹریچر پر لٹا دیا اور جلدی سے ایمبولنس میں ڈال کر گنگا رام ہسپتال لے گئے۔ راستے میں مجھے بہت نقاہت ہو رہی تھی اور حلق بھی خشک ہو تا تھا میں نے ریسکیو والے نوجوان سے کہا مجھے تھوڑا پانی پلاؤ اس نے مجھے ایک ٹیوب سے محلول نکال کر میرے منہ میں انڈیل دیا جس سے میرے دل کو تقویت ملی۔

ہسپتال پہنچتے ہی وہ مجھے آپریشن تھیٹر میں لے گئے اس سے پہلے میرے ایکسرے لئے گئے تھے۔ میرے زخم صاف کئے اور خون آلود کپڑے تبدیل کر کے وارڈ میں منتقل کر دیا۔ محلے دار اور دفتر سے لوگ میری عیادت کے لئے آئے دفتر میں ایک دن پہلے میں نے جمعہ ادا کرنے کے لئے خاص طور پر چھٹی لی تھی۔

دوستوں نے جب عزیزم طاہر محمود کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا میں نے ان کو بتایا کہ وہ شہید ہو گیا ہے کیونکہ میرے سامنے ہال میں اُسی کے حلیہ کا لڑکا شہید ہو گیا تھا۔ جس کا اتفاق سے قد کاٹھ، عمر اور کپڑے بھی تقریباً اُس رنگ کے تھے۔ اس کا چہرہ دوسری طرف تھا جسے میں غور سے دیکھ نہیں سکا تھا۔

دوست اور محلے دار مختلف ہسپتالوں میں زخمیوں اور شہداء کی لسٹ میں دیکھتے رہے ان کو میرے بیٹے کا نام وہاں نہیں ملا۔ جب ہال میں گرنیڈ وغیرہ کا حملہ ہوا اس وقت زیزم طاہر محمود بھاگ کر مربی ہاؤس میں پناہ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر گھر سے اطلاع آئی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا بیٹا خیریت سے گھر پہنچ گیا ہے۔ الحمد للہ
میرا ہسپتال میں علاج شروع ہو گیا اور جماعت کی طرف سے وفد عیادت کے لئے آتے رہے اور ناچیز کو تسلی دیتے رہے۔ حضرت اقدس کی دعاؤں سے خاکسار کو برکتیں ملتی رہیں اور جماعت کے ہر فرد نے دعائیں کیں۔ الحمد للہ۔ خاکسار اب بہت بہتر ہے۔ اور سب کا بے حد مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

مکرم زاہد محمود قریشی صاحب۔ لاہور، پاکستان

مکرم پیر حبیب الرحمٰن صاحب

سانگھڑ راہ مولیٰ میں شہید ہو گئے۔ مکرم پیر حبیب الرحمٰن صاحب اپنے گھر سے مؤرخہ 13 اگست 2010ء کو صبح ساڑھے دس بجے اپنی زرعی زمینوں کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک موڑ پر جب کار کی رفتار آہستہ ہوئی تو موقع پا کر دو نامعلوم نقاب پوش موٹر سائیکل سواروں نے آپ پر فائرنگ کر دی جس سے ایک گولی آپ کی کنپٹی پر لگی اور آپ موقع پر ہی راہ مولیٰ میں شہید ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون جنازہ ربوہ لایا گیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ آپ نہایت مخلص اور جماعت کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے انسان تھے۔

حضور اقدس نے آپ کا ذکر خیر مؤرخہ 20 اگست 2010ء کے خطبہ میں فرمایا "مرحوم کے علاوہ دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی پہلی بیوی مکرمہ رقیہ بیگم صاحبہ وفات پا چکی ہیں۔ جبکہ ان سے آپ کی اولاد میں مکرم انیس الرحمٰن صاحب مکرمہ حمیرہ صاحبہ، مکرمہ عائشہ صاحبہ آپ کے پسماندگان میں شامل ہیں اور یہ سارے بچے اس وقت امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔ اسی طرح آپ کی دوسری اہلیہ ڈاکٹر نعیمہ صاحبہ اور ان سے آپ کے بھائی ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب کے بچے اعزاز الرحمٰن معاذ الرحمٰن اور مشعل بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

﴿ماخوذ از روزنامہ الفضل ربوہ۔ 23 اگست 2010ء۔ ص۔ 1، 2﴾

شہید اور وفات یافتہ کا تذکرہ از خلاصہ خطبہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضور انور نے آخر پر مکرم شیخ محمود احمد صاحب آف مردان کے راہ مولیٰ میں قربان ہونے پر ان کا ذکر خیر فرمایا اور ان کے زخمی ہونے والے بیٹے مکرم عارف محمود کے لئے جلد شفایابی کے لئے دعا کی۔ اسی طرح مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب سابق انچارج خلافت لائبریری ربوہ اور مکرم مسعود احمد خورشید سنوری صاحب کی وفات پر ان کا ذکر خیر اور دینی خدمات کا تذکرہ فرمایا۔ مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی اور نماز جمعہ کے بعد تینوں مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا بھی اعلان فرمایا۔ ﴿از الفضل ربوہ 16 نومبر 2010ء﴾

مذہبی منافرت کی بناء پر مردان میں شہید ہونے والے مکرم شیخ محمود احمد صاحب کو ربوہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

تفصیلات کے مطابق گذشتہ رات تقریباً پونے آٹھ بجے مکرم شیخ محمود احمد صاحب اور ان کا بیٹا مکرم شیخ عارف محمود صاحب اپنی دکان بند کر کے گھر واپس جا رہے تھے۔ جب وہ گھر کے قریب پہنچے تو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے ان پر فائرنگ کر دی۔ مکرم شیخ محمود احمد صاحب زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔ جبکہ ان کے بیٹے کو تشویشناک حالت میں ہسپتال داخل کرا دیا گیا جہاں ان کی حالت خطرے میں ہے۔ مقتول مکرم شیخ محمود احمد صاحب کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں ربوہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کے سوگواروں میں زخمی بیٹے عارف کے علاوہ ایک بیٹا دو بیٹیاں اور اہلیہ شامل ہیں۔ ﴿الفضل ربوہ 11 نومبر 2010ء﴾

بزم خواتین

☆۔ ’’بہشت دیکھنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو پہلے دوزخ دیکھنے کو تیار ہوتا ہے۔ دوزخ سے مراد اس دنیا کے مصائب و شدائد کا نظارہ مراد ہے‘‘۔

☆۔ ’’بہشتی زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے اگر ہوائے نفس کو روک دیں‘‘۔

☆۔ ’’بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا۔ خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لئے دعا کرتا رہے‘‘۔ ☆۔ ’’بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے‘‘۔ ☆۔ ’’ابتلا سے گھبرانا نہیں چاہیئے، یہ مومن کے ایمان کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے‘‘۔

☆۔ ’’بعض فتوحات کا مدار ابتلاؤں پر ہوتا ہے کسی کی گریہ وزاری بعض دفعہ راہ کھول دیتی ہے‘‘۔ ﴿از ملفوظات جلد نمبر 7﴾

صفحہ۔ 41، صفحہ 412، صفحہ 38، صفحہ 29، صفحہ نمبر 236، صفحہ 363

مرسلہ:۔ محترمہ عطیہ رفیع کامران Riedstadt.goddelau

شہید کون ہے؟

’’یہی شہادت نہیں کہ ایک شخص جنگ میں مارا جائے بلکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہتا ہے اور اسکے لئے ہر دکھ درد اور مصیبت کو اٹھانے کے لئے مستعد رہتا ہے اور اٹھاتا ہے وہ بھی شہید ہے۔ شہید کا مقام وہ مقام ہے جہاں وہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کی قدرتوں اور تصرفات پر وہ اس طرح ایمان لاتا ہے جیسے کسی چیز کو انسان مشاہدہ کر لیتا ہے جب اس حالت پر انسان پہنچ جاوے۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا کچھ مشکل نہیں ہوتا بلکہ اس میں وہ راحت محسوس کرتا ہے‘‘۔ ﴿ملفوظات جلد 8 صفحہ 84﴾

عہد خلافت ثانیہ میں شہید ہونے والی احمدی خواتین

☆۔ 14 اکتوبر 1947ء۔ 1۔ مکرمہ زہرہ بی بی صاحبہ 2۔ مکرمہ عالم بی بی صاحبہ 3۔ مکرمہ جان بی بی صاحبہ 4۔ مکرمہ گلاب بی بی صاحبہ 5۔ مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبد السلام صاحب 6۔ والدہ مکرم عبد الکریم صاحب، اہلیہ مکرم عبد الکریم صاحب۔ قادیان میں شہید ہوئیں۔

☆۔ 3 مارچ 1953ء ۔ مکرمہ ایڈون صاحبہ، مکرمہ ادنیہ صاحبہ، مکرمہ چناندام صاحبہ۔ انڈونیشیا میں شہید ہوئیں۔ ﴿روزنامہ الفضل 14 جولائی 2003ء﴾

عہد خلافت ثالثہ میں شہید ہونے والی خواتین۔

☆ 9۔ اگست 1978ء ۔ مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ سانگلہ ہل میں شہید ہوئیں۔

عہد خلافت رابعہ میں شہید ہونے والی خواتین۔

☆۔ 9 جون 1986ء ۔ مکرمہ رخسانہ طارق صاحبہ مردان میں شہید ہوئیں۔

☆۔ 16 جولائی 1989ء۔ مکرمہ نبیلہ صاحبہ چک سکندر میں شہید ہوئیں۔

☆۔ 9 مئی 1999ء ۔ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عمر سلیم بٹ صاحب چونڈہ ۔ سیالکوٹ میں شہید ہوئیں۔

عہد خلافت خامسہ میں شہید ہونے والی خواتین

مکرمہ ڈاکٹر نورین صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر شیراز باجوہ صاحب 14 مارچ 2009ء کو واپڈا ہسپتال ملتان میں شہید ہوئیں

لاہور کے سانحہ کے متعلق لجنہ کے تاثرات

مجھے اس حد تک افسوس ناک اور دردناک خبر سننے کو ملے گی یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ یہ خبر مجھے سکول سے گھر آنے پر 28 مئی 2010ء کو ملی۔ پہلے تو مجھے یقین ہی نہیں ہوا جب تک میں نے اپنی آنکھوں سے ٹی وی پر اس خبر کو دیکھ نہیں لیا۔ اس خبر کا مجھے بہت دکھ ہوا۔ میں نے پہلے بھی سن رکھا تھا کہ احمدیوں کو بے دردی سے قتل کیا جاتا ہے مگر میں اس کا صحیح تصور نہیں کر سکتی تھی۔ ہم یہاں امن سے گھر میں بیٹھی ہوئی تھیں اور اس وقت ہمارے بہت سے احمدی، بھائی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ ان میں سے کچھ بے حد زخمی تھے اور کئی اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان سب سے مجھے دل کی گہرائیوں سے ہمدردی ہے۔ میری ہمدردی اور میرا افسوس ساری جماعت کے ساتھ ہے۔ بہتوں نے وہاں پر سالوں زیادتیاں برداشت کیں مگر خاموشی اختیار کی اور کوئی ردعمل نہیں دکھایا۔ پھر بھی ان سب سے اتنی بے دردی کا سلوک کیوں کیا گیا؟ ہماری جماعت احمدیہ نے کبھی بھی نفرت کا اظہار نہیں کیا لیکن اس کے باوجود ان حملہ آوروں نے امن کو برباد کر دیا۔ اس المیہ نے اور ان شہداء اور ان کے پسماندگان کے نظارے نے جنہوں نے اتنے دکھوں اور تکلیفوں کے باوجود بھی صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھایا یہ میرے ایمان میں ترقی اور مضبوطی عطا کی۔ میں یہ جانتی ہوں کہ اللہ جلشانہٗ ان لوگوں کو جو باوجود تکلیف اور غم کے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، نہ ہی کوئی شکوہ کرتے ہیں اور ایمان میں ثابت قدم رہتے ہیں بے حد اجر سے نوازے گا۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جانیں قربان کیں۔ مجھے اس بات پر پورا یقین ہے کہ ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم جماعت کی بے حد خدمت کریں۔ اگر وہ لوگ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کی قربانی دے سکتے ہیں تو کیا ہم صرف اپنے وقت کی قربانی نہیں دے سکتے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خلیفہ وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آواز پر لبیک کہہ سکیں اور اس مشکل وقت کو صبر و دعاؤں سے گزاریں۔ آمین

از:۔ امتہ المصور صاحبہ کوبلینس مسجد طاہر

عکس سانحہ لاہور

کیا آپ نے کبھی بیک وقت خاندان کے 86 افراد کو کھویا ہے؟

یہ سوال میں نے اپنی ایک جاننے والی سے کیا جس کو لاہور کے واقعہ نے اس طرح خوف زدہ کیا ہوا تھا جیسا کہ Winnenden کے rampage نے۔ مجھے اس پر سوال کیا گیا کہ: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس مسجد میں صرف ایک خاندان کے ہی افراد موجود تھے؟''۔ خاکسار کی مختصر وضاحت کے بعد کہ ہماری ساری جماعت ایک خاندان ہی کی طرح ہے جو کہ ساری دنیا میں پھیلی ہونے کے باوجود بھی ایک اتحادی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ بات ان کی دلچسپی کا باعث بنی۔ اس طرح 28 مئی 2010ء کے واقعہ پر گفتگو کرنے کا موقع ملا۔

جس کا تعلق میرے اس دن کے ذاتی تجربہ سے ہے۔

میں یونیورسٹی میں جا رہی تھی کہ مجھے ایک دوست نے فون کیا اور بتایا کہ لاہور میں ہماری دو مسجدوں پر دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے۔ اس شام کو میں بجائے گھر جانے کے اپنی بڑی بہن کے گھر چلی گئی۔ ہمارا سارا دن ٹی وی کے آگے اور ہمارے پریشان والدین سے رابطہ کرنے میں گزرا جو کہ لاہور میں قیام پذیر ہیں۔

میری ایک آنٹی اور بہت سارے کزن لاہور میں پڑھائی کی غرض سے مقیم ہیں۔ انہوں نے ہمیں تسلی دلائی کہ سب بخیریت ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دن وہ سب جمعہ پر دیر سے پہنچے تھے۔

وہ سب احمدی جو اس وقت ان مساجد میں تھے ہمیں ان کی کافی پریشانی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ ایک خاندان کو دُکھ پہنچا تھا بلکہ ساری جماعت ہی اس دُکھ میں مبتلا تھی جیسا کہ ہمیں لاہور کی مساجد میں دیکھنے کو ملا۔ ایک غم والم کا سا سماں تھا خاص طور پر ان بہنوں کے لئے جو کہ پاکستان سے پل بڑھ کر آئیں ہیں۔ یہ دُکھ اتنا زیادہ تھا کہ وہ بچے بھی جو کہ اس بات کو سمجھ بھی نہیں سکتے تھے خاموشی سے کھڑے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے کہ کیوں ہماری مائیں اور خالائیں رو رہی ہیں۔ دعائیں، صبر و استقامت اور اطاعت کا حکم ہمیں اپنے پیارے خلیفہ وقت سے ملا جو کہ اس وقت انتہائی دکھی تھے اور فرمایا کہ ہم اس طرح کا ردِ عمل دکھائیں گے جس طرح کا ردِ عمل ہم سکھایا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں اور وہ ردِ عمل دکھائیں جو کہ خدا تعالیٰ کی رضا کا موجب ہو۔ آمین

از:۔ حمیرہ شاہین صاحبہ کوبلینس

اسلام کی راہ میں شہید ہونے والی پہلی مسلمان خاتون

ان کا نام حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھا۔ تاریخ انہیں ام عمار بن یاسرؓ کے خوبصورت نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ ام شہید، زوجہ شہید اور خود شہیدہ تھیں۔ حضرت سمیہؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں تھیں۔ وہ ساتویں نمبر پر مسلمان ہوئیں۔ اور جن سات لوگوں نے ابتداء میں اپنے اسلام کو ظاہر کیا حضرت سمیہؓ ان میں شامل تھیں......

مسلمانوں کے لئے یہ ایک بہت صبر آزما وقت تھا۔ مکہ کا جو شخص اسلام قبول کرتا وہ مشرکین مکہ کے غضب کا نشانہ بنتا۔ (حضرت سمیہؓ کے شوہر) حضرت یاسرؓ یمن سے آئے ہوئے تھے۔ اور حضرت سمیہؓ ابھی تک بنو مخزوم کی غلامی میں تھیں۔ اس لئے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے میں کوئی چیز روکاوٹ نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس بے کس، مظلوم خاندان پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی......ایک دن حضرت سمیہؓ دن بھر کی سختیاں برداشت کرنے کے بعد شام کو گھر آئیں تو ابو جہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اور پھر اس قدر تیز ہوا کہ حضرت سمیہؓ کو برچھی مار کر شہید کر دیا۔ پھر تیر مار کر بیٹے عبداللہؓ کو بھی شہید کر دیا۔ اب صرف حضرت عمارؓ باقی رہ گئے تھے۔ وہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور روتے روتے اپنی والدہ کا واقعہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو صبر کی تلقین کیا اور فرمایا'' اے اللہ آل یاسر کو دوزخ سے بچا'' حضرت سمیہؓ کی شہادت بعثت کے چھٹے سال ہوئی۔ اس طرح خواتین میں آپ کو سب سے پہلے شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت سمیہؓ کا قاتل ابو جہل دو ہجری میں غزوہ بدر میں قتل ہو کر جہنم میں داخل ہوا تو سرور کونین ﷺ کو حضرت سمیہؓ کی یاد آگئی۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو بلا کر فرمایا قَدْ قَتَلَ اللّٰہُ قَاتِلَ اُمِّكَ ۔ '' اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا''

مسلمان خواتین کی تاریخ میں کوئی ایسی نہیں ہے جس نے حضرت سمیہؓ جتنا صبر کیا ہو۔ انہوں نے صبر کو اپنی عادت بنا لیا تھا۔ بڑھاپے کی انتہا کو پہنچی ہوئی کمزور خاتون نے صبر و استقامت کی ایسی مثالیں چھوڑیں جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور اس کی خوشبو ہمیشہ پھیلتی رہے گی باوجود اس کے کہ ان پہ ظلم وستم روا رکھے گئے۔ وہ اپنے عقیدے سے ذرہ بھر بھی نہ ہٹیں اور چٹان کی مانند ڈٹی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مرسلہ محترمہ سیدہ منورہ صاحبہ نوا یزن برگ

بزم ناصرات

14 اکتوبر 1947ء کو قادیان میں چار سالہ بچی شہید ہوئی۔ روزنامہ الفضل 14 جولائی 2003ء

﴿معصوم زخمی بچی کا نمونہ﴾

"سانحہ لاہور کے دوران ڈیڑھ صد کے قریب لوگ زخمی ہوئے ان کے حوصلے بلند ہیں۔ اور وہ کسی سے خوف کھانے والے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے ان کو بھی سکینت سے نوازا ہے۔ اسکی ایک "معصوم مثال" بہت ہی پیاری سب سے کم عمر بچی چار سالہ عزیزہ نور فاطمہ ہے۔ جو کہ اپنے ابا مکرم محمد اعجاز صاحب آف مغلپورہ کے ہمراہ دار الذکر جمعہ پڑھنے آئی۔ اس کے دو بھائی جو اطفال ہیں وہ بھی ہمراہ تھے۔ ان سکو گرینیڈ کے پھٹنے سے زخم آئے۔ لیکن سب سے گہرا زخم عزیزہ نور فاطمہ کو آیا۔ لیکن آفرین ہے اس معصوم بچی پر کہ تقریباً تین گھنٹے مربی ہاؤس میں محبوس رہی۔ رونا تو درکنار ایک بار اُف تک نہیں کی اور جب دوسرے لوگ بولتے تو یہ انگلی کے اشارے سے منع کرتی کہ باہر گندے لوگ ہیں خاموش رہیں۔ اس پر یہ تسکین یقیناً اللہ کے فرشتے اتار رہے تھے۔"

﴿ماہنامہ انصار اللہ جولائی 2010ء صفحہ نمبر 25﴾

﴿اللہ کن لوگوں سے محبت نہیں رکھتا۔ تفسیر صغیر﴾

☆۔ اللہ زیادتی کرنے والوں سے ہرگز محبت نہیں کرتا۔ (البقرہ آیت 191 صفحہ نمبر 42۔ تفسیر صغیر)

☆۔ اور اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔ (المائدہ آیت 65۔ صفحہ نمبر 153 تفسیر صغیر)

﴿عزیزہ عائشہ کامران (معیار سوم) سٹی ریڈ شٹڈ، حلقہ گوڈے لاؤ۔ نورڈ﴾

مجھے لاہور کی دونوں مسجدوں پر حملے کا سن کر اور دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ یہ ہمارے ملک کو کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے احمدیوں پر گولیاں چلائیں اور کتنے ہی لوگوں کو شہید کر دیا۔ مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ حضور اقدس نے سب کے ساتھ فون پر بات کی لیکن ساتھ ہی اس بات کا دکھ بھی ہے کہ یہ قربانیاں عورتیں کیوں نہیں دے سکتیں۔ حالات کی وجہ سے عورتوں کو منع کیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے بہت ہمت دکھائی ہے۔ کسی کا جوان بیٹا اور کسی کا باپ شہید ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو جنت میں بہت اعلیٰ مقام دے گا۔ جماعت کو ان کی زیادہ سے زیادہ مدد کرنی چاہیے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو ہمت اور حوصلہ دے آمین۔

﴿عزیزہ عالیہ جاوید (معیار اول) سٹی کوبلنس، حلقہ طاہر مسجد﴾

میں اس بات کی بہت مذمت کرتی ہوں کہ جو بھی ہمارے احمدی بھائیوں کے ساتھ لاہور میں ہوا۔ مجھے اس بات کا بھی افسوس ہے کہ غیر احمدیوں نے ہماری مساجد پر حملہ کیا حالانکہ احمدیوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ کتنی خوفناک بات ہے کہ بہت سے بچوں نے اپنے باپ کھو دیئے اور بہت سے باپوں نے اپنے بیٹے۔ اس کے علاوہ کئی عورتوں نے اپنے خاوند کھو دیئے اور کتنے گھر برباد ہو گئے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہمیں ان کے لئے دعا کرنی چاہئے اور صبر دکھانا چاہئے۔

﴿عزیزہ آنیہ (معیار دوم) سٹی کوبلینس، حلقہ طاہر مسجد﴾

مجھے یہ سب "ایم ٹی اے"، پر دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور رونا آیا۔ میں نے دعا کی کہ دوبارہ کبھی ایسا نہ ہو اور ہمارے حضور کو بھی کچھ نہ ہو۔ آمین

﴿عزیزہ رامین ساہی (معیار سوئم) Neulsenburg﴾

میرا نام شیزا منیر ہے، مکرم مرزا شابل منیر صاحب میرے سب سے بڑے بھائی تھے۔ وہ میرے سب سے اچھے بھائی تھے وہ مجھے بہت پیار کرتے تھے۔ میں جب بھی کوئی چیز مانگتی وہ مجھے فوراً لا کر دے دیتے تھے۔ ہمیشہ مجھے گود میں بٹھاتے تھے۔ میں رات کو اپنے اس بھائی کے پاس سوتی تھی وہ مجھے سونے سے پہلے اچھی اچھی باتیں بتاتے تھے۔ جمعہ والے دن میں ٹیوشن پڑھنے کے لئے گئی تو میرے دونوں بڑے بھائی مرزا شابل منیر صاحب شہید اور مرزا شہزاد منیر صاحب جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ لیکن جب میں واپس آئی تو ہمارے گھر بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے اور سب رو رہے تھے میں نے اپنی امی سے پوچھا کہ اتنے لوگ کیوں آئے ہیں؟ میری امی جان نے مجھے بتایا کہ تمہارے شابل بھائی اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں۔ اور وہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے مجھے پتہ ہے کہ جو اللہ میاں کے پاس چلے جائیں وہ کبھی واپس نہیں آسکتے۔

سب لوگ کہتے ہیں کہ وہ شہید ہیں لیکن مجھے ابھی شہید کے بارے میں نہیں پتہ کہ شہید کون ہوتے ہیں۔ ہم سب بہن بھائی جنازے کیساتھ ربوہ گئے تھے وہاں پر بہت زیادہ لوگ جمع تھے ہر کوئی رو رہا تھا۔ میرے بھائی کو مٹی کے نیچے دبا دیا گیا اور سب گھر واپس آگئے اس دن جو کچھ دیکھا وہ بار بار میرے سامنے آتا ہے۔

جب ہم سب لاہور واپس اپنے گھر آئے تو بھائی بہت یاد آئے میری امی میرے بھائی کو یاد کر کے روتی ہیں جب وہ روتی ہیں تو میں بہت پریشان ہوتی ہوں اور میں بھی پھر روتی ہوں۔ میں اپنے بھائی کے لئے تصویریں بناتی ہوں جب ہم بھائی کی پسند کا کھانا بناتے ہیں تو میری امی اور ہم سب رو پڑتے ہیں۔

میرے شابل بھائی ہر کسی سے پیار کرتے تھے بچوں کو چیزیں لا کر دیتے تھے ہمیشہ ہنستے رہتے تھے اور دوسروں کو ہنساتے تھے۔ بھائی کو بریانی بہت پسند تھی۔ اکثر ہم بہن بھائی چھٹی والے دن ضرور سیر کرتے تھے۔

ربوہ جانے کیلئے ہم ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جیسے ہی چھٹیاں ہوتیں بھائی سب سے

پہلے تیار ہوتے تھے اب وہ ہمیشہ کے لئے ربوہ رہ گئے ہیں۔ میری طرح اور بھی جن بہنوں کے بھائی شہید ہوئے ہیں اللہ میاں ان سب کو صبر دے اور اپنے اپنے بھائیوں کی اچھی باتوں کو یاد کریں اور ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ میاں ان کو جنت میں جگہ دے۔ آمین

بھائی کی شہادت کے بعد میں اب MTA زیادہ دیکھتی ہوں۔ حضور اقدس نے ہمیں فون کیا تو سب بہت خوش تھے میری امی نے کہا کہ حضور اقدس نے فرمایا ہے کہ پریشان نہ ہوں بلکہ دعا کریں۔ جو لوگ شہید ہوئے ہیں میں ان سب کے لئے دعا کرتی ہوں۔

(محترمہ عطیہ باسط صاحبہ، (حلقہ صدر:Stockstsdt مکرم شابل منیر صاحب شہید کی خالہ کی بیٹی) نے پاکستان فون کر کے ای میل کے ذریعے مکرم شابل منیر صاحب کی بہن عزیزہ شیزا منیر صاحبہ سے ان کے تاثرات جمع کئے۔)

﴿استقامت اور عفو کے تین مناظر﴾

پہلا منظر

"بھٹی میں آگ جل رہی ہے لوہے کو پگھلانے کیلئے کوئلے دھکائے جا رہے ہیں جب وہ انگاروں کی صورت میں بھڑک اٹھتے ہیں تو چند ہٹے کٹے لوگ ادھر ادھر سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ دیکھو! انہوں نے جلتے ہوئے کوئلے نکالے ہیں۔ انہیں پر اس لوہار کو لٹا دیا ہے اور ایک شخص اس کی چھاتی پر چڑھ گیا ہے تاکہ وہ حرکت نہ کر سکے۔ زندہ انسان کو جلایا جا رہا ہے۔ اف! کتنا تکلیف دہ منظر ہے۔ ظلم کی انتہا ہے۔ زندہ انسان کو جلایا جا رہا ہے۔ چربی کے جلنے کی بو آ رہی ہے اور وہ کوئلے اس طرح جل جل کر اس مظلوم کے نیچے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرت خبابؓ ہیں جنہیں اسلام لانے کی پاداش میں اس عذاب سے گزارا جا رہا ہے۔"

دوسرا منظر

"آنحضور ﷺ خانہ کعبہ کے پاس ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، حضرت خبابؓ بن ارت اور بعض دوسرے صحابہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! مسلمانوں کو قریش کے ہاتھوں اتنی تکالیف پہنچ رہی ہیں آپ ان کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے۔ رسول کریم ﷺ یہ الفاظ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ کا چہرہ جوش سے تمتما اٹھتا ہے اور فرماتے ہیں! دیکھو تم سے پہلے وہ لوگ گزرے ہیں جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا مگر وہ اپنے دین سے متزلزل نہیں ہوئے اور وہ لوگ بھی گزرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلا کر ان کو دو ٹکڑے کر دیا گیا مگر ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی۔ دیکھو! خدا مجھے ضرور غلبہ دے گا حتیٰ کہ ایک شتر سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا اور اس کو سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔"

تیسرا منظر

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم 10 ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ ہر طرف توحید اور اللہ اکبر کے نعرے ہیں اللہ کے وعدوں کے مطابق اسلام نے شرک اور کفر کو شکست دے دی۔ مکہ کی گلیوں میں اعلان ہو رہا ہے کہ جو خانہ کعبہ میں آجائے وہ بھی امن میں ہے، جو اپنے گھر میں بیٹھ جائے وہ بھی امن میں ہے، جو بلالؓ کے بھائی ابو رواحہؓ کے جھنڈے تلے آجائے وہ بھی امن میں ہے۔ مکہ کے وہ بڑے بڑے سردار جو مسلمانوں کو دکھ دینے میں پیش پیش تھے سرنگوں ہو چکے ہیں۔ کچھ تو بدر اور بعد کی جنگوں میں ذلت کے ساتھ مارے گئے۔ کچھ نے اسلام قبول کر لیا۔ باقی گردنیں جھکائے کھڑے ہیں اور فیصلے کے منتظر ہیں۔"

(آنحضرت ﷺ نے سب کو معاف فرما دیا ہے)

﴿از کتاب صبر و استقامت کے شہزادے ص 4۔ تصنیف مکرم عبدالسمیع خان صاحب۔ شائع کردہ خدام الاحمدیہ۔ پاکستان﴾

لاہور کے المیہ کے بارہ میں تبصرے، اظہار اور جذبات
سٹی ریڈ شٹڈ، حلقہ گوڈے لاؤزودکی ناصرات کے تاثرات

☆ مجھے بہت افسوس ہوا۔ عزیزہ روشاف احمد، معیارِ سوئم

☆ مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ عزیزہ حنا کریم، معیارِ دوم

☆ میں خوف کے باعث ٹی وی پر سارا پروگرام نہیں دیکھ پائی۔ عزیزہ زویا خان، معیارِ سوئم

☆ میرے لئے وہ منظر اتنا خوفناک تھا کہ میں بار بار پرے منہ کر لیتی۔ عزیزہ عظمیٰ رؤف، معیارِ سوئم

☆ خوف کے باوجود بھی مجھے سارا پروگرام دیکھنا تھا۔ عزیزہ شائستہ رؤف، معیارِ سوئم

☆ مجھے جو بھی پاکستان میں ہوا اچھا نہیں لگا اور مجھے ان سب سے جنہوں نے اپنی جانیں کھوئیں نہایت ہمدردی ہے۔ عزیزہ مائرہ منور، معیارِ دوم

☆ مجھے یہ بہت برا لگا کہ اتنے لوگوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ (ایک ناصرہ معیارِ دوم)

☆ وہ لوگ جنہوں نے دوسرے لوگوں کا قتل کیا، جانتے ہی نہیں کہ انہوں نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ حقیقتاً یہ ان کا قصور نہیں تھا بلکہ انکا تھا جنہوں نے ان کو اُکسایا۔ (ایک ناصرہ) معیارِ دوم

☆ 28 مئی 2010 کو دو مساجد پر حملہ ہوا۔ یہ حملہ جمعہ کے خطبہ کے دوران ہوا۔ مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگا کہ یونہی کسی مسجد پر حملہ کر دینا بہت بری بات ہے۔ اس دن جس دن دو مساجد پر حملہ ہوا میں کافی افسردہ تھی کیونکہ اس میں کافی لوگ شہید ہو گئے۔ (ایک ناصرہ) معیارِ دوم

☆ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ بہت بُرا ہوا جو پاکستان میں ہوا۔ میں امید کرتی ہوں کہ شہداء جنت میں جائیں گے۔ اس میں اچھا یہ ہے کہ ہمارے ایمان میں ترقی ہوئی اور شہداء اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتے ہوں گے کیوں کہ وہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔

انشاءاللہ (عزیزہ وجاہت ظفر، معیارِ اوّل)

قوم سے مت ڈرو خدا سے ڈرو آخر اس کی طرف ہی رحلت ہے
ایک دُنیا ہے مر چکی اَب تک پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے

﴿مرسلہ نرگس ظفر صاحبہ، نسیم دعوت۔/ از درثمین صفحہ 44﴾

اے قادر و توانا آفات سے بچانا ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
غیروں سے دل غنی ہے جب سے ہے تجھ کو جانا یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

﴿مرسلہ عقیلہ بشارت صاحبہ فرینکفرٹ/ از درثمین﴾

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

﴿مرسلہ متہ الحی بیگم صاحبہ بنت محمد غوث/ از درثمین﴾

اے مرے پیارے وطن کے ساتھیو
تم نے جو چاہا، کیا، کرتے رہو
دردسارے اُس کے آگے رکھ دئے
ہیں مسیحِ پاکؑ کے ادنیٰ غلام
رحمتیں ہوں اِن شہیدوں پر مدام

کیا یہی اسلام کہتا ہے بھلا
ہم یہ کہتے ہیں کہ کافی ہے خدا
اُس عدالت میں لگاتے ہیں صدا
اے مرے مولا ہمیں تو خود بچا
ہے یہی خواہش ، یہی ہے التجا

﴿کلام محترمہ عاصمہ اکرام صاحبہ رائن ہائم﴾

زندگی بھر کی اذیت سے کڑا تھا وہ دن
جب میری روح کا ہر زخم چھلک اٹھا

﴿مرسلہ فخرالنساء صاحبہ Eppertshausen/ کلام مکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر صاحب﴾

اے آسمان کی آنکھ برس! دل کے داغ دھو!
ربوہ کو چل پڑے ہیں فرشتوں کے قافلے
ربوہ کی سرزمین کے زخموں کو بھر گئے
لاہور سے جو آئے تھے لاشوں کے قافلے

﴿مرسلہ ناعمہ حمید صاحبہ Mörfelden / کلام مکرم فاروق محمود صاحب۔لندن﴾

لکھ دی پھر اہل صدق نے اک داستاں نئی
گردن کٹا کے عشق میں سجدہ کئے گئے

﴿مرسلہ عمیرہ حمید صاحبہ Ginnsheim/ کلام مکرم ضیاءاللہ مبشر صاحب﴾

بلا وا انہیں آ گیا آسمان سے
وہ قربان گاہ میں نہا دھو کے آئے

﴿مرسلہ فائزہ افتخار صاحبہ Zeilsheim/ کلام مکرمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ﴾

یہ ستاروں کے دل کس نے چھلنی کئے
جو لہو رنگ ہیں اتنے سارے دیئے

﴿مرسلہ شائلہ عدیل صاحبہ Bensheim /کلام مکرم مبارک احمد صاحب﴾

تیرے ظلم وستم سے وہ ہراساں ہو نہیں سکتے
خدا کا فضل ہے جن پر فرشتوں کی نگہبانی

﴿مرسلہ نورین عثمان صاحبہ Reinheim/ کلام مکرم محمد احمد مبشر صاحب﴾

قسمت کا لکھا پڑھ نہیں سکتے ہو تو سن لو
اک دیپ بجھاؤ گے تو سو اور جلیں گے

﴿مرسلہ نبیلہ ارشد صاحبہ Reinheim / کلام مکرم فاروق محمود صاحب﴾

جو راہ حق میں دیا سروں کا نذرانہ
خدائے عزوجل تو قبول فرمانا

﴿مرسلہ طلعت اویس صاحبہ Reinheim / کلام مکرم عطاء المجیب راشد صاحب﴾

ہماری آنکھ کے رستے ہمارے دل سے آیا ہے
مسجدوں میں عدو نے جو تمہارا خون بہایا ہے

﴿مرسلہ امتہ الشافی صاحبہ City Dieburg/ کلام مکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب﴾

کہانی عشق کی اب نئے سرے سے لکھ مؤرّخ
عاشقانِ خدا کے لاشے جو مسجدوں سے اٹھے
خون جگر سے جلا کر شمعیں وہ اُن راہوں پہ چلے
گزر کر اس جہاں سے، کیسے کامراں سے اٹھے
سلام کہیو! جو کبھی گزرو تم شہرِ شہیداں سے
ملانے پہلوں سے خود کو وہ انسان کہاں سے اٹھے
شفق اسی شوقِ تمنّا میں جیئے جاتی ہے
کاش اُس کا جنازہ بھی کبھی اسی شان سے اٹھے

کلام محترمہ فریحہ خان شفق صاحبہ DREIEICh

مری زندگی کے مالک! بھلا تجھ سے کیا چھپا ہے
مرے دل کو دے سہارا یہی ایک التجا ہے
بڑی آرزو تھی اپنی کسی کام ہم بھی آتے
یہ انہی کا تھا مقدر جنہیں تاج یہ ملا ہے
ہمیں غم نہیں ہے کوئی، نہ کوئی ملال اِس پر
سرِ راہِ عاشقانہ ہمیں زخم جو دیا ہے
"میری بے بسی کے لمحے تیرے کُن کے منتظر ہیں
مرے مہرباں دکھادے فیکون کے نظارے"

کلام محترمہ زوباریہ احمد صاحبہ Melsungen

جانے والو تم کو مبارک
راہِ وفا کے راہی بن کر
عشق سفر میں جان لٹا کر
جس بستی میں جا کے بسے ہو
ہر مشکل سے گزر چکے ہو
سب سے آگے نکل گئے ہو

کلام محترمہ ساجدہ انیس صاحبہ۔کوبلنس

وہ جو پیکر تھے شرافت کے، محبت کی دلیل
کھل کے اب سامنے آئے ہیں انہیں میرا سلام
قیمتی تھے وہ نگینے مرے مولا نے تبھی
اپنی رحمت میں چھپائے ہیں انہیں میرا سلام
آگ اور خون کی بارش میں وفاداروں نے
زخم سب سینوں پہ کھائے ہیں انہیں میرا سلام
آسماں! تو بھی گواہ رہنا کہ اِن لوگوں نے
عہد سب اپنے نبھائے ہیں انہیں میرا سلام

کلام محترمہ حامتہ البشریٰ فرید صاحبہ فرینکفرٹ

شہدائے مصطفیٰ کا خون کبھی رائیگاں نہ جائے گا
ہر اک شہادت کے بدلے خدا اک قوم لائے گا
آقا کی دعائیں پہنچیں تمھیں صبح و شام
رب نے دیا ہے تمھیں کیسا پیارا انعام
ریاض احمد، غلام قادر شہید مہدی کے راج دلارے ہیں
یہ پاک بازو پاک دل اسلام کے روشن ستارے ہیں
مسیح کے جانثاروں پر ظلم وستم کی ہوئی اب انتہا
اے مالک سُن ہماری آہ و بقا نصرٌ من اللہ کی دے اب صدا

کلام مکرمہ امتہ القیوم ناصرہ صاحبہ فرینکفرٹ

کیا پوچھتے ہو مجھ سے اس دن کی داستاں
معصوم مر رہے تھے گریزاں تھے حکمراں
اے جانے والو! خدا تمہارا ہے حافظ و نگہباں
غم نہ کرنا وہ تمہارے اہل کا بھی ہوگا نگراں

کلام محترمہ ثروت ناصر صاحبہ Iserlohn

لوگو سنو شہید کا رتبہ بہت بلند ہے
اپنی جاں جو دے گیا خدا کو وہی پسند ہے

کلام محترمہ راشدہ نذیر صاحبہ جماعت Karlsruhe

ہر شہید اک مثال قائم کر گیا
اور ہمیشہ کے لئے امر ہو گیا
یونہی یہ ستارے جگمگاتے رہیں
اور احمدیت کا جھنڈا لہراتا رہے

کلام محترمہ منصورہ باجوہ صاحبہ Kleingerau

بے خوف وخطر جو آتش نمرود میں گرا
جو کر گیا عدو کو حیراں یہ عشق ہے
ساحروں کو جس نے مسحور تھا کیا
عصا بنا خدا کا اک نشاں یہ عشق ہے
یہ عشق تھا جو لے گیا موسیٰ کو طور پر
عبور کیا بحر بے کراں یہ عشق ہے

کلام محترمہ زینت حمید صاحبہ حلقہ Ginsheim

مہمان خواتین کے تاثرات

برموقع 35واں جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی منعقدہ 25 تا 27 جون 2010

تین دن یہ الوہی نظاروں کے ہیں چاند کے گرد رقصاں ستاروں کے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر جس جلسہ کی بنیادی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھی اس جلسہ کی صحیح غرض وغائیت دراصل جماعتِ احمدیہ کی تعلیم وتربیت کرنا، دینی علوم سے بہرہ ور ہونا اور اس روحانی ماحول میں دنیا سے دور رہ کر آسمانی برکتوں اور فضلوں کا وارث ٹھہرنا اور اپنے تئیں آئندہ کے لئے نیکی، تقویٰ اور روحانیت سے بھرپور زندگی گزارنے کے لئے تیار کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس جاری کردہ بابرکت سلسلہ جلسہ ہائے سالانہ کا نظام وسیع ترین ہو کر اب اکنافِ عالم میں پھیل چکا ہے۔ امام مہدی مسیح وقت کے پروانے ہر سمت سے اُڑ اُڑ کر اس ہجوم میں اضافے کا باعث بنتے رہے ہیں۔ اور دن بدن محبتوں اور اخوتوں کا یہ ہجوم ایک سیلِ رواں کی طرح بڑھتا جا رہا ہے۔

یورپ کے جلسوں کا دور شروع ہو رہا ہے آج جرمنی کا جلسہ اپنے عروج پر ہے۔ جرمنی کا جلسہ سالانہ اس لحاظ سے بہت ہی غیر معمولی برکتوں اور رحمتوں کا حامل ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنفس نفیس اس میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام کی موعود خلافت کے علمبردار کے مبارک قدم حق کے پیاسوں کی روح کو نئے زندگی بخش جام پلاتے ہوئے جونہی سرزمینِ جرمنی کو اعزاز بخشتے ہیں، پوری جماعت کے افراد کے دلوں میں ایک عجیب خوشی، روحانی سرور اور ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اسے بیان کرنا مشکل ہے۔

پیارے آقا کی بابرکت آمد سے جہاں روحانی اور ایمانی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے وہاں ہزاروں افراد اپنے آقا کے دیدار سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہ محبت وپیار اور روحانی تعلق ایسا رشتہ ہے جو خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے اس میں کسی انسان کا دخل نہیں ہے۔ جماعت جرمنی دن رات ان روحانی ایام کی برکتوں کو سمیٹنے کے لئے خدا کے مسیح کے سچے عاشقوں کی میزبانی کے لئے، پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کی آمد پر زیرِ لب دعاؤں سے غیب سے تائیدِ خداوندی، حفاظتِ خداوندی اور فتح وظفر کی مناجات لئے مصروفِ عمل ہے۔

لجنہ اِماء اللہ جرمنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت فعال ہے۔ جلسہ گاہ مستورات میں نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی محترمہ امتہ الحیٔ احمد صاحبہ کی نگرانی میں متنوع انتظامات کی بھاری نگرانی کا کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام پایا۔ ہمارا اس سال 2010 کا جلسہ سالانہ غیر معمولی افضال وانوارِ الٰہی سے پُر تھا۔ ہر طرف ایک خاص روحانی ماحول اور پاکیزگی سے معمور فضاء تھی۔ جو اپنے اندر ہزاروں افراد جماعت کو سموئے ہوئے تھی۔ جرمنی بھر سے مہمانانِ جلسہ سالانہ کشاں کشاں خوش وخرم چلے آتے ہیں تو دور دراز کے ملکوں سے بھی احباب وخواتین اور مختلف ممالک سے وفود تشریف لا کر ہمارے جلسہ سالانہ کی رونق کو بڑھاتے ہیں۔ جلسہ گاہ مستورات میں مختلف ممالک سے تشریف لانے والی مہمان ممبرات سے تعارف کراتے ہوئے بات چیت ہوئی ان کے جلسہ سالانہ کے بارے تاثرات لینے کی ذمہ داری خاکسار کے سپرد تھی۔ اس کے لئے نہ کوئی وقت مقرر تھا نہ کوئی جگہ بس بھاگتے دوڑتے اپنے معزز مہمانوں کو جالیا گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا تو احساس جاگتا کہ اچھا ہی ہوا ان محترمہ سے بات ہوگئی۔ مہمان ممبرات اپنے اندر ایک کہانی، ایک داستان، کئی ٹھوس معلومات لئے رواں دواں جلسہ میں شامل تھیں۔ اس بار لاہور میں جماعت احمدیہ کی دو مساجد میں دہشتگردی کے ظالمانہ سفاکانہ واقعہ اور معصوم نہتے نمازیوں کی شہادتوں سے ہر دل مغموم اور ہر فردِ جماعت دکھی تھا، ہر کوئی اس ظلم وستم کے بارے میں بات کرتا تھا۔ مختلف خاندانوں میں شہادتوں کے واقعات نے بہت دل دکھایا۔ سانحہ لاہور کا ایک روشن پہلو اس جلسہ سالانہ میں ہمارے سامنے آیا کہ لجنہ اور ناصرات میں اطاعت کا معیار پہلے سے بہت بلند ہو گیا۔ دل بہت غم زدہ تھے سو دعاؤں کی طرف بہت توجہ تھی۔ تینوں دن جلسہ کے مختلف اوقات میں بات چیت کا سلسلہ جاری رہا۔

اس دوران معزز مہمان خواتین نے اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا امید ہے کہ قارئین کے لئے دلچسپی اور معلومات کا باعث ہونگی۔

1) پاکستان لاہور سے محترمہ افشاں نعیم صاحبہ تشریف لائی ہوئی تھیں۔ چونکہ اس بار سیکورٹی کے سخت انتظامات تھے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے بیت السبوح آئیں تو ان کے پاس کوئی ID کارڈ نہیں تھا ۔ بہت گھبرائی ہوئی تھیں خیر پتہ کروایا گیا بیٹے نے اپنا ID نمبر بتایا۔ الحمد للہ کہ ان مراحل سے گزر گئیں۔ ماشاء اللہ لاہور بحریہ ٹاؤن کی جماعتی ورکر ہیں اور تعارف در تعارف ہوتے ہوئے بہت سے لوگوں سے تعلق نکل آیا۔ پھر مردوں کی طرف بھی تصدیق ہوگئی تو انہیں ملاقات کے مواقع نصیب ہوئے۔ حضور اقدس ایدہ اللہ سے پہلی بار ملاقات کے بعد تو انتہائی خوش تھیں۔ اتفاقاً حضرت سیدہ آپا جان صاحبہ سے بھی اس روز پہلی ملاقات تھی۔ انہیں بھی اوپر لے گئے تو وقت ختم ہونے والا تھا۔ صرف ہاتھ ملا کر اور مل کر ہی اتنی خوش ہوئیں کہ مجھے تو ایک لمحہ بھی خیال نہیں آیا تھا کہ آپا جان صاحبہ سے بھی مصافحہ ہو جائے گا۔ عرصہ پندرہ سال پہلے لندن کے جلسہ میں شامل ہوئی تھیں اور اب پہلی بار جرمنی کے جلسہ میں شمولیت کی اور حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ان کی پہلی ملاقات تھی۔

2) محترمہ امۃ النصیر اطہر صاحبہ جو ربوہ پاکستان سے تشریف لائیں وہ لجنہ مرکزیہ میں نائبہ اصلاح وارشاد کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں اس سے قبل بھی جرمنی کے جلسہ سالانہ میں شرکت کر چکی ہیں۔ بہت دکھی دل کے ساتھ انہوں نے بات کا آغاز کیا اور پاکستان کے حالات کے ساتھ ساتھ جماعتی حالات پر بھی روشنی ڈالتی رہیں۔ اس سلسلے میں جو اقدامات ہو رہے ہیں ان کا ذکر کیا ربوہ اور دیگر شہروں کی مساجد کی سیکورٹی کی صورت حال سے آگاہ کیا شہدائے لاہور کا دردناک واقعہ اور تدفین کے مراحل میں ہمارے نوجوانوں کا اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنا یہ سب ایسی دکھی باتیں تھیں کہ دل بھر آتا تھا۔ ساتھ ہی خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی بارشیں ہوتی دیکھ کر جلسہ گاہ کے انتظامات کو بھی سراہ رہی تھیں کہ "ماشاء اللہ اندر داخل ہوتے ہی ایک منظّم جلسہ گاہ نظر آئی"۔ آخری روز جلسہ کے بارے بتاتے ہوئے بہت تعریف کی کہ "ہر لحاظ سے ماشاء اللہ کامیاب جلسہ تھا اور نظم وضبط بہترین تھا۔ آپ سب کا آپس میں رابطہ اور تعاون بہت نظر آ رہا ہے۔ جو کامیابی کی علامت ہے"۔

3) سویڈن سے مکرمی نیشنل امیر صاحب کی مسز محترمہ روبینہ شمس صاحبہ نے بھی مسکراتے ہوئے تعارف کرایا اور انتظامات کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ "میں تو کافی دفعہ یہاں جلسہ پر آچکی ہوں۔ ماشاء اللہ ہر طرف بہت بہتری نظر آ رہی ہے"۔

4) بوسنیا کے مربی سلسلہ مکرم وسیم احمد سروعا صاحب کی بیگم مکرمہ پروین صاحبہ نے بتایا کہ "99ء میں بوسنیا گئی ہوں وہاں غیر احمدیوں کی منظّم جماعت ہے۔ 99٪ مسلمان ہیں۔ وہابی زیادہ ہیں۔ جماعت کی بہت مخالفت ہے بیعتیں ہو جاتی ہیں تو غیر احمدی مولوی ڈرا دھمکا کر خوف زدہ کرتے ہیں۔ احمدیت کی مخالفت میں بہت تیز ہیں۔ ہمارا بوسنیا کا سینٹر بہت خوبصورت ہے جہاں ہم رہتے ہیں۔ اجلاسات ہوتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے 60٪ حاضری ہو جاتی ہے"۔ جلسہ کی کامیابی کی مبارک باد دیتے ہوئے بہت خوش تھیں کہ کامیاب جلسہ ہوا ہے۔

5) سانحہء لاہور کے شہید شیخ محمد اکرام صاحب مسجد دارالذکر لاہور کی بڑی بہن صاحبہ جو مربی سلسلہ مکرم منور منیر صاحب آسٹریا کی والدہ محترمہ ہیں۔ اپنے شہید بھائی کے ذکر خیر میں کہہ رہی تھیں کہ "بہت صفتوں کے مالک تھے۔ جماعت کے خادم تھے اور بڑھ چڑھ کر جماعتی کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے انتظامات بہت ہی اچھے ہیں یہاں ہمارا بہت خیال رکھا گیا ہے"۔

6) جماعت ہالینڈ کے نیشنل امیر صاحب کی اہلیہ محترمہ سفینہ فرحاخن صاحبہ نے نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد ملتے ہوئے ڈسپلن کی بہت تعریف کی کہ "بہت خاموشی اور سکون رہا ہے خطبہ و نماز جمعہ کے دوران۔ ماشاء اللہ آپ لوگ بہت بہتری کی طرف جا رہے ہیں"۔

7) محترمہ شمائلہ ناگی صاحبہ نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ یو کے نے انتظامات کی بے حد تعریف کی جب بھی مارکی میں دعا سلام ہوئی، یہی کہتیں کہ "آپ لوگ ایک چین کی طرح کام کر رہے ہیں بہت ہی ڈسپلن ہے۔ ایک خاص فرق نظر آ رہا ہے، سب سے اچھی بات کہ آپ سب لوگ بہت خوشی سے ملتے ہیں"۔

8) محترمہ ناز الماس صاحبہ محترمہ لائیلا صاحبہ فرینکفرٹ سے اور محترمہ ثناء احمد صاحبہ ہمبرگ سے تشریف لائی تھیں وہ بہت ہی خوش تھیں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہ "ہمیشہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے، جلسہ بہت اچھا Organise ہوتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ سارے انتظامات صرف عورتیں ہی کرتی ہیں۔ بہت لطف اندوز ہوئی ہوں۔ بہت کچھ سنا بھی ہے"۔

9) محترمہ جولیا اودھے صاحبہ فلسطین سے تشریف لائیں۔ پہلے بھی ایک بار آچکی ہیں۔ اب اپنے میاں اور بیٹے کے ساتھ آئی ہیں، ہمارے پوچھنے پر کہنے لگیں "ماشاء اللہ جلسہ بہت اچھا ہے، لوگ بہت پیار کرنے والے ہیں خلیفۃ المسیح بہت اچھے ہیں۔ اب میں یہاں سے جا کر بہت اچھا پردہ کروں گی پہلے اتنا اچھا نہیں کرتی، سب ماحول سے اور احمدی بہنوں کے پیار محبت سے خوش ہوئی ہوں"۔

10) محترمہ امینہ اودھے صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالجلیل صاحب کبابیر سے تشریف لائیں پہلے بھی ایک بار آچکی ہیں۔ اب سات لوگ اکٹھے گروپ کی صورت میں

آئے ہیں ہمارے پوچھنے پر کہ ’’آپ کو یہاں جلسہ، پروگرام وانتظام کیسے لگے؟‘‘ بہت ہی خوشی سے اور اشاروں سے انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا جو ساتھ بیٹھی ایک خاتون نے بتایا کہ ’’میرے قلب اور روح کو بہت سکون ملا ہے بہت خوش ہوں‘‘۔ کہتی ہیں کہ ’’اس خوشی میں میں نے سارا سال گذارا ہے کہ جلسے پر جانا ہے۔ انتظام بہت اچھا (Excelent) ہے۔ انشاءاللہ اگلے سال یہاں جلسے پر آنے کے لئے ہم دگنے لوگ ہوں گے‘‘۔ محترمہ انگلش بھی بولتی تھیں یہ بعد میں ظاہر کیا کہ یہاں دوسری زبان ہے اس لئے میں نے سمجھا کہ آپ لوگ انگلش نہیں سمجھیں گے۔ پھر اور بھی باتیں کرتی رہیں جو بے حد جذباتی انداز میں خوشی کے ساتھ بیان کر رہی تھیں۔

11) ہماری ایک مہمان خاتون میامی Miami امریکہ سے اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ آئی تھیں۔ جن کا نام محترمہ منصورہ نعیم صاحبہ اور بیٹیاں فائزہ نعیم و نائیلہ نعیم تھیں 6 سال میامی لینڈ میں صدر لجنہ رہ چکی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہماری وہاں لجنہ کی تعداد 55 ہے۔ یہاں جلسہ پر ممبرات کی تعداد اتنے وسیع پیمانے پر مارکیز میں انتظامات دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں کہ بہت محنت کی گئی ہے‘‘۔

12) مکرمہ فرحت ریاض عاطف صاحبہ اہلیہ مربی سلسلہ مکرم حامد مقصود عاطف صاحب اور محترمہ صائمہ صاحبہ اہلیہ مربی سلسلہ مکرم ناصر اقبال صاحب بورکینا فاسو سے جلسہ میں شامل ہوئیں، بات چیت کے دوران انہوں نے بتایا کہ ’’وہاں بیس مربیان ہیں۔ جماعت کی تعداد ایک ملین ہے۔ جب حضور اقدس تشریف لے گئے تھے تو 13 ہزار کی تعداد تھی۔ بہت غریب لوگ ہیں وہاں جماعت ان کے لئے بسوں کا ٹرانسپورٹ کا خود انتظام کرتی ہے۔ سب کا دل خود جلسہ پر آنے کو کرتا ہے۔ مگر چونکہ بہت دور دراز رہتے ہیں اس لئے ٹرانسپورٹ کی سہولتیں انہیں بہت مہنگی پڑتی ہیں ہم لوگ مشن ہاؤسز میں رہتے ہیں۔ بورکینا فاسو میں لوگ بہت Nice اور مخلص ہیں بہت اخلاق سے ملتے ہیں۔ ہمیں سب سہولتیں ہیں۔ گروسری کے لئے انڈین سٹور ہیں۔ لوگ بہت مددگار ہیں اور عزت کرتے ہیں‘‘۔

13) مکرمہ شازیہ مبشرہ صاحبہ اہلیہ مربی سلسلہ محمد اکرم محمود صاحب ڈنمارک سے تشریف لائی ہوئی تھیں پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ’’جلسہ کے پروگرام بہت اچھے تھے۔ ماشاءاللہ انتظامات بھی قابل تعریف ہیں آپ کا جلسہ بہت کامیاب ہوا ہے‘‘۔

14) مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ اہلیہ مکرم ولید طارق صاحب امیر جماعت سوئٹزر لینڈ سے تشریف لائی ہوئی تھیں۔ مکرمی جناب ولید طارق صاحب Swiss ہیں۔ ہماری بات چیت شروع ہوئی تو انہوں نے بتایا ’’کہ ہر جلسہ پر آتی ہوں ماشاءاللہ بہت زیادہ ترقی ہو رہی ہے۔ ہر سال پہلے سے بہتر ہوتا جا رہا ہے انتظامات بھی وسیع ہیں اور خوب ہیں۔ سب کچھ اچھا ہونے کے ساتھ ساتھ دل اداس اور غمزدہ ہیں۔ شہیدان لاہور کے سانحہ کی وجہ سے ذہنوں پر بہت اثر ہے۔ یہ قربانیاں انشاءاللہ رنگ لائیں گی اور جماعت کی بہت ترقی ہوگی انشاءاللہ۔ خدا تعالیٰ جماعت کی اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ دورانِ گفتگو پتہ چلا کہ آپ محترمہ امۃ الحی احمد صاحبہ نیشنل صدر لجنہ جرمنی کی بہن ہیں اور جرمنی جلسہ پر ہمیشہ آتی ہیں۔

15) محترمہ سیمیں نسرین صاحبہ اہلیہ مربی سلسلہ نفیس احمد عتیق صاحب شعبہ وکالت ارشاد میں ہیں ربوہ سے تشریف لائیں۔ انہوں نے بھی حالات بتائے کہ کس طرح ربوہ میں اس وقت نگرانی ہے اور لاہور کے واقعہ کے بعد تو سیکورٹی اور دیگر انتظامات سخت کر دیئے گئے ہیں۔

16) محترمہ قدسیہ مشتاق صاحبہ اہلیہ مکرم سمر غوری صاحب البانین گروپ کے لوگوں کے ہمراہ بیٹھی کھانا تناول فرما رہی تھیں۔ ہمارے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ کوسووو سے 10، البانیہ سے 16، اور Montenegro سے 4 لوگ اس گروپ میں ہیں۔ البانیہ سے 6 احمدی عورتیں اس گروپ میں شامل ہیں۔ البانیہ میں 90٪ مسلمان ہیں۔ ہمارا جماعت کا بہت بڑا مشن ہے‘‘۔ کہتی ہیں کہ ’’میں نے 2005 میں وقف کیا تھا۔ مائیکروبیالوجی میں تعلیم حاصل کی ہے۔ تعلیم کے دوران مربی سلسلہ احمدیہ سے شادی ہوگئی۔ بعد میں تعلیم مکمل کی ہے‘‘۔ جلسہ کے بارے تاثرات دیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ ’’یہ لوگ بہت خوش ہیں کہ ان کی بہت اچھی طرح میزبانی کی گئی ہے سب لوگ بہت اخلاص سے مل رہے ہیں۔ جلسہ کا پروگرام بہت اچھا ہے البانین خواتین نے اشاروں کنایوں سے بتا دیا کہ ہمارے دل خوش ہیں۔ حضور اقدس کی پہچان کے لئے پگڑی کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے کہ ہمیں اُن سے مل کے سکون ملا ہے ان کو دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں‘‘۔ اس گروپ میں اچھی تعلیم یافتہ خواتین بھی شامل تھیں جنہوں نے انگلش میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایسا شاندار پروگرام جو صرف عورتیں الگ Organise کر رہی ہوں قابل ستائش ہے ہر طرف خوشی پھیلی ہوئی ہے لوگ مل جل کر بیٹھے ہیں۔ ہم نے اتنے بڑے مجمع میں کسی کو لڑائی کرتے یا اونچی بولتے نہیں دیکھا۔ بہت ڈسپلن ہے‘‘۔ ان کے تاثرات سن کر خاکسار بھی بہت متاثر ہوئی کہ مہمان کیا کیا باتیں نوٹ کرتے ہیں جو کہ ہمارے لئے ان روحانی جلسوں میں بچپن سے فطرت میں شامل کر دی گئی ہیں۔ لیکن اب مختلف اقوام کے لوگوں سے بات کر کے اندازہ ہوتا ہے کہ یقیناً ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ یہ مجالس انتہائی پُرامن خوشگوار ماحول میں اختتام پذیر ہوتی ہیں اور ہر ایک دوسرے کے

لئے قربانی کر رہا ہوتا ہے۔

17) محترمہ مکرمہ امۃ الباسط ایاز صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب لندن سے فیملی سمیت تشریف لائیں۔ محترمہ دو کتابوں "نشیمن" اور "زجاجہ" کی مصنفہ بھی ہیں۔ ایک بیٹی جو کہ امریکہ رہتی ہے وہ بھی ہمراہ تھی۔ ان سے بات چیت ہوئی تو انہوں نے مصنفہ کے انداز سے غور وخوض کرتے ہوئے تمام انتظامات کو بہت سراہا کہ "ہر شعبہ بے حد منظم طریق پر کام رہا ہے سب کام جماعت کے کارکن ہی کر رہے ہیں۔ کوئی پولیس کا انتظام نہیں ہے پارکنگ سے لے کر جلسہ گاہ کے اندر تک بہت اچھی پلاننگ کی گئی ہے۔ جلسہ گاہ میں پروگرام کے درمیان نظم وضبط اعلیٰ درجہ کا Excelent ہے"۔ کہتی ہیں "ہم بھی لندن میں بہت کوشش کرتے ہیں نظم وضبط بحال رکھنے کی مگر کافی کوشش کے باوجود ابھی تک اس طرح کا زبردست نظم وضبط نہیں ہو سکا۔ آپ کی مہمان نوازی آپ کی قابل تعریف ہے۔ ہر موقع پر ہر جگہ خیال رکھا گیا ہے جس کا انہوں نے پھر سے شکریہ ادا کیا۔ جس طریق پر آپ منظم ہو کر کام کر رہی ہیں انتہائی خوش کن ہے، ہم پہلی دفعہ آئے ہیں بار بار آنے کو دل چاہ رہا ہے اور مجھے افسوس بھی ہو رہا ہے کہ میں اتنے سال پہلے کیوں نہیں آئی"۔

18) محترمہ رفعت جہاں آرا بلغاریہ کی صدر صاحبہ ہیں وہ ہمیشہ ہی جلسہ پر ایک بہت بڑا گروپ ہمراہ لئے جلسہ گاہ میں سب کو مل رہی ہوتی ہیں۔ اس سال بھی وہ ماشاءاللہ 24 ممبرات کے ہمراہ تشریف لائیں۔ جن میں ایڈووکیٹ، ٹیچرز، اکنامکس ماسٹر، جرنلسٹ خاتون شامل تھیں۔ 3 غیر احمدی مولوی صاحبان کے خاندان بھی ان کے گروپ میں شامل تھے۔ 60-65 لوگ اس گروپ میں تھے ماشاء اللہ۔ انہوں نے اپنی تمام مہمان ہمراہی خواتین کو بہت منظم طریقے سے جلسہ گاہ کی سیر کرائی۔ ہر جگہ بلغارین زبان میں ان کو بتاتیں، ماشاءاللہ بہت ہی ہمت کر کے وہ سارے انتظام کرتی ہیں حضرت سیّدہ آپا جان صاحبہ حرم حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے سب کو لیکر آئیں اور کافی دیر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ خواتین مختلف سوالات کرتی رہیں اور حضرت آپا جان مدظلہا از راہ شفقت ان کے جوابات دیتی رہیں اور جب بلغاریہ کی خواتین کو ترجمہ کر کے بتایا جاتا تو وہ بہت خوش اور حیران ہوتیں الحمد للہ۔

19) محترمہ امۃ المتین ناصر صاحبہ اہلیہ مربی سلسلہ مکرم جاوید اقبال ناصر صاحب 3 سال کوسووو میں رہیں۔ اب 4 سال سے کوبلنز جرمنی میں ہیں۔ ان سے بات چیت ہوئی تو پتہ چلا کہ کوسووو میں کوسووین مسلمان ہیں اور سربین عیسائی ہیں محترمہ واحدہ پاسداؤ صاحبہ اہلیہ مکرم موسیٰ روسدرن صاحب صدر جماعت ہیں اس وقت وہاں 10 لجنہ 5 ناصرات ہیں کل تجنید 75 ہے۔ مئی 2010 میں جلسہ ہوا جس میں 120 حاضری تھی۔ 28 غیر از جماعت لوگ شامل ہوئے تھے۔ 10 سال سے کوسووو میں جماعت قائم ہے۔

20) محترمہ امۃ الشافی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عبد المنان صدیقی شہید امریکہ Cleveland سے جلسہ سالانہ جرمنی پر پہلی بار تشریف لائیں اپنے بارے میں انہوں نے بتایا کہ وہ میرپور خاص سندھ میں رہ رہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب عبد المنان صدیقی کی شہادت کے بعد دونوں بچوں کے ہمراہ امریکہ اپنے والدین کے پاس چلی گئی ہیں اب وہیں قیام پذیر ہیں۔ بیٹا اور بیٹی بھی ہمراہ تھے وہ اب امریکہ میں زیر تعلیم ہیں۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ آپا جان صاحبہ مدظلہا سے ملاقات کر کے بہت سکون میں تھیں۔ بیت السبوح میں لجنہ ممبرات کو ذمہ داری سے سب ڈیوٹیز کرتے دیکھ کر بہت تعریف کی۔ جلسہ سالانہ کے بارے تاثرات پوچھے تو بتایا کہ "بہت منظم طریقہ کار، نظم وضبط، مہمان نوازی کس کس چیز کی تعریف کروں ہر لحاظ سے ماشاءاللہ بہت ہی جماعت کا قدم آگے کی طرف ہے۔ مجھے یہاں آ کر بہت ہی اچھا لگا ہے بہت اپنائیت ملی ہے آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں"۔

21) محترمہ حمامۃ البشریٰ صاحبہ اہلیہ مکرم آصف شہید آف فیصل آباد مراد کلاتھ ہاؤس اپنی والدہ صاحبہ کے ہمراہ آسٹریا سے آئی تھیں۔ ان کی شہادت کا دردبھرا واقعہ اور عزیزہ کی کم عمری دیکھ کر بہت دکھی ہوئے۔ جلسہ سالانہ کے اگلے روز وہ حضور اقدس ایدہ اللہ سے ملاقات کر کے ہمارے دفتر میں آئیں کہ میں نے آپا جان سے ضرور ملاقات کرنی ہے۔ چونکہ ملاقات کا یہ وقت ختم ہو چکا تھا اور انہیں واپس آسٹریا جانا تھا۔ ان کے لئے خاکسار نے محترمہ نیشنل صدر صاحبہ سے ذکر کیا تو ان کی ہدایت پر خاکسار نے درخواست لکھ کر دی۔ محترمہ نیشنل صدر صاحبہ خود درخواست لیکر گئیں تو پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت انتہائی شفقت فرماتے ہوئے ملاقات کے لئے بلا لیا۔ پیارے حضور کی اس خاص توجہ اور شفقت ومحبت پر وہ اپنی انتہائی خوش قسمتی پر خوش تھیں کہ انہیں یہ موقع ملا۔ خدا تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کی عمر وصحت میں برکت ڈالے جن کے دن رات صرف اور صرف خدا کی خاطر وقف ہیں آمین۔ اس جلسے کی ایک اور خاص بات یہ تھی کہ اس جلسے کے لجنہ سیشن کی نظمیں جو شہدائے لاہور اور ایفائے عہد پہ تھیں، وہ نہایت پُر اثر، رقت آمیز، دلگداز اور ایمان افروز تھیں۔ سب لوگوں نے بے حد پسند کیں۔ لجنہ اور ناصرات نے بہت محنت سے تیار کیں تھیں۔ پیارے آقا کی موجودگی نے انہیں چار چاند لگا دیئے تھے۔ الحمد للہ

جلسہ سالانہ کے ختم ہوتے ہی افرادِ جماعت اپنے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے پھر سے اپنی باری کے انتظار میں تھے کہ جونہی مرکز سے اطلاع ملے پہنچ جائیں۔ اسی طرح ممبرات و بچیاں بھی حضرت سیدہ آپا جان صاحبہ سے ملاقات کے لئے آنے لگ گئی

تھیں۔جلسہ کے اگلے روز جیسے ہی حضرت سیدہ آپا جان صاحبہ ملاقات کے کمرے میں تشریف فرما ہوئیں تو خاکسار کے حاضر ہونے پر حضرت آپا جان صاحبہ نے بے حد خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے بتایا کہ ''اس دفعہ تو حیرت انگیز طور پر نمایاں ڈسپلن تھا۔خدا کرے آئندہ بھی اس سے زیادہ اچھے طریق سے ہو۔سیکورٹی کی ٹیم بہت مضبوط تھی ماشاء اللہ۔بہت اچھے طریقے سے کام ہو رہا تھا۔ایک عورت ایک کنڈر واگن لے کر آ رہی تھی۔سٹیج پر بیٹھے میری نظر پڑی تو میں چیک کر رہی تھی کہ کیا ڈیوٹی والی اس کو اندر آنے دیں گی مگر بہت دیر لگا کے بھی انہوں نے اس کو اندر نہ لے جانے دیا تو مجھے تسلی ہوگئی کہ ٹھیک ڈیوٹی ہو رہی ہے۔نظمیں وغیرہ بھی سب بہت اچھی تھیں''۔الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ حضرت آپا جان صاحبہ نے ان انتظامات کو پسند فرمایا۔خدائے بزرگ و برتر ان کی عمرو صحت میں برکت ڈالے اور ہمیں ان بابرکت وجودوں سے ہر موقع پر رہنمائی نصیب ہو۔آمین

قارئین! ہماری بہت سی مہمان خواتین ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنے گھر کے میزبانوں کے ہمراہ جلسہ گاہ میں بیٹھنا پسند کرتی ہیں اور بہت خوش رہتی ہیں۔اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کی زبان نہیں تھکتی کہ انہیں موقع نصیب ہوا ہے۔کچھ ایسی خاص مہمان خواتین سے بھی ملاقات ہوئی جن کا بیان ہے کہ ''اصل جلسہ کا لطف تو سب کے ساتھ مل کے ہی ہے کہ مارکی میں جا کر کھانا کھاؤ بازار جاؤ۔جہاں عجیب پیار بھری فضا اور طرح طرح کے کھانوں کی خوشبوئیں ہیں کہ پاکستان یاد آ جاتا ہے''۔خاکسار کا تجربہ ہے اتنے سالوں سے کہ یہاں جرمنی کے جلسہ میں خصوصاً ہمیشہ سے ہی مہمانوں کا تاثر ہوتا ہے کہ جماعت جرمنی کا جلسہ کچھ کچھ ربوہ کے جلسے کی طرح ہے۔اتنے لوگوں سے ملاقات ہو جاتی ہے اور سب اتنے اخلاص اور پیار والے ہیں کہ دل خوش ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری ان روایات کو ہمیشہ قائم رکھے اور ہمارے آئندہ آنے والے بچے بھی خدمت گزاری کی ان روایات کو آگے بڑھائیں کہ اصل زندگی یہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جاری کردہ جلسوں کے ان سب مہمانوں کی جلسہ سالانہ کے انتظامات اور مہمان نوازی کی تعریف کا سہرا خدا تعالیٰ کے فضل سے،حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی قبولیت کے طفیل اور سب کارکن وکارکنات جلسہ سالانہ کی محنت کی وجہ سے ہے جنہوں نے اپنے شب و روز ان انتظامات کو سرانجام دینے میں بسر کئے۔تجاویز طے پائیں طریقہ کار وضع کئے گئے اور سارا سال ان پر غور وغوض کرتے ہوئے عملی رنگ میں اپنے آپ کو خدمات کے لئے پیش کیا اور اعلیٰ خدمات وحسنِ کارکردگی کے نمونے دکھائے۔جہاں جہاں مہمان ٹھہرے اور جس نے جس سطح پر بھی خدمت کی توفیق پائی،خدا تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے ان کے بچوں کو نسل در نسل ان خدمات کو بجالانے کی توفیق عطا فرماتا رہے اور سب کے گھروں کو برکتوں سے بھر دے۔آمین

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں ان الٰہی جلسوں سے سرفراز فرماتا رہے۔ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت آپا جان مدظلھا ہمیشہ ہمارے جلسوں کی رونق بنیں تا کہ دید کے پیاسوں کو دید کی لذت اور ایمان کی حلاوت نصیب ہو۔آمین۔

یہ تین دن بھی عجب رحمتوں کے دن ہیں۔پورا ایک سال اس جلسہ کے انتظار میں گذرتا ہے جلسہ ختم ہوتے ہی اگلے سال کے جلسے کا انتظار،ملاقاتوں کے وعدے،انتظامیہ کی نئی نئی اصلاحات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے گویا جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کی گھٹی میں شامل ایسا موقع ہے جس سے ہر احمدی کا ایک ناطہ جڑا ہوا ہے اور یہ زنجیر در زنجیر سلسلہ خدا کے فضلوں کی منادی کرتا ہوا روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔خدا کرے،ہم اپنے پیارے آقا کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہوئے اپنا سب کچھ ہی اس راہ پر قربان کرنے والے ہوں اور اس سچے وعدوں والے خدا کی،توحید خداوندی کی منادی کرتے ہوئے دنیا کو ''اسمعو صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح'' کا پیغام پہنچانیوالے ہوں۔آمین

خدا تعالیٰ ہمارے سب مہمانوں کا آنا بھی مبارک کرے اور جانا بھی مبارک صد مبارک ہو اور خدا تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔آمین

(رپورٹنگ محترمہ صفیہ چیمہ صاحبہ، سٹی صدر فرینکفرٹ)

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

1۔خدیجہ رسالہ کے مضامین پڑھ کر دل بہت خوش ہوا ماشاء اللہ مضامین لکھنے والی تمام بہنوں نے عنوانات کے مطابق مضامین مرتب کر کے حق ادا کیا ہے اور اس شمارے میں بزم ناصرات اور بزم خواتین تعریف کے قابل ہیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مزید ترقیات سے نوازے۔آمین ﴿رضیہ شاد صاحبہ﴾

2۔اس بار رسالہ کافی تاخیر کے ساتھ منظر عام پر آیا۔خواتین کا یہ واحد رسالہ ہے۔جو لجنہ جرمنی کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔اس لئے درخواست ہے کہ سال میں کم از کم تین شمارے نکالنے کی کوشش ہونی چاہیئے۔

خوبصورت سرورق۔اطاعت کے موضوع پر، پیارے آقا کی دلوں میں اتر جانے والی تصویر اور پیغام کے ساتھ رسالہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔موضوع کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر روشنی اور ارشاد باری تعالیٰ سے لیکر خلفائے احمدیت کے ارشادات۔ کے علاوہ سانحہ لاہور کے شہداء کرام پر قرار داد تعزیت جرمنی بھر کی لجنہ کی طرف سے، دلکش کلام حضرت مسیح موعودؑ، کلام حضرت مصلح موعودؓ، کلام طاہرؒ۔نظم از درعدن ارشاد عرشی صاحبہ کا نصیحت آموز کلام، منتخب اشعار۔خطابات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ۔مختلف اقتباسات سب بہت اچھا لگا۔کچھ اغلاط بھی ہیں جو نوٹ کر لی ہوں گی۔ جرمن حصہ بھی بہت ہی عمدہ ہے جرمن حصہ کی ایڈیٹر صاحبہ کو مبارکباد دے دیں۔ایک تجویز ہے کہ رسالہ ہر بار اتنا بڑا نہ ہو اور صفحات کم ہونے کے ساتھ ساتھ نارمل کاغذ استعمال کیا جائے تو وقت۔اور خرچ دونوں بچیں گے۔خاکسار اپنے مرحوم بھائی کے بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہے۔اللہ کرے یہ رسالہ ترقی کی منزلیں جلد از جلد طے کرے۔آمین ﴿مکرمہ زینت حمید صاحبہ﴾

3۔خدیجہ رسالہ موصول ہوا اس کا معیار نہایت اعلیٰ ہے۔چونکہ اس دفعہ ناصرات اور بزم خواتین کے صفحات کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔جس نے رسالے کے معیار کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔رسالے کا ہر مضمون دوسرے مضمون سے زیادہ اہم لگتا ہے۔ ﴿سمیرہ کوثر صاحبہ۔من ہائم زود﴾

4۔لجنہ اماء اللہ جرمنی کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال جلسہ سالانہ جرمنی 2010ء کے موقعہ پر خدیجہ رسالہ شائع کرنے کی توفیق ملی، جس کا موضوع ''اطاعت''ہے۔ اس اہم موضوع پر جرمن وار دو زبان میں رسالے کی صورت میں مواد ممبرات تک پہنچانا ماشاء اللہ ایک بہت ہی احسن قدم ہے۔اللہ تعالیٰ مدیرہ خدیجہ، جرمن اور اردو کی نیک کوششوں میں برکت دے اور انہیں بھی زیادہ مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ﴿ممبرات لجنہ کاسل زود﴾

5۔خاکسار کو خدیجہ رسالہ 2010ء بہت پسند آیا۔سب ہی مضمون بہت اچھے ہیں۔''کائنات میں اطاعت کا نظام''۔''اطاعت خداوندی''، ''خاوند کی اطاعت''۔''ہمارے سب کام تیرے لئے ہوں اطاعت ہو غرض ہر مدعا کی''۔خاص طور پر ''تیری یہ خاص برکتیں'' پڑھ کر بہت اچھا لگا اس سے شوق پیدا ہوا کہ میں بھی کچھ لکھوں۔اس طرح کے مواقع ہمارے ساتھ بھی کئی دفعہ پیش آئے ہیں لیکن کبھی لکھنے کا خیال نہیں آیا۔اس مضمون کو پڑھ کر کچھ لکھنے کو دل چاہا۔اللہ تعالیٰ آپ سب کی کوششوں میں برکت ڈالے اور اپنے بیشمار فضلوں سے نوازے آمین۔
(مکرمہ فرزانہ افتخار صاحبہ Dreieich -A (Langen)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدیجہ رسالہ 2010 کا شمارہ نمبر ایک پڑھا۔اس بار کا خدیجہ رسالہ دیکھ کر احساس ہوا کہ خدیجہ رسالہ کا معیار بہت بڑھا ہے الحمد للہ

رسالے میں دینی علمی ادبی غرضیکہ ہر رنگ نظر آیا اور پڑھ کر جتنا ناز ہوا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے، بہر حال بہتری کی گنجائش تو ہمیشہ رہتی ہے اس شمارے میں دو مضامین مجھے بے حد پسند آئے تیری یہ خاص برکتیں او مادری زبان کی اہمیت آئیندہ شمارے کے لئے خاکسار ایک تجویز دینا چاہتی ہے ایک سلسلہ شروع کیا جائے خدیجہ رسالے کے ہر شمارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک دور سے لے کر اب تک جو سعید روحیں اس پیاری جماعت میں شامل ہوئیں ہیں ان کے ایمان افروز واقعات شائع کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے ذکر خیر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے اور یہ رسالہ دن بدن ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے آمین!

صابرہ احمد صاحبہ آگس برگ ریجن بائرن زود

مکرمہ محترمہ نمود سحر صاحبہ آگس برگ ریجن بائرن زود نے بھی خدیجہ رسالہ کے لئے رائے دی ہے۔

یہ کہتی ہیں رسالہ پڑھا ماشاء اللہ چشم بددور شاندار کاوش ہے بہترین مضامین اطاعت کے حوالے سے شاندار اشاعت ہے مجھے اس شمارے میں دو مضامین اچھے لگے ۔

''دنیا ہے جائے فانی'' ''اور مادری زبان کی اہمیت''

آئندہ شمارے کیلئے ایک تجویز دی ہے جرمن ترجمہ کی کمی محسوس ہوئی اس لیے تمام مضامین کا جرمن ترجمہ ضرور ہونا چاہیے اس سے جرمن جاننے والی لجنہ و ناصرات مستفید ہونگی۔

بوقت ضرورت براہ مہربانی ان نمبروں اور ای میل پر رجوع فرمائیں

فون نمبر نیشنل سیکرٹری اشاعت لجنہ 069-26099402

فون نمبر مدیرہ خدیجہ اردو 06071-639094

ای میل سیکرٹری اشاعت amtul.raqeeb@ahmadiyya.de

ای میل مدیرہ/ akhtar-durrani@hotmail.de